جمالِ محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم

کی

جلوہ گاہیں

قلوبِ اولیاء اللہ جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے

جلد دوم

مجموعۂ ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	:	جمالِ محمدی ﷺ کی جلوہ گاہیں
مجموعۂ ارشادات	:	حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	۵۹۲ (جلد دوم)
سن اشاعت	:	۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء
ناشر	:	ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یوپی۔

جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر، مرادآباد، یوپی۔

جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | Tel: (+44) 208 911 9797
E: sales@azharacademy.com | W: www.azharacademy.com

فہرست

۱ - ایوب سختیانی قبرِ نبوی سے چمٹ کر روتے رہے، انکے شاگرد امام ابوحنیفہ چھپ کر دیکھتے رہے، پھر تو ساری عمر کے لئے یہ قصہ انہیں رلاتا رہا۔ اسی پر امام صاحب نے فرمایا ما فکرت فی ھذا الامر الا بکیت

۷ - حضرت منیب کے دادا نے دیکھا ایک نہایت حسین وجمیل جوان کہتا ہے اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیأ، جواب میں انہیں کوئی گالی دیتا ہے، کوئی تھوکتا ہے

۸ - سلام علی قبر النبی محمد

۹ - علی رسول اللہ منی السلام

۱۰ - سلام از ما برساں خیر الوریٰ را

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی

آپکی ولادت ۶۰۶ھ اور وفات ۶۹۰ھ ہے

ماہ فرو ماند از جمال محمد　　　سرو نباشد باعتدال محمد

جمال محمدی کی زیارت کے لئے شق القمر کے معجزے میں چاند نیچے آ گیا، زیارت کی تاب نہ لا سکا اور شق ہو گیا۔ جسم اطہر کے اعتدال کے سامنے سرو کی کیا حیثیت ہے۔

ہمچو زمین خواہد آسمان کہ بیفتد　　　تا بدہد بوسہ بر نعال محمد

جیسے زمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ جسم اطہر کو ہر وقت بوسہ دے رہی ہے، اسے دیکھ کر آسمان بھی چاہتا ہے کہ وہ ٹوٹ پڑے تاکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کو بوسہ دے سکے۔

شاید اگر آفتاب و ماہ نتابند　　　پیش دو ابروی ہلالِ محمد

آفتاب اور ماہتاب بھی شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں آبرو مبارک جو ہلالی شکل رکھتے ہیں، اس کو دیکھنے کی طاقت شاید نہ لا سکیں۔

شمس و قمر بر زمین حشر نتابند　　　نور نتابند مگر جمال محمد

میدان حشر میں چاند اور سورج کی چمک نہیں ہو گی، وہاں صرف جمال محمدی چمک رہا ہو گا۔

و آن ہمہ پیرایہ بستہ جنتِ فردوس　　　بو کہ قبولش کند بلال محمد

جنت اپنی تمام آرائشوں کے ساتھ دلہن بن کر منتظر ہے کہ سردارِ دو جہاں کے غلام حضرتِ بلال اسے قبول فرما لیں۔ چنانچہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جنت میں دیکھا۔

عرصہ گیتی مجال ہمت اونیست　　　روزِ قیامت نگر مجالِ محمد

ہزاروں، لاکھوں معجزات اس روئے زمین پر پیش آئے مگر پھر بھی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں کا یہ دنیا احاطہ نہیں کرسکتی، آپ کی خوبیاں، آپ کے کمالات اگر دیکھنے ہوں تو بروزِ قیامت دیکھئے۔

وعدہ دیدار ہر کسی بقیامت　　　لیلہ اسریٰ شبِ وصال محمد

ہر کس وناکس صغیر وکبیر کے لئے تو خدا نے قیامت کا دن اپنے دیدار کے لئے ٹھہرایا، مگر لیلۃ الاسریٰ محبوبِ رب العالمین کے لئے رب نے شبِ وصال ٹھہرائی۔

آدمؑ ونوحؑ وخلیلؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ　　　آمدہ مجموع درظلال محمد

ابوالبشر حضرت آدم اور آدمِ ثانی حضرت نوح اور حضرت خلیل اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہم الصلاۃ والسلام میدان حشر میں اکٹھے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے سایہ تلے ہونگے، اور شفاعتِ کبریٰ سے سب مستفید ہونگے۔

چشم مراتا بخواب دید جمالش　　　خواب نمی گیرد از خیال محمد

اے آنکھو! سوجاؤ تاکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء خواب میں آسکے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اس قدر روح پر حاوی ہے کہ وہ نیند کو خیال محمدی آنے ہی نہیں دیتا۔

سعدیؔ اگر عاشقی کنی وجوانی　　　عشق محمد بس است وآل محمد

سعدی اگر جوانی میں عشق بازی کرنی ہے تو بس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمدؑ کا عشق ہی لڑاتا رہ۔

اَلْخِطَابُ الْفَصِيحْ لِلْحَبِيْبِ الْمَلِيحْ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

كَمَا رُوِيَ

"انَا امْلَحْ وَأَخِي يُوْسُفُ أَصْبَحْ"



صلى الله عليه وسلم

اَلْحَمْدُ للهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ مُحَمَّدِنِ الْـمُجْتَبٰى وَالْـمُصْطَفٰى خَيْرِ الْوَرٰى صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ إِلٰى يَوْمِ الْـحَشْرِ وَالِّلقَاءِ وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ نُجُوْمِ الْـهُدٰى

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْـحَكِيْمُ﴾

وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَإِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِي إِسْرَائِيْلَ إِنِّي رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقاً لِّـمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُواْ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

وَقَالَ: ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلاَةِ مِنْ يَوْمِ الْـجُمُعَةِ فَاسْعَوْاْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُواْ الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

اَمَّا بَعْدُ:

كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُسَمّٰى عُرُوْبَةً وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَجْتَمِعُ فِيْهِ اِلٰى كَعْبِ بْنِ لُوَيٍ فَسُمِّيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِاجْتِمَاعِهِمْ فِيْهِ اِلَيْهِ وَكَانَ يَخْطُبُهُمْ

فَيَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ خُطُبَاتِهِ: اَلدَّارُ أَمَامَكُمْ وَالظَّنُّ غَيْرَ مَا تَظُنُّوْنَ زَيِّنُوْا حَرَمَكُمْ وَعَظِّمُوْهُ وَتَمَسَّكُوْا بِهِ وَقَدِّسُوْهُ فَإِنَّ لَهُ نَبَأً عَظِيْمًا وَسَيَخْرُجُ مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ

عَلٰى غَفْلَةٍ يَأتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ   فَيُخْبِرُ أَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِيْرُهَا

وَقَالَ أَوْسُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ وَصِيَّةٍ لِابْنِهِ:

إِذَا بُعِثَ الْـمَبْعُوْثُ مِنْ آلِ غَالِبٍ   بِمَكَّةَ فِيْمَا بَيْنَ زَمْزَمَ وَالْحِجْرِ

هُنَاكَ أَبْشِرُوْا طُرًّا بِنَصْرِ بِلَادِكُمْ   بَنِيْ عَامِرٍ إِنَّ السَّعَادَةَ فِي النَّصْرِ

وَقَالَ عَامِرُ الْعَدَوَانِيُّ فِيْ وَصِيَّةٍ لِابْنِهِ أدْرَكْتُ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ: إِنَّهُ قَدْ آنَ خُرُوْجُ نَبِيٍّ بِمَكَّةَ يُدْعٰى أَحْمَدُ يَدْعُوْا إِلَى اللهِ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَبْعَدُوْا مَا جَاءَ بِهِ فَهُوَ الْحَقُّ

رُوِيَ أَنَّ رَبِيْعَةَ بْنَ نَصْرِ اللَّخْمِيَّ رَأىٰ رُؤيَا هَالَتْهُ وَأَفْظَعَ بِهَا،فَبَعَثَ إِلٰى أَهْلِ مَمْلَكَتِهِ، وَلَمْ يَدَعْ كَاهِنًا وَلَا سَاحِرًا، وَلَا عَرَّافًا وَلَا مُنَجِّمًا إِلَّا دَعَاهُ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رُؤيَا هَالَتْنِيْ وَأَفْظَعَتْنِيْ،فَأَخْبِرُوْنِيْ بِتَأْوِيْلِهَا.

فَقَالُوْا لَهُ: أَقْصُصْهَا عَلَيْنَا. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَعْرِفُ تَأْوِيْلَهَا إِلَّا مَنْ يَعْرِفُهَا قَبْلَ أَنْ أُخْبِرَهُ بِهَا. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَلْيَبْعَثِ الْـمَلِكُ إِلٰى سَطِيْحٍ وَشِقٍّ، فَإِنَّ عِنْدَهُمَا عِلْمُ مَا سَأَلَ عَنْهُ.

فَبَعَثَ إِلَيْهِمَا،فَجَاءَ سَطِيْحٌ قَبْلَ شِقٍّ، قَالَ لَهُ: يَا سَطِيْحُ،إِنِّيْ رَأَيْتُ رُؤيَا هَالَتْنِيْ فَأَخْبِرْنِيْ بِهَا،فَإِنَّكَ إِنْ أَصَبْتَهَا أَصَبْتَ تَأْوِيْلَهَا.

فَقَالَ: رَأَيْتُ حُمَّةً خَرَجَتْ،مِنْ ظُلْمَةٍ،فَوَقَعَتْ بِأَرْضٍ بُهْمَةٍ، فَأَكَلَتْ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ جُمْجُمَةٍ.

فَقَالَ لَهُ: مَا أَخْطَأْتَ مِنْهَا شَيْئًا،فَمَا عِنْدَكَ فِيْ تَأْوِيْلِهَا؟ قَالَ:أَحْلِفُ بِمَا بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ مِنْ حَنَشٍ لَتَهْبِطَنَّ أَرْضَكُمُ الْحَبَشُ، فَيَمْلِكَنَّ مَا بَيْنَ أَفْيَقَ إِلٰى جَرَشٍ.

فَقَالَ: وَأَبِيْكَ يَا سَطِيْحُ، إِنَّ هٰذَا لَنَا لَغَائِظٌ مُوْجِعٌ،فَهَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِيْ زَمَانِيْ؟ قَالَ: لَا،بَلْ بَعْدَهُ بِحِيْنٍ،أَكْثَرَ مِنَ السِّتِّيْنَ وَالسَّبْعِيْنَ. قَالَ: فَيَدُوْمُ ذٰلِكَ أَمْ يَنْقَطِعُ؟

قَالَ بَلْ يَنْقَطِعُ بَعْدَ خَمْسٍ مِّنَ السِّنِيْنَ، يُقْتَلُوْنَ بِهَا أَجْمَعِيْنَ،أَوْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهَا هَارِبِيْنَ.

فَقَالَ: وَمَنْ يَلِيْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: إِرَمَ ذِيْ يَزِن، يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ مِنْ عَدَنٍ، فَلَا يَتْرُكُ مِنْهُمْ أَحَدًا بِالْيَمَنِ.

قَالَ: فَيَدُوْمُ ذٰلِكَ أَمْ يَنْقَطِعُ ؟ قَالَ: بَلْ يَنْقَطِعُ.

قَالَ: وَمَنْ يَقْطَعُهُ؟قَالَ: نَبِيٌّ زَكِيٌّ،يَأتِيْهِ الْوَحْيُ مِنْ قِبَلِ الْعَلِيِّ.

قَالَ: وَمَنْ هٰذَا النَّبِيُّ؟ قَالَ: مِنْ وُلْدِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ، يَكُوْنُ الْـمُلْكُ فِيْهِمْ وَفِيْ قَوْمِهِمْ إِلٰى آخِرِ الدَّهْرِ.

قَالَ: وَهَلْ لِلدَّهْرِ مِنْ آخِرٍ يَا سَطِيْحُ؟ قَالَ : نَعَمْ وَالشَّفَقِ، وَالْغَسَقِ وَالْفَلَقِ،وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ إِنْ مَا أَنْبَأتُكَ بِهِ لَحَقٌّ.

قَالَ : فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ وَرَدَ عَلَيْهِ شِقٌّ فَدَعَاهُ

فَقَالَ لَهُ شِقٌّ فِيْ مَا قَالَهُ: نَبِيٌّ مُرْسَلٌ يَأتِيْ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ بَيْنَ أَهْلِ الدِّيْنِ وَالْفَضْلِ رَزَقَنَا اللهُ حُبَّهُ وَحُبَّ حَبِيْبِهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَشَرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ وَتَحْتَ لِوَائِهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْـمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اَلْحَمْدُ لله حَمْدًا كَثِيْرًا كَمَا اَمَرَ

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

اِرْغَامًا لِـمَنْ جَحَدَ بِهِ وَكَفَرَ

وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

سَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ

وَصَاحِبُ الْمِعْرَاجِ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ

مَنْ بَشَّرَ بِرِسَالَتِهِ التَّوْرَاةُ وَالزَّبُوْرُ وَالزُّبُرُ

وَبَشَّرَ بِنُبُوَّتِهِ وَهَوَاتِفُ الْجِنِّ وَاَوْلِيَاءُ الْاِنْسِ وَكَوَاهِنُ الْبَشَرِ

وَسَكَنَتْ لَهُ الشَّمْسُ وَانْشَقَّ بِاِشَارَتِهِ الْقَمَرُ

وَجَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الشَّجَرُ

وَنَزَلَ بِدُعَائِهِ الْمَطَرُ

وَاَظَلَّتْهُ الْغَمَامَةُ مِنَ الْحَرِّ

وَشَبِعَ مِنْ صَاعٍ مِنْ طَعَامِهِ مِئَاتٌ مِّنَ الْبَشَرِ

وَنَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ مَرَّاتٍ وَكَرَّاتٍ كَالْكَوْثَرِ

وَسَبَّحَ فِيْ كَفَّيْهِ الْحَصَاةُ وَالْمَدَرُ

وَاَنْطَقَ اللهُ لَهُ الضَّبَّ وَالظَّبْىَ وَالذِّئْبَ وَالْجِذْعَ وَالذِّرَاعَ وَالْجَمَلَ وَالْجَبَلَ وَالشَّجَرَ وَالْحَجَرَ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ مَا دَامَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ نُوْرِ الدُّجٰى وَمَصَابِيْحِ الْغُرَرْ

اَمَّا بَعْدُ:

اَوَّلًا نُهَنِّى عَلٰى تَكْمِيْلِ الْمَسْجِدِ وَالْعَمَلِ الْـمُبَارَكِ اِتِّبَاعًا لِسَيِّدِ الرُّسُلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ مُهَاجِرًا دَخَلَ قُبَاءَ فَبَدَأَ بِتَأْسِيْسِ مَسْجِدِ قُبَاءَ وَفِي طَرِيْقِهِ اِلَى الْـمَدِيْنَةِ صَلّٰى اَوَّلَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فِىْ بَنِىْ سَالِمٍ ثُمَّ بَنٰى الْمَسْجِدَ النَّبَوِيَّ

نَدْعُو اللهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّجْعَلَ بَقَاءَ مَسْجِدِ الْهِدَايَةِ كَمَسْجِدِ قُبَاءَ وَمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَالْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ وَاَن يَّجْعَلَهُ مَرْكَزَ الرُّشْدِ وَالْهِدَايَةِ وَاَن يُّجَنِّبَهَا مِنْ اَصْحَابِ الْغَوَايَةِ

وَلْنَخْتِمِ الْكَلَامَ كَمَا بَدَأْنَا بِذِكْرِ سَيِّدِ الْاَنَامِ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِفُهُ جَمِيْعُ الْخَلَائِقِ مِنَ الْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ وَالْجَمَادَاتِ وَتُوَقِّرُهُ وَتُبَجِّلُهُ وَتُطِيْعُهُ

فَلِذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ جُمِعُوْا فِى الْقُدْسِ لَيْلَةَ الْاِسْرَاءِ لِاسْتِقْبَالِ حَبِيْبِ الْخَالِقِ وَالْخَلَائِقِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّوْا بِاِمَامَةِ سَيِّدِ الْاَئِمَّةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَبْشَرُوْا بِنِعْمِ الْاَخِ وَنِعْمِ الْخَلِيْفَةِ اَىْ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللهِ فِى الْكَائِنَاتِ

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اتَّخَذَنِىْ خَلِيْلًا وَآتَانِىْ مُلْكًا عَظِيْمًا وَجَعَلَنِىْ اُمَّةً قَانِتًا وَاصْطَفَانِىْ بِرِسَالَاتِهِ وَاَنْقَذَنِى مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا عَلَيَّ بَرْدًا وَسَلَامًا

ثُمَّ قَالَ مُوْسٰى: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَلَّمَنِىْ تَكْلِيْمًا وَاصْطَفَانِىْ وَاَنْزَلَ عَلَيَّ التَّوْرَاةَ وَجَعَلَ هَلَاكَ فِرْعَوْنَ وَنَجَاةَ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى يَدَيَّ

وَقَالَ دَاوُدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ لِىْ مُلْكًا وَاَنْزَلَ عَلَيَّ الزَّبُوْرَ وَاَلَانَ لِيَ الْحَدِيْدَ وَسَخَّرَ لِيَ الْجِبَالَ وَالطَّيْرَ يُسَبِّحْنَ مَعِيَ وَآتَانِيَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ

وَقَالَ سُلَيْمَانُ: اَلْحَمْدُ لله الَّذِىْ سَخَّرَ لِيَ الرِّيَاحَ وَالْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَسَخَّرَ لِيَ الشَّيَاطِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مَا شِئْتُ مِن مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتٍ وَعَلَّمَنِىْ مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاَسَالَ لِيْ عَيْنَ الْقِطْرِ وَاَعْطَانِىْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِىْ

وَقَالَ عِيْسٰى: اَلْحَمْدُ لله الَّذِىْ عَلَّمَنِىْ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَجَعَلَنِىْ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْـمَوْتٰى بِاِذْنِهٖ وَرَفَعَنِىْ وَطَهَّرَنِىْ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاَعَاذَنِىْ وَاُمِّيَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَلَمْ يَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْنَا سَبِيْلًا

وَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّكُمْ اَثْنٰى عَلٰى رَبِّهٖ وَاَنَا مُثْنٍ عَلٰى رَبِّىْ اَلْحَمْدُ لله الَّذِىْ اَرْسَلَنِىْ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَاَنْزَلَ عَلَيَّ الْقُرْآنَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَجَعَلَ اُمَّتِىْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِىْ وَسَطًا وَجَعَلَ اُمَّتِىْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْآخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِىْ صَدْرِىْ وَ وَضَعَ عَنِّىْ وِزْرِىْ وَرَفَعَ لِىْ ذِكْرِىْ وَجَعَلَنِىْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا

فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ: بِهٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُكُمْ

هٰكَذَا لُقِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يَسْأَلُ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّبِّ

فَلَمَّا جَاوَزَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّدْرَةَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى اِذْ يَغْشَي السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى فَقَالَ لَهُ تَعَالٰى سَلْ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ اتَّخَذْتَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً وَكَلَّمْتَ مُوْسٰى تَكْلِيْماً وَاَعْطَيْتَ دَاوُدَ مُلْكاً عَظِيْماً وَاَلَنْتَ لَهُ الحَدِيْدَ وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِبَالَ وَاَعْطَيْتَ سُلَيْمَانَ مُلْكاً عَظِيْماً وَسَخَّرْتَ لَهُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَالشَّيَاطِيْنَ وَالرِّيَاحَ وَعَلَّمْتَ عِيْسٰى التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَ جَعَلْتَهُ يُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

فَقَالَ تَعَالٰى: قَدِ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْلاً وَمَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ وَاَرْسَلْتُكَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا تَجُوْزُ لَـهُمْ خُطْبَةٌ حَتّي يَشْهَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِىْ وَرَسُوْلِيْ وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقاً وَآخِرَهُمْ بَعْثاً وَاَعْطَيْتُكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَـثَانِى وَلَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَاَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْت الْعَرْشِ لَمْ اُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحاً وَّخَاتِماً

نَدْعُو اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَنْ نَكُوْنَ مَعَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِرْدَوْسِ الْاَعْلٰى ﴿رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ﴾ ﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ﴾

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

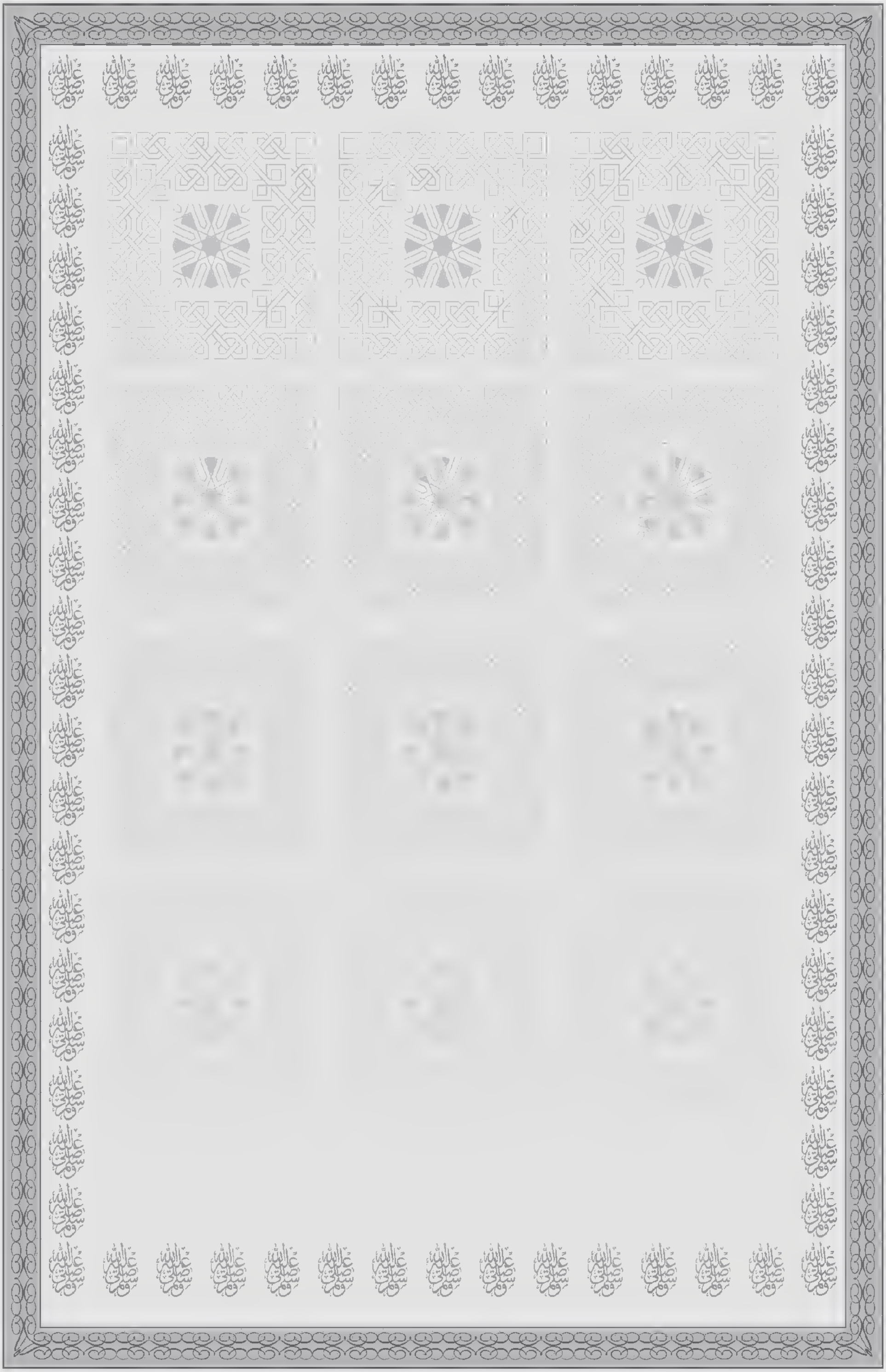
﴿يٰا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾

بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهُ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

سیرتِ طیّبہ کے منتخب

زوایا مبارکہ




صلى الله عليه وسلم

نسب شریف

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

علامہ اسماعیل ابن عمر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر عدنان بن اُد کے بعد نسب بیان کرنا ناپسند فرماتے تھے۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس میں شدید اختلاف ہے اور اس اختلاف کو جاننے کے باوجود بیان کرنے کی جرأت سے کہیں جو نسب میں شامل نہ ہو ان کی طرف نسبت ہو جانا بہت بڑی غلطی ہو سکتی ہے۔

اسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی عدنان بن اُد کے بعد نسب بیان کرنے کو مکروہ بتایا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نسب شریف آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ۔تو یہ مرۃ بن کعب پر پہنچ کر والدہ ماجدہ والد ماجد کے نسب سے مل جاتی ہیں۔

ولادتِ مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف بارہ ربیع الاول پیر کی صبح کو ہوئی اگر چہ آٹھویں،

دسویں، دوسری کے بھی اقوال ہیں۔

عام الفیل ہاتھی والے سال میں، جس سال ابرہہ نے بیت اللہ پر حملہ کیا، اس سال اس واقعہ کے پچاس دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت شریفہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بقید حیات تھے۔ دو ماہ کے بعد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا۔

اگر چہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محقق یہ ہے کہ ولادت سے پہلے ہی والد ماجد اس جہان فانی سے کوچ کر چکے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت بنوسعد میں ہوئی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضعہ ہیں اور تقریباً چار برس بنوسعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہے۔ وہیں پر آپ کے شق صدر کا واقعہ پیش آیا جس سے متأثر ہوکر ڈر کے مارے حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں۔

طفولیت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ برس ہوئی والدہ ماجدہ آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال میں مدینہ منورہ لے کر پہنچیں تو واپسی میں ابواء میں آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ برس تین مہینہ اور دس دن بیان کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابواء کے اطراف سے گذرتے تو متعدد بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کی قبر شریف پر تشریف لے گئے ہیں۔

جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال جب مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حق تعالیٰ شانہ سے والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روتے

رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کا سارا مجمع بھی روتا رہا۔اس موقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار مسلح صحابہ کرام تھے۔

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ام ایمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرتی رہیں اور آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب آپ کی کفالت فرماتے۔

جب عمر شریف آٹھ برس ہوئی تو دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور اپنے بیٹے ابو طالب کو آپ کے متعلق پرورش کی وصیت فرما گئے اس لئے کہ ابو طالب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ ایک ماں سے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت فرمائی اور خوب اچھی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نصرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اگر چہ وہ وفات تک اپنے مذہب کفر و شرک پر قائم رہے مگر اس نصرت کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف فرمائی۔

بچپن کا سفر شام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جب شام کی طرف تجارت کیلئے گئے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے ساتھ سفر میں لے کر گئے۔کیونکہ پیچھے مکہ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنبھال سکے ائسا کوئی نہ تھا اس لئے تنہا چھوڑنا انہوں نے مناسب نہیں سمجھا۔

اس سفر میں چچا ابو طالب اور ان کے ساتھی برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے جیسا کہ بادل کا دھوپ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کئے رہنا، سائے کیلئے درخت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا۔بحیرہ راہب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت ابو طالب کو اور ان کے ساتھیوں کو سنائی اور ان سے بہ اصرار یہ کہا کہ آپ آگے شام کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ

لے جائیں کہ یہود آپ کو دیکھیں گے تو نبی آخر الزمان کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیں گے اور آپ کے ساتھ کہیں کوئی برا سلوک نہ کریں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کی طرف نہ لے جائیں بلکہ واپس لے جائیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں شام کا سفر تھا۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کیلئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا سفر فرمایا ہے جب کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے اور یہ سفر مضاربت کے طور پر ہوا ہے۔ اس سفر میں بھی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کے منافع کو بھی دیکھا اور سفر کے حالات بھی میسرہ سے معلوم ہوئے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح میں رغبت ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف پچیس برس تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو اپنے عقدِ نکاح میں قبول فرمایا۔

تعمیرِ کعبہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۵ برس ہوئی اس وقت قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے پھر ان کا اس پر اتفاق ہوا کہ جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہ ہمارا حکم ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حرم میں تشریف لائے تو سارا مجمع کہہ اٹھا کہ **جاء الامین، جاء الامین**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر سب راضی ہوگئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر منگوائی، حجر اسود کو بیچ میں رکھا۔ ہر قبیلے میں سے ایک ایک فرد کو منتخب فرمایا کہ وہ چادر کے ایک کونے کو پکڑ لے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گتھی کو سلجھایا اور حجر اسود اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔

نبوت و رسالت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب

معمول غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اقـرأ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَسْتُ بِقَارِئٍ. میں نہیں پڑھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین نے معانقہ کی طرح بھینچا پھر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اقرأ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَسْتُ بِقَارِئٍ. تین مرتبہ جب ایسا ہوا تو اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر پڑھنے لگے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ،
اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ، الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرا سے اتر کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ قصہ بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف وخشیت طاری تھی لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور عرض کیا 'أَبْشِرْ ، کَلَّا وَاللّٰہِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الدَّھْرِ'. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اخلاق کریمہ آپ نے گنوائے۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو توفیق ہوئی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق فرمائی۔

فترتِ وحی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد کچھ عرصہ تک کچھ دیکھتے نہیں تھے اور وحی کچھ عرصہ کیلئے موقوف ہوگئی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ مغموم ہوئے جو پہلی مرتبہ فرشتے کی زیارت اور وحی کی حلاوت ولذت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ اور تجربہ ہوا، اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ مغموم ہونے لگے اور یہ غم اتنا بڑھا کہ کبھی کبھی تو غم کے مارے پہاڑوں کی چوٹی کے اوپر تشریف لے جاتے۔

پھر جب یہ فترت کا زمانہ تقریباً دو سال یا اس سے بھی زیادہ طویل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی حد سے بڑھنے لگی تو وہاں پہاڑوں کی چوٹی پر وہ فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوا اس طرح کہ آسمان و زمین کے درمیان وہ ایک کرسی پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلاسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی 'اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ' کہ آپ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کو دیکھا اور واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا 'زَمِّلُوْنِیْ، زَمِّلُوْنِیْ' اور 'دَثِّرُوْنِیْ، دَثِّرُوْنِیْ'. اس پر یہ آیات شریفہ نازل ہوئیں:

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرْ ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ

دعوتِ اسلام

پہلی مرتبہ جو اِقْرَأْ بِاسْمِ کی آیات کا نزول ہوا تو وہ نبوت اور رسالت کی وحی تھی اور پھر ان آیات کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امرِ دعوت دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو ڈرائیں اور انہیں اللہ کی طرف بلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان کو بلانا شروع کیا اور ہر چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد، عورت، کالے، گورے سب کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف بلاتے رہے۔

ان میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے جن کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان التیمی ہے۔ آپ نے تصدیق فرمائی، ایمان لائے اور دینی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے نتیجے میں حضرت طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اس وقت آٹھ برس تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اسلام قبول کیا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس وقت اسلام قبول کرنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسلام قبول کرنا دونوں یکساں نہیں۔ وہ فرماتے ہیں، **فاسلام علی لیس کاسلام صدیق. لانہ کان فی کفالۃ رسول اللہ أخذہ من عمہ اعانۃ لہ.** کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور چچا جان کی اعانت اور مدد کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی کفالت میں لے رکھا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ مکہ کے عابد ورقہ بن نوفل وہ بھی اسلام لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی اس کی انہوں نے تصدیق فرمائی اور تمنا ظاہر کی کہ کاش ان میں قوت ہوتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بن سکتے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں **واسلم القس ورقہ بن نوفل فصدق بما وجد من وحی اللہ۔**

ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ ابن نوفل کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ **ورأیت القس علیہ ثیاب بیض۔** ان بزرگ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید کپڑوں میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم **قم فأنذر** کے ارشاد کو بجالانے کیلئے آگے بڑھتے رہے اور رات، دن، پوشیدہ اور علانیہ ہر طرح سے قریش کو دعوت دیتے رہے۔ اس کے جواب میں سفہائے مکہ کی طرف سے ایذا رسانی اور عداوت بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ان پر بھی مظالم ڈھاتے اور اسلام قبول کرنے والوں کو پکڑ کر کے کہا جاتا کہ یہ لات تمہارا معبود ہے، اللہ تمہارا معبود نہیں۔ **ھذا الٰھکم من دون اللہ۔**

یہ ایذا رسانی یہاں تک بڑھی کہ اللہ کا دشمن ابوجہل عمرو بن ہشام حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو، حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے شوہر کو اور ان کے بیٹے کو تینوں کو برابر ایذا دیتا رہا یہاں تک کہ

بالآخر اس نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بری طرح سے شہید کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وابنہا وزوجہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانی و مالی قربانی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان مظلوموں پر جب کبھی گذرتے تو جوان میں غلام تھے ان کو خریدتے اور آزاد فرماتے تاکہ اپنے مالکوں کے مظالم سے وہ بچ سکیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ حمامہ کو آپ نے آزاد فرمایا، عامر بن فہیرہ، ام عبس، زِنیرہ، نھدیہ اور ان کی بیٹی اور بنو عدی کی باندی جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے زک پہنچاتے تھے۔ ان سب کو آپ نے ان کے مالکوں سے خریدا اور آزاد کردیا۔

یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ابو قحافہ ان سے کہنے لگے کہ **یابنی اراک تعتق رقابا ضعافا فلو اعتقت قوما جلدا یمنعونک** بیٹے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بہت ضعیف، نحیف اور کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے ہو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ اگر طاقتور مضبوط غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تو تیرے مددگار بن سکتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے **انی ارید ما ارید**۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی نیک کام کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں **وسیجنبھا الأتقیٰ الذی یؤتی مالہ یتزکی** آخر سورت تک یہ آیات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

حبشہ کی طرف ہجرت

پھر جب یہ مصائب حد سے بڑھ گئے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی۔ سب سے پہلے اللہ کے دین کی خاطر جنہوں نے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ

رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر ان کے پیچھے دوسرے ضعفائے مکہ اور مکہ کے مظلوم ہجرت کرتے رہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے جنہوں نے حبشہ کی ہجرت کی وہ حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس رضی اللہ عنہ ہیں۔ غرض ان حضرات کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور کئی ایک اور قافلے جن کے کل افراد تقریباً ۸۰ر کے قریب ہیں وہ سب حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

یہ مہاجرین جب حبشہ میں اصحمہ شاہ حبش کے پاس پہنچے ہیں تو انہوں نے ان کی مدد و نصرت فرمائی اور ان کو راحت و آرام سے رکھا۔

قریش کو جب اس کا پتہ چلا تو انہوں نے ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بہت سے ہدایا اور قیمتی چیزیں دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ ان مہاجرین کو اپنے یہاں سے نکال کر مکہ واپس بھیج دیں۔

چونکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بڑے داھیۃ العرب مشہور ہیں، عقل مند ترین انسان عرب کے سمجھے جاتے ہیں انہوں نے شاہ حبش کے فوج کے سپہ سالاروں سے مل کر ان کو سفارشی بنایا۔ اور غلط تہمتیں بھی ان مہاجرین مسلمانوں کے بارے میں گھڑی گئیں اور کہا **ان ھٰولآء یقولون فی عیسیٰ قولا عظیما، یقولون انه عبد۔**

چنانچہ مسلمانوں کو بادشاہ کی مجلس میں بلایا گیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مکہ والوں کا اشکال بتایا گیا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے **سورۃ کھیعص** کی تلاوت فرمائی۔

جب تلاوت سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکہ لے کر فرمایا کہ جو تورات میں ہے اس میں اور جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھا ہے اس میں اتنی بھی کمی بیشی نہیں ہے۔

اور مسلمانوں کے بارے میں حکم دیا کہ تم ہمارے مہمان ہو جو تمہیں تکلیف دے گا وہ نقصان

اٹھائے گا۔اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی عبداللہ بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم سونے کا پہاڑ میرے سامنے رکھ دو جب بھی میں ان مہمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ان کے ہدایا بھی واپس کیئے اور بری طرح ان کو وہاں سے نکالا۔

شعب ابی طالب میں

ادھر مکہ میں قریش کی ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ مسلمان برابر بڑھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک جم غفیر ایمان لے آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔تو انہوں نے بنی ہاشم سے بائیکاٹ کا حلف نامہ تیار کیا۔جس کی دفعات یہ تھیں کہ بنو ہاشم سے خرید و فروخت اور مناکحت (شادی بیاہ) کا تعلق، حتیٰ کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بول چال تمام چیزوں پر پابندی قریش کی طرف سے رہے گی جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر کو، قریش کے حوالے نہ کر دیں اور اس کو لکھ کر انہوں نے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا۔جس کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ ابن ھاشم بن عبد مناف تھا۔بعضوں نے کہا کہ نضر بن الحارث تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ پتا چلا کہ اس نے یہ تحریر لکھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔اس بائیکاٹ سے متاثر ہو کر بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔سارا خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کا سارا خاندان محصور تھا، ان میں جو ایمان لا چکے تھے وہ بھی تھے اور وہ بھی جو ایمان نہیں لائے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں پیش پیش تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔

سارے خاندان میں سے ابولہب تھا جو قریش کے ساتھ رہا اور تقریباً تین سال قریش کا یہ ظلم بائیکاٹ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے رہے تھے اگرچہ وہ اپنے مذہب پر تھے ان کے ساتھ جاری رہا۔انھی حالات کو ابو طالب نے ایک قصیدے

میں بیان کیا ہے کہ **جزاه الله عنا عبد شمس و نوفل تیم و مخزوم**

قریش کے کچھ لوگوں کو ندامت ہوئی اور انہوں نے اس بائیکاٹ کے خلاف آواز اٹھانی شروع کی جن میں ہشام بن عمرو پیش پیش تھے۔ وہ مطعم بن عدی اور قریش کی جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے ان کی بات مان لی۔

اللہ نے دیمک سے کام لیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعب ابی طالب میں محصورین کو بتایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیفہ پر دیمک کو مسلط کیا اس نے اللہ کے نام کے علاوہ ساری تحریر کو کھا کر صاف کر دیا ہے اور یہ قریش کو جب بتایا گیا اور صحیفہ کو دیکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب نے تصدیق کی۔

چنانچہ اس طرح حق تعالیٰ کی غیبی نصرت کے نتیجے میں بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب سے مکہ مکرمہ واپس پہنچ سکے اور ابو جہل کے علی الرغم بنو ہاشم اور بنو المطلب کی قریش کے ساتھ صلح ہوگئی۔

اس صلح کی جب حبشہ کے مہاجرین کو خبر ان الفاظ میں پہنچی کہ **ان قریشا اسلموا**۔ کہ قریش اسلام لا چکے ہیں۔ اس پر ان میں سے ایک جماعت واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئی۔ جب یہاں پہنچے دیکھا کہ حال اسی طرح ہے، چنانچہ ان آنے والوں کو بھی نہیں بخشا گیا اور ان کے ساتھ بھی مظالم بڑھتے رہے۔

شعب ابی طالب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اس کے کچھ ہی دن بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس جہان سے رخصت ہوگئیں۔ ساتھ ہی تین دن بعد چچا ابو طالب کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان دونوں واقعات کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غمزدہ رہے کہ ابو طالب کی وجہ سے قریش کے مظالم کیلئے جو روک تھی وہ اب نہیں رہی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید ستانے لگے۔

سفر طائف

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں والے آپ کی مدد نصرت کریں اور آپ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاسکیں۔ مگر ان کا رویہ بھی مکہ والوں سے مختلف نہیں تھا انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذائیں دیں۔ اس لئے بالآخر طائف سے مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے اور مطعم بن عدی کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

پیشانی اور کوڑے میں نور

مگر دعوت کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری رہا۔ اسی کے نتیجے میں طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں اپنے قبیلے کی طرف واپس جارہا ہوں مجھے کوئی ایسی نشانی مرحمت فرمادیں۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے چہرے میں نور پیدا فرمادیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری قوم کہیں یہ نہ کہہ دے کہ یہ تو مثلہ ہوگیا کہ چہرہ بگڑ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں وہ نور ان کے چہرے سے منتقل ہوکر ان کے کوڑے میں آگیا۔ اسی وقت سے حضرت طفیل کا لقب ان کے قبیلے میں ذوالنور ہوگیا۔ حضرت طفیل ابن عمرو اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے اور ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور وہ اپنے علاقے میں مقیم رہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح فرمایا اس وقت اسی کے قریب گھرانوں کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اسراء ومعراج

اسی عرصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں جسد شریف کے ساتھ اسراء اور معراج کے سفر پر لے جایا گیا۔ جو واقعہ اسراء ہے **سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من**

المسجد الحرام لی المسجد الاقصی.

مکہ مکرمہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک سفر براق پر ہوا۔اور جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے۔اور بیت المقدس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی اور نماز پڑھائی۔پھر بیت المقدس سے اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔پہلے آسمان دنیا، پہلا آسمان، پھر دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں۔ساتوں آسمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کرائی گئی۔پھر اس سے آگے سدرۃ المنتہیٰ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور وہاں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبریل امین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا جیسا حق تعالیٰ شانہ نے جبریل امین کو پیدا فرمایا ہے۔

اس سے آگے عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا اور صلوات خمسہ پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کی گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوا۔وہ فرماتے ہیں کہ رأیٰ ربہ۔جیسا کہ عبداللہ بن شقیق ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ھل رأیت ربک۔قال نور انی اراہ۔اور ایک روایت میں ہے کہ رأیت نورا۔اگلی صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اسراء اور معراج کے واقعہ کی خبر دی اور جو حق تعالیٰ شانہ کی بڑی بڑی آیات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کی خبر دی تو ان کی طرف سے ایذاء اور تکذیب اور مظالم میں اور اضافہ ہوگیا۔لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قم فأنذر پر عمل پیرا رہے۔

(۲)

قصی بن کلاب کی اولاد میں عبد مناف ہیں، جن کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اور عبد مناف کی اولاد میں ہاشم، عبد شمس، مُطَّلِبْ ہیں۔ پھر ہاشم کی اولاد میں چار نرینہ اولاد اور پانچ بیٹیاں تھیں، جن میں بیٹوں میں عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ اور عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ ان کے اسماء عباس، حمزہ، عبداللہ، ابو طالب، زبیر، حارث، حَجل، مُقَوَّم، ضرار اور ابولہب ہیں اور بیٹیوں میں صفیہ، ام حکیم، عاتکہ، اُمیمہ، عروہ اور بَرَّہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین

حضرت عبداللہ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے اشرف اور سب سے افضل والدین ماجدین کی طرف سے ہے۔

ریگستان میں بئر زمزم کیسے ملا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب بن ہاشم حطیم میں آرام فرما رہے

تھے۔اس وقت بئر زمزم کی جگہ مفقود ہو چکی تھی۔اس لئے کہ قبیلہ جرہم کو جب مکہ مکرمہ سے سفر کرنا پڑا تو یہاں سے جاتے وقت انہوں نے بئر زمزم کو پاٹ دیا تھا اور اس طرح ریگستان میں زمزم کے کنویں کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔صرف تاریخ معلوم تھی کہ اس جگہ پر کہیں کنواں ہے۔ بہت کوششیں اس کنویں کی تلاش کے لئے کی گئیں مگر ناکام رہے۔اسی سلسلے میں حضرت عبدالمطلب حطیم میں آکر لیٹے تو انہیں زمزم کے کنویں کے کھودنے کی بشارت دی گئی اور بتایا گیا کہ قریش کے جہاں بت کساف اور نائلہ رکھے ہوئے ہیں، جس جگہ قریش اپنی قربانیوں کو نحر کرتے ہیں تو اس جگہ پر جرہم نے مکہ مکرمہ سے جاتے وقت بئر اسماعیل کو پاٹ دیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک کسی آنے والے نے آکر کہا کہ **احفر طِیُبه** ۔میں نے پوچھا **ماطِیُبه**؟ تو جواب دینے سے پہلے وہ چلا گیا۔اگلے دن پھر اسی جگہ آکر لیٹے تو پھر اس نے آکر کہا کہ **احفر بره** ۔عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ **وما بره**؟ تو جواب سے پہلے وہ پھر چلا گیا۔تیسرے دن پھر وہاں آکر لیٹا تو مجھ سے اس نے آکر کہا کہ **احفر المضنونة** ۔میں نے پوچھا **ماالمضنونه**؟(مضنونہ کیا ہے؟) جواب سے پہلے وہ چلا گیا۔

چوتھے دن جب میں وہاں لیٹا اور سو گیا تو پھر وہ آکر کہتا ہے کہ **احفر زمزم**۔میں نے پوچھا **مازمزم**؟ اس نے کہا کہ جو کبھی سوکھے گا نہیں کبھی اس کے پانی میں کمی نہیں آئے گی۔حجاج کے بڑے سے بڑے مجمع کو وہ سیراب کر سکے گا۔اور اس کی جگہ وہاں پر ہے جہاں بیٹھ کر تم کوے کو دیکھو گے کہ وہ خون اور گوبر والی جگہ چونچ مار رہا ہے اور اس جگہ پر چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔

اتنی وضاحت سے اس نے اس جگہ کی نشاندہی جب کر دی تو عبدالمطلب کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ سچا خواب ہے۔چنانچہ انہوں نے پھاوڑا لیا اور اپنے ساتھ اپنے بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو لیا۔کہ اکلوتے بیٹے اس وقت حارث بن عبدالمطلب ہی تھے۔

چنانچہ کھودتے رہے کھودتے رہے۔پھر جب عبدالمطلب کے سامنے کھودتے ہوئے کنویں

کی مینڈ اس کی گول دیوار ظاہر ہونے لگی تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا **اللہ اکبر** تب قریش کو یقین ہوگیا کہ انہوں نے اپنا مطلب پالیا۔

دوڑ کر قریش آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے یا عبدالمطلب **انھا بئر ابینا اسماعیل** ۔ چونکہ یہ ہمارے ابا اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ **وان لنا فیھا حقا فأشر کنا معھا فیھا**۔اس پر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا **ماأنا بفاعل**۔

جب یہ جھگڑا اور بڑھنے لگا تو انہوں نے محاکمہ کیلئے بنوسعد کی ایک کاہنہ کو حکم ٹھہرایا اور شام کی طرف اس بنوسعد کی کاہنہ کی رہائش تھی۔ وہاں سب اکٹھے روانہ ہوئے۔اور ریگستان کا سفر تھا چلتے رہے۔

جدِ امجد عبد المطلب کا امتحان

جب حجاز وشام کے درمیان پہنچے تو طویل سفر کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب اور آپ کے رفقاء کے پاس پانی ختم ہوگیا یہاں تک کہ پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا انہیں یقین ہونے لگا۔قریش کے دیگر قبائل سے انہوں نے پانی مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کیا کہ اگر ہم تمہیں دے دیں تو جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے ہمیں بھی پہنچ سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبد المطلب نے جب قوم کا یہ برتاؤ اپنے ساتھ دیکھا اور اپنے آپ اور ساتھیوں کی ہلاکت کا خطرہ منڈلاتا ہوا نظر آیا تو مشورہ کیا ساتھیوں نے کہا کہ جو آپ کا حکم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم میں ہر شخص اپنی قبر کیلئے گڑھا کھود لے اس لئے کہ اس وقت ہمارے پاس گڑھا کھودنے کی قوت وطاقت ہے۔

چنانچہ جب ان میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو باقی ساتھی اس کو اسی گڑھے میں جو اس نے کھودا ہے اس میں دفن کردیں۔ اس طرح کسی کی احتیاج کے بغیر اپنی ساری جماعت کی تدفین کرسکیں گے سوائے آخری شخص کے جو باقی رہ جائے گا تو اس ایک کی ہلاکت کو برداشت کرنا

آسان ہے سب کی ہلاکت کی بہ نسبت۔ چنانچہ ہر ایک اپنا اپنا گڑھا کھودنے لگا اور پیاس کی وجہ سے موت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس طرح موت کے ہاتھوں میں اپنے آپ کو دے دینا اور اطراف میں پانی کی تلاش نہ کرنا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اخیر سانس تک کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی جگہ ہمارے لئے پانی کا انتظام فرمادے۔ اس لئے فرمایا کہ اب یہاں سے چلے چلو۔

سواری کے سم سے چشمہ جاری

قریش کے دیگر قبائل حضرت عبدالمطلب اور آپ کے رفقاء کا یہ سب حال دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب سفر کیلئے اپنی سواری کی طرف بڑھے اور اس پر سوار ہوگئے تو جیسے ہی آپ کی سواری آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہوئی تو جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ کی جگہ سے زمزم کا چشمہ ابلا تھا، حضرت عبدالمطلب کی صلب میں باعث کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی خاطر آسمان اور زمین یعنی ساری مخلوق کا جلوہ سجایا گیا تو اس نور نبوت کی برکت کہ جس اونٹنی نے اس نور نبوت کے حامل عبدالمطلب کے جثّے اور جسم کو اٹھایا ہوا تھا، اسی اونٹنی کی سم اور پیر کی رگڑ سے وہاں سے چشمہ جاری ہوا اور پانی کو نکلتا دیکھتے ہی **فکبر عبد المطلب و کبر اصحابہ** کہ جیسے ہی چشمہ پھوٹا کہ حضرت عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور آپ کے ساتھی بھی اللہ کے ذکر اور بڑائی میں مشغول ہوگئے اور اتر کر پانی کو چکھا تو نہایت شیریں میٹھا پانی۔ چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے سب نے پانی پیا، سواریوں کو پلایا، اپنے مشکیزے بھر لئے اور قریش کے دیگر قبائل کو بلا کر لائے کہ **ھلم الی الماء وقد سقانا اللہ** کہ اللہ نے ہمیں پانی پینے کو دیا۔ تم بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ۔

تو اب جا تو رہے تھے سفر کر رہے تھے کاہنہ کے پاس کہ یہ جو بئر اسماعیل اور زمزم کا کنواں

حضرت عبدالمطلب کو خواب میں بتایا گیا، آپ نے کھودا اور کنویں کی منڈیر اور مینڈ کے معلوم ہونے کے ساتھ ہی اختلاف اور جھگڑا شروع ہوگیا اس جھگڑے کیلئے حکم بنوسعد کی کاہنہ کو بنا کر اس کیلئے سفر کررہے تھے۔

مگر جب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا یہ معاملہ سفر میں دیکھا تو قبائل قریش نے معافی مانگی اور سب نے بیک آواز کہہ دیا **قضاء لک علینا یا عبد المطلب قضی علیناو الله لانخاصمک فی زمزم ابدا**۔ یعنی اب ہماری آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مخاصمت یا جھگڑا نہیں رہے گا۔ یہ زمزم کے کنویں کے آپ مالک ہیں۔

کیونکہ **ان الذی سقاک ھذا الماء بھذہ الفلاء لھو الذی سقاک زمزم**۔ یعنی جس مالک نے اس ریگستان جنگل میں یہاں چشمہ آپ کیلئے جاری فرمایا تو یقیناً وہاں مکہ میں بئر اسماعیل بھی حق تعالیٰ شانہ نے آپ ہی کو عطا کیا ہے۔ چنانچہ **فارجع الی سقایتک راشدا**۔ آپ مکہ مکرمہ واپس چلے چلیئے۔ چنانچہ قریش کے دیگر قبائل کو لے کر حضرت عبدالمطلب مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔

چنانچہ زمزم کے کنویں کو صاف کیا جانے لگا۔ صاف کرتے ہوئے اس میں سے سونے کی دو مورتیاں ہرن کی نکلیں، اس خزانے سمیت جرہم نے مکہ سے جاتے ہوئے زمزم کے کنویں کو پاٹ دیا تھا۔ اسی طرح اس میں قلعی کی تلواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے وہ تلواریں کعبہ کے دروازے پر لگادیں اور دروازے میں سونے کی، ہرن کی دونوں مورتیاں لگادی گئیں۔ سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر جو سونا چڑھایا گیا وہ یہ خزانہ تھا جو بئر زمزم میں سے نکلا تھا۔

بئر زمزم سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہر قبیلے کا اپنا مستقل کنواں ہوا کرتا تھا۔ بئر بنی اسد، بئر خلف بن وہب اور بئر بنی سہم کنویں مشہور تھے اور خاص طور پر حفائر مکہ کے کنویں بہت مشہور تھے۔ ان کے یہاں ان کنوؤں پر مستقل اشعار بھی کہے گئے، قصیدے بھی کہے گئے۔ لیکن بئر اسماعیل یعنی

بئر زمزم کے ظہور کے بعد سارے کنویں معطل ہو گئے۔ زمزم کی حلاوت، برکت اور لذت اور جد امجد حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی طرف نسبت کی بنا کر سب لوگ اپنے کنویں چھوڑ کر اسی زمزم سے مستفید ہونے لگے۔

زمزم کے کنویں کی بشارت اور اس کے مقام کے معلوم ہونے کے بعد دیگر قبائل سے جو اختلاف ہوا اس وقت عبدالمطلب کے اکلوتے بیٹے حضرت حارث بن عبدالمطلب تھے اس لئے آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ اے اللہ مجھے دس بیٹے دے جن سے مجھے قوت حاصل ہو، ان میں سے ایک کو میں حق تعالیٰ شانہ کیلئے قربان کرونگا۔اور دس بیٹوں میں سب سے زیادہ حضرت عبدالمطلب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ پیارے تھے اور وہاں کی رسم کے مطابق قرعہ ڈالتے رہے۔نو دفعہ قرعہ میں حضرت عبداللہ ہی کا نام دس بیٹوں میں سے نکلتا رہا۔ بالآخر دسویں مرتبہ میں بجائے حضرت عبداللہ کے اونٹوں کے نام کا قرعہ نکلا اور سو اونٹ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے فدیے کے طور پر ذبح کئے۔اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا ابن الذبیحین ۔یعنی میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں۔ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کیلئے بھی فدیہ آسمان سے مینڈھا آیا اور دوسرے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جن کے فدیے میں سو اونٹ قربان کئے گئے۔

جس طرح یہ بئر زمزم کے بارے میں دیگر قبائل سے اختلاف ہوا اسی طرح کا ایک اختلاف بنی عبد مناف کے ساتھ بھی ہوا اور قصی بن کلاب کی وفات کے بعد جو اختلاف ہوا اس کے نتیجے میں حلف المطیبین کا واقعہ پیش آیا کہ بنو عبد مناف کی بعض سمجھ دار خواتین نے آپس کے اختلاف اور خون ریزی سے بچانے کیلئے ایک تھال خوشبو سے بھرا ہوا کعبہ کے صحن میں رکھا اور ان کو خدا اور خدا کے گھر کا واسطہ دے کر یہ کہا کہ اس خوشبو میں سب ہاتھ ڈالیں اور آپس میں نہ لڑنے بھڑنے کا معاہدہ کریں۔

چنانچہ ان کی دہائی اللہ نے سن لی اور جو قبائل لڑنے مرنے کیلئے تیار تھے انہوں نے اپنے ہاتھ

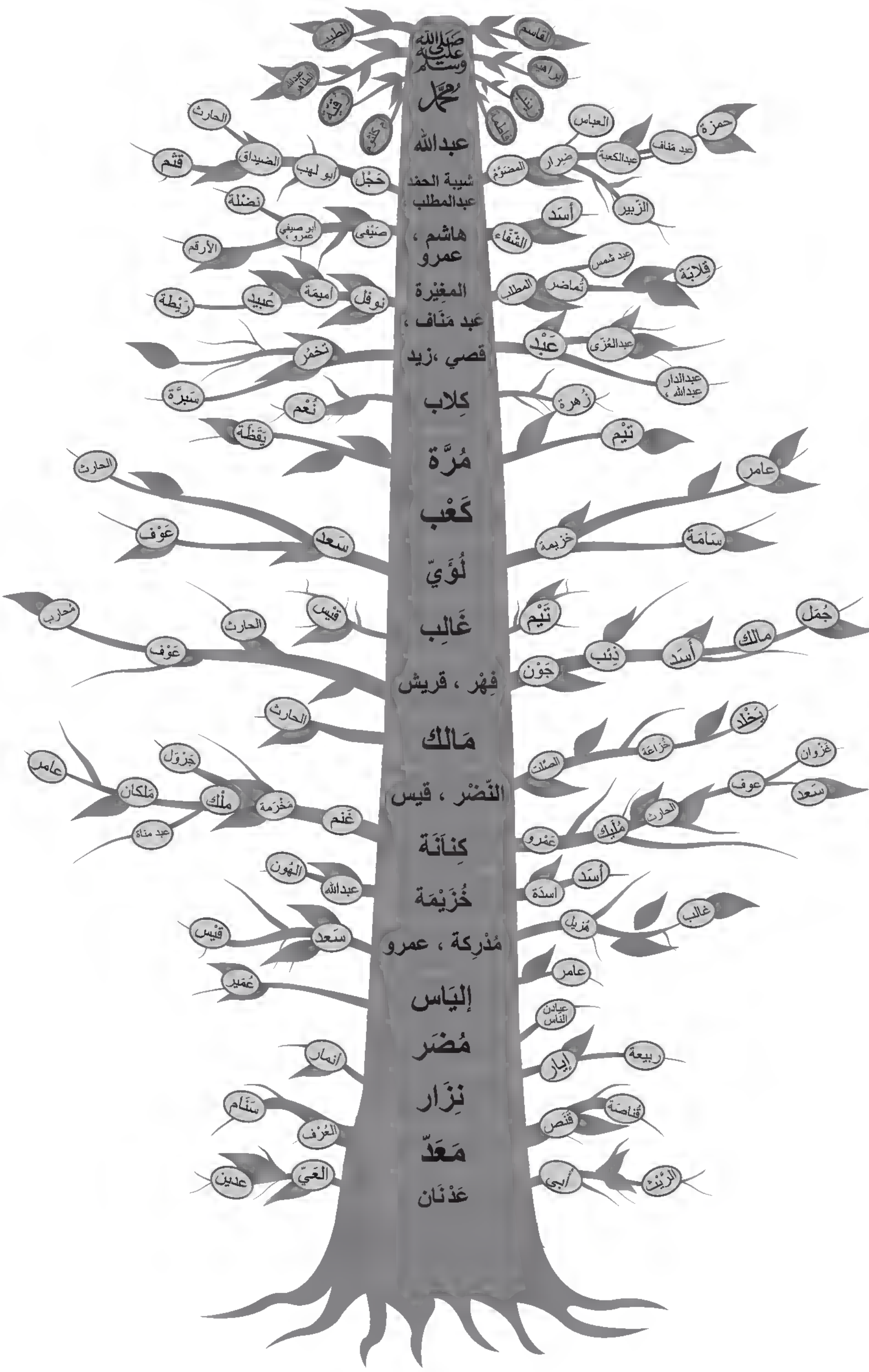
اس خوشبو میں ڈبوئے اور نہ لڑنے کی مخالفت اور معاہدے پر وہ تیار ہو گئے۔ اسی لئے جتنے اس حلف میں حصہ لینے والے تھے انہیں مطیبین کہا گیا۔

اس حلف المطیبین کی طرح سے ایک اور مخالفت اور معاہدہ حلف الفضول کا بھی پیش آیا ہے جس کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جو حلف لیا جارہا تھا میں اس میں موجود تھا۔ اور اس حلف الفضول پر مجھے اس قدر خوشی ہے کہ مجھے سرخ اونٹوں جیسی دولت ملتی اور میری اس میں شرکت نہ ہوتی تو یہ مجھے گوارا نہیں۔ اور اتنی مجھے اس پر خوشی ہے کہ اگر اسی طرح کے حلف کیلئے مجھے آج بھی اسلام میں بھی بلایا جائے تو میں خوشی سے اس پر تیار ہوں۔

یہ حلف فضل نامی متعدد افراد کی کوششوں سے پیش آیا اس لئے اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا۔ اور بعد میں بھی جب بھی کسی جھگڑے پر آپس میں صلح ہوتی تھی تو اس حلف الفضول کو یاد کیا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر ولید سے کہا تھا کہ **احلف بالله لتنسخن من حقی او لآخذن سیفی ثم لاقومن فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم لادعون بحلف الفضول.**

اسی لئے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ولید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تو انہوں نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں **لآخذن سیفی ثم لأقومن معه حتی ینسخ من حقه او نموت جمیعا.**
تو جیسے جیسے یہ قصہ مدینہ میں پھیلتا رہا تو سب نے یہی کلمات دہرائے چنانچہ ولید بن عتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مصالحت پر مجبور ہوا۔



صلى الله عليه وسلم
محمد
عبدالله
شيبة الحمد عبدالمطلب
هاشم ، عمرو
المغيرة
عبد مناف ، قصي ،زيد
كلاب
مُرَّة
كَعْب
لُؤَيّ
غَالِب
فِهْر ، قريش
مَالك
النّضْر ، قيس
كِنَانَة
خُزَيْمَة
مُدْرِكة ، عمرو
إلياس
مُضَر
نِزَار
مَعَدّ
عَدْنَان
الطيب
القاسم
إبراهيم
رقية
زينب
فاطمة
أم كلثوم
الحارث
العباس
حمزة
عبد مناف
عبدالكعبة
ضرار
المقوّم
قثم
الضيداق
أبو لهب
حَجْل
الزّبير
نضلة
صَيْفى
أسَد
الشّفاء
الأرقم
عبد شمس
قلابة
تماضر
المطلب
نوفل
أميمة
عُبيد
رَيْطة
عَبْد
عبدالعُزى
تخمُر
عبدالدار
عبدالله
سَبرَّة
نُعْم
زُهرة
يَقَظَة
تيْم
الحارث
عامر
عَوْف
سَعد
خزيمة
سَامَة
قيس
تَيْم
مُحارب
الحارث
جُمَل
عَوْف
مالك
أسَد
ذِئب
جَوْن
الحارث
يَخْلُد
خُزاعة
الصّلت
غزوان
عوف
سَعد
عامر
جَرْوَل
مَلكان
مِلْك
مَخْرَمة
غَنم
الحارث
مُلَيْك
عَمْرو
عبد مناة
الهُون
عبدالله
أسَد
أسدة
قيس
سَعد
هُزيل
غالب
عامر
عُمَير
عيادن الناس
أنمار
ربيعة
إياد
سَنَام
قُناصة
العُرْف
قَنص
عدين
العَيّ
أُبي
الرّيْث

حجابۃ ، رفادۃ ، سقایۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہاشم کا اسم گرامی عمرو ہے۔جنہوں نے رفادہ اور سقایہ کی خدمت کی ذمہ لے رکھی تھی حضرت ہاشم قریش میں کھڑے ہوکر اعلان فرماتے 'یامعشر قریش !تم خدا کے پڑوسی اور اس کے گھر کے متولی ہواور زوار اور حجاج اس موسم میں تمہارے پاس آتے ہیں جو اللہ کے مہمان ہیں اور اپنے ذاتی مہمانوں کی نسبت اللہ کے مہمانوں کا اکرام تم پر زیادہ فرض ہے۔چنانچہ جتنے دن یہ یہاں قیام کریں گے تو اتنے دن ان کی میزبانی تمہارے لئے ضروری ہے۔چنانچہ آپ کے اعلان پر سب لوگ اس کی تیاری کرتے۔

اور اسی لئے حضرت ہاشم نے تجارتی اسفار شروع فرمائے تھے،ایک گرمی کے موسم میں اور ایک سردی کے موسم میں۔ ابن ہشام فرماتے ہیں **اول من سن الرحلتین لقریش، رحلتی الشتاء والصیف فهو هاشم. واول من اطعم الثرید بمکة وهو هاشم. وانما کان اسمه عمرو.** نام تو ان کا عمرو تھا مگر ان کو ہاشم اس لئے کہا گیا کہ وہ روٹیاں توڑ کر اپنے مہمانوں کیلئے ثرید تیار کرتے تھے۔**عمرو الذی هشم الثرید لقومه** . کہ وہ عمرو کہ جنہوں نے اپنی قوم کیلئے اور خدا کے مہمانوں کیلئے ثرید چور کر تیار کیا۔

حضرت ہاشم بن عبدمناف کا نکاح ،بنی عدی ابن النجار میں سلمٰی نامی خاتون سے مدینہ منورہ

میں ہوا تھا۔اورانہی سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم کو عبدالمطلب عطا فرمایا۔تو ماں نے نام رکھا تھا شیبہ مگر جب ان کے چچا مطلب آپ کو مکہ مکرمہ لے کر آئے تو شیبہ سے عبدالمطلب بنے اس طرح کہ مطلب نے بھتیجہ کو سواری پر پیچھے بٹھایا تھا۔مکہ میں داخل ہوئے تو لوگ سمجھے کہ غلام کو لیکر آئے۔ اس وقت سے شیبہ کے بجائے عبدالمطلب سے مشہور ہو گئے۔

(۳)

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف معد بن عدنان تک آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباواجداد میں کہیں قریش نام نہیں ملتا اسی لئے ابن ہشام فرماتے ہیں کہ قریش کی طرف نسبت جو شروع ہوئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد نضر بن کنانۃ سے شروع ہوئی۔**فمن کان من ولده وهو قريشي. ومن لم يكن من ولده فليس بقرشي** ۔کہ ان کی نسل کو قریش کہا جانے لگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فہر بن مالک کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔

اور قریش کیوں کہا گیا اس کی وجہ بیان کی گئی کہ قریش تقرش سے مشتق ہے اور تقرش تجارت اور کمانے کو کہا جاتا ہے۔

لیکن ابن اسحٰق کی رائے یہ ہے کہ قریش کو قریش جو کہا گیا وہ تجمع کے معنی کی وجہ سے۔یعنی **تقرش اى تجمع** ۔کہ متفرق اور منتشر افراد کو جمع کرنے کی خدمت انہوں نے انجام دی۔اس بنا پر ان کی اولاد کو قریش کہا گیا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد میں قصی ابن کلاب کے بارے میں آتا ہے کہ

انہوں نے اپنے خاندان اور کنانہ کوعقبہ کے پاس اکٹھا کیا اور اپنے مخالفین صوفہ پر قصی غالب آئے اس تجمع کے نتیجے میں جوانہیں غلبہ ہوا اسی لئے قصی کی اولاد کوقریش کہا گیا کہ اسی غلبہ کے نتیجے میں قصی بن کلاب کی اولاد کا بیت اللہ کی تولیت پر غلبہ رہا اور مکہ مکرمہ میں ان کا حکم چلنے لگا۔

اسی لئے ابن ہشام فرماتے ہیں کہ **وکان قصی اول بنی کعب اصاب ملکا اطاع له به قومه ۔**

اوراسی غلبے کے نتیجے میں **فکانت الیه الحجابة والسقایة والرفادة والندوة واللواء فحاز شرف مکة کلهکه** بیت اللہ کی دربانی، حجابت اور زمزم اور حجاج کو پانی پلانے کی خدمت تو یہ تمام خدمتیں قصی بن کلاب کے خاندان میں آگئیں۔

ربیعہ بن نصر الخمی

ربیعہ بن نصر الخمی نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گیا اور اس نے اپنے درباریوں کو اکٹھا کیا اور کاہن، ساحر، عراف، منجم سب کو اکٹھا کر کے اس نے بتایا کہ میں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر مجھے بتلاؤ۔ سب نے کہا کہ ہمارے سامنے اپنا خواب بیان کیجئے۔ ربیعہ بن نصر نے کہا کہ کوئی اتنا صاحب کشف آدمی ہو کہ جو میرے بتلائے بغیر میرا خواب معلوم کر سکے وہی اس کی تعبیر بھی دے سکے گا۔ چنانچہ اس نے اپنا خواب نہیں بتایا۔

اس پر سب لوگ کہنے لگے کہ اس طرح تو ایک سطیح کاہن جو جابیہ شام میں ہے اور دوسرا شق بن سعد انماری الازدی جو دونوں بہت معمر ہیں یہ آپ کا خواب سنے بغیر خواب بھی بتا سکتے ہیں اور اس کی تعبیر بھی بتا سکتے ہیں۔

ربیعہ نے انہیں بلانے کیلئے آدمی بھیجا تو پہلے سطیح کاہن پہنچا۔ تو اس سے بھی وہی بات کہی کہ میں نے خواب دیکھا ہے بڑا ہولناک۔ تو وہ خواب مجھے بتائیے اگر خواب آپ نے مجھے سچا بتایا تو اس کی تعبیر بھی سچی بتا سکیں گے۔

چنانچہ سطیح نے کہا کہ رأیت حمة خرجت من ظلمة ۔ کہ تم نے دیکھا کہ تاریکی میں سے ایک جانور نکلا ہے اور وہ زمین میں پھیل گیا اور اس نے زمین پر سے تمام کھوپڑی والوں کو

کھالیا۔ ربیعہ نے کہا کہ تم نے بالکل صحیح خواب بتلایا۔ اب اس کی تعبیر بتلاؤ۔

اس نے کہا کہ **احلف مابین الحرتین من حنش** یہ دونوں حرہ کے درمیان جتنے جانور ہیں میں ان تمام جانوروں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری اس حبشہ کی زمین میں کوئی اور لوگ پہنچ جائیں گے جوافیق سے لے کر جرش تک کے مالک ہوجائیں گے۔

ربیعہ نے کہا کہ اے سطیح یہ تو بڑا تکلیف دہ واقعہ ہوگا۔ تو یہ میرے زمانے میں ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد ساٹھ ستر برس بعد ہوگا۔

پھر ربیعہ نے پوچھا کہ کیا اس کے بعد ہمیشہ ایسا ہی رہے گا یا یہ سلسلہ ختم ہوجائے گا؟ تو سطیح نے کہا پانچ سال میں یہ ختم ہوجائے گا۔ یہ تمام قتل کردیئے جائیں گے یا پھر یہاں سے بھاگ کر نکل جائیں گے۔ پھر پوچھا کہ آگے کیا ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ **ارم ذی یزن** وہ عدن سے نکلے گا اور یمن میں کسی ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو ربیعہ نے پوچھا کہ یہ ہمیشہ کیلئے ہے یا یہ سلسلہ بھی ختم ہوگا؟ تو سطیح نے کہا کہ یہ بھی ختم ہوجائے گا۔

ربیعہ نے اس پر پوچھا کہ کون اس کو ختم کرے گا؟ تو سطیح نے کہا کہ **نبی ذکی یاتیه الوحی من قبل العلي** ۔حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی ذکی پر وحی آتی ہوگی وہ نبی ذکی یہ کارنامہ انجام دیں گے۔

ربیعہ نے پوچھا کہ **و ممن هذا النبی**؟ کہ کس خاندان میں سے یہ نبی ہوں گے؟ تو سطیح نے کہا کہ 'وہب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ہوں گے'۔ اور ان کا غلبہ آخر زمانے تک اسی طرح رہے گا۔ تو ربیعہ نے پوچھا کہ کیا زمانے کا کوئی آخر بھی آنے والا ہے؟ تو سطیح نے کہا' جی ہاں **و الشفق و الغسق و الفلق و القمر اذا اتسق انما انبأتک به الحق** کہ شفق اور غسق اور فجر اور قمر کی قسم کہ یقیناً جو کچھ میں نے تم سے کہا یہ ہوکر رہے گا'۔

اس کے بعد جب وہ شق انماری پہنچا تو سطیح کی طرح سے اس کو بھی اس نے اپنا خواب نہیں بتایا اور اسی طرح سوال کیا تاکہ دیکھے کہ دونوں متفق ہیں یا دونوں الگ الگ جواب دیتے ہیں۔

جب اس سے ربیعہ نے کہا کہ میرا خواب بھی بتاؤ اور اس کی تعبیر بھی بتاؤ تو شق کہنے لگا **رأیت حمة خرجت من ظلمة فوقع فی أرض بهمة فأکلت منها کل ذات نسمه** سطیح اور شق نے بالکل ہو بہو وہی خواب جو اس نے دیکھا تھا بیان کیا صرف فرق یہ تھا کہ جو سطیح نے کہا تھا اس میں تھا کہ تمام کھوپڑیوں کو وہ کھا جائے گی اور اس نے کہا کہ تمام زندوں کو کھا جائے گی۔

پوچھا کہ شق! خواب تو تم نے بالکل صحیح بتلایا اب تعبیر بتلایئے انہوں نے کہا کہ ان دونوں حروں کی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں سوڈانی اور حبشی آجائیں گے اور افیق سے لے کر نجران تک وہ مالک بن جائیں گے۔

ربیعہ نے کہا کہ یہ تو بڑا تکلیف دہ واقعہ ہے۔ سطیح کی طرح سے پھر آگے سوال کر رہا ہے اور جواب بھی جس طرح سطیح نے دیا اسی طرح شق نے بھی دیا۔

جب اس سے بھی پوچھا کہ یہ سلسلہ ہمیشہ رہے گا کہ ختم ہو جائے گا؟ کہا کہ ختم ہو جائے گا۔

پوچھا کہ کس طرح ختم ہوگا؟ کن کے ذریعے ختم ہوگا؟ تو شق انماری کہتا ہے کہ **نبی مرسل یاتی بالحق و العدل بین اهل الدین و الفضل یکون الملک فی قومه الی یوم الفصل** ۔کہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر آئیں گے ان کے ذریعے یہ سوڈانیوں کا سلسلہ یہاں ختم ہوگا جو حق اور عدل اور انصاف لے کر آئیں گے اور وہ دیندار اور اصحاب علم ہوں گے اور قیامت تک ان کا مذہب، ان کی شریعت ان کا ملک چلتا رہے گا۔

شق سے ربیعہ نے پوچھا کہ **مایوم الفصل**؟ کہ یوم الفصل کیا ہے؟ تو شق نے کہا کہ **یوم یجزی فیه الولاة ، یدعیٰ فیه من فی السمٰوات دعوات** ۔کہ جس میں تمام حکام کا بدلہ لیا جائے گا اور آسمان سے پکار ہوگی جو زندوں اور مردوں سب کو سنائی دے گی۔تمام انسان وقت مقررہ پر جمع کئے جائیں گے اور جمع ہونے کے بعد جو متقی ہوں گے نیک اعمال کی وجہ سے انہیں کامیابی ہوگی۔

ربیعہ نے پوچھا کہ یہ تم سچ بتا رہے ہو؟ تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ آسمان و زمین کے رب کی قسم

جواونچ نیچ اورطول عرض کا مالک ہے کہ **ان مـا أنبـاتـک بـه لـحق قـائم**۔کہ میں نے جو تمہیں خبر دی ہے وہ ضرور ہوکررہے گا یہ کوئی مذاق اور شک والی بات نہیں ہے۔

زید بن عمرو بن نفیل

زید بن عمرو بن نفیل اہل مکہ کے شرک اور کفر سے بیزار تھے اور علانیہ ان کے کفروشرک پرنکیر فرماتے تھے۔دین حق کی تلاش میں مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے جسے یثرب کہا جاتا تھا تو وہاں کے احبار اور اہل علم کو بھی دیکھا کہ وہ بھی شرک کی گندگی میں ملوث ہیں تو اپنے دل میں کہا کہ **ماھذا بالذی ابتغی** کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ یہ دین نہیں ہوسکتا۔

پھر وہ شام پہنچے تو وہاں کسی عالم نے ان سے کہا کہ جس دین کے متعلق تم آج سوال کرر ہے ہو اسے بطور مذہب کے اپنایا نہیں جارہا ہے۔ہمیں کوئی شخص معلوم نہیں سوائے جزیرہ کے ایک بوڑھے آدمی کے کہ صرف وہ تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ الجزیرہ پہنچے اور اپنا مقصد بتایا تو وہ کہنے لگے کہ تم ان سب کو گمراہی میں دیکھ رہے ہو تو بالآخر تم کون ہو؟ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ میں بیت اللہ کعبہ کے شریف کے اردگرد رہنے والوں میں سے ہوں۔

شیخ الجزیرہ نے کہا کہ **انه قدخرج فی بلدک اویخرج نبی کریم**۔یا تو آپ کے شہر ہی میں نبی کریم یا تو نکل چکے ہیں یا عنقریب نکلنے والے ہیں۔اس لئے کہ ان کے ستارے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ طلوع ہو چکا ہے۔اس لئے آپ اپنے وطن تشریف لے جایئے ان کی تصدیق کیجئے ان کا اتباع کیجئے ان پر ایمان لے آیئے۔اس لئے زید بن عمرو بن نفیل مکہ واپس آ گئے۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی دیوار سے اپنی پیٹھ سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ **یـا معشر قریش!ما منکم احدالیوم علی دین ابراھیم**۔تم میں سے کوئی ایک بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔

حضرت اسماءرضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ جن بچیوں کو زندہ در گور کیا جاتا تھا تو اس آدمی کو نصیحت فرماتے۔ جب وہ نہ مانتا تو فرماتے لاتقتلها کہ تم اسے قتل نہ کرو، مجھے دے دو۔ میں ان کی کفالت کروں گا اور اس کے سارے اخراجات میرے ذمے ہوں گے۔ اس طرح بے شمار بچیوں کو انہوں نے بچایا۔ پھر ان کی تربیت فرماتے اور پھر جب وہ جوان ہو جاتیں تو اس آدمی کو فرماتے اچھا اب تم لے لو یا چاہو تو ان کو چھوڑ دو۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **یبعث یوم القیامة امة وحدة**۔

اسی طرح عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں گے۔ مجھے یہ خیال نہیں کہ میں انہیں پا سکتا ہوں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی شہادت دیتا ہوں کہ **انه نبی**۔

عامر! اگر تمہاری عمر لمبی ہو اور اللہ کے اس نبی سے تم ملو اور دیکھو تو میرا انہیں سلام کہنا۔ اور میں آپ کو ان کے اوصاف بتاتا ہوں تاکہ آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے۔ کہ وہ **لیس بالقصیر ولا بالطویل ولا بکثیر الشعر ولا بقلیله** کہ وہ نہ بہت طویل القامت ہوں گے نہ بالکل قصیر القامت ہوں گے۔ نہ ان کے جسم پر بہت زیادہ بال نہ بہت ہی کم۔ اور ان کی دونوں آنکھوں سے ہلکی سرخی کبھی جدا نہیں ہوگی۔ اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہوگی اور ان کا نام احمد ہوگا اور یہ شہر مکہ ان کی ولادت جگہ اور ان کے نبی بنا کر مبعوث کئے جانے کی جگہ ہے۔

لیکن پھر آپ کی قوم ہی آپ کو یہاں سے نکالے گی اور جو دین لے کر وہ آئے ہوں گے اسے وہ ناپسند کرتے ہوں گے یہاں تک کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں گے اور وہاں سے ان کا غلبہ شروع ہوگا۔

اور میں تمہیں خاص طور پر ان کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ تم مخلص رہنا۔ اس لئے کہ میں نے تمام ملکوں کا چکر لگایا دین ابراہیمی کی طلب میں، یہود، نصاری، مجوس اور تمام اہل ادیان سے میں نے پوچھا تو سب نے مجھ سے یہی کہا کہ **ھذا الدین ورائک** ۔یعنی جس دین کے بارے میں تم سوال کرر ہے ہو یہ دین تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ کر آئے ہو۔ اور وہ جس نبی کے اوصاف میں نے آپ کے سامنے بیان کئے انہوں نے میرے سامنے آنے والے نبی کے اوصاف یہی بیان کئے ۔اور یہ بھی انہوں نے کہا بس یہ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کے سوا کوئی اور نبی باقی نہیں رہا۔

حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زید بن عمرو بن نفیل کا قول ان کا پیغام عرض کیا اور میں نے ان کی طرف سے سلام پہنچایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو جنت میں دیکھا ہے کہ وہاں اپنی چادر کے دامن کو کھینچتے ہوئے چل رہے ہیں۔

مخزوم بن ہامی المخذ ومی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جن کی عمر ڈیڑھ سو برس کے قریب تھی فرماتے ہیں کہ جس رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی ہے تو کسریٰ کا محل ہل گیا اور چودہ کنگرے اس کے گر گئے اور ایرانیوں کی فارس کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے کبھی بجھی نہیں تھی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔

اور موبذان نے ایک خواب دیکھا۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ آگے آگے بہت مضبوط اونٹ چل رہے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے عمدہ عربی گھوڑے چل رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ میں داخل ہوئے اور اسے پار کر گئے اور سارے ملکوں میں پھیل گئے۔

اس ماجرہ اور واقعہ سے کسریٰ گھبرا گیا اور اس نے بہ تکلف شجاعت اور قوت کا اظہار کرنے کی کوشش کی کہ کسی طرح وہ صبر کر سکے لیکن جب اس کا صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو اس نے اپنے وزراء

اور مرزبانوں کو اکٹھا کیا اور اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں پتا ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ہی ہمیں بتائیں۔ یہ گفتگو ابھی جاری تھی کہ اتنے میں اطلاع آئی کہ جو ہماری آگ ایک ہزار برس سے جل رہی تھی نار فارس وہ بجھ چکی ہے تو اور زیادہ وہ مغموم ہوئے۔

پھر اس نے اپنے وزراء اور مرزبانوں کو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے کنگرے گر گئے اس کے متعلق ان کو خبر دی۔ یہ سن کر موبذان نے اپنا خواب بتایا جو اونٹوں اور گھوڑوں کے متعلق اس نے دیکھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ موبذان یہ کیا ہو سکتا ہے؟

موبذان ساری قوم میں سب سے زیادہ سمجھ دار تھا تو وہ کہنے لگا کہ عرب کے علاقے میں کوئی واقعہ بظاہر پیش آئے گا۔

کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا امابعد! آپ ہمارے پاس ایک عالم شخص کو بھیجئے کہ ہمیں اس سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔

نعمان بن منذر نے کسریٰ کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حیان الغسانی کو بھیجا۔ وہ جب اس کے پاس پہنچے تو کسریٰ نے کہا کہ میں تم سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں تمہیں معلوم ہے۔

عبدالمسیح نے کہا کہ بادشاہ سلامت مجھے بتائیں اگر میرے پاس علم ہوگا تو میں بتلاؤں گا یا ایسے شخص کا بتلاؤں گا جو اس کا جواب دے سکے۔

پھر کسریٰ نے محل میں جو پیش آیا وہ بتلایا اور موبذان کا خواب بتایا تو اس سے عبدالمسیح نے کہا کہ اس کا علم تو میرے ماموں کے پاس ہے جسے سطیح کہا جاتا ہے جو شام کے بالائی علاقے میں زاویہ میں رہتے ہیں۔

کسریٰ نے کہا کہ آپ خود ہی ان کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں اور اس کی خبر میرے پاس لے کر آئیں۔

عبدالمسیح نکلے یہاں تک کہ سطیح کے پاس پہنچے اور وہ مرنے کے قریب تھے۔ عبدالمسیح نے سلام

کیا لیکن سلام اور تحیہ کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عبدالمسیح نے کئی ایک اشعار پڑھنے شروع کئے۔

وہ اشعار سن کر سطیح نے آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا کہ او ہو تم عبدالمسیح ہو۔ ایسی سواری پر تم سوار ہو کر آئے ہو جس کا وصف یہ ہے اور تم سطیح کے پاس آئے ہو ایسے حال میں کہ وہ مرنے کے قریب ہے اور تمہیں ساسانیوں کے بادشاہ نے بھیجا ہے اس لئے کہ اس کے ایوان میں زلزلہ آیا ہے اور اس کی آگ بجھ گئی ہے اور موبذان کے خواب کی تعبیر کیلئے تمہیں بھیجا گیا ہے۔

اس کے بعد سطیح نے کہا کہ **عبد المسیح! اذا کثرت التلاوۃ وظھر صاحب الھراوۃ** جب کلام اللہ کی تلاوت بہ کثرت ہوگی اور لاٹھی والا پیغمبر ظاہر ہوگا اور سماویٰ کی وادی چٹیل میدان ہو جائیگی اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گی تو پھر یہ شام سطیح کا شام کے نام سے نہیں رہے گا۔ اسی قوم کے کئی ایک بادشاہ ہوں گے۔ شام بھی سطیح کا شام نہیں رہے گا اور جو کنگرے گرے ہیں تو سطیح نے کہا کہ جتنی تعداد گری ہے، اسی تعداد کے مطابق یعنی چودہ ان ساسانیوں میں سے بادشاہ مرد اور عورت ہوں گے اور جو کچھ بھی ہے وہ بالکل تیز تیز آرہا ہے۔ پھر اس کے بعد سطیح کا انتقال ہو جاتا ہے۔

جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس پہنچتے ہیں اور سطیح نے جو کہا وہ کسریٰ کو بتاتے ہیں تو یہ سن کر کہ ہم میں سے چودہ بادشاہ ہوں گے کسریٰ نے کہا کہ پھر تو ہماری سلطنت چلے گی۔

لیکن ان میں سے دس بادشاہ چار سال ہی میں ختم ہو گئے اور باقی رہ گئے چار تو حضرت عثمان غنیؓ کے دور تک یہ باقی بھی ختم ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرتے تھےاور فرماتے تھے کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے اور میرا مددگار ہوتا کہ میں میرے رب کا پیغام پہنچاؤں۔ اس لئے کہ قریش میرے رب کا پیغام پہنچانے سے میرے لئے مانع بنے ہوئے ہیں۔ پیچھے پیچھے ابولہب اعلان کرتا جاتا **لاتسمعوا له فانه كذاب .**

عرب کے قبائل بھی قریش کے آدمی کی طرف سے سن کر کے کہ **انه كاذب ، انه كاهن ، انه ساحر** جھوٹی تہمتیں جو قریش آپ پر رکھتے تھے۔تو عام آدمی ان کے کلام سے متاثر ہوتا۔

لیکن عقل مند آدمی جو غور سے آپ کے کلام کو سنتا تو شہادت دیتا کہ جو آپ فرما رہے ہیں وہ حق ہےاور وہ اسلام لے آتا۔

اسی کا نتیجہ کہ انصار میں سےاوس اور خزرج وہ جب مدینہ منورہ میں یہود کے ساتھ ان کی گفتگو ہوتی تو ان سے سنتے تھے کہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا وقت آپہنچا ہےاور یہودی انہیں ڈراتے تھے کہ تم ہم سے جنگ کرو گےتو اس نبی کے ساتھ مل کر ہم تم کو قتل کریں گے،جس طرح عاد اور ارم کو قتل کیا گیا۔

اب یہود تو حج کیلئے نہیں آتے تھے مگر انصار آتے تھے۔اوس اور خزرج کے قبائل نے موسم حج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف بلاتے ہوئے دیکھا تو آپ میں صدق وامانت کی

ساری علامتیں دیکھیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے ساتھ مل کر قتل کرنے کی یہود دھمکی دیتے رہے ہیں۔

ان آنے والوں میں سوید بن صامت بھی تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی انہوں نے نہ قبول کیا نہ انکار کیا اور وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے اور جنگ بعاث میں وہ قتل کیے گئے۔ یہ سوید بن صامت حضرت عبدالمطلب کے چچازاد بھائی ہیں۔

پھر ابوالحیثق ، انس بن رافع چند نوجوانوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے اور قریش کے ساتھ وہ مخالفت کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع غنیمت پایا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔

ایاس بن معاذ جو نوجوان تھے وہ کہنے لگے کہ اے قوم جس کیلئے تم آئے ہو اس سے بہتر تو یہ کام ہے۔تو ابوالحیثق نے ان کو ڈانٹا، اس پر وہ چپ ہو گئے۔اگرچہ قریش کے ساتھ ان کی مخالفت بھی نہ ہو سکی اور وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے۔ایاس بن معاذ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اسلام کی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

موسم حج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کے پاس انصار کی ایک جماعت سے ملے جو سب کے سب قبیلہ خزرج میں سے تھے۔جن میں ابوامامہ، اسعد بن زرارہ، عوف بن الحارث اور رافع بن مالک اور قتبہ بن عامر اور عقبہ بن عامر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ جلدی سے خیر کی طرف سبقت کرتے ہوئے اسلام لے آئے۔

پھر وہ مدینہ منورہ لوٹے اور وہاں انہوں نے دعوت کا کام جاری رکھا اور مدینہ منورہ میں اسلام پھیلنے لگا یہاں تک کہ کوئی گھر باقی نہیں رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔

اگلے سال پھر بارہ آدمی آئے جن میں سے سوائے جابر بن عبداللہ کے چھ تو وہی حضرات تھے اور ان کے ساتھ مزید معاذ بن حارث، ذکوان بن عبد قیس، عبادہ بن صامت اور ابوعبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہم یہ دس خزرج میں سے تھے اور دو اوس میں سے تھے جو ابوالہیثم مالک بن

تیہان اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کی۔ پھر جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ یہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف بلائیں۔

یہ دونوں حضرات، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان رہے۔ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نماز میں امام ہوتے تھے۔

انہوں نے چالیس مسلمانوں کی ایک جماعت کو جمعہ کی نماز بھی پڑھائی ہے۔ اور انہی دونوں حضرات کے ہاتھوں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اور ان دونوں سرداروں کے اسلام لانے کی وجہ سے بنی عبدالاشھل کے مرد وعورت سب نے اسلام قبول کیا۔

سفیان بن ثابت رضی اللہ عنہ جنہیں اصیر م کہا جاتا ہے وہ جنگ احد کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور وہ اسی وقت اسلام لائے جنگ احد کے موقع پر اور جہاد میں شریک ہوئے اور شہادت پائی جب کہ انہوں نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

انہی کے متعلق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا۔

مدینہ منورہ میں اسلام پھیلتا رہا اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور پھر جب موسم حج آیا تو عقبہ میں اب کی مرتبہ تہتر مرد تھے اور دو عورتیں تھی جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم اور کفار مکہ سے چھپ کر بیعت کی۔

اس رات میں سب سے پہلے بیعت کرنے والوں میں حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی بیعت کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اگر چہ وہ اسلام نہیں لائے تھے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **مع انه کان بعد علی دین قومه**۔ کہ تب تک وہ اپنی قوم کے مذہب پر تھے۔

ان تہتر مردوں میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات بارہ حضرات کو نقیب کے طور پر چنا۔ وہ اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام (جو جابر رضی اللہ عنہ کے والد تھے)، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم۔ یہ تو خزرج میں سے تھے اور اوس میں سے تین حضرات تھے: اسید بن حضیر، سعد بن خیثمہ، رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہم۔ بعضوں نے ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کو رفاعہ کی جگہ ذکر کیا ہے۔ اور دو خواتین بھی تھیں۔ عمارہ رضی اللہ عنہا، نصیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا۔ جن کے بیٹے حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کیا تھا۔ اور دوسری خاتون اسماء بنت عمرو بن عدی رضی اللہ عنہا ہیں۔

پھر جب یہ بیعت ہو چکی تو ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ جتنے دشمن یہاں ہیں ان پر وہ ٹوٹ پڑیں اور بدلہ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مکہ والوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔

سب سے پہلے جو مکہ مکرمہ والوں میں سے مدینہ منورہ کی طرف نکلے ہیں وہ ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی اہلیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کو دشمنوں نے اپنے شوہر کے ساتھ جانے سے روک دیا تھا بلکہ ایک سال تک کیلئے ان کو اپنے بیٹے سے بھی جدا رکھا گیا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنے بیٹے کو لے کر مدینہ منورہ پہنچی ہیں۔ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ان کو پہچانے کیلئے ان کی مشایعت کیلئے نکلے ہیں۔

پھر اس کے بعد تو جماعت در جماعت مہاجرین جانے لگے۔ اور اب مسلمانوں میں سے مکہ مکرمہ میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم

اللہ وجہہ رہ گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ٹھہر گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سفر کی سواری اور سامان وغیرہ تیار کرلیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اجازت ہو اس کے وہ منتظر تھے۔

اسی دوران ایک رات مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک حملہ کر کے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا اور دروازے پر مسلح جماعت تاک میں بیٹھ گئی تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو وہ آپ کو قتل کردیں۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو دشمنوں میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی تو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور رات کے وقت وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر ہجرت پر چل پڑے۔

عبداللہ بن اریقط کو اجرت پر لے رکھا تھا جو مدینہ منورہ کے راستہ کے ماہر تھے اور ان کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سواریاں دے کر غار ثور کی جگہ ان کیلئے مقرر کرلی تھی کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس آکر ہم سے ملیں۔

اگرچہ قریش غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر **عمّی اللہ علی قریش خبرھما فلم یدروا** کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو اندھا کردیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچ سکے۔

ان تین راتوں میں حضرت عامر بن فہیرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بکریوں کا ریوڑ لے کر وہاں پہنچ جاتے اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کا کھانا لے کر غار تک پہنچتی رہیں اور مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ قریش کی مجالس میں جو ان حضرات کے متعلق گفتگو ہوتی تھی وہ ان حضرات کو پہنچاتے رہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے قریش کے غارِ ثور کے دروازہ تک پہنچنے پر بھی ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال

دیا اس طرح کہ مکڑی نے غار کے دہانہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتر کے جوڑے نے غار کے دروازہ پر اپنا گھونسلا بنالیا تھا۔

اسی کو حق تعالیٰ شانہ بیان فرماتے ہیں اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

یہ نصرت اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس طرح ہوئی کہ جب مشرکین غار کے دروازہ پر پہنچے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ان میں سے کوئی ذرا نیچے کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں دیکھ سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابا بکر! ماظنک باثنین الله ثالثهما؟ اور اسی کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

جب تین دن گذر گئے تو عبداللہ بن اریقط دونوں سواریاں لے کر پہنچ گئے اور دونوں حضرات سوار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے اور ایک اونٹنی پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو ردیف بنا کر پیچھے بٹھایا تھا اور ان دونوں سواریوں سے آگے آگے عبداللہ بن اریقط اپنی سواری پر چل رہے تھے۔ ادھر قریش نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ میں سے کسی ایک کو بھی لائے گا تو اسے سو اونٹ انعام ملے گا۔

سراقہ بن مالک بن الجعشم

جب تین سواریوں کا یہ قافلہ حی المدلج سے گذرا ہے تو سراقہ بن مالک بن الجعشم نے ان تینوں سواریوں کو دیکھ لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا پیچھا کرنے کیلئے سواری کو بھگایا۔

جب قریب پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سن رہا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہے تھے کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شدید خطرہ تھا۔
لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مطمئن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پریشانی اتنی بڑھی کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !هذا سراقة بن مالک قد رهقنا۔ کہ یارسول اللہ یہ سراقہ تو ہم تک پہنچ گیا!۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی اور اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پیر زمین میں دھنس گئے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ تم دونوں کی بد دعا سے میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ تم میرے لئے اللہ سے دعا کرو اور میں تمہارے پیچھے آنے والوں کو تم سے دور کرتا ہوا واپس جاؤں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور اس کا گھوڑا ٹھیک چلنے لگا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریر طلب کی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر لکھ کر دی اور وہ واپس یہ اعلان کرتا ہوا واپس مکہ کی طرف جانے لگا کہ قد کفیتُ ماهھنا۔ کہ اس طرف میں دیکھ آیا ہوں اس طرف تمہیں جانے کی ضرورت نہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق سراقہ حجۃ الوداع کے سال اسلام لائے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ تحریر پیش کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعدہ کا ایفاء فرمایا ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے پر گذرے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا ہے۔ اور ام معبد رضی اللہ عنہا نے اپنی بکریوں میں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے معجزات دیکھے جس سے ان کی عقلیں حیران ہوگئیں۔

ادھر انصار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے نکلنے کی خبر پہنچ چکی تھی اور وہ منتظر تھے، روزانہ وہ حرہ کی طرف نکلتے۔

نبوت کے تیرھویں سال ۱۲/ ربیع الاول پیر کے دن چاشت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوگئی۔

اس طرح کہ انصار اس دن مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور دیر تک انتظار کرتے رہے پھر گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

اتنے میں ایک یہودی جو کہ ٹیلہ کے اوپر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا اس نے اعلان کیا کہ **یابنی قیلہ! ھذا جدکم الذی تنتظرون**۔ چنانچہ انصار اپنے اسلحہ کے ساتھ نکل پڑے اور السلام علیک یارسول اللہ کہہ کر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں کلثوم بن ہدم کے مہمان بنے۔

ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خیثمہ کے مہمان بنے۔ اور مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام پیش کرتے رہے۔

لیکن چونکہ اکثریت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے زیارت نہیں کی تھی اس لئے ان میں سے اکثر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے رہے اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بالوں میں سفیدی زیادہ آچکی تھی۔

کہ اتنے میں جب دوپہر کا وقت ہوا اور دھوپ ہوئی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر تان کر سایہ کرنے لگے تب انہیں پتا چلا کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں مقیم رہے۔ یہ اقامت چودہ دن بیان کی جاتی ہے اور یہاں مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔

پھر اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر پھر سوار ہوئے اور بنو سالم میں جمعہ کا وقت ہوا اور وادی راعونہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔

وہاں والوں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں قیام فرمالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **دعوها فانها مأمورة**۔ کہ اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ اونٹنی آپ کو لے کر برابر چلتی رہی۔ جہاں سے گذرتی ہر قبیلہ کی دعوت یہ ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اجلال ہمارے یہاں ہو۔ آپ فرماتے **دعوها فانها مأمورة**۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

لیکن جس جگہ پر اس وقت مسجد نبوی ہے وہاں اونٹنی پہنچی تو بیٹھ گئی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے نہیں تھے کہ پھر دوبارہ وہ کھڑی ہوگئی اور تھوڑی دور چلی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور واپس پیچھے مڑی اور جہاں پہلی دفعہ بیٹھی تھی وہیں پر وہ آکر بیٹھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اتر گئے اور یہ دار بنی النجار میں ہوا۔ چنانچہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوہ کو اپنے گھر میں اٹھا کر لے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی جگہ جو خریدی تو یہ دو یتیموں کا کھجور سکھانے کا ایک باڑہ تھا اور وہاں پر مسجد تعمیر فرمائی۔ مسجد سے متصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے لئے حجرات شریفہ تعمیر کئے گئے۔

ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مکہ مکرمہ میں اتنی دیر ٹھہرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانتیں مالکوں کے سپرد فرمادیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حوالے فرمائی تھیں۔ اور پھر قبا میں آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے۔

مدینہ منورہ پہنچنے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ صلح فرمائی اور مصالحت کی مستقل تحریر لکھ کر ان کے حوالے فرمائی۔

ان کے سب سے بڑے عالم عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے لیکن عامۃً یہودی کفر پر ہی رہے۔ جو تین قبیلے تھے بنو قینقاع، بنو نظیر اور بنو قریظہ۔

دوسری طرف اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مواخات فرمائی۔ ابتدائے اسلام میں اسی مواخات کے ذریعے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور یہ وراثت نسلی قرابت پر بھی مقدم سمجھی جاتی تھی۔

قریش نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا جب پختہ عزم کرلیا ان کی دارالندوہ کی میٹنگ کے بعد جس میں یہ فیصلہ انہوں نے کرلیا تھا۔

ابن اسحاق ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔

اگلی رات آئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر دشمن اکٹھے ہوگئے اور وہ آپ کی تاک میں رہے کہ کب آپ سونے کیلئے تشریف لے جاتے ہیں تا کہ وہ آپ پر ٹوٹ پڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ حضرمی سبز چادر اوڑھ لو اور اس میں سو جاؤ، ان کی طرف سے کوئی ناپسند مکروہ بات تمہیں نہیں پہنچ سکے گی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے تو اسی چادر کو لے کر سویا کرتے تھے۔ انہوں نے بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے کسی کو لیٹا ہوا دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یقیناً یہ محمد ہی ہیں جو اپنی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ صبح تک اسی طرح منتظر رہے لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ صبح اس بستر سے اٹھے تب انہیں علم ہوا کہ او ہو چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں بلکہ حضرت علی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مسجد نبوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمائی تو اس کے اطراف میں حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے کئی ایک مکانات تھے اور انہیں اس پڑوس پر بڑی مسرت اور خوشی تھی۔

یہاں تک کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور ایک ہی تھا کہ اسی تنور میں ہماری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹیاں اکٹھی پکتی تھیں اور حضرت حارثہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت اور نماز کی آواز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی دعائیں اپنے گھر میں سنتے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا اور انہیں پانچ سو درہم اور دو اونٹ دیئے انہوں نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں سے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المومنین اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

اس قافلہ کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

اہل وعیال کو بھی لے کر آ گئے۔

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

جب یہ سارا قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اتارا۔

اس کے بعد جب بھی دو جہاں کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکانات میں ایک کے بعد ایک مکان میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کے تمام مکانات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں آ گئے۔

اسی لئے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور رخصتی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری رہائش بھی ہماری رہائش کے قریب ہو جائے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! اگر آپ حضرت حارثہ بن نعمانؓ سے اس سلسلے میں بات کریں گے تو ہمارے لئے وہ ایک مکان خالی کر دیں گے۔

دو جہاں کے سردار رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے ہی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہمارے لئے بہت سے مکانات خالی کر چکے ہیں اس لئے مجھے اب اس سلسلے میں ان سے بات کرنے میں حیا آتی ہے۔ یہ گفتگو حضرت حارثہ تک پہنچ گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ حضرت فاطمہ کو اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ میرے مکانات ہیں یہ آپ کے سب سے قریب رہیں گی اور میرا مال وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مال ہے اور خدا کی قسم اے اللہ کے پیغمبر جو آپ مجھ سے قبول فرمائیں گے وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو میرے پاس رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقت، بارک اللہ علیک ۔آپ نے یہ بات بھی دل سے کہی اللہ تعالیٰ تمہارے مال جان میں برکت عطا فرمائے ۔اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتقل ہو گئیں ۔

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے ان دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے حق تعالیٰ شانہ نے چن لیا تھا۔اس قدر کہ ہر ایک قبیلہ دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کرتا تھا اور یہ مسابقہ اتنا بڑھ جاتا جس طرح کہ دو سانڈھ آپس میں لڑ رہے ہوں۔ کسی بھی چیز کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت محسوس کرتے اور اوس اس ضرورت کو پورا کر لیتے تو خزرج کہہ اٹھتے، اللہ کی قسم! یہ اس خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ اتنا کہ جب تک وہ اس جیسی خدمت انجام نہ دے لیتے وہاں تک انہیں چین نہیں آتا تھا اور جب قبیلہ خزرج والے کوئی ایسی چیز کرتے تو اوس قبیلہ کے صحابہ کرام اسی طرح کہا کرتے تھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں چند روز ہجرت کے سفر میں قیام فرمایا اور جب مدینہ منورہ منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا تو مہاجرین بھی آپ کے ساتھ مدینہ منتقل ہونے لگے۔

چنانچہ انصار ان صحابہ کرام کے اکرام اور استقبال اور ان کی ضیافت میں آپس میں اس قدر تنافس کرنے لگے کہ پھر فیصلہ کیلئے قرعہ اندازی کرنی پڑتی کہ کونسا مہاجر انصار میں سے کس کے پاس ٹھہرے گا تو دسیوں جگہ سے پیش کش ہوتی اور جس کے نام قرعہ نکلتا وہ مہاجر کو اپنا مہمان بنا کر لے جاتا۔ اسی طرح مہاجرین انصار کے مکانات میں اور اموال میں اور جائیداد میں متصرف ہو گئے اور انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کے اکرام میں وسعت سے زیادہ خرچ کر دکھایا۔

اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے ان جیسی قوم نہیں دیکھی جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں تھوڑی سی بھی چیز میں اپنے اوپر ایثار کر کے ہمارے اوپر وہ خرچ کرتے ہیں اور کسی بڑی سے بڑی

دولت کے خرچ کرنے میں بھی انہیں پس وپیش نہیں آتا۔

یہ محنت کے کام خود انجام دیتے ہیں اور اس کے پیداوار اور پھل میں ہمیں شریک کرتے ہیں ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ سارا ثواب یہ انصار ہی لے اڑیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں جب تک تم اس کے شکریہ میں ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے تم بھی اجر میں شریک رہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مہاجرین بھائی اپنے مال اولاد اور جائیدادیں چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے مال ہیں وہ ہمارے درمیان آدھے آدھے تقسیم کر لیتے ہیں۔ آدھے ہمارے مہاجرین بھائیوں کے پاس رہیں گے اور آدھے ہمارے پاس رہیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس کے علاوہ کی بھی گنجائش ہے؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا یا رسول اللہ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مہاجرین ایسی قوم ہیں جو کھیتی باڑی کا کام نہیں جانتے تو تم ان کو اپنے ساتھ کام میں شریک کرلو اور پھر جو پیداوار ہوگی تو اس کو آپس میں تقسیم کرلو۔ چنانچہ انصار اس پر راضی ہو گئے۔

اسی لئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنونضیر کی جائیدادیں اور مال غنیمت میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا انصار سے کچھ تخفیف کردیں ان کا بوجھ ہلکا کردیں۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلانے کیلئے بھیجا کہ تمام انصار کو وہ بلا کر لائیں۔ چنانچہ انصار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد انصار کا اور جو انہوں نے مہاجرین پر احسانات کئے اور انہوں نے اپنے مکانات میں ان کو اتارا اور اپنی جانوں پر ایثار

کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مہاجرین صحابہ کرام کیلئے جو انہوں نے خرچ کیا اس پر ان کا شکریہ ادا فرمایا۔

پھر انصار سے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ جو بنو نضیر کے اموالِ غنیمت ہیں تو یہ ہم تمہارے اور مہاجرین بھائیوں کے درمیان آدھے آدھے تقسیم کر دیتے ہیں۔اور مہاجرین تمہارے ان مکانات ہی میں اسی طرح سکونت پذیر رہیں گے اور تمہاری جائیدادوں میں ہی اسی طرح رہیں گے اور اگر تم چاہو تو تم یہ انہیں دے دو اور وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں۔

چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ دونوں کھڑے ہو گئے اور دونوں نے کہا کہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مہاجرین کیلئے بنو نضیر کا مال اور فے اور غنیمت تقسیم فرما دیں اور یہ ہمارے گھروں میں جس طرح پہلے سے رہتے ہیں اسی طرح یہ رہیں گے۔

اور بیک آواز تمام کہہ اٹھے **رضینا وسلمنا یارسول اللہ** یارسول اللہ برضا ورغبت ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کیلئے دعا فرمائی **اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار** اور مال فے اور مال غنیمت تنہا مہاجرین میں تقسیم کر دیا گیا۔ انصار میں سے صرف دو شخص جنہیں شدید احتیاج تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا۔رضی اللہ عنہم اجمعین

حبیب خدا: میں نے آج خدا سے یہ دعا کی ہے

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھ کر بلایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد مجھے ملو اور اسلحہ سے مسلح ہو کر میرے پاس آنا میں تجھے کسی طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔

میں صبح کی نماز کے بعد حاضر ہوا اور میری تلوار، میرا تیر کمان، میرا ترکش اور میری ڈھال میرے ساتھ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے حجرہ شریفہ کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا پایا۔ میں نے دیکھا کہ چند مہاجرین بھی وہاں موجود ہیں۔

اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک تحریر لکھوائی۔

پھر مجھے بلایا اور مجھے وہ خولانی چمڑے پر لکھی ہوئی تحریر عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فلاں فلاں لوگوں کی جماعت پر تجھے امیر مقرر کیا ہے، تم جاؤ اور دو رات کی مسافت چلتے رہو۔ اس کے بعد میرا یہ خط کھولنا اور جو اس میں مضمون ہے اس پر عمل کیجیو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس جانب میں جاؤں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجد والے راستہ کی طرف جاؤ۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آٹھ مہاجرین اور تھے وہ اس نجد والے راستہ پر چلتے رہے۔

یہاں تک کہ دورات کی مسافت پر پہنچے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا خط اور تحریر کھول کر پڑھنا شروع کیا تو اس میں یہ مضمون تھا کہ جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو چلتے رہو یہاں تک کہ بطن نخلہ میں پہنچ جاؤ جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ہے۔

اور وہاں تم قریش کا انتظار کرنا اور ان کی خبریں ہمارے لئے معلوم کر لینا۔لیکن اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔

جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر پڑھی تو فرمانے لگے **سمعا و طاعة**۔ دل و جان سے قبول۔پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نخلہ کی طرف جاؤں اور وہاں قریش کی تاک میں رہوں یہاں تک کہ میں خبر لے کر آؤں۔اور مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ جو تم میں سے شہادت کو چاہتا ہو اور اس کا شوق رکھتا ہو تو وہ چلے اور جو ناپسند کرتا ہو تو وہ واپس چلا جائے۔میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جارہا ہوں۔

سب نے کہا **نحن سامعون مطیعون**۔کہ ہم بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں۔سو آپ چل پڑے علی بر کتہ اللہ۔حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ان کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ بطن نخلہ میں پہنچے اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی پیچھے نہیں رہا۔

یہی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنگ احد میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! یہ مشرکین مکہ یہ دشمنان اسلام یہاں آ کر احد پر پڑ گئے ہیں جہاں آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔

میں نے آج اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایک دعا کی ہے اور دعا یہ کی ہے کہ اے اللہ! میں تجھے قسم

دیتا ہوں کہ ہم دشمن سے ملیں تو وہ مجھے قتل کریں، میرا پیٹ چیریں، میرا مثلہ کریں اور میں شہادت کی حالت میں مقتول ہونے کی حالت میں تجھ سے ملوں اور کہوں الٰہی! میرے ساتھ یہ یہ کیا گیا ہے۔ پھر تو مجھ سے پوچھے کہ کس وجہ سے تیرے ساتھ ایسا کیا گیا تو میں کہوں کہ تیری خاطر اور تیرے راستہ میں۔

اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک دوسرا آپ سے سوال کرتا ہوں۔ پہلا سوال تو میرا خدا سے تھا۔ ایک دوسرا میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد میرے ترکہ کے والی آپ ہیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی بخوشی سے اس کو قبول فرمایا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نکلے، شہید ہوئے، ان کا مثلہ کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خالو ہوتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

جب قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیلئے احد کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تحریر پوشیدہ طور پر بھیج رہے ہیں جس میں آپ کو خبر دیتے ہیں کہ قریش نے یہاں مکہ سے سفر کی تیاری کی ہے اور ان کی فوج کی یہ تعداد ہے۔

انہوں نے خط سربمہر کیا اور قبیلہ بنوغفار کے ایک شخص کو کرایہ پر لیا اور اس کے ساتھ شرط کر لی کہ تمہیں تین دن میں مدینہ منورہ ہر حال میں پہنچنا ہے اور یہ خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہی جا کر پہنچانا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی واسطہ سے اس کو نہ پہنچائیں۔

چنانچہ قبیلہ بنوغفار کا وہ آدمی پہنچا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں نہیں پایا

اور اسے پتا چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ہیں تو وہ قبا حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد قبا کے دروازہ پر ملاقات ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دراز گوش پر سوار ہو رہے تھے اور وہ خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو بلایا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خط پڑھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا کہ یہ مضمون کسی کے سامنے ظاہر نہ ہو اور یہ راز رہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مکان میں داخل ہوئے پوچھا کہ کیا گھر میں اور کوئی ہے؟ حضرت سعدؓ نے عرض کیا نہیں۔ کوئی نہیں۔ آپ جو ارشاد فرمانا چاہتے ہیں یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خط کا جو مضمون تھا قریش کے جنگ کی غرض سے سفر کا، وہ حضرت سعد کو بتا دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے امید ہے کہ اس میں خیر ہو گی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے مضمون کو راز رکھنے کی تاکید فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اپنے شوہر کے پاس نکل کر آئیں اور کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا فرمایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے اس سے کیا غرض؟ تیری ماں مرے۔ تجھے اس سے کیا غرض؟ وہ کہنے لگی کہ جو تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے وہ میں نے سن لیا ہے اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ سارا مضمون حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بتایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پڑھا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو ہماری باتیں سن رہی ہے اور اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز اس وقت نہ کہتا کہ یارسول اللہ جو آپ بات ارشاد فرمانا چاہتے ہیں ارشاد فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کی چوٹیوں کو پکڑا اور وہ دوڑ رہے تھے اور اہلیہ کو گھسیٹ رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسر پر جا کر پالیا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ یہ جسر بطحان مسجد غمامہ کے پاس مدینہ منورہ میں ہے اس حال میں کہ بالوں کو پکڑ کر اتنی دور تک کھینچ کر لے جانے کی وجہ سے آپ کی اہلیہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

اور جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری بیوی نے مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کے متعلق پوچھا تو میں نے اس سے چھپایا لیکن اس نے کہا کہ میں نے تو سن لیا ہے سارا قصہ اور اس نے ساری بات اسی طرح بیان کر دی۔

اب یارسول اللہ میں ڈرتا ہوں اس سے کہ اس میں سے کوئی چیز ظاہر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدگمانی ہو کہ میں نے آپ کے راز کا افشاء کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ بیوی کی چوٹیاں چھوڑ دو۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ یہ بہت زیادہ لنگڑے تھے اور لنگڑا کر چلتے تھے کہ انہیں عرق النساء کی بیماری تھی اسلئے وہ سیدھے چل نہیں سکتے تھے۔ شیر کی طرح ان کے چار بیٹے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہتے تھے۔

جنگ احد میں بیٹوں نے اپنے والد صاحب کو روکنا چاہا اور والد صاحب سے عرض کیا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو معذورین میں شمار فرمایا ہے یہ سن کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے مجھے اس ارادہ سے روکنا چاہتے

ہیں اور آپ کے ساتھ نکلنے سے مجھے روک رہے ہیں اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اس لنگڑے پیر کے ساتھ لنگڑاتا ہوا جنت میں چلوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو اللہ نے معذورین میں قرار دیا ہے اور آپ پر جہاد نہیں ہے۔ اور ان کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا تم انہیں مت روکو۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے لئے شہادت مقدر فرمادے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں نکلے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شہادت کے بعد میدان جنگ میں ان پر گذرے تو ارشاد فرمایا۔ اراک تمشی برجلک الصحیحة فی الجنة کہ اے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے صحت مند پیر کے ساتھ جنت میں چل رہے ہو۔

پھر انہیں عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے ساتھ ایک قبر میں دونوں کو دفن کیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور یہ دونوں حضرات آپس میں سالا بہنوئی تھے۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے جب کسی سے نکاح فرمایا تو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے بخوشی، محبت میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں اپنی طرف سے ولیمہ فرمایا ہے۔

غزوہ احد میں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے ڈھال بنا رکھا تھا اور جتنے تیر گرتے تھے وہ ان کی پیٹھ پر گرتے تھے اور وہ ہر طرف جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیر کو جھیل لیتے تھے یہاں تک کہ بے شمار تیر آپ کی پیٹھ میں پیوست ہو گئے۔ یہی حال حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے رکھ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ڈھال بنے ہوئے تھے اور بڑے تیر انداز تھے جب وہ تیر پھینکتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوشش فرماتے کہ ان کا تیر کہاں گر رہا ہے اس کو دیکھ سکیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے **بابی أنت و أمی یارسول اللہ** یاسیدی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کہیں آپ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ **نحری دون نحرک** آپ کے سینے کو بچانے کیلئے میرا سینہ حاضر ہے۔

جنگ احد میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کو اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی طرف سے دیوار بنا رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کرتے جاتے **انی جَلُدٌ یارسول اللہ** ۔یارسول اللہ! مجھے اللہ نے بہت قوت دے رکھی ہے مجھے جہاں بھی چاہیں آپ بھیج سکتے ہیں۔

شماس بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ

یہی حال حضرت شماس بن عثمان المخزومی رضی اللہ عنہ کا تھا جن کا اسم گرامی عثمان بن عثمان بتایا گیا ہے اور شماس ان کا لقب تھا کہ وہ سورج کی طرح انتہائی حسین وجمیل تھے۔

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چاروں طرف جدھر بھی نظر ڈالتے تو حضرت شماس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر آنے والے حملوں کو اپنی تلوار کے ذریعے روک رہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے وہ اپنے جسم کو ڈھال بنائے ہوئے ہیں۔ اس حد تک کہ بالآخر وہ شہید ہو گئے۔

جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شماس کو میں کس چیز سے مشابہت دوں کہ ان کی مشابہت کیلئے یہ جُنّۃ اور ڈھال کے سوا کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ میرے

لئے یہ ڈھال بنے رہے۔

حضرت شماس کو آخری سانسوں میں نزع کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات شریفہ میں لایا گیا۔ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آپ کو لے جایا گیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ یہ تو میرے چچازاد بھائی ہیں اور میں ان کی خدمت انجام دینے کی زیادہ لائق ہوں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ان کو لے جاؤ۔ ایک دن رات وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہے اور بالآخر شہید ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر احد لے جایا جائے اور جن کپڑوں میں وہ شہید ہوئے تھے انہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دفن فرمایا۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خود جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن رکھی تھی اس کا رنگ زرد تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مشرکین اپنے تیروں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر سیدھا آپ کی طرف پھینک رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا رنگ معلوم ہے۔

چنانچہ حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی پیلی خود مجھے عطا فرمادیں اور میری خود آپ رکھ لیں اور اس کا رنگ زرد کے علاوہ کوئی دوسرا تھا تاکہ مشرکین کے تیر میری طرف برستے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا فرماتے ہوئے اور دعا دیتے ہوئے ان کی خود اپنے خود سے بدل دی۔ اس دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے گیارہ زخم آئے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ایک وقت جنگ احد میں ایسا بھی آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا کہ من رجل یشری لنا نفسہ؟ کون ہمارے لئے اپنی جان کی بازی لگاتا

ہے۔ پانچ صحابہ کرام جن میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے سارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہو گئے۔

زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ

یہاں تک کہ ان میں آخری زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ رہ گئے اور وہ انتہائی زخمی ہونے کی حالت میں تھے کہ پھر پانسہ پلٹا اور مسلمانوں نے جو کافر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف قریب پہنچ چکے تھے انہیں ہٹایا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ 'ادنه منی' ان کو ذرا میرے قریب کردو۔

جب صحابہ کرام نے حضرت زیاد کو قریب کیا تو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو اپنا تکیہ بنایا، اس پر اپنا گال رکھا اور اسی حال میں وہ شہید ہو گئے کہ **وخده علی قدم رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ان کا گال تھا۔

جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے والے دو رباعی دانت میں سے ایک کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیچے والا ہونٹ مبارک زخمی تھا اور آپ کی پیشانی مبارک میں بھی زخم آیا تھا اور آپ کے گال مبارک بھی زخمی ہو چکے تھے اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گال مبارک میں گھس گئی تھیں۔

ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دو میں سے ایک کڑی کو کھینچ لیا کہ جس میں ان کے سامنے والے ثنیہ علیا میں سے ایک دانت بھی گر گیا لیکن وہ ایک کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر انہوں نے اسی طرح دوسری مرتبہ دوسرا جھٹکا لگایا اور دوسری کڑی کو نکالا تو اس کے ساتھ آپ کے ثنایا علیا میں سے دوسرا بھی گر گیا۔

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد محترم مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے جو خون ٹپک رہا تھا اسے چوس لیا۔ تو ان سے کسی نے کہا کہ **أتشرب الدم** ؟ تم خون پیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو تھوکوں گا نہیں۔ میں اسے پیوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی **من مس به دمه لم تصبه النار** ۔ کہ جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اسے کبھی دوزخ کی آگ نہیں پہنچے گی۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

جنگ احد میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اپنی تلوار کے ذریعے کر رہے تھے اور دشمن سے مقابلہ کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف وہ گھوم رہے تھے اور اپنی ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کیلئے ڈھال بنائے ہوئے تھے۔

چاروں طرف سے تلواریں ان کو ڈھانپے ہوئے تھیں اور چاروں طرف سے تیر ان پر برس رہے تھے اس حال میں بھی وہ اپنی جان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کر رہے تھے اتنے میں ایک مشرک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھینکا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچنے والے تیر کو اپنے ہاتھ پر جھیل لیا جس سے آپ کا ہاتھ شل ہو گیا۔

اس دوران ایک مشرک نے سامنے کی طرف سے آپ پر وار کیا اور دوسرے نے پیچھے کی طرف سے آپ پر وار کیا کہ طلحہؓ کے سر سے خون بہت زور سے بہنے لگا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر پانی چھڑکا یہاں تک کہ وہ ہوش میں آئے۔

اب سب سے پہلا ان کا کلام یہ تھا کہ **مافعل رسول الله** سرکار کا کیا حال ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں ' **الحمدلله ، کل مصیبة بعده جلل**'۔ جب سرکار زندہ ہیں اور سلامت ہیں تو ہمارے لئے ہر مصیبت آسان اور سہل اور شیریں معلوم ہوتی ہے۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے چند ساتھیوں کو دیکھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ تو وہ کہنے لگے کہ **قتل رسول اللہ** کہ اللہ کے پیغمبر تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضرؓ فرمانے لگے کہ پھر آپ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تم بھی چلو مر جاؤ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی۔

پھر انہوں نے آگے بڑھ کر قتال کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ خود شہید ہو گئے اور تلوار اور تیر کے ستر سے زیادہ زخم ان کے جسم پر تھے یہاں تک کہ ان کا جسم سارا چھلنی ہو چکا تھا وہ پہچانے بھی نہیں جاتے تھے کہ یہ کون ہیں۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے پوروں سے یا ان کی انگلی میں جو انگوٹھی تھی اس کے ذریعے پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ احد کے تمام شہداء کے انتظام سے تجہیز و تکفین سے سب فارغ ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آئے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آواز لگاتے رہے یا سعد بن ربیع یا سعد بن ربیع! یہاں تک

کہ تھوڑی دیر کے بعد ہلکی سی آواز آئی جب انہوں نے یہ کہا کہ یا سعد بن ربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری خاطر بھیجا ہے تو بہت کمزور ہلکی سی آواز میں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو دیکھا کہ آخری ان کے سانس چل رہے ہیں اور انتہائی زخمی حالت میں ہیں۔

جب ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کو دیکھنے کیلئے بھیجا ہے کہ آپ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ **انا فی الاموات**، مَیں شہداء میں ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے سلام عرض کر دیجئو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیجئے کہ سعد بن ربیع آپ سے عرض کرتے ہیں کہ **جزاک اللہ عنا خیر ماجزی نبیا عن امتہ**۔

اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا حال بتا دینا کہ مجھے بارہ تلوار کے وار لگے ہیں اور میں نے مجھ سے تمام قتال کرنے والوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور بات کہی کہ میری قوم کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ تمہیں یہ کہہ کر گئے ہیں کہ تمہارا اللہ کے یہاں کوئی عذر نہیں چلے گا اگر دشمن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور کوئی ایک شخص بھی تم میں سے زندہ ہو۔ پھر اتنا کہہ کر وہ شہید ہو گئے۔ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔

اسی لئے ایک دفعہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سی بیٹی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سینے پر اٹھائے ہوئے پیار فرما رہے تھے اور بوسے دے رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ آپ کی بیٹی ہے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایسے آدمی کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر ہے۔ یہ سعد بن ربیع کی بیٹی ہے جو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے

عقبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، جو بدر یین میں سے تھے اور جوان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ احد میں شہادت پائی تھی۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے فارغ ہوئے تو واپسی میں بنی عبدالاشہل سے گذر رہے تھے اور وہ اپنے شہداء پر افسوس کر رہے تھے اور بنو عبدالاشہل میں سے ام عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ان کے بھائی، ان کے باپ احد میں شہید ہو چکے تھے۔ ان تینوں کی شہادت کی خبر سن کر انہوں نے اناللہ پڑھی اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو سب نے عرض کیا کہ ام عامر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے فضل سے جیسا تم چاہتی ہو بخیریت ہیں۔ تو حضرت ام عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں مجھے دکھاؤ تا کہ میں اپنی آنکھیں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ٹھنڈی کروں۔ تو انہیں اشارے سے بتایا گیا یہاں تک کہ جب انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ 'كل مصيبة بعدك جلل يارسول الله۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی۔

اور کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑتی ہوئی آ رہی تھیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور کبشہ بنت رافع کے صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ میری ماں آئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مرحبا فرمایا۔ ام سعد رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئیں اور اچھی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتی رہیں اور اس کے بعد خوش ہو کر کہنے لگیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے صحیح سالم دیکھا تو تمام مصائب ہمارے لئے ہلکے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی ان کے ابا اور ان کے شوہر کے بارے میں ان کی تعزیت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب اکٹھے جنت میں ہیں اور ان کی شفاعت پیچھے والوں کے

حق میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قبول کرلی گئی ہے۔ پھر ام سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا رضینا برسول الله ۔پھر جو پیچھے والوں کیلئے ام سعد رضی اللہ عنہا نے دعا کیلئے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی 'اَللّٰھُمَّ أذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ، وَاجْدُ مُصِیْبَتَھُمْ وَاحْسِنْ خَلْفَ عَلٰی مَنْ خَلَّفَھُمْ'۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ جمعہ کے دن تشریف لائے اور سینیچر کا دن گذرا اور اتوار صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سارے صحابہ کرام زخمی تھے اور اسی لئے قبیلہ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے سردار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو نہیں گئے، مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر سعد بن عبادۃ، حباب بن المنذر، سعد بن معاذ، اوس بن خولد، قتادۃ بن النعمان اور خویب بن اوس رضی اللہ عنھم وغیرہ در اقدس کی چوکھٹ پر ہی سوئے۔

ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اعلان کردو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے قریش کا مکہ کے راستہ پر پیچھا کرنے کیلئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ جو کل کو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک تھا صرف وہی جاسکتا ہے۔

یہ سنتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کی طرف نکلے۔ بنو عبدالاشہل میں جن سب کے زخم نظر آرہے تھے وہاں جا کر سعد رضی اللہ عنہ چلا کر فرمانے لگے کہ یا بنی عبد الاشھل ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یأمر کم ان تطلبوا عدو کم ۔اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے خود سات زخم تھے ابھی علاج زخموں کا شروع نہیں کیا تھا کہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ سمعاً وطاعةً لله ولرسوله اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی قوم کو لے کر کھڑے

ہو گئے جو سارے کے سارے زخمی حالت میں تھے۔

سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ اپنی قوم بنی سعدہ میں پہنچے اور نکلنے کا اعلان کیا تو وہ بھی زخمی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے میں پہنچے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے انہوں نے اپنے زخموں کو چھوڑا اور ہتھیاروں کو لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔

لکھا ہے کہ بنو سلمہ میں سے چالیس حضرات نکل پڑے جو سب ہی زخمی تھے اور زخم بھی ایسے کہ صرف طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ کو تیرہ جگہ جسم پر زخم تھے۔

خراش بن صمّہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر دس جگہ زخم تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیرہ جگہ زخم تھے۔

قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے نو زخم تھے۔

اسی لئے جب یہ ثنیۃ الوداع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلح پہنچے ہیں اور صف بندی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں کا یہ حال دیکھا کہ جن سے خون بہہ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی **اللھم ارحم بنی سلمہ** اے خدا بنی سلمہ پر رحمت نازل فرما۔

علامہ یوسف بن حسن ابن عبد الہادی المقدسی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر وفات تک کے ہر سال کے وقائع کا ایک نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

بعثت کا پہلا سال:

☆ وحی کی ابتدا

☆ وحی کی تفاصیل ورقہ بن نوفل نے معلوم کیں۔

☆ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا علی بن طالب، حضرت زید بن حارثہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اسلام

بعثت کا دوسرا سال:

☆ سیدنا عثمان بن عفان، حضرت زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسلام

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام کی دعوت کے بارے میں جدوجہد

بعثت کا تیسرا سال:

☆ حضرت عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسلام

بعثت کا چوتھا سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام

☆ کھلم کھلا دعوت اسلام کا آغاز

☆ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کا محصور ہو جانا

بعثت کا پانچواں سال:

☆ قریش کے مظالم کے نتیجے میں مسلمانوں کی حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

☆ مہاجرین کو شاہ حبش سے واپس مکہ بھجوانے کیلئے قریش نے وفد بھیجا۔

☆ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو صحیفہ لکھا گیا تھا اس کا حکم چلتا رہا۔

بعثت کا چھٹا سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیفے کے متعلق وحی کے ذریعے خبر دی کہ دیمک نے اسے کھالیا ہے۔

بعثت کا ساتواں سال:

☆ اسراء اور معراج

☆ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل میں جا کر اپنے آپ کو مدد طلب کرنے کیلئے پیش کرنا

بعثت کا آٹھواں سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو انصار کے سامنے پیش کرنا

☆ عقبہ (یعنی گھاٹی) کی برکات کی ابتداء۔

بعثت کا نواں سال:

☆ معجزہ شق القمر

☆ انصار کے وفد کی عقبہ اور گھاٹی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری ملاقات اور انصار کا اسلام قبول کرنا۔

بعثت کا دسواں سال:

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت۔

ہجرت کا پہلا سال:

☆ مسجد نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

☆ حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

- ☆ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت
- ☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا دے کر ایک مہم پر بھیجا۔
- ☆ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہم پر بھیجا۔
- ☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر جھنڈا دے کر مہم پر بھیجا۔
- ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا کے میزبان کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہا کی وفات
- ☆ ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی وفات
- ☆ ولید بن مغیرہ مر گیا اور عاص بن وائل بھی۔
- ☆ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام
- ☆ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی وفات
- ☆ مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات
- ☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کے ساتھ صلح نامہ۔

ہجرت کا دوسرا سال:

- ☆ غزوہ ابواء
- ☆ غزوہ عسیرہ
- ☆ غزوہ بواط
- ☆ کرز بن جابر جس نے مدینہ منورہ کے اطراف میں چرنے والے جانوروں پر لوٹ ڈالی تھی اس کا پیچھا گیا۔
- ☆ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر جماعت پر امیر بنا کر بھیجا گیا۔
- ☆ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ایک سریہ پر بھیجا گیا۔

- ☆ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم آ گیا۔
- ☆ صدقہ فطر کا حکم
- ☆ عید کی نماز کا حکم
- ☆ غزوۃ بدر کبریٰ
- ☆ غزوہ بنی قینقاع
- ☆ غزوۃ قَرقَرَۃ الکُدر جسے غزوہ بحران بھی کہا جاتا ہے
- ☆ غزوۃ السویق
- ☆ حضرت فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عقد نکاح

ہجرت کا تیسرا سال:

- ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بنو ثعلبہ کی طرف کوچ فرما کر تشریف لے گئے۔
- ☆ غزوہ بنو سُلیم
- ☆ کعب بن اشرف کا قتل
- ☆ سریہ قردہ
- ☆ ابورافع کا قتل
- ☆ حفصہ بنت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح
- ☆ غزوۂ احد
- ☆ غزوۂ حمراء الاسد
- ☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت
- ☆ عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت

ہجرت کا چوتھا سال:

☆ غزوہ رجیع

☆ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قتل کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف روانہ فرمایا۔

☆ غزوہ بئر معونہ

☆ بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا

☆ غزوۂ ذات الرقاع

☆ غزوۃ بدر الصغریٰ ۲

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد نکاح

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت

☆ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی شہادت

☆ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات

ہجرت کا پانچواں سال:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب بنت جحشؓ سے عقد نکاح

☆ غزوۃ دُومۃ الجندل

☆ غزوہ بنوقریظہ

☆ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات

- ☆ خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کی شہادت
- ☆ امیہ بن ابی الصلت کی وفات
- ☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خندق میں ضیافت
- ☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا دشمن سے مقابلہ
- ☆ بنو قریظہ کے بارے میں فیصلے کیلئے حضرت سعد کو حکم بنایا گیا۔
- ☆ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی وفات
- ☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن سے مصالحت فرمائی

ہجرت کا چھٹا سال:

- ☆ غزوۃ بنی لحیان
- ☆ غزوۂ ذی قَرَد
- ☆ غزوۂ بنی المصطلق جسے غزوۃ مریسیع بھی کہا جاتا ہے۔
- ☆ واقعہ افک
- ☆ عمرۃ الحدیبیۃ
- ☆ سریہ عکاشہ
- ☆ سریہ محمد بن مسلمہ قُرَطاء کی طرف
- ☆ سریہ ابوعبیدہ
- ☆ سریہ زید بن حارثہ بنو سُلیم کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ جموم کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ بنو ثعلبہ کی طرف
- ☆ سریہ زید بن حارثہ العیس کی طرف

☆ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف دومۃ الجندل کی طرف
☆ زید بن حارثہؓ کو ام قِرفہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے ایک دستے کے ساتھ بھیجا۔
☆ سریہ کرز بن جابر عُرَنیین کی طرف
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء یعنی طلب باراں اور طلب رحمت کیلئے دعا فرمائی۔

ہجرت کا ساتواں سال:

☆ غزوۃ خیبر
☆ سریہ عمر بن الخطابؓ تُربا ء کی طرف
☆ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بنو کلاب یا بنوفزارہ کی طرف بھیجا گیا جو ضرِیّہ کے اطراف میں ہے۔
☆ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بنومُرۃ کی طرف بھیجا گیا جو فدق میں ہے۔
☆ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو یُمن اور جبار کی طرف فوج دے کر بھیجا گیا۔
☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین اور ملوک کے نام گرامی نامے ارسال فرمائے۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدلہ بن ایہم کو گرامی نامہ بھیجا۔
☆ شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کر دیا۔
☆ مُقوقس شاہ مصر کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پہنچا۔
☆ عمرۃ القضاء

☆ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح
☆ سریہ ابن ابی العوجاء بنو سُلیم کی طرف

ہجرت کا آٹھواں سال:

☆ حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ الحجبیؓ کا اسلام قبول کرنا
☆ مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا۔
☆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج پر امیر مقرر فرما کر ذات السلاسل کی طرف بھیجا۔
☆ غزوۂ فتح مکہ
☆ ابوسفیان بن حرب کا اسلام
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزّی کی طرف بھیجا جو نخلہ میں تھا۔
☆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سُواع کی طرف بھیجا جو قبیلہ ہذیل کا بت تھا۔
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جزیمہ کی طرف بھیجا گیا۔
☆ غزوۂ حنین
☆ غزوۂ طائف
☆ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جَیفر کی طرف ایک فوجی دستے کے ساتھ بھیجا گیا۔
☆ عروۃ بن مسعود الثقفیؓ کا اسلام

ہجرت کا نواں سال:

☆ عیینہ بن حصن کو ایک فوج دے کر بنی تمیم کی طرف بھیجا گیا۔

☆ ولید بن عُقبہ بنی المصطلق کی طرف فوجی دستے کے ساتھ بھیجا گیا۔
☆ کعب بن زُہیر کا اسلام
☆ غزوۂ تبوک
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چند ساتھیوں کے ساتھ اُکیدر کی طرف بھیجا گیا۔
☆ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات
☆ قصہ لعان
☆ قبیلہ بنو ثقیف کا اسلام
☆ حِمیَر کے بادشاہوں کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ
☆ ایک عورت غامدیہ کو رجم کیا گیا۔
☆ نجاشی شاہ حبشہ کی وفات
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات
☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر الحج بنا کر بھیجا۔

ہجرت کا دسواں سال:

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔
☆ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو الحارث کی طرف جو نجران میں تھے بھیجا۔
☆ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا گیا۔
☆ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو ذوالکلاع کی طرف چند ساتھیوں کے ساتھ بھیجا گیا۔
☆ ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر نجران والوں کی طرف بھیجا گیا۔

- ☆ بُدیل اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کا قصہ
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات
- ☆ فیروز دیلمی کی مدینہ منورہ حاضری
- ☆ حجۃ الوداع
- ☆ یمن کے حاکم باذان کی وفات
- ☆ آیۃ الاستیذان کا نزول

ہجرت کا گیارھواں سال:

- ☆ وفد نخاعہ کی آمد
- ☆ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فوج پر امیر بنا کر اُبنیٰ پر حملہ کیلئے بھیجا گیا۔
- ☆ اسود عنسی کا فتنہ
- ☆ مسیلمۃ الکذاب مدعی نبوت کا فتنہ
- ☆ اسود عنسی کا قتل
- ☆ ایک عورت سجاح کا فتنہ
- ☆ طلیحۃ بن خویلد کا فتنہ
- ☆ ماہ سفر کے اواخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتدا
- ☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا سے چپکے سے ارشاد گرامی کہ 'اَنَّهَا اَوَّلُ اَهْلِهٖ لُحُوْقًا بِهٖ صلی الله علیه وسلم' کہ تمام گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات:

گیارہویں سال ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ جب کہ عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ مسلمانوں نے تنہا تنہا پڑھی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

خلفاء اربعہ اور ان کے بعد

	خلیفہ	مختصراحوال:
۱	حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	ہجرت کے گیارہویں سال میں آپ خلیفہ بنے۔اور آپ کی مدت خلافت ڈھائی برس ہے۔ہجرت کے تیرہویں سال میں منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی۔اسماء بنت عمیس آپ کی زوجہ نے آپ کو غسل دیا۔آپ رضی اللہ عنہ کو تین کپڑوں میں کفن دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں دفن کیا گیا۔
۲	سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت	۳۵ھ میں آپ خلیفہ بنائے گئے۔آپ کی مدت خلافت دس برس ہے۔ ۲۳ھ میں ذی الحج کے مہینہ میں آپ کی وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر شریف ۶۲ / برس تھی۔آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے آپ کو غسل دیا۔آپ کو تین کپڑوں میں کفن دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ میں دفن کیا گیا۔

۳	امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت	۲۴ھ میں آپ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کی خلافت کی مدت ۱۱/برس ہے۔ ۳۵ھ میں جمعہ کے دن آپ کی وفات ہے۔ آپ کے غسل کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کو غسل دیا گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ آپ شہید ہیں اس لئے آپ کو غسل نہیں دیا گیا اور آپ کو خون آلود کپڑوں ہی میں بقیع میں دفن کیا گیا۔
۴	امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت	۳۵ھ میں آپ خلیفہ بنے۔ آپ کی مدت خلافت پانچ برس ہے۔ ۴۰ھ میں جمعہ کی رات آپ کی شہادت ہوئی جب کہ آپ کی عمر شریف ۵۸ برس تھی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت حسن نے آپ کو غسل دیا۔ تین کپڑوں میں کفن دے کر آپ کو کوفہ میں قصر امارہ میں دفن کیا گیا۔

۵	سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت	۴۰ھ میں آپ خلیفہ بنے۔ آپ کی مدت خلافت ۷ مہینے ہے۔ ۴۹ھ میں نصف شعبان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب کہ آپ کی عمر شریف ۴۷ برس تھی۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کو غسل دیا۔ تین کپڑوں میں آپ کو کفن اور بقیع میں دفن کیا گیا۔
۶	حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت	۴۰ھ میں خلیفہ بنے۔ آپ کی مدت خلافت بیس برس ہے۔ ۶۰ھ رجب میں آپ کی وفات ہے جب کہ آپ کی عمر شریف ۷۸/ برس تھی۔ آپ کو غسل دیا گیا اور تین کپڑوں میں آپ کو کفن دے کر دمشق میں دفن کیا گیا۔
۷	یزید بن معاویہ کی خلافت	۶۰ھ میں خلیفہ بنایا گیا۔ مدت خلافت تین سال اور چند مہینے ہے۔ ۶۴ھ ربیع الاول کے مہینے کے نصف پر وفات ہے جب کہ عمر ۳۸ برس تھی۔ غسل وکفن کے بعد دمشق میں دفنایا گیا۔

۸	معاویہ بن یزید کی خلافت	۶۴ھ میں خلیفہ بنے۔مدت خلافت چالیس دن ہے۔ ۶۴ھ میں وفات ہے۔ جب کہ عمر تئیس برس تھی۔ آپ کے بھائیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ دمشق میں دفن کیا گیا۔
۹	عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت	۶۴ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی اور ۷۳ھ ربیع الاول میں آپ کو شہید کیا گیا اور مکہ میں آپ کو سولی دی گئی۔اور ظلما حجاج نے آپ کو سولی دی اور مکہ مکرمہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔
۱۰	مروان بن حکم کی خلافت	۷۴ھ میں ہے۔ایک سال دس مہینے کے قریب مدت خلافت ہے۔وفات ۷۵ھ میں ہے جب کہ عمر ۶۳ر برس ہے۔دمشق میں دفن کیا گیا۔
۱۱	عبد الملک بن مروان کی خلافت	۷۵ھ میں ہے اور ۸۶ھ میں وفات ہے۔ جب کہ عمر ساٹھ برس تھی۔دمشق میں دفن کیا گیا۔
۱۲	ولید بن عبد الملک کی خلافت	۸۶ھ میں خلافت کو سنبھالا اور ۹۶ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت دس برس ہے۔دمشق میں مدفون ہیں۔

۱۳	سلیمان بن عبد الملک کی خلافت	۹۶ھ میں خلیفہ بنے اور ۹۹ھ میں وفات پائی۔ دمشق میں مدفون ہیں۔
۱۴	عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت	۹۹ھ میں خلیفہ بنے۔ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ مدت خلافت دو برس اور پانچ مہینے ہے۔ حمص میں مدفون ہیں۔

شیخ ابومحمد عبداللہ بن ابی زید القیر وانی متوفی ۳۸۶ھ اپنی کتاب الجامع فی سنن والآداب والمغازی والتاریخ کے باب 'باب فی الھجرۃ والمغازی والتاریخ' میں فرماتے ہیں کہ:
اس باب کا کچھ حصہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے محفوظ کیا گیا ہے اور اس کا کچھ حصہ ان کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اہل علم جو مغازی اور تاریخ کا علم رکھتے ہیں ان سے محفوظ کیا گیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے وقت سے حساب میں شمار کی جاتی ہے۔ عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاول کے مہینہ میں چاشت کے وقت تشریف لائے۔ موسی بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن تشریف لائے اور یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرہ بنی عمرو بن عوف جو بنی عمرو بن عوف انصار کا قبیلہ تھا ان کے یہاں حضرت سعید بن خیثمہؓ کے یہاں نزول فرمایا۔ اور ایک قول یہ کہ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان بنے۔ قبا کے بارہ میں تو اختلاف ہے لیکن مدینہ منورہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن زید بن کلیب رضی اللہ عنہ یعنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ خزرجی کے یہاں قیام فرما ہوئے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی تَیْمُ اللّٰہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام مسجد نبوی اور حجرات شریفہ کی تعمیر کے وقت تک رہا اور جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے یہاں سے روانہ ہوئے اور بنو سالم پر گذرے اور بنو سالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھائی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بنوعمرو بن عوف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا۔ ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعمرو بن عوف کے یہاں دس دن سے کچھ زیادہ قیام فرمایا۔ پھر یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کیلئے سوار ہوئے۔

سنہ ۱ھ:

اسی سال مسجد قبا کی تعمیر ہوئی۔ قرآن کریم میں 'لمسجد اسس علی التقویٰ' جس مسجد کا ذکر ہے تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مسجد قبا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے اور یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اور عکرمہ اسی کو ثابت مانتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے۔

مسجد کی جگہ کھجور سکھانے کا ایک باڑہ تھا جو انصار کے دو یتیموں کی ملک تھی اور یہ دونوں بچے اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے یہ زمین خریدی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔ اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ ہجرت فرمانے کے آٹھ مہینے گذرنے پر رخصتی ہوئی۔ اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سنہ ۲ھ میں بائیس مہینے گذرنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا ہے۔

۲ھ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی سال غزوۃ الابواء پیش آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں صرف مہاجرین شریک تھے۔ ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فرمایا۔ مدینہ منورہ تشریف آوری کے ایک سال بعد فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابواء پہنچے اور وہاں سے واپس لوٹ آئے اور مہاجرین میں سے ساٹھ یا اسی آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں میں شامل فرما کر بھیجا۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس غزوہ کیلئے سفر فرمایا۔

پہلے ان حضرات کو بھیجا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اسی سال عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہے۔ مہاجرین کے یہاں یہ سب سے پہلے بچے کی ولادت تھی۔ اسی سال ظہر کی نماز میں قبلہ بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف پھیرنے کا حکم آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نصف شعبان منگل کے دن کا واقعہ ہے۔ اور اسی سال شعبان میں رمضان المبارک کے مہینے کے روزوں کی فرضیت آئی ہے۔ اور اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کا حکم فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الآخر کی تیسری تاریخ کو پیر کے دن غزوے کیلئے سفر فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بواط تک پہنچے۔ مقصد اس غزوے کا قریش کا پیچھا کرنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے ولم یلق کیدا. مسلمانوں کا کوئی جانی مالی نقصان نہیں ہوا۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشیراء کی طرف نکلے جمادی الاولیٰ میں۔ یہ عشیرا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ اسی سال جمادی الاخریٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرما کر نکلے یہاں تک کہ ایک وادی میں پہنچے جسے سفوان کہا جاتا ہے یہ سفر کرز بن جابر فہری کا پیچھا کرنے

کیلئے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ کے جانوروں پر لوٹ ڈالی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب میں تشریف لے گئے مگر وہ بھاگ نکلے اور ہاتھ نہیں آئے۔

اسی سال ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آٹھ افراد سمیت بھیجا۔ اور رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف بھیجا اور قافلہ کو انہوں نے پالیا۔ اور ابن الحضرمی کو رجب کے مہینے کے آخری دنوں میں قتل کیا۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ **یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فيه.**

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں نکلے یہاں تک کہ ینبوع تک پہنچے۔ اور ینبوع سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی طرف لڑائی کیلئے نکلنے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔

اسی سال غزوۂ بدر کبریٰ پیش آیا۔ جس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان المبارک کی آٹھویں تاریخ بدھ کی شام کو مدینہ منورہ سے نکلے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فوج کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ تین سو پندرہ تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ تین سو سترہ تھی۔ ان میں سے مہاجرین ۸۱ تھے اور ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین اور مہاجرین کے حلیف ۹۳ تھے اور بقیہ سب کے سب انصار میں سے تھے۔ اور ان میں سوائے قریشی یا قریشیوں کے حلیف یا ان کے غلام یا انصاری یا انصار کے حلیف یا انصار کے غلام ہی شریک تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں ایک سو مہاجرین تھے جن میں سے ۱۱ ان کے غلام تھے۔ وہاں پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین کے ساتھ جمعہ کی صبح کو مڈبھیڑ ہوئی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف آوری کے ڈیڑھ برس بعد ماہ رمضان یہ بدر پیش آیا ہے۔ مشرکین کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک بیان کی جاتی ہے جن کے ساتھ سو گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور ایک قول

ہے کہ تین گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے پر حضرت زبیر، دوسرے پر حضرت مقداد اور تیسرے گھوڑے پر ابومرثد غنویؓ سوار تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی تعداد معلوم کرنے کیلئے یہ سوال فرمایا کہ ان کے کھانے کا روزانہ نظام کیا تھا۔ تو عرض کیا گیا کہ نو یا دس اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ۹۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰ تک ہوگی۔

علماء فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہداء جنگ بدر میں تھوڑے تھے اور ان کے علاوہ کا قول یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنگ بدر میں ۱۳/افراد شہید ہوئے۔ قریش میں سے ۴/اور انصار میں سے ۹۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۱۴/شہید ہوئے انصار میں سے ۸ اور مہاجرین میں سے ۶۔ اور مشرکین میں سے ۵۰ ایک قول کے مطابق قتل کئے گئے اور اتنے ہی قیدی بنائے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی فتح کی خبر مدینہ منورہ پہنچانے کیلئے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بشارت دینے کیلئے بھیجا۔ اسی سال حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور انہی کی وجہ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بدر سے پیچھے رہ گئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲ رمضان المبارک بدھ کے دن بدر سے مدینہ منورہ واپس ہوئے ہیں۔

اسی سال غزوۃ قرقرۃ الکدر پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُلیم اور غطفان کے جمع ہونے

کی خبر پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شوال میں مدینہ منورہ سے نکلے ہیں اور دس شوال کو واپس تشریف لے آئے ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ مال غنیمت کے طور پر بھیڑیں چرواہوں سمیت حاصل ہوئیں۔

شوال کی دس تاریخ کو غزوہ مغنمہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور وہ بنوسُلیم اور بنوغطفان پر جا کر ٹوٹ پڑے۔ انہیں قتل کیا اور مالِ غنیمت پایا۔ ۱۶ رشوال کو یہ فوج واپس آئی اور مسلمانوں میں سے تین مسلمان شہید ہوئے۔ اسی سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رخصتی ہوئی۔

اسی سال غزوۃ السویق پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ ابوسفیان مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف ذی الحج کی اکیسویں تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے ہیں مگر ابوسفیان اور ان کے ساتھی بھاگ گئے اور وہ پیچھے کھانے پینے کی چیزیں سواریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے پھینک کر چلے گئے۔ ان کی ناکامی پر ان کے ساتھی کہنے لگے کہ تم تو صرف ستو پینے کیلئے گئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحج کی بائیس تاریخ کو مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ شعبان ۳ھ میں پیش آیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی ۲ھ میں حضرت حسن بن علیؓ کی ولادت ہے۔

۳ھ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ایک قول کے مطابق اس سال نصف رمضان میں ہوئی۔ اسی سال میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حمل سے حاملہ ہوئی ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت اور حضرت حسینؓ کے علوق کے درمیان صرف ایک طہر حائل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے پچاس

دن گذرنے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئی ہیں۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔ اور اسی سال غزوۂ بنی قَطِیُوْن پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعلان جنگ کیا۔ انہیں جلاوطنی کا اختیار دیا تھا تو انہوں نے جلاوطنی کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ شام کی طرف بغیر کسی قتال کے جلاوطن کر دیئے گئے۔

اسی سال غزوۂ ذی امر پیش آیا۔ جسے غزوۂ بنی انمار بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس محرم میں اس غزوے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور مال غنیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں حاصل فرمایا اور اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے۔ صفر کی پانچویں تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

اسی سال غزوۂ بنوقینقاع صفر کے مہینے میں پیش آیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا اور وہ محاصرے کے نتیجے میں قلعے سے نیچے اتر آئے۔ اسی سال غزوۂ بحران پیش آیا کہ ربیع الآخر کے شروع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش اور بنو سُلیم کا پیچھا کرنے کیلئے تشریف لے چلے یہاں تک کہ بحران پہنچے جو حجاز کے فروع کے اطراف میں ایک کان (معدن) ہے۔ جمادی الاخریٰ کے شروع میں یہاں سے واپس تشریف آوری ہوئی اور مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اسی سال غزوۂ احد پیش آیا جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شوال کی چودہ تاریخ، جمعہ کے روز شام کے وقت نکلے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر دن کے شروع حصے میں پیش آئے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کا قول ہے کہ مسلمانوں میں سے ۶۵ شہید ہوئے جن میں سے ۴ مہاجرین تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ۴ اور انصار میں سے ۷۰ شہید ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سے زیادہ ہولناک جنگ کہ جس میں سب سے زیادہ مسلمان شہید اور مجروح ہوئے ہوں ایسی اور کوئی پیش نہیں آئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد سے فارغ ہوکر اگلے دن صبح حمراء الاسد کی طرف تشریف لے گئے جو شوال کی ۱۶ر تاریخ تھی۔ اور یہ حمراء الاسد مدینہ منورہ سے ۸ میل کی دوری پر ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں 'اول من استجاب للہ والرسول' ہیں کہ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر سب سے پہلے لبیک کہی وہ یہ دونوں حضرات ہیں۔ باوجودیکہ مسلمانوں کو جنگ احد میں جو زخم پہنچے تھے وہ ابھی تازہ تھے۔ اسی سال غزوۃ الرجیع پیش آیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ الرجیع کے شرکاء چھ حضرات تھے جن میں سے ابی بن عدی ہیں۔

سنہ ۴ھ:

اسی سال سریہ بئر معونہ پیش آیا جو مدینہ منورہ سے چار منزل کی دوری پر ہے۔ جن کو عامر بن الطفیل نے بنوسلیم اور بنوعامر میں لے جا کر ان کو قتل کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عامر بن فہیرۃ رضی اللہ عنہ کی لاش نہیں ملی۔ خیال یہ ہے کہ ملائکہ نے انہیں دفن کر دیا۔

اسی سال غزوۂ بنی نضیر پیش آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی طرف ربیع الاول کی ۹ تاریخ جمعہ کی شام کو نکلے۔ پھر منگل کی شام کو ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور ان کا محاصرہ ۲۳ر دن جاری رہا۔ اور اسی سال صلوۃ الخوف کا حکم نازل ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ ذات الرقاع میں صلوۃ الخوف کا حکم آیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ ذات الرقاع اور صلوۃ الخوف دونوں سنہ ۵ھ میں پیش آئے ہیں۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ غزوہ بنونضیر محرم سنہ ۳ھ میں پیش آیا ہے اور اسی سال غزوۃ الرقاع ہے۔ غزوۃ الرقاع اس کا نام اس لئے دیا گیا کہ جو جھنڈے بنائے گئے تھے وہ چھوٹے چھوٹے

کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنائے گئے تھے۔

جمادی الاولیٰ کی پانچ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے ہیں اور جمادی الاولیٰ کی بائیس تاریخ بدھ کے دن واپسی ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے ساتھ بدر میں ملنے کا جو چیلنج تھا اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں تشریف لے گئے مگر وہاں مشرکین میں سے کوئی نہیں آیا۔

اور اسی سال غزوۃ الخندق پیش آیا جسے غزوۃ الاحزاب بھی کہا جاتا ہے جو شوال میں پیش آیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۃ الخندق اور اس کے بعد غزوہ بنوقریظہ ۵ھ میں پیش آیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۴ھ میں پیش آیا ہے۔ اور بنوقریظہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو ہوئی ہے۔

اسی سال غزوۂ ابی عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ پیش آیا کہ سیف البحر کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بھیجا اور وہ بغیر کسی نقصان کے واپس ہوئے۔ اور اسی سال غزوۂ ذات القُصّہ بھی پیش آیا ہے جس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق کے رستے پر بھیجا اور بغیر کسی نقصان کے وہ واپس تشریف لائے۔

۵ھ:

اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مشرکین کی طرف مالی امداد ارسال فرمائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ وہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اسی ۵ھ میں غزوہ ذات الرقاع ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سال غزوۃ المریسیع بنی المصطلق میں شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سال غزوۃ خندق ہوا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق ہجرت کے چوتھے سال میں ہوا اور اس وقت سردی سخت تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں صرف چار یا پانچ حضرات شہید ہوئے۔

اسی غزوۂ خندق کے موقع پر ہی اللہ پاک نے یہ آیات اتاریں 'اذ جاء و کم من فوقکم و من أسفل منکم'.

قریش یہاں اور وہاں سے اکٹھے ہوکر آئے اور یہود بھی یہاں سے جا کر ان کے ساتھ ملے اور قریش کے ساتھ قبیلہ ہوازن کے لوگ بھی مل کر آئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ۵ ھ میں دومۃ الجندل کا واقعہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے مہینے میں اکیدر کی طرف نکلنے کا تہیہ فرمایا لیکن وہ بھاگ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی نقصان کے واپس تشریف لے آئے۔

اسی سال عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان بن عبداللہ کی طرف بھیجا۔ اور اسی سال عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے قتال کیلئے بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں سمیت ایسیر بن رزام یہودی کے قتل کیلئے بھیجا۔

اسی سال غزوۂ غالب بن عبداللہ ہوا۔ کہ انہیں کُدید بھیجا گیا۔ ابن الملوح کی وجہ سے ان کو بھیجا گیا مگر بغیر کسی نقصان کے وہ واپس آ گئے۔ اسی سال غزوۂ زید بن حارثہ پیش آیا جنہیں وادی قریٰ کی طرف بھیجا گیا وہاں بنوفزارہ کے کچھ لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور ان سے انہوں نے قتال کیا۔

اسی سال غزوہ زید ام قرفہ کی طرف ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام قرفہ کے قتل کا حکم فرمایا تھا اور سوائے اس عورت کے کسی دوسری عورت کے قتل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت زید نے انہیں شکست دی اور ام قرفہ کو ٹھکانے لگایا۔

اسی سال غزوۂ بنی لحیان پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنولحیان کی طرف جمادی الاولیٰ کے شروع میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا بدلہ لینے کیلئے تشریف لے گئے۔ اور اس کے فوراً بعد کارہ میں بسنے والوں کے گھروں کی طرف فوج بھیجی مگر وہ پہاڑوں کی طرف پناہ گزین ہو گئے۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد سرایا بھیجے اور اسی سال

غزوہ ابوعبیدہ پیش آیا جنہیں اسد اور بلی کے قبیلوں کی طرف بھیجا گیا۔بغیر نقصان کے وہ واپس پہنچے ہیں۔

۶ھ:

اسی سال غزوہ بنی المصطلق مریسیع پیش آیا جو مدینہ منورہ سے چھ یا سات منزل کی مسافت پر ہے۔جو مکہ کے رستے پر حجفہ کی جانب میں واقع ہے۔مدینہ منورہ میں ابورُہم الغفاری رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا۔شروع شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی ہوئی اور اسی وقت آیت تیمّم نازل ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال فرمایا اور جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا قیدی بن کر آئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمایا۔قیدیوں کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔حضرت جویریہ نے ان قیدیوں کے بارے میں شب زفاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائی تو تمام قیدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمادئے۔اس پر یہ سات سو قیدی ان کی سفارش پر آزاد ہوئے۔

اور اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا طاہرہ مطہرہ پر تہمت لگائی گئی جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی برأت نازل فرمائی۔اسی سال غزوۂ حدیبیہ پیش آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے ۶ ھ ذیقعدہ میں نکلے اور ذوالحلیفہ میں احرام باندھا۔اثنائے سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ 'ویح قریش. ماخرجت لقتالھم ولکن خرجت معتمرا الی ھذا البیت' (قریش کا ناس ہو میں ان سے لڑنے کے لئے نہیں نکلا میں تو صرف بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلا ہوں اور عمرہ کے ارادے سے جارہا ہوں)۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضیہ ادا فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان دو سال اور ایک قول یہ ہے کہ چار سال تک کیلئے صلح ہوگئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلح کی مدت دس سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں قیام فرما ہوئے اور یہاں حدیبیہ میں ہی بیعۃ الرضوان کا قصہ پیش آیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چودہ سو نفر تھی۔ کہا گیا ہے کہ ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی ہے کہ ہم مرتے دم تک لڑیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر بیعت کی ہے کہ ہم میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ایک قول کے مطابق ڈیڑھ مہینہ رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پچاس راتیں حدیبیہ میں قیام فرمایا۔

حدیبیہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ایک قول کے مطابق محرم کی پانچویں تاریخ کو ہوئی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر بیس رات کے قریب یہاں قیام فرمایا پھر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سعد کو خیبر کی جانب بھیجا۔ وہ وہاں سے بغیر کسی نقصان کے مدینہ منورہ واپس پہنچے۔ اسی سال غزوہ کعب بن عمیر ذات الکلاع پیش آیا۔ یہ ذات الکلاع شام کے علاقے میں واقع ہے۔ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس میں شہید ہوگئے۔ اگرچہ ابن الاثیر کے نزدیک ان کے ساتھی شہید ہوئے اور کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بچ کر مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔

اسی سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شام کے علاقے کی جانب قبائل بلی اور قبائل کلب کی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے۔ بھیجتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے عمامہ باندھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عمامہ باندھنا اس وقت تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دُومۃ الجندُل کی طرف شعبان کے مہینے میں روانہ فرمایا۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف

بھیجا اور ان کی روانگی سے پہلے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو چند سواروں کے ہمراہ بھیج دیا تاکہ اہل خیبر انہیں دیکھ کر مرعوب ہو جائیں۔ سو مقصد ان کے بھیجنے کا اہل خیبر کو خوفزدہ کرنا تھا۔ اس کے بعد بھی جب خیبر والے باہر نکل آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ ان پر حملے کئے یہاں تک کہ ان کو زیر کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسعد بن ھدیم پر حملہ فرمایا۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ وقف فرمائے ہیں۔ اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قحط سالی کی وجہ سے استسقاء کی دعا فرمائی کہ لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے۔

اسی سال ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ ان کی وفات ذوالحج میں ہوئی۔ ان ام رومان رضی اللہ عنہا کی قبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اترے۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاصدوں کے بھیجتے وقت مشورہ دیا گیا کہ اہل عجم صرف اسی خط کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگائی گئی ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی۔ جس کے نگینے پر نقش تھا **محمد رسول الله** ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر نقش تھا '**لا اله الا الله محمد رسول الله**'.

۷ھ:

اس سال ماہ محرم میں غزوہ خیبر پیش آیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر ہجرت کے چھٹے سال میں ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف صرف وہی حضرات نکلے ہیں کہ جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی تھی۔ حدیبیہ والوں کے علاوہ صرف بنوحارثہ کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی اجازت عطا فرمائی۔ مدینہ منورہ پر سباع بن عرطفۃ غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور ایک قول یہ ہے کہ ابورہم کلثوم بن حسین غفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کے قلعوں کو فتح فرمایا۔ اور یہ وہی وعدے کا ایفاء

ہے جواللہ عزوجل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس قول میں فرمایا تھا 'وأخرى لم تقدروا عليها قد أحاط الله بها'.

فدک والوں کو جب غزوۂ خیبر کے واقعات کی خبر پہنچی اور انہیں تفصیلات کا علم ہوا تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اپنے قاصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں بھیجے۔ یہ قاصد خیبر میں ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تھے یا خیبر کے رستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے دونوں اقوال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کی آمدنی کی ایک معقول مقدار پر ان کی پیشکش قبول فرمالی۔ چونکہ فدک پر فوج سے حملہ کر کے فتح کی نوبت نہیں آئی بلکہ فدک والوں نے خود ہی صلح کی کوششیں شروع کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرمالیا اس لئے فدک صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے خاص تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں تشریف لے گئے اور اس کو فتح فرمایا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے بادشاہ کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جس نے اس گرامی نامے کو چاک کر ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا 'مَزَّقَ اللّٰہُ عَلَیْہِ مُلْکَهٗ' اللہ اس کے ملک کو بھی پارہ پارہ فرمائے۔ اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو روم کے شہنشاہ قیصر کی طرف خط دے کر بھیجا۔ اسی سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سواروں میں شامل فرما کر لُخَیّہ کے علاقہ میں بھیجا۔

اسی سال غزوہ ذات السلاسل ہوا جو شام کے رستے کے قریب ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بنو سعد کے لوگوں کے ساتھ جا کر بنو قزاعہ اور ان کے قریب والوں سے غزوہ کیا۔ اس موقع پر انہوں نے مزید مدد کی ضرورت محسوس کی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں درخواست ارسال کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر امداد بھیجی۔ جو حضرات وہاں تشریف لے گئے ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اوران کے علاوہ دیگر مہاجرین بھی تھے۔ان سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔

اسی سال ذی القعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں مشرکین نے مسلمانوں کو مسجد حرام سے روک دیا تھا۔مدینہ سے روانگی پر تو ہتھیار ہمراہ تھے لیکن جب یہ حضرات یانجج تک پہنچے تو تمام زائد اسلحہ اتار کر رکھ دیا اور احرام کی حالت میں اس طرح مکہ مکرم میں داخل ہوئے کہ جتنا اسلحہ ایک عام سوار کے پاس ہوتا ہے یعنی تیر اور نیام میں بند تلواریں وہی ہمراہ تھا۔اسی شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔اس غزوہ کو غزوۂ قضیہ کہا جاتا ہے۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔جس کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے باہر کے علاقے میں قیام فرما ہوئے تھے۔ یہ ذی القعدہ کی سولھویں تاریخ تھی۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام صرف تین دن رہا کہ قریش کی طرف سے بطورِ شرط صرف اتنے قیام کی ہی اجازت تھی۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے کوچ فرمایا اور اپنے غلام حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تاکہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آجائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقام سرف میں شب زفاف فرمائی۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں اس لئے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بھی خالہ ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کو نکاح کیلئے اپنا وکیل بنایا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد

نکاح میں دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع اور انصار کے ایک آدمی کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور نکاح کے وقت یہ دونوں حضرات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے وکیل تھے۔

اسی سال غزوۂ زید بن حارثہ ہے جو عراق کے رستے میں طرف کی جانب واقع ہے وہ وہاں سے بغیر کسی نقصان کے واپس آئے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور غابہ کی طرف بھیجا اور ان کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ رفاعہ بن قیس قبیلہ قیس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کیلئے اکٹھا کر رہا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات خاموشی سے وہاں پہنچے اور ابن ابی حدرد نے اسے تیر مارا اور قتل کر دیا۔

اسی سال غزوۂ ابن ابی حدرد پیش آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی خشب کی طرف حضرت ابن ابی حدرد کی قیادت میں ایک جماعت کو بھیجا۔

اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف بنایا۔ ایک قول یہ ہے کہ منبر ۸ھ میں بنا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منبر کی لکڑی غابہ کے جنگل سے لائی گئی تھی۔ جسے سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے غلام نے بنایا تھا۔ دیگر کی رائے یہ ہے کہ ایک انصاری عورت کے غلام نے بنایا تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کے غلام نے منبر بنایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا جس پر سہارا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے وہ آواز سے رو پڑا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے اتر کر اس کے قریب تشریف لے گئے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا تب جا کر وہ چپ ہوا۔

۸ھ:

اسی سال غزوہ موتہ پیش آیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج موتہ کی طرف بھیجی۔ موتہ شام کے علاقے میں ہیں۔ جمادی الاولیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فوج بھیجی اور ان پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر بنیں۔ اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ چنانچہ ان کا ہرقل کی فوج کے ساتھ جو وہاں اکٹھی تھی مقابلہ ہوا۔ جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں ایک منظّم فوج کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے جو آزمودہ کار سپاہی تھے۔ یہ فوج اس کے علاوہ ہے جو قبائلِ عرب میں سے ان کے ساتھ مل گئے تھے۔

یہ مقابلہ موتہ میں پیش آیا۔ جن حضرات کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لئے تھے وہ سب شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے اتفاق رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی فوج کو قتل کیا۔ فتح کی خوشخبری لے کر ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حالانکہ اس خبر کے آنے سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فتح کی خوشخبری سنا چکے تھے۔

اسی سال دخان ہوا۔ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۔ نیز اسی سال غزوۃ الفتح پیش آیا۔ جب کہ ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس کی خواہش یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدت صلح بڑھا دیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ابوسفیان مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا کہ بظاہر آپ قبیلہ ہوازن سے لڑنے کیلئے نکلنے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور مدینہ منورہ پر ابورہم الغفاری رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ پھر ذوالحلیفہ میں پہنچ کر دستوں کی ترتیب درست فرمائی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

ذوالحلیفہ ہی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملے۔ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ وہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشلّل کی طرف ایک دستہ دے کر بھیجا۔جس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر مقرر فرمایا اور مشلّل کے بت کو گرانے کا حکم دیا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ فرمایا۔مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خیمہ زن ہوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آٹھ ہزار یا دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔روانگی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہت سفر کو لوگوں سے چھپایا تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کس جگہ کا ہے۔اللہ عزوجل سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا گو رہے کہ مشرکین مکہ سے یہ سفر مخفی رہے۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ مکرمہ کے سال دس ہزار یا بارہ ہزار کی فوج لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔حال یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پالان کے سامنے والی، اگلی لکڑی کی طرف مکمل طور پر جھکے ہوئے تھے۔قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جاتی۔ یہ تواضع اور اللہ عزوجل کے سامنے شکر کا اظہار تھا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جارہے تھے 'اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ'.

فتح مکہ کے بعد صفا ومروہ پر جو بت تھے انہیں گرایا گیا اور بیعت ہونے والے مردوں اور عورتوں کے ہجوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پر تین دن تک بیعت فرماتے رہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور یہ عظیم الشان واقعہ ۸ھ رمضان المبارک کی ۱۹ویں تاریخ کو پیش آیا۔جب کہ اس سے قبل ۶ھ میں خیبر فتح ہو چکا تھا۔مشرکین مکہ کی مدینہ منورہ پر آخری لشکر کشی ۴ھ میں ہوئی تھی جسے غزوہ خندق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ۸ھ میں کعبہ سے مقام ابراہیم کو نکالا گیا۔

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرایا بھیجے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رُمَیصہ والوں کی طرف بھیجا۔ پھر دوبارہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کو نخلہ یمانیہ کی طرف بھیجا۔ جو نخلہ میں ایک جگہ تھی جس میں ایک درخت تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس کو انہوں نے گرادیا اور واپس لوٹ آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں واپس بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ 'اَقْلِعْ اَصْلَهَا' کہ اس کی جڑوں کو بھی اکھاڑ کر پھینک دو۔

اسی سال غزوۂ حنین پیش آیا جس کا سبب یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کی مدد کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا تو قبیلہ ہوازن کو خبر ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ وہ تیار ہوگئے یہاں تک کہ سوق ذی المجاز تک پہنچ گئے۔ ان کی نقل وحرکت کی اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ سے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے وادی حنین کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہ اتوار کی رات تھی۔ اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح فرمائی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ حنین ہی میں قیام فرمایا اور یہاں رہ کر مختلف جگہ سرایا بھیجتے رہے۔ اس کے بعد اسی سال میں غزوہ طائف ہوا۔ غزوہ طائف سے فارغ ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ ثقیف کے جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا محاصرہ فرمایا۔

اسی سال غزوہ جعرانہ ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف سے فارغ ہوئے تو ذو القعدۃ کے آخر میں عمرۃ الجعرانہ ادا فرمایا۔ اس عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ذی القعدہ کے بقیہ دن اور ذی الحجہ کا مہینہ مقیم رہے۔ اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور عرفات میں مسلمانوں نے بھی وقوف کیا اور مشرکین نے بھی جیسا کہ مشرکین زمانہ جاہلیت سے کرتے چلے آئے تھے۔

۹ھ:

اس سال لوگ بڑی کثرت کے ساتھ اور تیزی سے اسلام کی طرف آنے لگے۔ اسی سال مسیلمۃ الکذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب ارسال فرمایا۔ اسی سال غزوہ تبوک پیش آیا جسے جیش العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کی طرف خطوط بھیجے۔ جن قبائل میں اسلام پھیلنا شروع نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور جن قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا ان کو رومیوں سے غزوے کیلئے نکلنے کو لکھا اور ان سب سے تبوک کا وعدہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہاں آکر ملیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کی پہلی تاریخ کو تبوک کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ منزلوں پر منزلیں طے کرتے تبوک پہنچ گئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک شدید گرمی میں پیش آیا ہے۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ تبوک تشریف آوری پر رومیوں کے شہنشاہ کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بادشاہ کا جواب اور اپنی طرف سے پیغام دے کر اس وفد کو واپس بھیجا۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ٹھہر کر قرب و جوار کے علاقوں میں سرایا روانہ فرمائے۔

اسی غزوے میں منافقین کی ایک جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھاٹی سے نیچے گرادیں۔ لیکن اللہ عزوجل نے منافقین کی اس حرکت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے خبر دے دی اور اس کیلئے آیت اتری۔ جو سورۃ براۃ میں ہے۔

اسی طرح تین صحابہ کرام جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے تذکرے کی آیات بھی نازل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شوال میں مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کرنے کیلئے بھیجا۔ ان کے روانہ ہو جانے کے بعد سورۃ برأۃ نازل ہوئی تو سورۃ برأۃ کی آیات دے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں سورۃ برأۃ کی آیات کا اعلان فرمائیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'اول من اقام للناس الموسم ابو بکر' کہ اسلامی حج کے امیر سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۹ ھ میں بنائے گئے۔

۱۰ھ

اب اسلام تام ہو گیا۔ ہر جگہ عام ہو گیا۔ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کی طرف بھیجا تو وہ بغیر کوئی نقصان اٹھائے وہاں سے واپس پہنچے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو داروم کی طرف بھیجا جو فلسطین کے علاقے میں واقع ہے۔ انہوں نے بہت سارا مال غنیمت حاصل کیا اور خود سلامت رہے اور واپس لوٹے۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینۃ بن حصن رضی اللہ عنہ کو بنو العنبر کی جانب بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں لیکن انہوں نے دعوت قبول نہیں کی تو ان سے انہوں نے قتال کیا اور انہیں قیدی بنایا۔ اسی سال بحرین کا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا جو ایک لاکھ یا اس سے آٹھ ہزار درہم زیادہ تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دراہم کو لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسری بار پھر یمن کی طرف بھیجا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بھیجنا علم دین کی تعلیم کی خاطر تھا جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمال سے صدقات کی وصولی کیلئے تھا۔ روانگی کے وقت انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع میں آ کر ملیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں آ کر ملے۔

اسی سال حجۃ الوداع ہوا۔اس کا نام حجۃ الوداع اس لئے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کوالوداع فرمایا۔اوراس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے۔اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'هَلْ بَلَّغْتُ؟' ۔اور حجۃ الاسلام بھی اس کا نام ہےاس لئے کہ یہ وہ حج ہے کہ جس میں حج کا یہ عظیم الشان رکن تنہا صرف مسلمانوں نے ہی ادا کیا۔کوئی ایک مشرک بھی اس حج میں شامل نہیں تھا۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو یمن میں ذوالکلاع کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ ذوالکلاع نے اسلام قبول کیا اور جریر رضی اللہ عنہ اس وقت واپس لوٹے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی۔

۱۱ھ

اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کے علاقے میں موتہ کی طرف بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ ان سے قتال کریں۔مگر اسامہ رضی اللہ عنہ کے بھیجنے کے اس امر کی تنفیذ نہیں ہوسکی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس امر کو نافذ فرمایا۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ **فیها قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم بأبی هو وامی صلی الله علیه وسلم ورحم وکرم** ۔ربیع الاول کی بارہویں تاریخ پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے۔ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں،آپ کی باری میں،آپ کے سینے پر وفات ہوئی۔یہ چاشت کا وقت تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منگل کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ تنہا تنہا پڑھی کوئی اس نماز میں امام نہیں تھا۔تدفین کے متعلق ایک قول یہ ہےاس وقت ہوئی جب کہ جب سورج ڈھل چکا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ،حضرت علی رضی اللہ عنہ،فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ تھے۔اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صالح شریک تھے۔اور یہی حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں اترے۔اور کہا گیا ہے کہ ان حضرات کے ساتھ حضرت اسامہ اور اوس بن خولی بھی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور تکلیف حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں صفر کی اٹھائیسویں تاریخ میں بدھ کے دن شروع ہوئی تھی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں منتقل ہوگئے۔وہاں پہنچ کر بیماری مزید بڑھ گئی یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

اسی سال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی گئی۔وفات حسرت آیات کا سن کر عرب میں سے کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے۔اسی سال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابن العجاء کو جلا دیا جس کا نام یاس بن عبداللہ بن یعلیل ہے اور یہ اس لئے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ وہ مرتدین سے لڑنے پر اس کی تعیین کریں اور اسے سواری دیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تو وہ روانہ ہوگیا لیکن میدان کارزار میں پہنچ کر اس نے مسلمانوں اور مرتدین دونوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔اس کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا چنانچہ ان کی ہدایت پر ابن العجاء پکڑا گیا۔کہا گیا ہے کہ اس کو آپ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور پھر جلا دیا۔

اسی سال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کی جانب فوج لے کر پیش قدمی کی اور اس کو

شکست دی۔اس کے ساتھی قتل کئے گئے اور طلیحہ فرار ہوا۔ بعد میں وہ اسلام لے آیا اور بہت اچھا مسلمان رہا۔اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق مسیلمہ کے تعاقب میں یمامہ کی طرف بڑھے۔اسی طرح ایک اور عورت تھی جسے سجاح بنت حارث کہا جاتا ہے جو بنو تمیم میں سے تھی جس سے مسیلمہ نے نکاح کیا تھا۔کہا گیا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یمامہ صلح سے فتح کیا۔آپ سے یمامہ پر مجاعہ بن مزارعہ نے صلح کی اور مسلمانوں میں سے گیارہ سو افراد جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔اور کہا گیا ہے کہ چودہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سے ستر وہ حضرات تھے جو قرآن کریم کے حافظ عالم تھے۔

اسی سال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک کی تین تاریخ کو وفات ہوئی جب کہ ان کی عمر شریف انتیس برس تھی۔اور یہ وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ایک قول یہ ہے کہ تین ماہ بعد وفات ہوئی۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول ہی زیادہ ثبوت والا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر ۲۰ھ میں فتح ہوا اور افریقہ بھی فتح ہوا جس دن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی وفات ہوئی۔ان کے علاوہ کہتے ہیں کہ ۲۷ھ میں مصر اور افریقہ فتح ہوا ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی جب کہ ان کی عمر ۳۲ برس تھی۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ۷۸ برس کی عمر ملی۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بیالیس برس میں ہوئی۔اور کہا گیا ہے کہ ۳۸ برس میں آپ کا انتقال ہے۔سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اس وقت ہوئی ہے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تین سال باقی رہ گئے تھے۔

سید الغزاۃ صلی اللہ علیہ وسلم
کے غزوات



صلى الله عليه وسلم


صلى الله عليه وسلم
محمد
عبدالله
شيبة الحمْد عبدالمطلب
هاشم ، عمرو
المغِيرة عَبد مَنَاف ،
قصي ،زيد
كِلاب
مُرَّة
كَعْب
لُؤَيّ
غَالِب
فِهْر ، قريش
مَالك
النّضْر ، قيس
كِنَانَة
خُزَيْمَة
مُدْرِكة ، عمرو
إليَاس
مُضَر
نِزَار
مَعَدّ
عَدْنان
الطيب
القاسم
إبراهيم
عبدالله الطاهر
رقية
زينب
أم كلثوم
فاطمة
الحارث
قثم
الضيداق
أبو لهب
حَجْل
العباس
حمزة
عبد مناف
عبدالكعبة
ضرار
المقوّم
الزبير
نضلة
أبو صيفي عمرو
صَيفي
الأرقم
أسَد
الشّفاء
عبد شمس
قلابة
تُماضر
المطلب
رَيْطة
عُبيد
أميمة
نوفل
عَبْد
عبدالعزى
عبدالدار عبدالله
نَخْر
سَبْرة
نُعْم
زُهرة
يَقَظة
تَيْم
الحارث
عامر
عَوْف
سَعد
خزيمة
سَامَة
مُحارب
الحارث
قيس
تَيْم
جَوْن
ذِئب
أسَد
مالك
جُمَل
الحارث
يَخْلد
خزاعة
الصّلت
غزوان
عوف
سَعد
عامر
جَرْوَل
مَلكان
مِلْك
مَخْرمة
غَنم
عبد مناة
الحارث
مُلَيْك
عَمرو
الهُون
عبدالله
أسَد
أسدة
غالب
هُذيل
قَيْس
سَعد
عُمَير
عامر
عيادن الناس
أنمار
إيار
ربيعة
سَنام
العُرْف
قُنص
قُناصة
عدين
العَيّ
أُبي
الرَّيْث



ہجرت نبوی

اور جب کہ آپ کے ساتھ کفار مکر کر رہے تھے تاکہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو وطن سے نکال دیں۔ اور وہ مکر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہے تھے۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔

(الانفال:30/8)

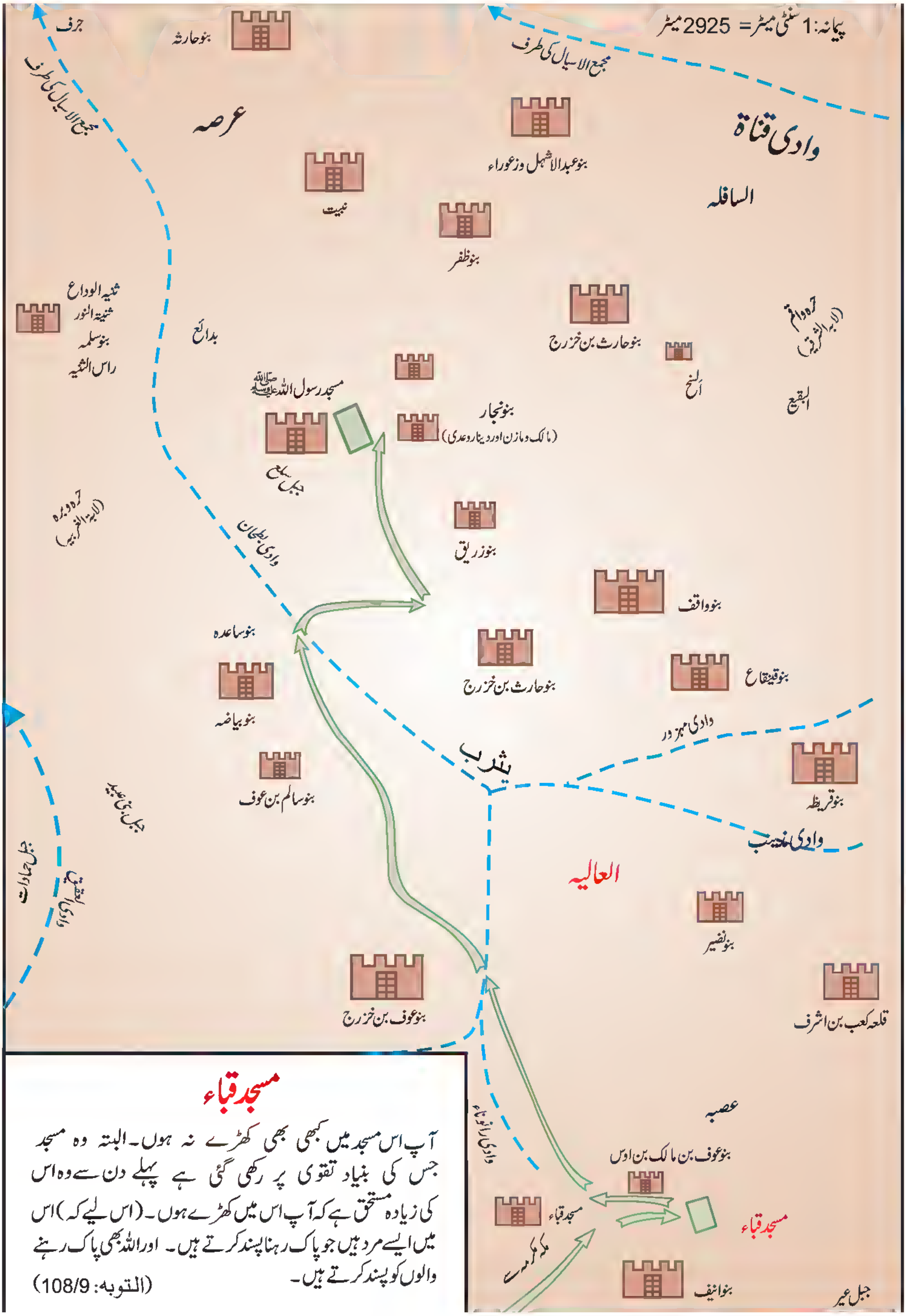
اگر تم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت نہیں کرو گے تو یقیناً اللہ آپ کی نصرت کر چکا ہے جب آپ کو کافروں نے وطن سے نکالا اس حال میں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو میں سے دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے
جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنا سکینہ ان پر اتارا اور ان کی مدد کی ایسے لشکروں کے ذریعہ جن کو تم نے دیکھا نہیں

(التوبہ:40/9)

ہجرت کا راستہ

قافلوں کا متروک راستہ

* نبی ﷺ 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر کو قباء پہنچے۔ یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تاریخ کی ابتدا ہے۔

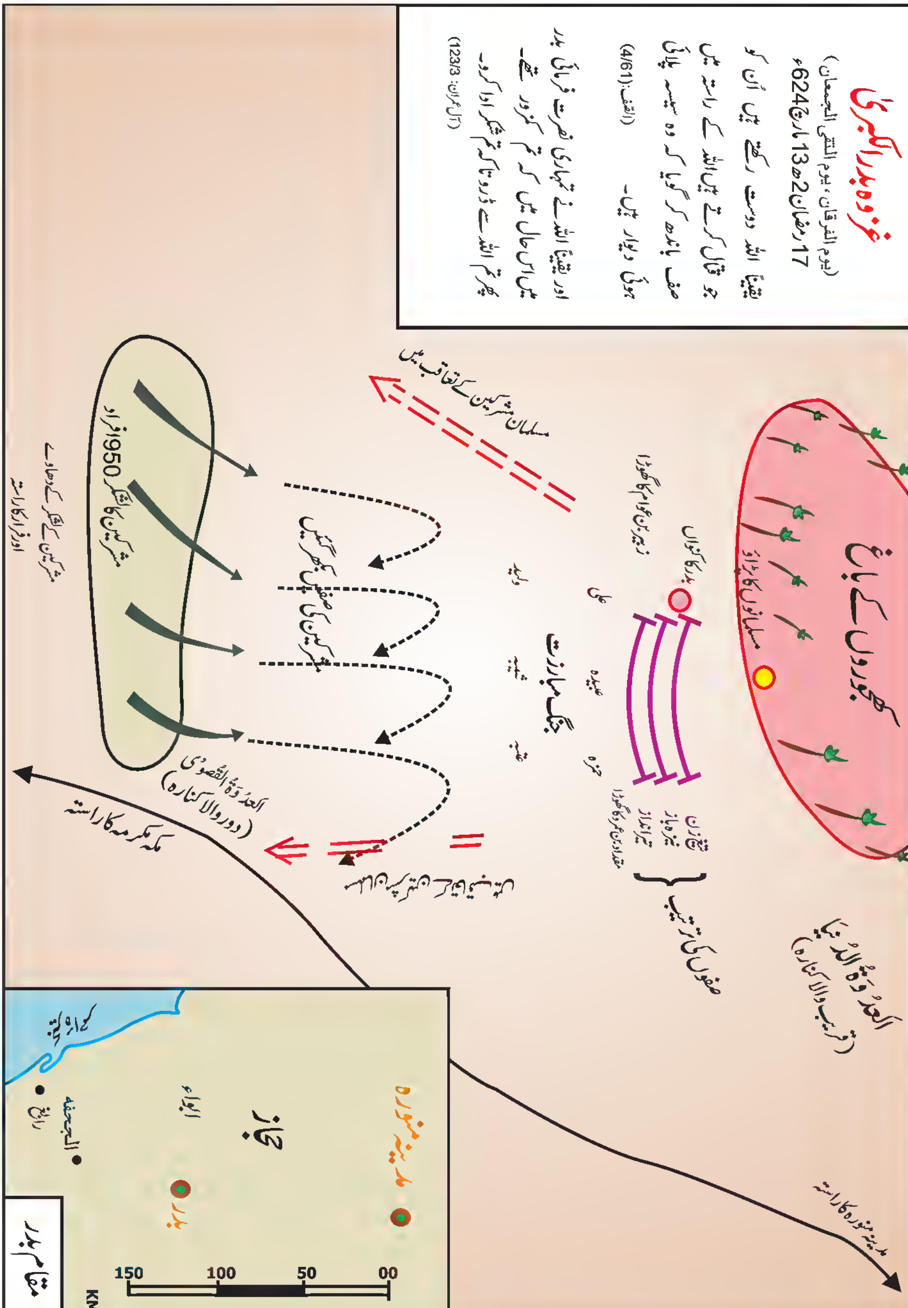


مسجد قباء

آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ (اس لیے کہ) اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

(التوبہ: 108/9)

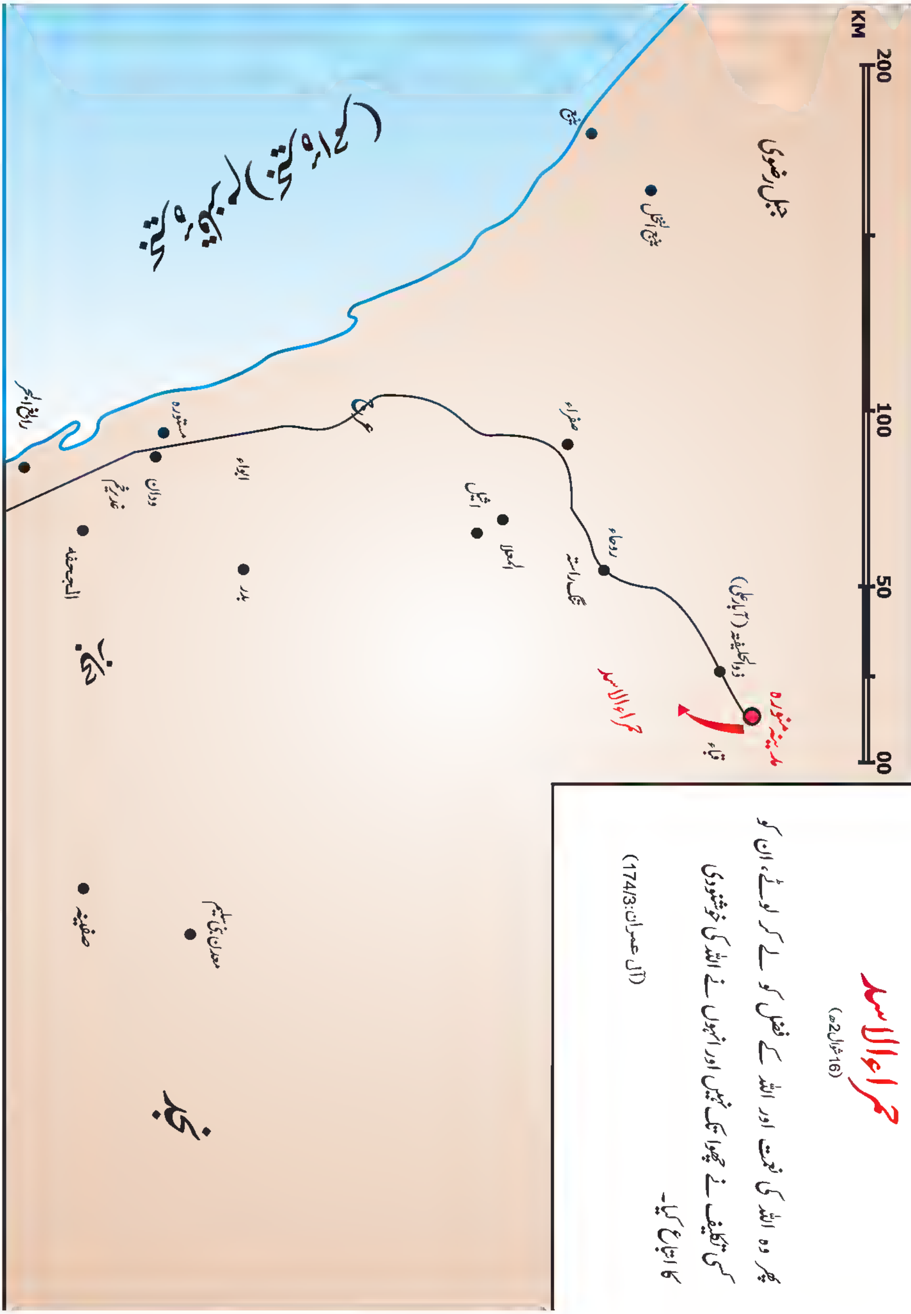
مقصد سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	شرکائے سفر	جہت سفر	تاریخ سفر
جنگ میں کافروں کی تعداد ۱۰۰۰ تھی ۔ ۷۰ صنادید قریش قتل اور ۷۰ قید ہوئے۔	ابو لبابہ بن عبد المنذر الانصاریؓ	۸۴ مہاجرین اور ۲۲۹ انصار	غزوۂ بدر کبریٰ	۱۷/ ۱۹/ ۲۰ رمضان ۲ھ



مقصد سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	شرکائے سفر	جہت سفر	تاریخ سفر
تمام غزوات میں سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا	عبد اللہ ابن ام مکتومؓ	۱۰۰۰ افراد۔ جن میں سے ۳۰۰ منافق پلٹ گئے	غزوۂ احد	ہفتہ ، ۱۵ شوال ۳ھ



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت	مقصد سفر
اتوار ۱۶ شوال ۳ھ	غزوۂ حمراء الاسد	۳۶۰ صحابہؓ		جنگ احد سے واپسی پر ابوسفیان اور کفار قریش یہاں جمع ہوگئے تھے۔ ان کے تعاقب میں روانگی ہوئی۔ لیکن وہ خبر لگنے پر بھاگ کھڑے ہوئے۔



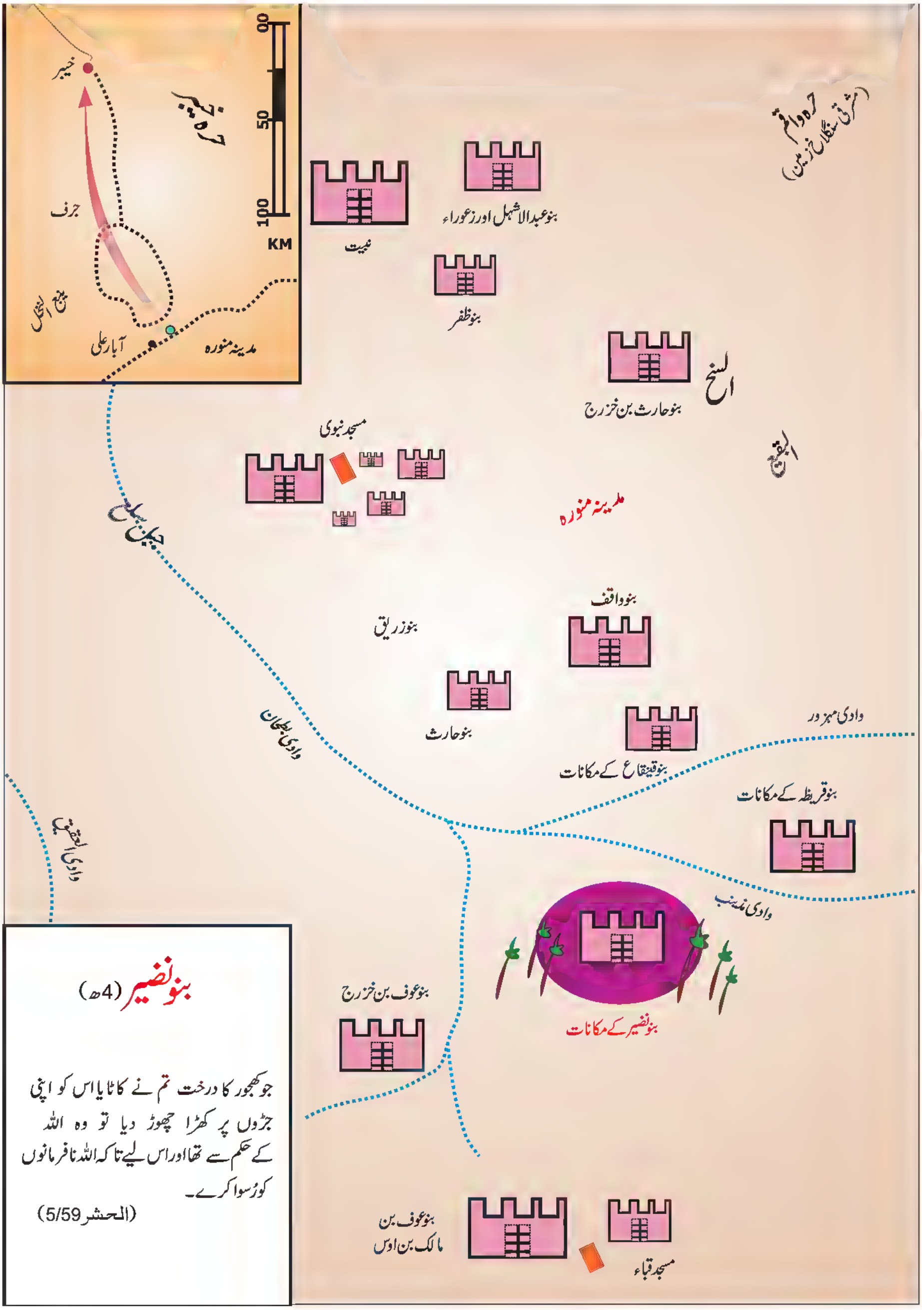
حمراءالاسد

(16شوال2ھ)

پھر وہ اللہ کی نعمت اور اللہ کے فضل کو لے کر لوٹے، ان کو کسی تکلیف نے چھوا تک نہیں اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کا اتباع کیا۔

(آل عمران:174/3)

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
ربیع الاول ۴ھ	غزوۂ بنی نضیر		ابن ام مکتومؓ	بیس دن کے محاصرہ کے بعد وہ جلا وطنی پر راضی ہوگئے۔

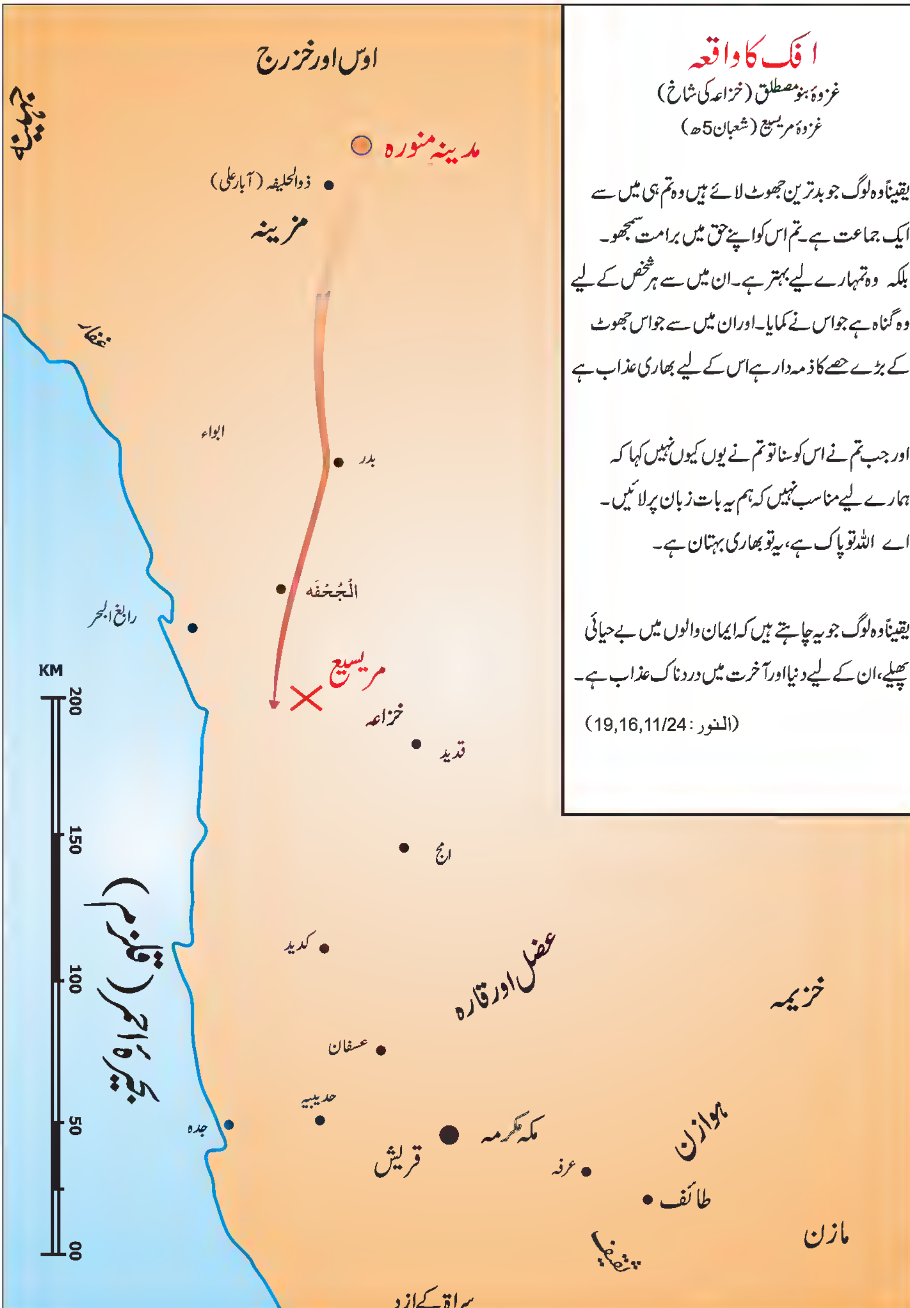


بنونضیر (4ھ)

جو کھجور کا درخت تم نے کاٹا یا اس کو اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا اور اس لیے تاکہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

(الحشر 5/59)

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
شعبان ۵ھ	غزوۂ بنو مصطلق / غزوہ مریسیع	۷۰۰ صحابہؓ	زید بن حارثہؓ یا ابوذر غفاریؓ	دشمنوں کو جنگ میں شکست ہوئی اور غنیمت حاصل ہوئی۔



افک کا واقعہ

غزوۂ بنومصطلق (خزاعہ کی شاخ)

غزوۂ مریسیع (شعبان 5ھ)

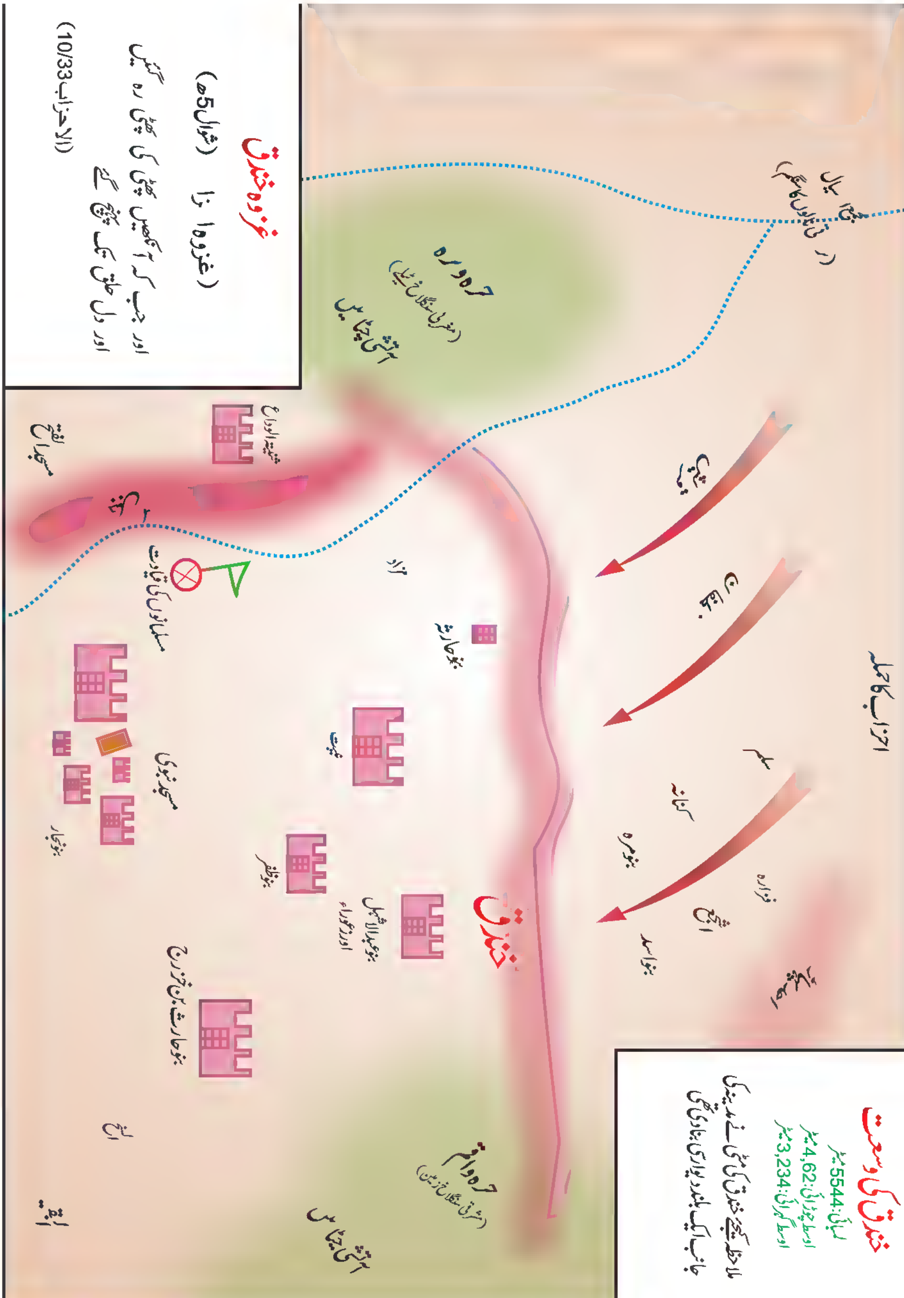
یقیناً وہ لوگ جو بدترین جھوٹ لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔تم اس کو اپنے حق میں برا مت سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ان میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔اور ان میں سے جو اس جھوٹ کے بڑے حصے کا ذمہ دار ہے اس کے لیے بھاری عذاب ہے

اور جب تم نے اس کو سنا تو تم نے یوں کیوں نہیں کہا کہ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں۔ اے اللہ تو پاک ہے، یہ تو بھاری بہتان ہے۔

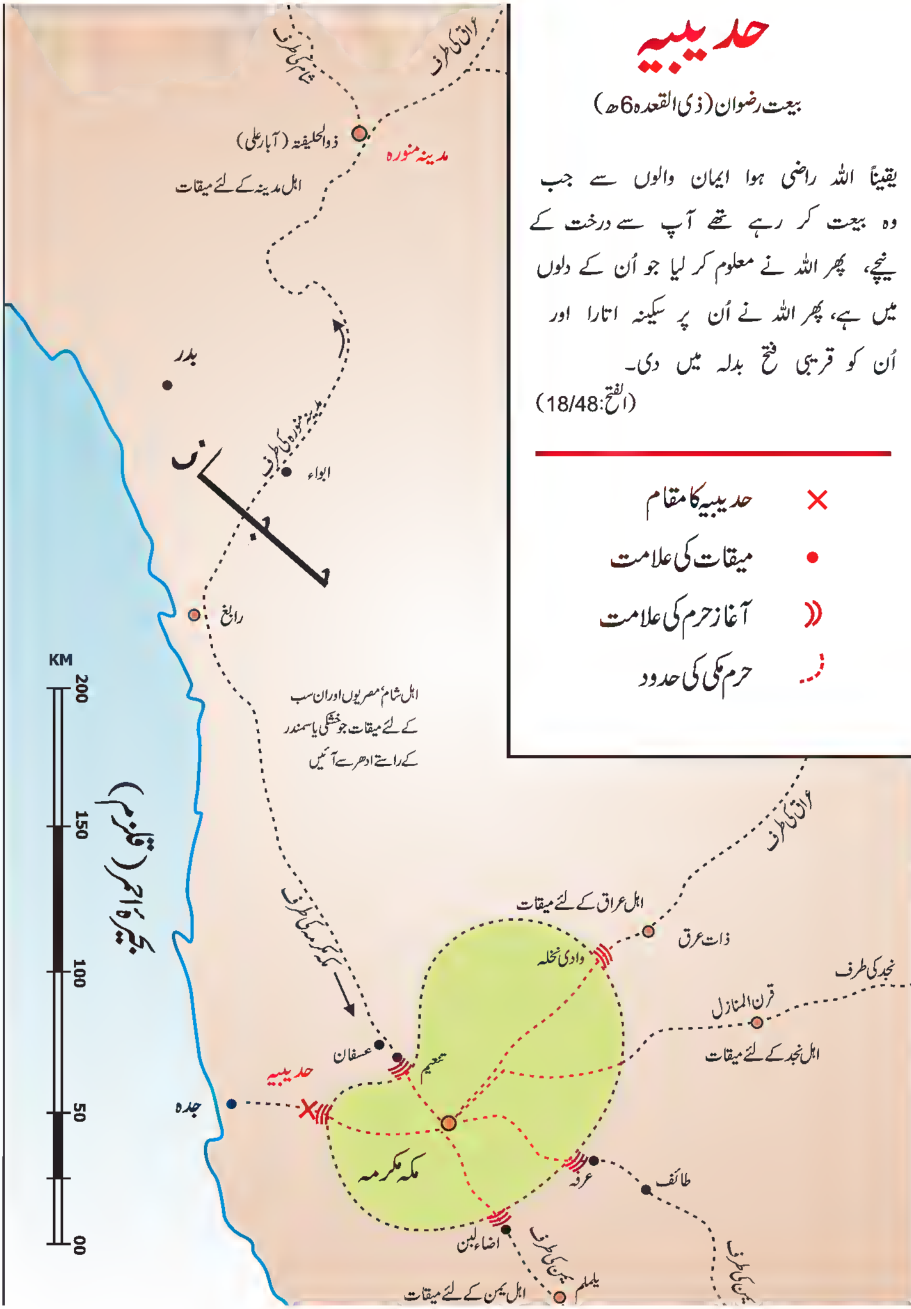
یقیناً وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے،ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

(النور: 19,16,11/24)

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
شوال / ذیقعدہ ۵ھ	غزوۂ خندق / غزوۂ احزاب	۳۰۰۰ صحابہؓ	عبد اللہ ابن ام مکتومؓ	دس یا بارہ یا پندرہ ہزار مشرکین کے حملے کی اطلاع پر مدینہ سے باہر خندقیں کھود کر دشمنوں کو روکنے کیلئے تشریف لے گئے اور کامیاب واپسی ہوئی۔



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
یکم ذیقعدہ ٦ھ	غزوۂ حدیبیہ	۱۴۰۰/ ۱۵۰۰ صحابہؓ	عبد اللہ بن ام مکتومؓ / نُمیلہ بن عبداللہ اللیثیؓ	عمرہ کا ارادہ تھا۔ مگر کفار کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سال نہ کرسکے۔ صلح ہوگئی۔



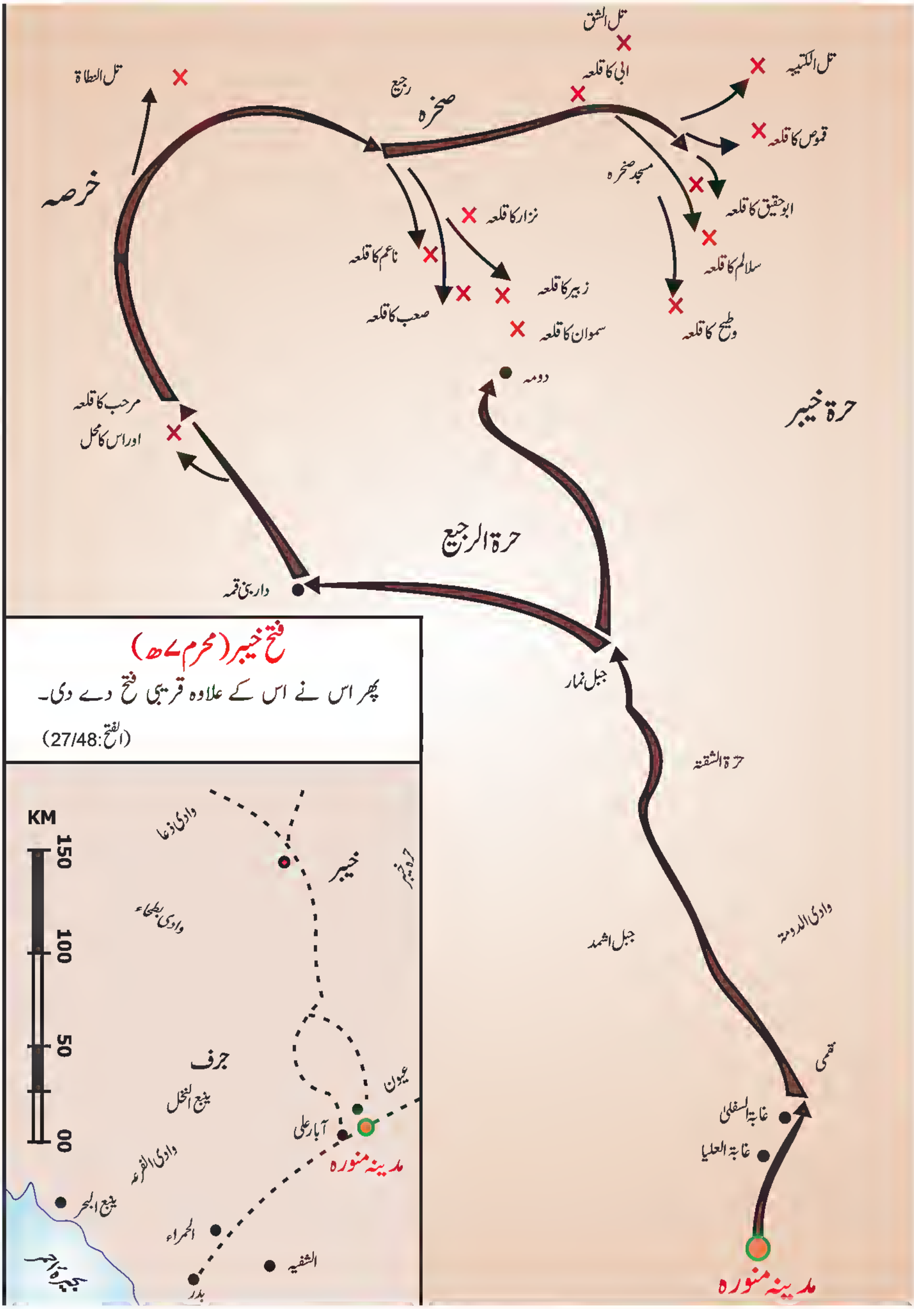
حدیبیہ

بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)

یقیناً اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے درخت کے نیچے، پھر اللہ نے معلوم کر لیا جو اُن کے دلوں میں ہے، پھر اللہ نے اُن پر سکینہ اتارا اور اُن کو قریبی فتح بدلہ میں دی۔
(الفتح:18/48)

- حدیبیہ کا مقام
- میقات کی علامت
- آغاز حرم کی علامت
- حرم مکی کی حدود

تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
محرم ۷ھ	غزوۂ خیبر	۱۴۰۰ پیادے اور ۲۰۰ سوار	سباع بن عرفطہؓ	خیبر فتح ہوا۔



فتح خیبر (محرم ۷ھ)

پھر اس نے اس کے علاوہ قریبی فتح دے دی۔

(الفتح:27/48)

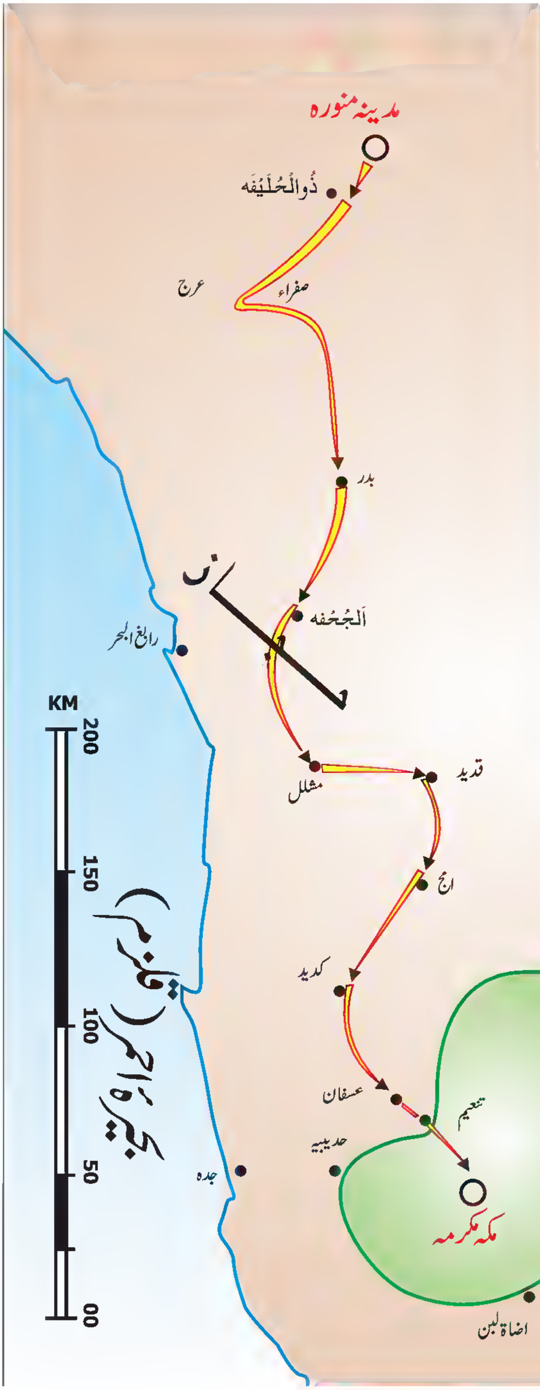
عمرۃ القضاء

(ذی قعدہ 7ھ)

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا کہ واقع میں مسجدِ حرام میں ان شاء اللہ تم ضرور داخل ہوں گے امن سے، اپنے سروں کو منڈائے ہوئے اور قصر کرائے ہوئے بے خوف ہو کر۔
(الفتح:27/48)

میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

اور وہ مؤمن عورت جو اپنی ذات نبی کو ہبہ کر دے
(الاحزاب:50/33)

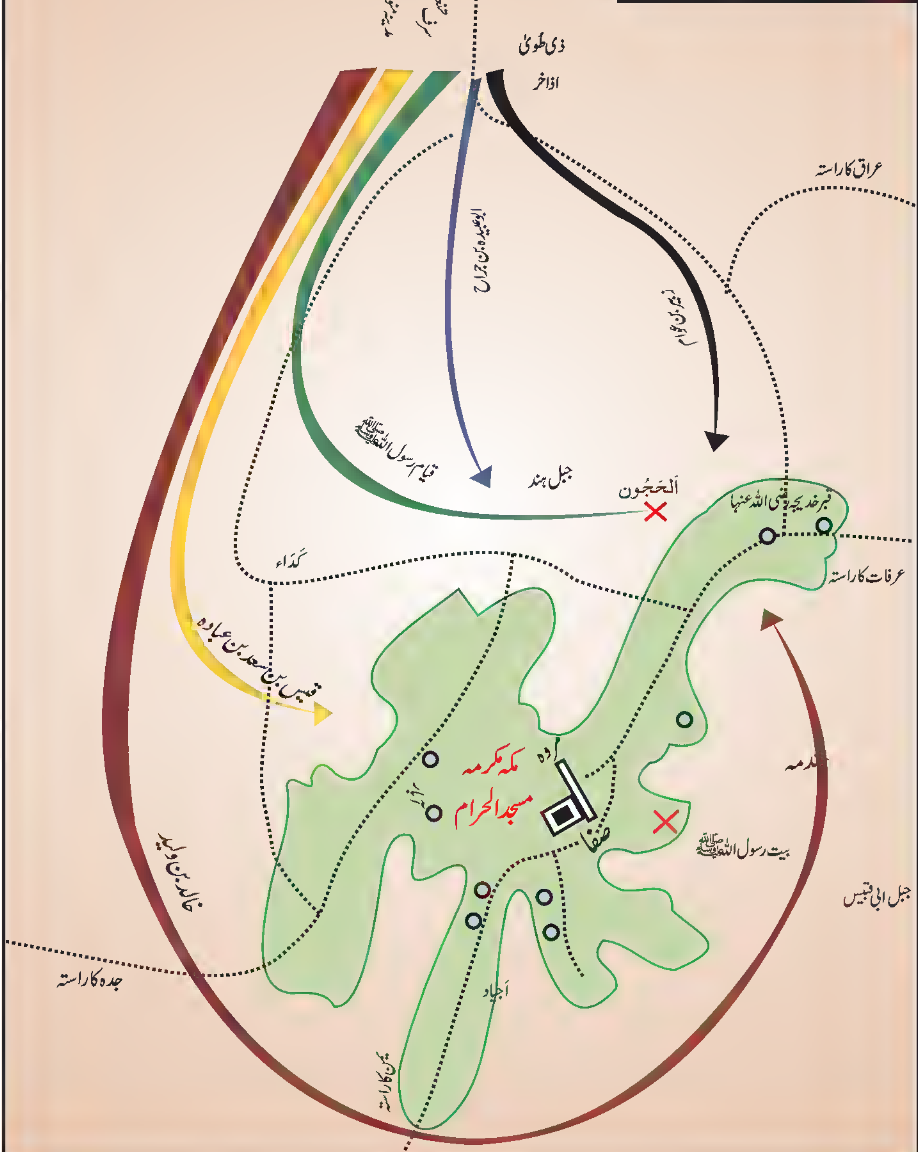


تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
جمعۃ المبارک ۱۷/ ۱۹/ ۲۰ رمضان ۸ ھ	فتح مکہ / غزوۃ الفتح	۱۰۰۰۰ قدسی صحابہؓ	عبد اللہ بن ام مکتومؓ (امامت نماز)/ ابورہم بن کلثوم بن حصینؓ (دیگر امور)	قریش کی عہد شکنی پر انہیں سزا دینے کیلئے سفر فرمایا اور مکہ فتح ہوا۔

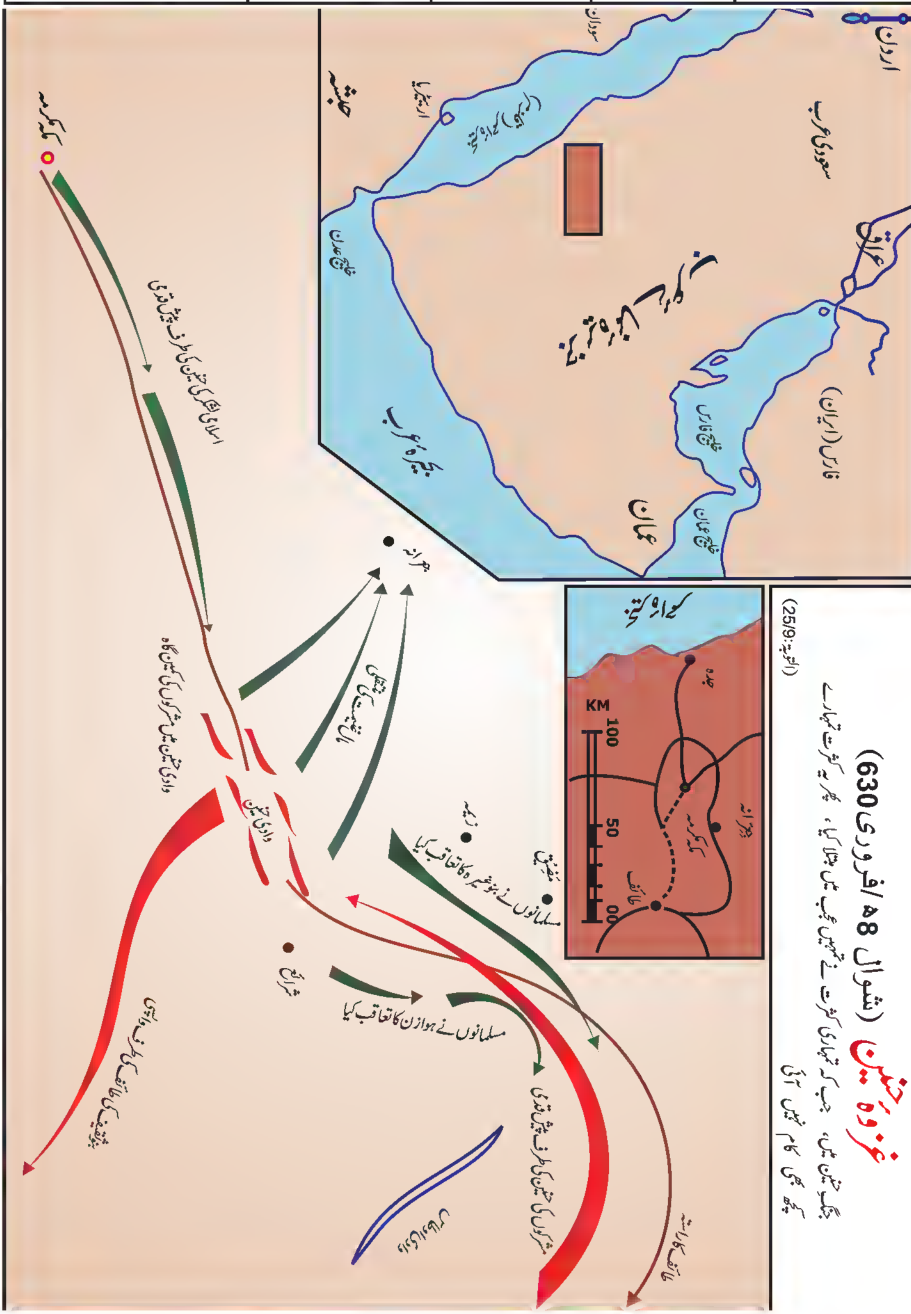
فتح مکہ (20 رمضان 8ھ)

جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے

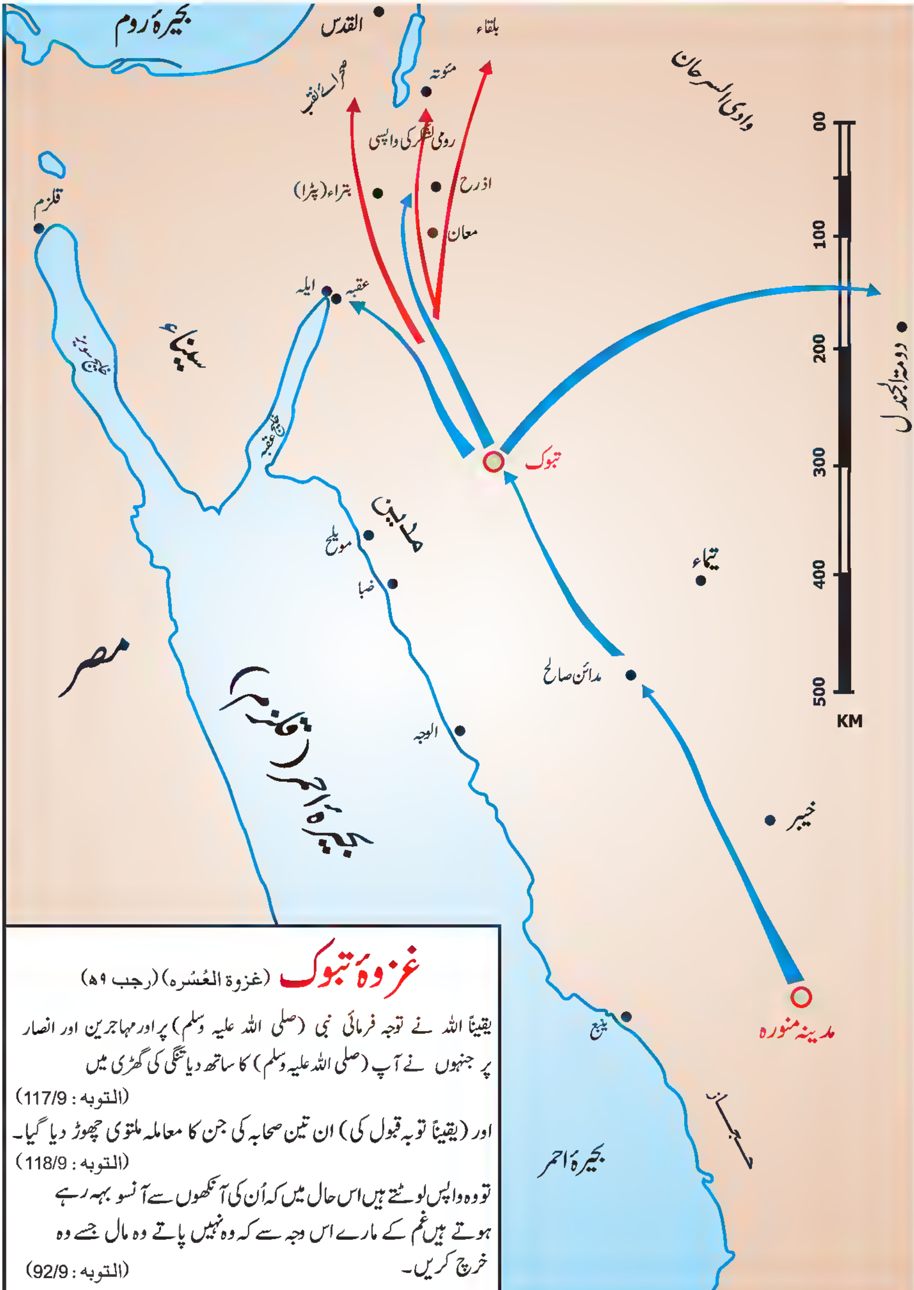
(النصر:1/110)



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
٦ شوال ٨ھ	غزوۂ حنین / غزوۂ طائف	۱۰۰۰۰ قدسی صحابہ ۲۰۰۰ طلقائے مکہ	مکہ میں (عتاب بن اسیدؓ) غزوۂ الفتح کے بعد مکہ سے ہی سفر ہوا۔	دشمنوں کے اجتماع اور حملہ کی تیاری کی خبر سن کر ان کی سرکوبی کیلئے تشریف لے گئے۔ فتح اور بھاری غنیمت حاصل ہوئی



تاریخ سفر	جہت سفر	شرکائے سفر	امامت و امارت کس کے سپرد فرمائی	مقصد سفر
رجب ۹ ھ	غزوۂ تبوک/ غزوۃ العسرۃ / ساعۃ العسرۃ / الفاضحہ	۳۰۰۰۰ / (اور شاید خدام و اتباع کو ملا کر)۷۰۰۰۰		نہایت تنگی اور سختی کے زمانے میں سفر ہوا۔ لڑائی نہیں ہوئی کہ دشمن مقابلے کو نہیں نکلے۔



غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسْرہ) (رجب ۹ھ)

یقیناً اللہ نے توجہ فرمائی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا تنگی کی گھڑی میں

(التوبہ : 117/9)

اور (یقیناً توبہ قبول کی) ان تین صحابہ کی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا۔

(التوبہ : 118/9)

تو وہ واپس لوٹتے ہیں اس حال میں کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوتے ہیں غم کے مارے اس وجہ سے کہ وہ نہیں پاتے وہ مال جسے وہ خرچ کریں۔

(التوبہ : 92/9)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ کا آخری غزوہ تھا۔ ابن ہشام نے اس سفر کی درج ذیل مساجد مبارکہ کے نام ذکر کیئے ہیں:

- ☆ مسجد تبوک
- ☆ مسجد ثنية مدران
- ☆ مسجد ذات الزراب
- ☆ مسجد الأخضر
- ☆ مسجد ذات الخطمی
- ☆ مسجد ألاء
- ☆ مسجد طرف البتراء- من ذنب كواكب
- ☆ مسجد الشق- شق تارا
- ☆ مسجد ذی الجيفة
- ☆ مسجد صدر حوضى
- ☆ مسجد الحجر
- ☆ مسجد الصعيد
- ☆ مسجد الوادی- اليوم وادی القرئم
- ☆ مسجد الرقعة من الشقة- شقة بنی عذرة
- ☆ مسجد ذی المروة
- ☆ مسجد الفيفاء
- ☆ مسجد ذی خشب

خدا کرے کہ یہ مساجد سلامت ہوں اور ان کے آثار باقی ہوں اور بخاری شریف میں مذکور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورۃ کے درمیان مساجد مبارکہ کی طرح ان کے نشانات بھی مٹا نہ دیئے گئے ہوں۔

غزوات وسرایا کی ترتیب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل ۲۷ غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ یہ درج ذیل ہیں:

☆ غزوۃ ودان (اسے غزوۃ الابواء بھی کہتے ہیں)

☆ غزوۃ بواط۔

☆ غزوۃ العشیرۃ (بطن ینبوع میں)

☆ غزوۃ بدر الاولیٰ (کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں)

☆ غزوۃ بدر الکبریٰ (جس میں ستر کفار مکہ قتل ہوئے)۔

☆ غزوۃ بنی سلیم۔

☆ غزوۃ السویق۔ (ابوسفیان کے تعاقب میں)

☆ غزوۃ غطفان (اسے غزوہ ذی اُمرّ بھی کہتے ہیں)

☆ غزوۃ بحران۔ (حجاز میں ایک معدن ہے)

☆ غزوۂ احد

☆ غزوۂ حمراء الاسد

☆ غزوۂ بنی نضیر

☆ غزوۂ ذات الرقاع

☆ غزوۂ بدر الآخرۃ

☆ غزوۃ دومۃ الجندل

☆ غزوۃ الخندق

☆ غزوۃ بنی قریظۃ

☆ غزوۃ بنی لحیان (من هذيل)

☆ غزوۃ ذی قرد
☆ غزوۃ بنی المصطلق (من خزاعۃ)
☆ غزوۃ الحدیبیۃ (ارادہ عمرہ کا تھا۔لیکن قریش حائل ہو گئے)
☆ غزوۃ خیبر
☆ عمرۃ القضاء
☆ غزوۃ الفتح
☆ غزوۃ حنین
☆ غزوۃ الطائف
☆ غزوۃ تبوک

ان میں سے صرف ۹ غزوات میں لڑائی ہوئی جو درج ذیل ہیں:
بدر، احد، خندق، بنوقریظہ، بنوالمصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔

بکثرت سرایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:
☆ سریہ عبیدۃ بن الحارث (ثنیۃ ذی المرۃ)
☆ سریہ حمزۃ بن عبدالمطلب (ساحل البحر)
☆ سریہ سعد بن ابی وقاص (الخرار)
☆ سریہ عبداللہ بن جحش (نخلۃ)
☆ سریہ زید بن الحارثۃ (القردۃ)
☆ سریہ محمد بن مسلمہ (کعب بن اشرف)
☆ سریہ مرثد بن ابی مرثد الغنوی (الرجیع)

- ☆ سریہ منذر بن عمرو (بیر معونہ)
- ☆ سریہ ابی عبیدۃ بن الجراح (ذی القصہ بہ جانب عراق)
- ☆ سریہ عمر بن الخطاب (ارض بنی عامر)
- ☆ سریہ علی بن ابی طالب (یمن)
- ☆ سریہ غالب بن عبداللہ الکلبی

۱

ایوب سختیانی قبرِ نبوی سے چمٹ کر روتے رہے

انکے شاگرد امام ابو حنیفہ چھپ کر دیکھتے رہے

پھر تو ساری عمر کے لئے یہ قصہ انہیں رلاتا رہا۔

اسی پر امام صاحب نے فرمایا

ما فکرت فی ھذا الامر الا بکیت



مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری قصبہ لہر پور ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام درسی کتب حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھیں اور دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ ساری زندگی تصنیف و تالیف اور تبلیغی و اصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ صدائے عارفؔ اور وظائف عارفؔ آپکے شعری مجموعے مطبوع ہیں۔ ۸۰ سال کی عمر میں فروری ۱۹۸۰ء کو رحلت فرمائی اور شاہ جہان پور میں آسودہ لحد ہوئے۔

شاہکارِ دستِ قدرت ہے جمالِ مصطفیٰ ﷺ
چشمِ گردوں نے نہیں دیکھی مثالِ مصطفیٰ ﷺ

اے تعال اللہ یہ جاہ و جلالِ مصطفیٰ ﷺ
عرشِ اعظم بھی ہے فرشِ پائمالِ مصطفیٰ ﷺ

مشعلِ راہِ ہدیٰ اصحاب و آلِ مصطفیٰ ﷺ
وہ ہیں بدرِ مصطفیٰ ﷺ یہ ہیں ہلالِ مصطفیٰ ﷺ

اے تعالی اللہ شبِ اسریٰ کی وہ تابانیاں

قلبِ شب میں جلوہ گر بدرِ کمالِ مصطفیٰ ﷺ

جس کے جود و لطف سے ہیں دونوں عالم فیضیاب

وہ سحابِ نور ہے ابرِ نوالِ مصطفیٰ ﷺ

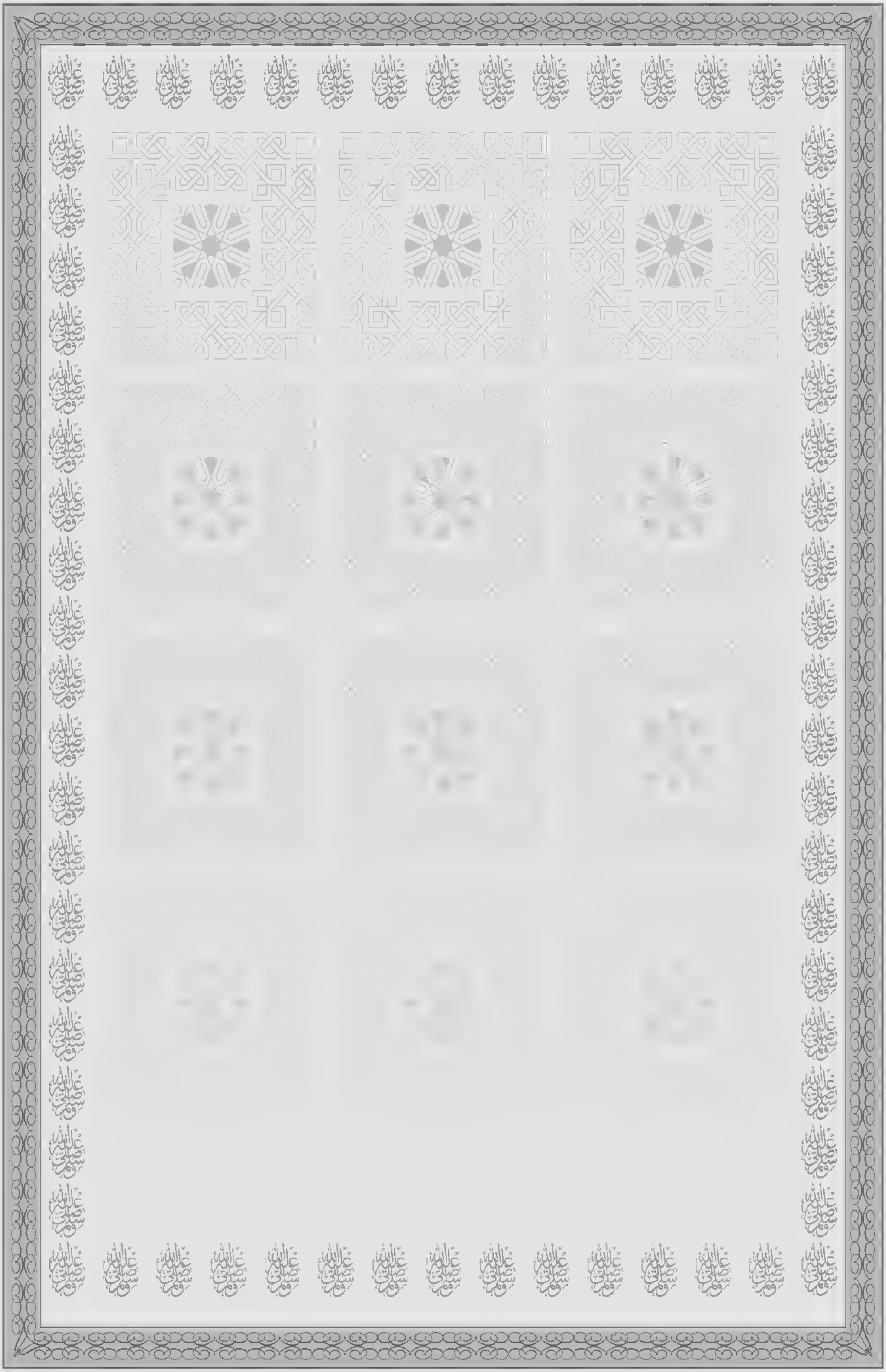
مرضی پاک نبی ہے مرضیِ ربُّ العلیٰ

مرضئ حق بالیقیں ہر قیل وقالِ مصطفیٰ ﷺ

دل کا گوشہ گوشہ عارفؔ بن گیا صدر شکِ طور

بجلیاں بھرتا گیا دل میں خیالِ مصطفیٰ ﷺ

(مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری)


صلى الله عليه وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

بـابُ قَـولِ اللّٰہِ وَ نَضَعُ المَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ وَ اَنَّ اَعۡمَالَ بَنِیۡ آدَمَ وَ قَـوۡلَھُـمۡ یُـوۡزَن. وَ قَـالَ مُجَاھِدٌ اَلۡقِسۡطَاسُ الۡعَدۡلُ بِالرُّوۡمِیَّۃِ وَ یُقَالُ الۡقِسۡطُ مَصۡدَرُ الۡـمُـقۡسِط وَ ھُو الۡعَادِلُ وَ اَمَّا الۡقَاسِطُ فَھُوَ الۡجَائِر. حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ ابۡنُ اَشۡکَاب قَالَ حَـدَّثـنَـا مُـحَـمَّدُ ابۡنُ فُضَیۡل عَنۡ عُمَارَۃَ بۡنِ الۡقَعۡقَا ع عَنۡ اَبِیۡ زُرۡعَۃَ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہُ قَال

ان بخاری شریف سے فارغ ہونے والے طلبہ کو ہمارے طرف سے، تہہ دل سے مبارک باد۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے لئے مبارک فرمائے، اِن کے خاندان کے لئے، اِن کی نسلوں کے لئے مبارک فرمائے، جن طلبہ نے حفظ اور قراءت میں گذشتہ کل مقابلہ میں حصہ لیا، اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب کو قبول فرمائے۔ اور جن طلبہ کو آج علمیت، قراءت، تجوید اور حفظ کی اسناد اور شہادات اور سندیں ملیں گی اللہ تعالیٰ ان سب کو قبول فرمائے، علم وعمل میں برکت فرمائے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے، جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے مقدر فرمائی۔ بالخصوص یہ صحیح بخاری پڑھنے والے قابل صد مبارک باد ہیں۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صحیحِ بخاری حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں حنفیت کے ماحول میں پرورش پائی۔اُن کی کتابیں، ابتدائی کتابیں، متوسط کتابیں، اس کے بعد کی کتابیں، گیارہ سال کی عمر میں بہت سی کتابیں انہوں نے حفظِ قرآن کے علاوہ حفظ کرلی تھیں۔

اس کے بعد پھر آپ کا آگے علمی دور شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ حدیث پڑھتے پڑھتے ایک درجہ میں یہاں تک پہنچ گئے کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور تلمیذ، اسحاق ابن راہویہ نے دیکھا کہ یہ نوجوان بڑے ہونہار ہیں،تو انہوں نے ،امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اسحاق ابن راہویہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوحکم دیا کہ آپ صرف اور صرف صحیح احادیث کا ایک الگ ذخیرہ تیار فرمائیں۔اگرچہ اس سے پہلے حدیث کی کتابیں موجود تھیں،امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا موجود تھی،امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار تھی،امامِ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مصنّف تھی۔

کتابیں تو حدیث میں پہلے سے موجود تھیں،لیکن ایک بڑی مقدار میں صحیح احادیث کا ذخیرہ جہاں ہوں، اس کے لئے حکم کرنے والے کون؟ اسحاق ابن راہویہ۔اور وہ کون؟ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔اور یہ عمل، اُن کا یہ فرمان حق تعالیٰ شانہ کو،اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کواس قدر پسند آیا،اس قدر پسند آیا کہ ساتھ مبشّرات شروع ہوگئے۔

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیکھا کہ وہ مور کے پروں کا خوبصورت بنا ہوا پنکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں جھل رہے ہیں۔معبر نے بھی یہی تعبیر دی،جس کا اسحاق ابن راہویہ نے حکم دیا تھا۔چنانچہ آپ نے پھر اب تک احادیث ،جو جمع کرچکے تھے،اُن کے بارے میں اور آگے جو جمع کریں گے،اُس کے بارے میں انہوں نے بڑے پیمانہ پر یہ کام شروع کردیا۔

کتنے بڑے پیمانہ پر؟ کہ آپ میں سے جو بُوڑھے ہو چکے ہیں جن کی عمریں مجمع میں سب سے زیادہ ہوں گی، وہ اگر اپنی ابتدائی زندگی سے (count) کرنا شروع کریں، کہ اُنہوں نے کتنے لوگوں سے مصافحہ کیا۔ کتنے لوگوں سے انہوں نے مصافحہ کیا ہوگا، ہاتھ ملایا ہوگا؟ ایک ہزار؟ دو ہزار؟ تین ہزار؟ صرف مصافحہ۔ اتنا ہی ہوگا۔

لیکن امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مبشرات کے نتیجہ میں جب اس پر عمل شروع کیا، اٹھارہ ہزار محدثین اور مشائخ سے انہوں نے احادیث پڑھیں۔ کتنے؟ اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰)۔ اب اٹھارہ ہزار حضرات سے ملنے کے لئے جانا، اُس زمانہ کا سفر، کیسے کیا ہوگا؟ اور سب لکھتے ہیں یہ کہ اٹھارہ ہزار مشائخ سے احادیث پڑھیں۔ اور کتنی تن دہی سے کہ لکھا ہے کہ ایک ہزار اسّی مشائخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ ہیں ان اٹھارہ ہزار میں سے، کہ ایک ہزار اسّی سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک حدیث سنی ہے۔ صرف ایک حدیث سننے کے لئے اُن کے پاس گئے۔ یہ ایک ہزار اور اسّی، اور کتنے ایسے ہزار ہوں گے کہ جن کے پاس وہ گئے، اور نہیں مل سکے، راستہ نہیں مل سکا، ملاقات نہیں ہوسکی، وہ کسی وجہ سے سُنا نہیں سکے، وہ کتنے ہوں گے؟ تو یہ، اور کتنوں کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے مسترد کیا ہوگا۔

جس طرح کہ شام کے ایک محدث کی خدمت میں آپ پہنچے، جب دور سے اُنہیں دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے کو اپنا پلّہ پھیلا کر کے یا برتن دکھا کر کے گھوڑے کو بلا رہے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب قریب پہنچے، تو دیکھا کہ وہ برتن خالی، پلّہ خالی، ویسے ہی وہ جانور دھوکہ میں اُن کی طرف بڑھ رہا ہے، یہ سوچ کر کے کہ اس میں کھانا ملے گا، فوراً اُلٹے پیر واپس ہو گئے۔ کہ جو محدّث، عالم ایک جانور کو دھوکا دے سکتا ہے، میں اُن سے حدیث کیسے لوں؟

اس اُمت کا معجزہ

اس طرح امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب، اس کے لئے احادیث اکٹھی کی، یہ پہلا

مرحلہ ہوا۔ اکھٹی کرنے کے بعد پھر امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے نزدیک سوچا کہ میں نے جمع کرلی، اب میں ان احادیث کو کتابی شکل دوں۔ کئی لاکھ احادیث کا ذخیرہ تھا امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور وہ ذخیرہ کیسے بنتا تھا؟ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں ہوتا تو جو پیچھے شام کا میں سفر کرکے آیا ہوتا، شام کے سفر کی احادیث میں بصرہ پہنچ کر، مجھے ٹیپ کی طرح ذہن، دل اور دماغ میں محفوظ ہوتی تھیں، اور یاد ہوتی تھیں، اور میں وہاں پہنچ کر لکھ لیا کرتا تھا۔

اور ایک دفعہ نہیں، بارہا اس کا تجربہ کیا گیا کہ یہ اپنی طرف سے تو نہیں لکھ لیتے ہوں گے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھیڑا جاتا، پوچھا جاتا، پھر جب وہ شروع ہوجاتے تو دنیا کہتی کہ یہ تو معجزہ ہے اس اُمت کا۔ کہ کتنا زبردست حافظہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں عطا فرمایا ہے۔ اُس کے بعد پھر اُن احادیث سے کتاب مرتب کرنے کا وقت آیا، تو پھر وہ مدینہ منورہ میں بیٹھ گئے، کہاں بیٹھیں؟ مسجدِ نبوی میں۔ کہاں بیٹھیں؟ ریاض الجنۃ میں۔ کہاں ریاض الجنۃ؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چوکھٹ پر۔ اور وہاں آپ نے اِن لاکھوں احادیث میں سے کون کونسی چند ہزار، کون کون سی احادیث میری اس کتاب میں مجھے لینی ہیں؟ اُن احادیث کو آپ نے جمع فرمانا شروع کیا، تو ہر حدیث کو سامنے رکھتے اور اُس کے بعد پھر حق تعالیٰ شانہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استخارہ فرماتے۔

حضرت مولانا محدث وصی احمد سُورتی

حضرت مولانا محدث وصی احمد سُورتی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے طالبِ علمی کے زمانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے گجرات کے مدارس کو کارڈ لکھوایا تھا، اُس زمانہ میں کارڈ ہوتے تھے۔ ہر جگہ لکھوایا کہ آپ کے یہاں کے مولانا وصی احمد سُورتی یہ کون ہیں؟ حضرت مولانا اشرف علی راندیری کو لکھوایا، جامعہ حسینیہ میں لکھوایا، اور اداروں میں لکھوایا، یہ بہت بڑے محدث تھے۔

مولانا وصی احمد سُورتی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ کے قریب ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر امامِ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ استخارہ فرماتے اور استخارہ کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما دیتے تھے کہ یہ حدیث اس کتاب میں لے لو۔اُس کے بعد آپ دو رکعت نماز پڑھتے اور اس کے بعد اس حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دیتے۔اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔

پہلے اٹھارہ ہزار مشائخ کے پاس پہنچ کر احادیث جمع کیں، پھر مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یہ کتاب تیار فرمائی، جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو پھر سفر ہوتا ہے۔کتاب لے کر پہنچتے ہیں بصرہ،عراق پہنچتے ہیں اور وہاں جا کر حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، تین بزرگوں کی خدمت میں یہ کتاب آپ پیش کرتے ہیں۔حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن معین اور علی ابن المدینی۔

یہ نام آپ کو بہت یاد ہوگا، یہ نام ترمذی میں جگہ جگہ ہے۔امامِ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھ دیتے، کافی تھا، بیچارے حضرت علی ابن المدینی اور اُن کے والد کو کس قدر تکلیف پہنچی ہوگی، بار بار وَوَالِدُ عَلِیُ ابْنُ الْمَدِیْنِیُ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْث ،تو علی ابن المدینی اور ابن معین اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ نے کتاب پیش کی۔اور اُن سے عرض کیا کہ حضرات! میں نے یہ کتاب مرتب کی ہے آپ اس کو دیکھ لیں۔

لکھا ہے کہ تینوں حضرات کا بغور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد، پھر تینوں حضرات مجمع عام میں تشریف لائے،لوگوں کو اکٹھا فرمایا، اور اُس مجمع میں تینوں حضرات نے اعلان فرمایا کہ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ اس کتاب میں جو امامِ بخاری نے احادیث جمع کی ہیں، تمام احادیث صحیح ہیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ صرف چار احادیث پر انہوں نے نقطے لگائے ،نشان لگائے کہ اس پر غور کیا جائے۔اگر چہ بعد میں دارِ قطنی وغیرہ نے اٹھائیس اور کسی نے اس سے زیادہ جگہوں پر نشان لگائے ہیں۔

صَاحِبُ سُنَّة

اب یہ تین حضرات جنہوں نے امامِ بخاری رحمہ اللہ علیہ کی کتاب کو پاس (pass) کیا، حضرت امام احمد، ابن معین، اور علی ابن المدینی، ابن معین کون ہیں؟ ابن معین فرماتے ہیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صَاحِبُ سُنَّةٍ کہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگر دِ رشید، نمبر اول جن کا شاگردوں میں شمار ہے۔ اُن کے متعلق وہ شہادت دیتے ہیں کہ صاحب سنۃ، کہ ان کا ہر وقت کا اوڑھنا، بچھونا، ہر وقت کی مصاحبت، ان کا ساتھ، صرف اور صرف حدیث سے ہے۔

جیسے ہمارے دو اُستاذ تھے، حضرت مولانا ہاشم بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور اُن کے برابر کا کمرہ تھا حضرت مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت مولانا ہاشم بخاری نے مشورہ دیا کہ حضرت آپ نکاح فرمالیں، شادی کر لیں، تو حضرت مولانا شمس الدین نے فرمایا کہ بسا نہیں، مگر بندہ نے کتابوں سے شادی کر لی ہے۔ تو اِن کا ہر وقت کا اوڑھنا بچھونا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا، فرمایا کہ صَاحِبُ سُنَّة۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رشتہ امامِ اعظم سے، ہمارے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ اب جوڑنے جا رہا ہوں۔ کہ یہ ابن معین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کتنا اونچا خطاب دیتے ہیں، صَاحِبُ سُنَّة. اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ اَوَّلُ مَا كَتَبْتُ الْحَدِيْث لَا خْتَلَفْتُ اِلىٰ اَبِىْ يُوسُف، کہ حدیث جب میں نے پڑھنی شروع کی تو میرے سب سے پہلے جو استاذ ہے وہ امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ صحیح بخاری پاس (pass) کرنے والے امام احمد، اور اُن کے اُستاذ کون؟ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ اول۔

اسی طرح وہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ امام

المغازی ہیں، وہ امام التفسیر ہیں، امام الفقہ ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ

اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امامِ محمد کے بارے میں اپنا رشتہ بتاتے ہیں کہ یہ میرے ایسے اُستاذ ہیں۔ ایسے اُستاذ ہیں کہ کوئی کسی سے ایک کتاب پڑھتا ہے، کوئی ایک سال کی پانچ چھ کتابیں پڑھ لیتا ہے، کوئی ایک نصاب کی کتاب پڑھ لیتا ہے، ایک نصاب کی کتاب ایک بوکس (box) میں آجائیں گی ساری، لیکن فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ میں نے امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کتنی کتابیں پڑھی ہیں، کہ جتنی عام کوئی اونٹ نہیں اُٹھا سکتا۔ ایک روایت میں تو وِقْرُ بَعِیْر کا لفظ آیا ہے کہ اُونٹ جتنی اُٹھا سکتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عام اونٹ نہیں، بختی اونٹ جتنی کتابیں اُٹھا سکتا ہے، اُتنی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کتابیں پڑھی ہیں۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو ائمہ ہیں، چاروں اماموں میں سے حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، وہ ہمارے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد، امام محمد کے شاگرد ہے امام شافعی۔ اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذِ اول حدیث میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تو وہ بھی شاگرد کے شاگرد۔ اب رہ گئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اُن کی مرویات بڑی مشہور ہیں، جو حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے وہ روایت کرتے ہیں۔ خود امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ائمہ میں کیا کہا جاتا ہے؟ امامِ اعظم، سب سے بڑے امام۔

اب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن کو حَکَم بنایا، تو اُن کو معلوم نہیں ہوگا، کہ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، اور اُن کے استاذ ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

کبھی امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کو سوچ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کریں؟ کبھی یہ ممکن ہے؟

رواۃِ بخاری امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

اور یہ ایک آدھ جگہ ہوتا، پوری صحیح بخاری ہزاروں جگہ بھری پڑی ہے، کہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد اُس سند میں آتے ہیں۔ کیسے آتے ہیں؟ دیکھئے آپ نے جو ابھی **قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْل** ،تو یہ محمد بن فضیل کون ہیں؟ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس آخری حدیث پر آپ بیان سنتے ہیں، ہر اُستاذ کا الگ بیان۔ مدارس میں، صحیح بخاری کے ختم کے جلسہ میں آپ چلے جائیں، تو ہر جگہ، ہر ایک کا انوکھا بیان۔ ہر ایک کے نکات الگ الگ، نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کا مقصد یہ تھا، اُن کا مطلب یہ تھا، کہ یہ حدیث کیوں لائے۔ کیا امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اُس متن کو یہاں منتخب فرمایا، اس سند پر غور نہیں فرمایا ہوگا؟ یقیناً فرمایا ہوگا۔ اور یقیناً ہم تمام سے زیادہ اُنہیں معلوم کہ یہ محمد ابن فضیل، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ یہ تو آخری حدیث ہوئی۔

اب پہلی حدیث **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَات** آپ لیجئے۔ **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَات** والی حدیث کی سند آپ دیکھیں گے، تو اس میں آئے گا، **عَنْ سُفْیَان** ، یہ سفیانِ بن عیینہ کون ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ جب کتاب شروع کی، اس میں امام صاحب کے شاگرد سند میں لائے، ختم کی اُس میں امام صاحب کے شاگرد کو لائے۔

ایک اور چیز یاد آئی، یہ دونوں جگہ دو شاگرد **عَنْ سُفْیَان** وہاں، یہاں **عَنْ مُحَمَّدُ ابْن فُضَیْل** ،مگر یہ جو دونوں شاگرد ہیں یہ سفیان بن عیینہ اور ادھر محمد ابن فضیل ان کے متعلق رجال کی کتابیں آپ پڑھیں گے، تو وہاں لکھا ہوگا، کسی کے متعلق کہ **وَ کَانَ رَافِضِیًا** ، **وَ کَانَ مِنَ الشِّیعَة** یہ گالی اور یہ تہمت حضرت سفیان بن عیینہ کے متعلق بھی لکھی گئی ہے، اور یہ حضرت محمد ابن

فضیل کے متعلق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ شیعہ تھے۔اس طرح کی غلط تہمتیں ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی دھری گئیں۔

شیعوں میں مختلف فرقے ہیں، ایک غرابیہ ہیں جو بمبئی میں ہیں، اُنہیں عربی میں غرابیہ کہا گیا۔ کیوں؟ غُراب معنی کوّا۔ آپ ہندوستان میں دیکھیں، آپ نے کوئی چیز رکھی تو کوّا اُٹھا کر لے گیا۔ ایک دوسرا کوّا آیا تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابھی یہ کوّا وہ چیز اُٹھا کر لے کر گیا تھا؟ پہچان سکتے ہیں؟ نہیں پہچان سکتے ہیں، کیوں؟ کیوں کہ وہ ایک جیسے ہوتے ہیں، ایک ہزار کوّے آپ دیکھیں گے سب ایک جیسے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس صحابیہ نے آ کر جب شکایت کی تھی، کہ لَا اَجِدُ اِلَّا کَھُدْبَةِ ثَوْبِي هَذَا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ، میری تو اس سے اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باپ بیٹے کو دیکھا، تو فرمایا کہ او ہو، یہ تو اَلْغُرَابُ بِالْغُرَاب، کوّا دوسرے کوّے سے بالکل ایک جیسا معلوم ہوتا ہے، اس طرح باپ بیٹے ہیں۔

اب انہیں جو غرابیہ کہا جاتا ہے، وہ اس لئے ، اس کی وجہ تسمیہ بڑی دلچسپ، بڑی عجیب ہے۔ وہ کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ شیعوں کا عقیدہ ہے، وہ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دونوں چچا زاد بھائی تھے، تو دونوں بالکل ہم شکل تھے۔ اللہ عز وجل نے رسالت کا پیغام دے کر بھیجا حضرت جبرئیل امین کو، وہ کہتے ہیں کہ بھیجا تو تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس، جب وہ لے کر پہنچے تو دونوں کی شکلیں ایک۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیکہ ایک کی شبیہ ڈال دی گئی اور اسے سولی دے دی گئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اُٹھالیا، دونوں ایک جیسے تھے۔

دونوں کی شکلیں ایک جیسی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، تو وہ غلطی سے رسالت حضرت علی کے بجائے اُدھر دے کر چلے گئے، اس لئے اُنہیں کہا جاتا ہے غرابیہ۔ وہ کہتے ہیں کہ سَيِّدُنَا مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم كَانَ شَبِيهًا بِعَلِي كَالْغُرَاب

بِـــالْـغُـرَاب ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں اس قدر مشابہت رکھتے تھے۔اس لئے جبرئیل سے غلطی ہوئی۔اِنَّـا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔تو ایسی شیعہ جماعت سے یہ سفیان بن عیینہ ہو سکتے ہیں؟ یہ محمد ابن فضیل ہو سکتے ہیں؟

اور یہ صرف دو نام یہ پہلی حدیث کے راوی آپ کو ایسے ملے، آخری حدیث کے راوی آپ کو ایسے ملے، بیچ میں ہزاروں رُواۃ آپ کو ایسے ملیں گے، کہ جن پر ایسی تہمتیں ہیں۔کیا تہمتیں؟ کہ یہ شیعہ تھے، یہ قدری تھے یعنی تقدیر کو نہیں مانتے تھے، اب تقدیر کو نہ ماننا کفر ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ مجھے پسند آیا، تقریر کے جوش میں وہ فرمانے لگے کہ میں اتفاق پر ایمان نہیں رکھتا۔ ہر چیز مقدر سے ہوتی ہے، خدا کی تقدیر اٹل ہے۔ہم جو بات بات میں کہتے ہیں کہ اتفاق سے وہ سامنے آ گئے، اتفاق سے وہ مل گئے، کبھی یہ جملہ استعمال نہیں کرنا چاہئے، اتفاق دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا، ہر چیز مقدر سے ہے۔

اُس کی جگہ، اتفاق کی جگہ آپ کیا کہیں؟ کہ مقدر سے ایسا ہوا، اللہ کا کرنا کہ ایسا ہوا، خدا کا کرنا کہ ایسا ہوا۔تو اُنہیں منکرِ تقدیر کہا گیا، بہت سو کو قدریہ، بہت سو کو شیعہ کہا گیا۔ بہت سو کو خوارج میں سے شمار کیا گیا، کسی کو معتزلی کہا گیا، کسی کو معتزلی اور خوارج کے بجائے خُروج کا دھبّہ ان پر لگایا گیا، کہ یہ راوی حکومتِ موجودہ اور حکومتِ زمانہ کا یہ باغی ہے۔اور اس سے خروج کرنا چاہتا ہے اور اُس کے خلاف یہ ذہن رکھتا ہے۔

زاہدِ بصرہ: حضرت عامر بن عبداللہ

ایک بہت بڑے جلیل قدر تابعی ہیں، عامر بن عبداللہ، اُن کے متعلق آتا ہے کہ اُن کا لقب ہی تھا زاہدِ بصرہ، بصرہ کے زاہد۔اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے گورنر تھے، ہر وقت اُن کے ساتھ اُن سے حدیث سنتے، لکھتے، احادیث اُن سے حاصل کرتے۔کسی نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت کے متعلق بھی لکھا ہے اور بڑے اونچے بزرگوں میں

سے ہیں۔
جب کسی جگہ سفر ہوتا تو اُن کا اعلان ہوتا کہ دیکھو میں آپ کی جماعت میں شریک ہوکر، آپ کا شریک سفر بننا چاہتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ کہ اذان میں دوں گا، آپ سب کی خدمت میں کروں گا، اور جہاں تک میرے پاس پیسے ہیں، آپ لوگوں پر خرچ میں کروں گا۔ یہ تین شرطیں منظور ہو، تو میں آپ کے ساتھ رفیقِ سفر بنتا ہوں۔ اور اُن کی، رفقائے سفر کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا کام یہ ہوتا تھا کہ اپنے رب سے مناجات۔

اُن کے ایک ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ فارغ ہوکر وہ چلے دور، میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ نماز کی نیت باندھی، جہاں تک نماز پڑھ سکے، نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر انہوں نے ہاتھ اُٹھا کر چلاّنا شروع کیا، رونا شروع کیا، اور دعا شروع کی۔ اور دعا میں کہتے ہیں کہ الٰہی میں نے تین دعائیں تجھ سے مانگی، تو نے دو تو دی، ایک نہیں دی ایسا کیوں؟ وہ بھی دے دے۔ تیسری کو کیوں رد کرتا ہے؟ وہ بھی دے دے۔

اب جو دیکھ رہے تھے، تو اُن کو اتفاق سے عامر بن عبداللہ نے دیکھ لیا۔ تو اُن کو بلایا، کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کہ چپکے سے مجھے، میرا تجسس کر رہے تھے؟ فرمایا کہ میں کوئی غلط نسبت سے نہیں کر رہا تھا۔ مجھے آپ بہت پیارے لگے، میں آپ کے معمولات دیکھنا چاہتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اچھا، معمولات تو آپ نے دیکھ لیا اب جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں جاتا ہوں مگر ایک میرا سوال ہے کہ آپ نے یہ جو دعا میں کہا کہ، تین دعائیں مانگی، دو دی ایک نہیں دی، تو جو دو ملی وہ کونسی؟ اور جو نہیں ملی وہ کونسی؟

انہوں نے کہا کہ ایک دعا تو میں یہ کرتا تھا، کہ الٰہی میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں ان لا اخاف، کہ سوائے اللہ کے کسی کا ڈر خوف میرے دل میں نہ رہے۔

دوسری چیز میں نے اس سے مانگی، کہ الٰہی میں چاہتا ہوں کہ میری نظر میں عورت اور یہ دیوار دونوں برابر ہو جائے، ان میں کوئی فرق نہ رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے عصمت عطا فرما دی،

یہ دونوں دعائیں میری قبول ہوگئیں۔

اور جو تیسری میں مانگتا ہوں کہ الٰہی تیرے سامنے کھڑے ہونے اور تیری عبادت میں مجھے بڑا لطف آتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہ جو نیند کی وجہ سے کسل مندی اور سستی ہوتی ہے، تو مجھ سے نیند ہٹا دے، کہ میں یہ وقت بھی تیری عبادت میں خرچ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ملے گی۔ تو میں اس پر اصرار کر رہا ہوں ساری عمر سے۔ کہ الٰہی یہ تیسری دعا بھی قبول کرلے۔

اتنا بڑا زاہد، اتنا بڑا عابد، ایک دفعہ راستہ پر جا رہا ہے، دیکھا کہ ایک ذمی کو پولیس والا پکڑے ہوئے ہیں، اور گھسیٹ رہا ہے، مار رہا ہے، اور وہ ذمی فریاد کر رہا ہے۔ انہوں نے قریب جا کر کہا کہ کیا بات ہے؟ تیرے ذمہ جو ٹیکس (tax) ہے تو نے ادا نہیں کئے؟ ذمی نے کہا کہ وہ میں نے ادا کر دئے۔ پولیس والے سے پوچھا کہ اس نے جب ادا کر دیا تو اس کے بعد اس کو امان ہے۔ کیوں تم اس کو گھسیٹ رہے ہو؟ کہنے لگے وہ صاحب شرطۃ ، جو پولیس آفسر ہے اس کا گارڈن (garden) صاف کروانا ہے اور وہ نہیں آ رہا ہے۔ یہ لڑ پڑے اس سے، یہ ذمی کے خاطر، مجمع اکٹھا ہو گیا، اسے چھڑوایا۔ تو پولیس کس کو چھوڑتی ہے؟ اِن کو پکڑ لیا۔

سب مجمع چلا گیا، تو یہ ساری جماعت، یہ صاحبِ شرطۃ والی اِن کے پیچھے پیچھے اور عامر بن عبد اللہ کو پکڑ لیا۔ اور ان پر تہمت لگا کر ان کو بند کر دیا۔ تہمت یہ لگائی کہ یہ شادی کو ناجائز سمجھتا ہے، شادی نہیں کرتا، مجرد رہتا ہے، اور یہ گوشت نہیں کھاتا، پنیر نہیں کھاتا اور یہ باغی ہے۔ پولیس کے ہاتھوں اس نے اس آدمی کو، ذمی کو چھڑوایا ہے۔

لمبا قصہ ہے، میں مختصر کرتا ہوں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس، پہلے گورنر کے پاس، وہاں سے مدینہ منورہ شکایت پہنچی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی، بالآخر آپ نے فیصلہ لکھا گورنر کو کہ ان کو شام بھیج دو۔ جب یہ روانہ ہونے لگے، تو بڑا افسوس ہوا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کا، احادیث کا سلسلہ بھی تھا، اور سارا بصرہ رو رہا ہے اُن کے پیچھے پیچھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آؤ، انہوں نے ہمیں نکالا، ہم دعا کرتے ہیں۔

مجمع نے سوچا کہ کیا دعا کریں گے، سب نے ہاتھ اُٹھائے، وہ دعا میں کہنے لگے، الٰہی! یہ جو جنہوں مجھے یہاں سے نکالا، اِن سے غلطی ہوگئی، انہیں معاف کر دے، میری طرف سے بھی معاف ہے، تو بھی اُنہیں معاف کر دے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں شام لکھا، کہ جب یہ شام پہنچے تو اَمَرَ بِاسْتِقْبَالِهٖ، وَ اَن يُّكْرِمَهٗ، کہ ان کا استقبال اچھی طرح کیا جائے، اچھی طرح ان کو رکھا جائے۔ یہ تہمت، اِن پر کیا تہمت لگائی گئی حضرت عامر بن عبداللہ پر؟ خروج کی۔ کہ یہ حکومتِ وقت کے باغی ہیں۔

مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر

کبھی تو کوئی غلط فہمی کسی عبارت میں ہو جاتی ہے، کسی چیز کے سمجھنے میں ہو جاتی ہے۔ جیسے ہماری کتاب چھپی، تو فون آیا کہ ایک شعر، عرش کے بارے میں جو لکھا گیا ہے اُس پر کسی کو اشکال ہے، کہ عرش بھی پائمالِ مصطفیٰ۔ تو واقعی، ایک عامی ذہن سے اس کو سوچا جائے، تو خدا کا عرش، اور اُس کے متعلق یہ لفظ کہ، پائمال مصطفیٰ۔

میں نے کہا کہ یہ شعر میرا تو نہیں ہے، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کا ہے، مگر میں اُن کی طرف سے صفائی پیش کر رہا ہوں۔ اور ایک سطر میں آپ سمجھ پائیں گے، کہ آپ بتایئے کہ عرش کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ عرش کا بھی خالق اور تمام مخلوقات کا بھی وہ خالق۔ تو خدا خالق، اور خدا کے سوا تمام، ہر چیز مخلوق۔ تو عرش کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مخلوق۔ میں نے دوسرا سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ کہنے لگے کہ مخلوق۔ مخلوقات میں آپ کا درجہ کیا ہے؟ کہنے لگے کہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا کہ نہیں، آپ کہیئے زبان سے۔ تو کہنے لگے کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات، یہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں، آپ سے بہت نیچے درجہ کا عرش ہے جس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، آپ کی فضیلت کے مقابلہ میں عرش کا، تو اُس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک جب پڑے ہوں گے تو اُس کو جبلِ حراء

اور یہ شبیر کی طرح سے لطف آیا ہوگا، اور اس پر حال طاری ہوا ہوگا۔ اور وہ عرش خوش ہوا ہوگا، جھوم اٹھا ہوگا۔

پھر میں نے جب دوستوں کو قصہ سنایا، تو میں نے کہا کہ میں نے اُن کے اکرام میں اور آگے کی نہیں کہی۔ اگر وہ آمنے سامنے ہوتے، یا فون پر تھوڑا مجھ سے اُلجھتے، تو میں اور آگے اُن کو لے جاتا۔ کہ آپ کو پائمالِ مصطفیٰ، کہ پیر مبارک عرش پر رکھا، اس پر اشکال ہے، اور عرش کی توہین آپ نے اس کو سمجھا ہے۔ تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی شان سے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً، اور کیسے کیسے انداز میں اس معراج کے قصہ کو بیان کیا گیا۔ کس شان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا، کہ کیسے براق اور کیسے پہلا آسمان، کیسا استقبال، تو پھر وہاں جا کر عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کھڑے ہو گئے ہوں گے؟ مہمان کو آپ بلاتے ہیں کسی کو تو کیا کرتے ہیں؟ مہمان بلایا تو کیا کرتے ہیں؟ اس کو گھر میں لے جا کر کھڑا کر دیا؟ گلاس میں پانی دے دیا؟ نہیں! اعزاز سے مہمان کو بٹھاتے ہیں۔

حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ میں ملنے گیا، سنیچر کا دن تھا مدینہ شریف کے ہوٹل میں، میں نے آواز دی، دروازہ بجایا۔ کسی نے کھولا اور کہا حضرت سو رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں یوسف متالا اور حضرت سے ملنا تھا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت سو رہے ہیں، لیٹے ہوئے ہیں۔ اندر سے حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں میں سویا نہیں ہوں، آجاؤ، آجاؤ، آجاؤ۔ میں نے کہا کہ نہیں حضرت آپ آرام فرما رہے ہیں، میں بعد میں آتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔ میں نے دیکھا کہ اُٹھ گئے۔ پھر میں کھڑا رہا، میں نے کہا کہ حضرت میں مصافحہ کر کے چلتا ہوں، میں پھر کسی اور وقت حاضر ہوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ ہم لوگ قبا شریف سے ابھی آئے، میں تو ابھی لیٹا تھا، ابھی سویا نہیں تھا۔ پھر صاحبزادہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ تو صوفی ہے صوفی۔ حضرت کے بیٹوں میں سے کوئی تھا، فرمایا یہ تو صوفی ہے صوفی۔ اس نے کہہ دیا آپ کو کہ آپ جائیں، کہ سوئے ہوئے ہیں، آپ تشریف

رکھیں۔

جب میں صوفہ پر بیٹھ گیا تو فرمایا کہ اچھی طرح سے بیٹھو۔ حضرت تو چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے، چار پائی پر میرے سامنے تھے، وہاں صوفہ کی طرف کوئی چیز تھی۔ فرمایا کہ اور اچھی طرح سے بیٹھو، ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ۔ پھر چوتھی، پانچویں دفعہ میں نے دیکھا کہ وہ تو اُٹھنے والے ہیں، تو پھر میں اس طرح باقاعدہ اچھی طرح ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، تب حضرت کو اطمنان ہوا۔

مہمان کا اکرام اس طرح ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلایا گیا، تو عرش پائمال تو ہو گیا، اب جا کر تشریف فرما ہوئے۔ تو کھڑے ہی رہے ہوں گے؟ ہم نے کہا کہ آپ کو اگر پائمال پر اشکال ہے، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے بٹھانے کی روایت لاتے ہیں۔

بلکہ دارِقطنی کا ایک شعر ہے، کہ دارِقطنی فرماتے ہیں کہ جَاءَ حَدِیْثٌ بِاِقْعَادِہٖ کئی اشعار ہیں، اور وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْلَسَہُ عَلَی الْعَرْش، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھایا گیا، اس کے متعلق روایات ایک، دو، اور بیان کرنے والے کون؟ اور ان سب کو بیان کر کے میں نے گنا آپ لوگوں کو بتانے کے لئے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں رہیں گے اتنے سارے نام، تو میں نے گنا تو آخری نام جو اٹھائیسواں تھا وہ بشرِ حافی ہیں، کتنے بڑے بزرگ۔ یہ بزرگوں کو کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں جانتے، یہ تصوف والے کیا جانتے ہیں، اور بشرِ حافی کا دارِقطنی نام لے رہے ہیں۔ کہ اٹھائیس ہیں اور اُن میں آخری نام بشرِ حافی کا ہے۔ یہ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر براجمان کیا گیا، اور عرش پر بٹھایا گیا۔

ایک اور اشکال

جس طرح میں نے عرض کیا، کہ کبھی غلط فہمی ہوتی ہے، اور اس کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے۔ تو اُن کے اس شعر کی طرح سے ایک اور شعر بعضوں کو کھٹکا ہے۔ کہ یہ تم نے ترکِ دنیا، ترکِ دنیا پر ان بزرگوں کے واقعات لکھے، اس میں وہ دنیا ترک کر دیتے تو اُن کی قسمت۔

جیسے تبلیغی جماعت پر الزام ہے تقشّف کا کہ یہ تقشّف کے قائل ہیں، دنیا میں اللہ کی جو نعمتیں ہیں اُن سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتے۔لیکن معترض کہتے ہیں کہ تم نے تو ظلم کیا، کہ اس میں بزرگوں سے اشعار نقل کیے کہ:

ز شرِ نفسِ امارہ نگاہم دار یا اللہ!
ہوائے حرصِ نفسانی زِمن بردار یا اللہ!

جوش میں آگے وہ فرماتے ہیں کہ:

نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبٰی را خریدارم
مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ!

وہ کہتے ہیں کہ خدا! کہ مجھے نہ دنیا چاہیے، نہ آخرت چاہیے، نہ جنت چاہیے، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔

یہ بزرگ تو کہتے ہیں کہ نماز روزے حج سب چھوڑ دو۔ کہتے ہیں کہ یہ پڑھو گے تو یہ جنت ملے گی، وہ نماز پڑھو گے تو وہ جنت ملے گی، تو جنتوں کا آخر وعدہ کیوں کیا گیا؟ جب تمہارے بزرگ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت بھی نہیں چاہیے۔

ہم نے کہا کہ بھئی دیکھو، یہ مرض آپ میں سلفیوں سے آیا، اور سلفیوں کے امام کی زبان سے ہم کہلوادیں تو مان لو گے؟ ابن تیمیہ کہہ دیں کہ یہ غلط نہیں ہے تو؟

میں نے اُن سے کہا کہ جو ابن تیمیہ ہیں، وہ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں، اُن کے الفاظ اُن کے شاگرد ابن قیم لاڈلے جاں نثار اُن پر، اُن کے محبوب اور مُحب عاشق اور معشوق خادم۔ابن قیم فرماتے ہیں کہ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جَنَّتِيُ فِيُ صَدُرِيُ، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا شعر کہ:

جنت تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس میں حضور رہتے ہیں

جس طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میرے سینہ میں ہے، اور اس کے اندر حضور دیکھو یہاں ہیں۔

میں نے کہا کہ ابن تیمیہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں ابن قیم کہ جَنَّتِیْ فِیْ صَدْرِی۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جنت بھی میرے سینہ میں ہے، جَنَّتِیْ فِیْ صَدْرِی اور فرماتے ہیں آگے اُن کو للکارتے ہوئے، کہ مَا یَصْنَعُ بِیْ اَعْدَائِیْ؟ یہ میرے دشمن مجھے کیا کر سکتے ہیں؟ مجھے قید کر کے خوش ہو سکتے ہیں۔ اَلْمَحْبُوْسُ مَنْ حَبَسَهُ نَفْسُهُ، وہ کہتے ہیں محبوس ہم نے کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ محبوس تو وہ ہے کہ جس کو اُس کے ہَوا اور ہَوس نے، نفس نے اُس کو محبوس کر لیا ہو، غلام بنالیا ہو۔ وہ صحیح معنیٰ میں محبوس۔ اور والْمَاسُوْرُ مَنْ اَسَرَهُ الْهَوٰی۔

میں نے کہا کہ دیکھو، یہ خود تمہارے ابن تیمیہ وہ بھی تو انہیں کی طرح ہیں، کہتے ہیں کہ جنت میرے سینہ میں یہاں ہے۔ اور پھر میں نے اُن سے کہا کہ دیکھو یہ جو ہمارے اکابر ہیں، ان کی چیزیں اور ان کی اصطلاحات کی اصل تلاش کرنی ہو، پرانی کتابوں میں، تو جس طرح یہ معروف کتبِ ستہ حدیث کی، اُن کو آپ پڑھتے ہو، تو اُن کے ساتھ ساتھ یہ ہروی کی منازل السائرین اور ابن القیم کی مدارج السالکین بھی پڑھا کرو۔ اُس میں جب آپ پڑھیں گے، تو ہمارے جو اسلاف ہیں، اُن سے دس قدم وہ آگے ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت حاجی صاحب، سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب سے اتنا تعلق تھا کہ کہتے ہیں کہ پھر یہ حال ہو گیا تھا کہ جب میں مشتاق ہوتا تھا اور کوئی بات اُن سے پوچھنی ہوتی تھی، تو وہ تو مکہ میں اور میں گنگوہ میں۔ فرماتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کرتا، تو وہ میرے دل میں ہوتے، ہر چیز کا جواب اُن کی طرف سے مجھے مل جایا کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ اُس کے چند سال کے بعد پھر میری یہ کیفیت ہوئی کہ وہ پیر تو کہیں چلے گئے دل میں سے، پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی میرا یہ حال ہو گیا تھا، کہ جو کام درپیش

ہوتا تھا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھ کر کیا کرتا تھا۔کسی نے پوچھا کہ حضرت پھراس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا کہ پھراس کے بعد اللہ نے مرتبۂ احسان عطا فرما دیا۔

اِن کو حضرت گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ پر بھی بڑا اشکال ہوتا ہوگا ، ہم اُن سے کہیں گے، کہ دیکھو، مدارج السالکین پڑھو،اس میں وہ لکھتے ہیں، تین مرتبے انہوں نے بیان کئے، منازل السائرین میں سو منزلیں صوفی کی بیان کی گئی ہیں۔ایک منزل، دوسری، تیسری، کتنی؟ سو منزل اس لئے اس کا نام ہی منازل السائرین۔اور مدارج السالکین اُس پر ابن قیم کی شرح ہے۔

اس میں ایک جگہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جب صوفی اپنے سلوک میں ترقی کرتا ہے،تو ترقی کرتے کرتے وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے، فَـاِذَا صَـدَقَ فِـیْ ذَالِک یہ جو بیان کیا اس میں وہ صادق رہتا ہےتو اس کے بعد رُزِقَ مَـحَبَّةَ الـرَّسُـوْل کَاَنَّهُ مَعَهُ ۔کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق اس کا اس درجہ تک ہو جاتا ہے کہ کَاَنَّهُ مَعَهُ،ہر وقت حضور ساتھ ساتھ۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کیسے غلط ہو سکتے ہیں؟ کہ میرے ساتھ ساتھ ہیں، میرے حضور۔اور آگے وہ فرماتے ہیں، کہ فَـاِذَا رَسَخَ فِـیْ ذَالِک، کہ اس میں اور ترقی کرے گا، اور ترقی کر کے اس میں جب رسوخ حاصل ہوگا،تو پھر صفاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرے گا۔

اور تیسرے درجہ میں فَاِذَا تَمَکَّنَ فِیْ ذَالِک، ہمارے یہاں بھی تمکین،سب سے اونچا مرتبہ، اردو اور فارسی کی کتابوں میں بھی،صوفیہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔پھر فرماتے ہیں، کہ فَاِذَا تَمَکَّنَ فِـیْ ذَالِک ،جب اس میں اُسے تمکن حاصل ہو جاتا ہے،تو کہتے ہیں کہ ہر وقت خدا کے ساتھ ساتھ۔ ہر وقت خدا اُس کے ساتھ، کہتے ہیں کہ چلے گا،تو خدا اُس کے ساتھ۔سنے گا تو خدا اُس کے ساتھ، بولے گا تو خدا اُس کے ساتھ۔دوستو! یہ جتنی ہماری چیزیں ہیں، وہ تمام کے تمام، اُس کی دلیل کوئی آپ سے پوچھے،تو اس کی دلیل ابن قیم کی مدارج السالکین سے دیجئے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی تہمت

شروع میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو آپ کی پہلی حدیث کے راوی عن سفیان، سفیان بن عیینہ کو شیعہ کہا گیا، محمد ابن فضیل کو شیعہ کہا گیا، کبھی غلط فہمی کی وجہ سے ایسی تہمتیں ہوتی ہیں، اور کبھی جان بوجھ کر یہ تہمتیں گھڑی جاتی ہیں، اور رکھی جاتی ہیں۔

جیسے حضرتِ امام اعظم، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیہ کہا گیا، کہ وہ مرجیہ فرقہ میں سے تھے۔ اور مرجیہ فرقہ محدثین کے برعکس فرقہ شمار کیا گیا، **اَلَّـذِیْـنَ یُؤَخِّرُوْنَ الْعَمَل عَنِ الْاِیْمَان.** کہ جو ایمان کا ارجاء کرتے ہیں، اسے مؤخر کرتے ہیں، تصدیق سے اور توحید سے۔

ہم نے اُن سے کہا کہ ظالمو! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تم نے نہیں دیکھی؟ پڑھی نہیں؟ کہ ساری زندگی انہوں نے کاہے میں گذاری؟ وہ تمام فروعی مسائل، جزئی مسائل جو قیامت تک کے لئے پیش آنے والے تھے، اُن تمام کو مرتب کیا۔ تو ایسے جزئی اعمال، فروعی اعمال، اُس کے متعلق انہوں نے اجتہاد کیوں کیا؟ اگر یہ تمہارا ارجاء کی تہمت درست ہے تو پھر وہ یہ جھک کیوں کرتے؟

جیسا جزء اعمال کو دوسرے حضرات سمجھتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں چند ہزار مشکل سے آپ کو مسلمان ملتے۔ جیسے مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃ، کہ تارکِ صلوٰۃ کافر ہے۔ یہ تمام فروعی اعمال چھوڑنے والا کافر ہے۔ اُس کو اگر ایمان کا جزء قرار دیا جائے تو کتنے مسلمان بچیں گے دنیا میں؟ یہ تو امامِ اعظم، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امتِ اسلامیہ پر کتنا بڑا احسان کہ ہم سب گناہ گاروں کو امام اعظم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھا، ورنہ دوسرے حضرات تو سب کو نکالنے کے لئے جا رہے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اُمت کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اب یہ روکھا سوکھا موضوع رہا آج کا، یہ تنقید، تردید اور اُن کے جواب اور اُن کا رد، تو اب اخیر میں ذرا جمالِ محمدی والا موضوع لے لیتے ہیں۔

حضرت امامِ اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا اُمت پر اتنا بڑا احسان کہ ہر صفحہ پر آپ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے روایت صحیح بخاری میں ملے گی۔ میں نے آپ کو مثال دی پہلی حدیث کے راوی سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، وہ امام صاحب کے شاگرد اور یہ کتنے اونچے شاگردوں میں سے؟ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَوْ لَا اَنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ سُفْیَان لَکُنْتُ کَسَائِرِ النَّاس ،فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے دو بزرگ عطا کئے، ایک امامِ ابوحنیفہ اور ایک سفیان بن عیینہ۔ کہ اِن کی وجہ سے میں یہ حدیث کے کام میں لگا ہوا ہوں اور مشہور محدث بنا، ورنہ میں تو عام لوگوں کی طرح ہوجاتا۔ اگر کون نہ ہوتے؟ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، جن کے متعلق یہ تہمت۔ ان کے پاس احادیث کا کوئی ذخیرہ نہیں۔ یہ کہتے حیا بھی نہیں آتی۔

یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستاذ ایوب سختیانی کے ساتھ ساتھ ہیں، اور کہاں پر ساتھ ساتھ ہیں؟ ابھی مولانا عبدالعلیم لکھنوئی آئے تھے، تو وہ جمالِ محمدی کے متعلق تذکرہ روتے ہوئے کرنے لگے، اور فرمانے لگے کہ وہاں آپ نے فلاں واقعہ لکھا۔ میں بھی وہاں حج میں، جب فلاں حج میں پہنچا مدرسہ علومِ شرعیہ گیا، حبیب اللہ نے مجھے بستر کی جگہ دے دی، میں وہاں لیٹ گیا، اُس سے یہ کہہ کر کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سلام پڑھنے کے لئے مسجدِ نبوی جانے لگیں، تو مجھے جگا دیجئے۔ انہوں نے مجھے رات کو تہجد کے وقت جب حضرت تشریف لے جارہے تھے مسجدِ نبوی تو جگانے لگے کہ حضرت جارہے ہیں، جلدی آؤ، جلدی آؤ، میں حضرت کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوبِ سختیانی رحمۃ اللہ علیہ روضہ اقدس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تک اُس وقت رسائی ہوسکتی تھی۔ ایوبِ سختیانی جب وہاں جانے لگے، تو حضرت امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے اُستاذ سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ مجھے مڑ کر دیکھ نہ لیں، میں چھپ کر دیکھنے لگا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ وہ جب وہاں پہنچے اور جو منظر میں نے دیکھا کہ کسطرح وہ لپٹے ہوئے تھے، اور کس طرح وہ رو رہے تھے، فرماتے ہیں کہ ساری عمر کے میرے رونے کے لئے وہ قصہ کافی ہوگیا۔ **مَا فَكَّرْتُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ، اِلَّا بَكَيْتُ** ۔ فرماتے ہیں کہ میں ساری عمر جب بھی اس ایوبِ سختیانی روضہ اقدس پر سلام کیلئے حاضری کے واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میں رونے لگتا ہوں۔ یہ کہ کسطرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی حاضری، اس کا اہتمام، وہاں رونا دھونا۔

جس طرح کہ میں نے بتایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی اُنگلیاں مبارک جالی مبارک میں ایسے، ایسے، ایسے کر کے اندر پہنچتی تھیں، پھر وہ آنسو نکلتے تھے، پھر وہ سرمہ بنتا تھا، جالی مبارک کے اندر کا غبار، آنکھوں کا سرمہ۔ یہ کہاں سے سیکھا؟ عُمرین سے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس فتح فرمایا، بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا خیال دیکھا کہ کچھ وہاں ٹھیرنا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا جملہ فرمایا اُن سے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چلو، مدینہ شریف چلو، **اَلا تَزُوْر قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**؟ اب جو قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کے لئے ممانعت کی دلائل اور احادیث تلاش کرتے ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع کریں، **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ**. کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت کعب کو فرما رہے ہیں کہ **اَلا تَزُوْر قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**؟ قبرِ رسول ہی کی زیارت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت کعب کو واپس لاتے ہیں۔

دوسرے عمر عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے کچھ عرصہ ہو جاتا، یاد ستاتی ہے، فرماتے ہیں کہ بار بار **یُبْرِدُالسَّفِیْر مِنَ الشَّام اِلیٰ قَبْرِ رَسُول اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلّم** ۔میری طرف سے تم سفیر بن کر جاؤ اور تم حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر صلوٰۃ اور سلام میری طرف سے عرض کر کے آؤ۔

آخری ایک قصہ بیان کر کے میں ختم کروں گا، حضرت بھی تشریف لا چکے ہیں، کہ جس طرح انہوں نے قاصد بھیجا، شام سے حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے، اسی طرح یہاں سے آپ کے یہاں مغرب سے اسپین بھی قاصد گیا ہے۔

ایک شاعر تھے، وہ نابینا تھے، اور وہ نابینا شاعر یہاں آپ کے یہاں اسپین میں رہا کرتے تھے۔انہوں نے ایک شعر لکھا، اور اس کی تلاش میں نکلے، پوچھتے رہے، ہر ایک سے کہ بھائی، کوئی حج کو جا رہا ہے؟ اُن کو بتایا گیا کہ فلاں خاندان میں سے فلاں حضرات ابھی حج کو جا رہے ہیں۔

اُن کی خدمت میں وہ پہنچے، روتے ہوئے عرض کیا کہ جب تم وہاں مدینہ منورہ پہنچو تو میری ایک درخواست ہے کہ میرا یہ پرچہ وہاں میری طرف سے پڑھ دینا۔ وہ لے کر پہنچے اور اُنہوں نے اُن کی طرف سے جو اشعار میں استغاثہ تھا، فریاد تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے وہ عرض کر دی۔

پھر وہ قافلہ یہاں واپس آیا، جب وہ قافلہ واپس آ رہا ہے، اور استقبال کے لئے ہم نے بچپن میں دیکھا کہ گاؤں سے کئی میل باہر نکلکر حجاج کا استقبال کیا جاتا اُس وقت، بسیں وغیرہ نہیں چلتی تھیں، تو پیدل سارا گاؤں جاتا تھا، پھول ہار لے کر کے اور وہاں اُن کا استقبال کیا جاتا تھا، اُن کا ویلکم کیا جاتا تھا۔ جب وہ حجاج وہاں واپس اسپین پہنچتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ استقبال کرنے والوں میں سب سے آگے آگے جن کا پرچہ وہ لے کر گئے تھے نابینا بھی تھے، وہ قافلہ والے کو دیکھ کر لپک کر دوڑ پڑے اور گلے ملے جن کو اُنہوں نے وہ شعر دیا تھا۔ کہا کہ دیکھو، تم نے وہ جا کر شعر پڑھا

اور اللہ نے میری بینائی واپس عطا فرمادی۔

اللہ تعالیٰ ہماری دلوں کی بینائی جو جا چکی ہے، اللہ تعالیٰ اُس بینائی کو واپس فرمادے۔ اُس میں ابن قیم نے اپنے شیخ سے ایک اور جملہ بھی نقل کیا کہ یہ معمولات سالک جب کرتا ہے، تو اس کے قلب کی ایک آنکھ کھلتی ہے جس سے وہ خدا کو دیکھتا ہے، دوسری آنکھ کھلتی ہے جس سے وہ حضور کو دیکھتا ہے۔ اللہ ہماری دل والی آنکھ کو کھول دے جس سے ہم حضور کو دیکھتے رہیں۔

۲

ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا سر جاں کنی کے وقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں رکھ لیا

مگر انہوں نے گود مبارک سے نیچے سرکا لیا

پوچھا کیوں ثعلبہ؟ عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا مملوئۃ من الذنوب

یہ سر گناہوں سے بھرا ہوا ہے



گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں ابرِ کرم برسے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوشتر ہیں گلِ تر سے

یہ کس نے سازِ دل پر نغمہ نعتِ نبیؐ چھیڑا
صدائیں مرحبا کی آ رہی ہیں ہفتِ کشور سے

زمین پاک مرقد کی بلندی کوئی کیا جانے
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرشِ بریں ترسے

خوشا صدق و جلال و حکم و تقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سے

یہ ناممکن ہے مرجھائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اُٹھی اللہ کے گھر سے

ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبرؐ سے

غسالہ سید کونین کا میری نگاہوں میں

ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تسنیم و کوثر سے

یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر

زمیں کیا آسماں تک گونج اُٹھا اللہ اکبر سے

وہ کیوں کر قصرِ جنت کی طرف ہو ملتفت عارفؔ

جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

(مولانا ابو الوفاء عارفؔ شاہجہانپوری)

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّیْ عَلیٰ رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم اما بعد!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرو بْنِ العَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَ نَضَعُ المَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ انَّ اَعْمَالَ بَنِیْ آدَمَ وَ قَوْلَهُمْ یُوْزَن. وَ قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَّةِ وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِط وَ هُوَ الْعَادِلُ وَ اَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِر. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اَشْکَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَةَ بْن الْقَعْقَاع عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَال

یہ ختمات کے ایام ہیں۔ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد وہاں پریسٹن جامع مسجد میں ایک

ختم تھا۔جیسے آپ کے یہاں ختم بخاری شریف ہوگی،اسی طرح وہاں ایک ختم تھا۔اس کی ابتداء اوراس کاافتتاح کیسے ہوا؟

ہمارے دارالعلوم کے ایک استاذ کے پاس وہ پہنچے پریسٹن (Preston) کی جامع مسجد میں،اور اُن سے کہا کہ آپ ہمارے بچے کو پڑھادو۔انہوں نے فرمایا کہ،مدرسہ میں ہمارے پاس بھیج دو، ہمارے گھر بھیج دو،مسجد میں بھیج دو وہاں پڑھادیں گے۔انہوں نے کہا کہ وہ معذور ہے،نہیں آسکتا۔آپ کوآنا پڑے گا۔وہ اُن کے یہاں تشریف لے گئے، یہ سوچ کر، کہ ہاتھ پیر سے،کسی عضو سے، چلنے پھرنے سے معذور ہوگا۔وہاں گئے، دیکھا تو ہماری طرح سے اس کی دونوں آنکھیں سلامت ہیں،مگرآنکھیں رکھنے کے باوجودوہ دیکھنے سےمعذور ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کی ہمیں قدرعطافرمائے۔اُن کونیکیوں میں استعمال کرنے کی توفیق عطافرمائے۔اُس کواور بقیہ تمام اعضاءکو، گناہوں سےاور گناہوں کی نحوست سے بچانے کی توفیق دے۔تو اس بچہ کے والد سے کہا، کہ یہ تو آنکھوں سے معذور ہے، اِس کوتھوڑاتھوڑاحفظ کرایاجائے، یہ بھی پڑھانے کاایک طریقہ ہے۔

نابینا کاحفظِ قران

لندن میں پانچ چھ سال پہلے،ایک نابینانوجوان نے سات مہینے میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔ ابھی مولانانے فرمایاکہ قرآنِ کریم معجزہ کےطور پر بچے حفظ کرلیتے ہیں۔اُنہوں نے ،دارالعلوم کےاستاذنے اُن سے کہاکہ ایک طریقہ حفظ کرایاجائے یہ بھی ہے۔

دوسراایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بجائےسُن کرحفظ کرنے کے،وہ خودقرانِ کریم ناظرہ پڑھنا سیکھے۔تو والدجلدی میں کہنے لگے،انہوں نے کہا کہ یہ تو آنکھوں سےمعذور ہے، یہ تو ہمارا قران شریف ، یہ نہیں پڑھ سکے گا۔انہوں نے بتایا کہ جونابینا کے لئے قران شریف ہوتے ہیں،جس سے وہ پڑھ سکتے ہیں،وہ لےکروالدآئے۔

انہوں نے بتایا کہ میں خود اس کا ایک حرف تہجی جانتا نہیں کہ نابینا کی تحریر میں جو لکھی جاتی ہے، نابینا کے لئے ۔ اُس میں الف کیسا ہوتا ہے وہ میں نہیں جانتا، میں کیسے پڑھا سکتا ہوں؟ استاذِ محترم نے ہمت کی، اور وہ خود سیکھتے چلے گئے، اور یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی اس کاوش کو قبول فرمایا، اور بچہ نے قرانِ کریم ختم کیا۔ تو اُس ختم کی جمعہ کو تقریب تھی، وہاں جانا ہوا۔

تَفُصِیُلاً لِکُلِّ شَیُ ء

اُس کے بعد گذشتہ کل، سنیچر کو، پریسٹن (Preston) میں ہمارا ادارہ ہے معھد الشھداء، دار العلوم کے اساتذہ جو ایکسڈنٹ (accident) میں شہید ہو گئے تھے، اُن کے نام کی طرف منسوب۔ آج کل تو فتنوں سے بچنے کے لئے ہر چیز کی تشریح کرنی پڑتی ہے، ڈرتے ڈرتے۔ کہیں کسی کو اشکال نہ ہو جائے!

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلا تبلیغی جماعت کا مرکز، شہداء میں تھا، مسجدِ شہداء تھی۔ مگر ہمارے دار العلوم کے اساتذہ جو شہید ہو گئے تھے، اُن کی طرف منسوب معھد الشھداء پریسٹن ہے، اُس میں ہر سال، اللہ کے فضل وکرم سے بچے حفظ ختم کرتے رہتے ہیں، اُس کی، جگہ کی ایک لمبی تاریخ ہے بڑی دلچسپ۔ وہاں کوئی تقریباً دس بچوں نے حفظ قرآن کو ختم کیا، جس میں ہمارا ایک نواسا بھی شامل تھا۔ اُس کی تقریب گذشتہ کل شام کو عصر کے بعد تھی۔

اُس تقریب میں، میں نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ یہ قرآنِ کریم کے حفظ کے ختم کی تقریب ہے، اور قران اُمُّ الکتاب ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کی تاریخ اس میں ہے، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ اس میں ہے، تمام حیوانات، نباتات، جمادات تَفُصِیُلاً لِکُلِّ شَیُءٍ، ہر چیز کی تاریخ قرانِ کریم میں ہے۔ ایک سائنس دان اپنے اعتبار سے قرآنِ کریم کو دیکھے، تو اس کے علوم کے پچاسوں باب ملیں گے۔ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیُءٍ حَیٍّ، کہ یہ ایٹم (atom) اور ذرہ سائنس دانوں کے مطابق کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دنیا شروع ہوئی۔

تمام صلحاء نیک لوگوں کی تاریخ ، اللہ کے دین کے، خدا کے دشمنوں کی تاریخ ، اُن کی ابتداء ، اُن کا انجام، اُن کے ساتھ دینے والوں کا انجام، کیسے خدا نے ساری ساری قوموں کو غرق کیا، آسمانوں سے عذاب نازل ہوا، اُن کو بیخ دیا گیا۔ کیسے اُنہیں ہلاک کیا گیا، تو یہ تمام اقوام عالم، اقوامِ سابقہ کی اور لاحقہ کی ، آنے والی اقوام کی ، تمام کی تاریخ۔ جناتوں کی ، انسانوں کی ، بچوں کی ، بڑوں کی ، نیکی کے راستہ پر چلنے والوں کی ، بُرے راستہ کا انتخاب کرنے والوں کی ، ان کا انجام، ہر چیز مکمل طور پر قرانِ کریم میں موجود ہے۔

میں نے کہا دوستو ! ہمیں ، یہ جو مجمع ہے، میں نے اُن سے کہا، کہ ہم سب ایک چیز میں مشترک ہیں، ایک ہماری بھی بیماری ہے۔ اُس کا علاج ہمیں قران سے مطلوب ہے۔ پھر چند ایک سورتیں میں نے ان کو بعض چیزوں کے علاج کے طور پر بتائیں۔

اور اس کے بعد میں نے کہا کہ ہم سب کا مشترکہ غم ، اور ہماری مشترکہ مصیبت ، جس میں ہم سب پھنسے ہوئے ہیں، مصیبت میں ، ایک بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں، ہر وقت ہماری آنکھیں گناہوں کی طرف راغب ، ہمارے دل دماغ کسی وقت گناہوں سے خالی نہیں ہوتے ، نہ تنہائی میں ، نہ مجمع میں ، نہ بازار میں ، ہم سر سے لے کر پیر تک کوئی عضو ایسا نہیں سوچ سکتے اپنے متعلق کہ جو ہر وقت گناہوں میں آلودہ نہ رہتا ہو۔ میں نے اُن سے کہا کہ چلئے ہم تلاش کرتے ہیں کہ اس بھنور سے ہم کیسے نکلیں؟ اور جن پر یہ گذری ہے، اُن کا حال ہم پڑھیں تا کہ کچھ اپنا سکیں ، کچھ اختیار کر سکیں ، تو میں نے رَبَّـنَـا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّار ، کا شانِ نزول ، حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا گذری۔

گناہِ بے لذت

اور میں نے عرض کیا کہ ہمارے تمام اعضاء سمیت ، کبائر صغائر میں ہم ہر وقت ملوث۔ جس سے کسی قسم کی کوئی منفعت نہیں ، غیبت کو کہا جاتا ہے، اس کا نام ہی رکھا ہے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے گناہِ بےلذت، تو اس کے متعلق بھی، ہمارے کانوں کو ایسا چسکا پڑا ہوا ہے کہ پوری پوری راتیں صرف ہو جاتی ہیں، اور گھنٹے گذر جاتے ہیں، مزے لیتے ہوئے، دوسروں کی بُرائی، غیبت، اُن کو کیسے نقصان پہنچایا جائے، اُن کو کیسے گرایا جائے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جو ہمارے اعضاء کو لت پڑ گئی ہے، مزے لینے کی گناہوں کے ذریعہ، میں نے اُن کو حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنا کر عرض کیا کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کے لئے بھیجا تھا، راستہ میں ایک نگاہ پڑ گئی، وہ بھی اتفاقیہ، کہ فوراً ہٹا لینی چاہیئے تھی، نہیں ہٹا سکے۔ ذرا تطویل ہوگئی اُس میں، اُس میں تمدید ہوگی، تھوڑی دیر دیکھا ہوگا، یہ گناہ اُن کے نزدیک اتنا عظیم ہو گیا کہ بارگاہِ رسالت سے جس کام کے لئے اِن کو بھیجا گیا تھا، اُس کام کو انجام دے کر واپس جانے کے بجائے، جنگل کی راہ لی۔ آہ و بکاء خدا کی بارگاہ میں۔ مختصر کروں، لمبا قصہ ہے، دو دفعہ جبرئیل اُن کی وجہ سے اُترے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور عرشِ الٰہی سے رب کا سلام پہنچا کر بتایا کہ وہ ایک آپ کا اُمتی آہ و فغاں میں مصروف ہے وادیوں میں، جنگل میں، اُن کی خبر لیجیئے۔

پھر اخیر میں، تمام واقعہ کے اجزاء میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلتا ہے، کہ وہ اِس دنیا سے اب جا رہے ہیں، اُن کا آخری وقت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، اور اُن کا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، آہستہ سے اُنہوں نے نیچے سرکا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ یَاثَعْلَبَةُ لِمَ حَوَّلْتَ رَأْسَکَ عَنْ حِجْرِیْ؟ تم نے میری گود سے اپنا سر نیچے کیوں سرکا لیا؟ عرض کرتے ہیں، یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اِنَّهَا مَمْلُوْئَةٌ مِنَ الذُّنُوْب، یہ گناہوں سے پُر ہے، یہ اس گود، مبارک گود کے لائق نہیں میرا سر۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دو سوال فرمائے، کچھ مانوس کرنے کے لئے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ، مَا

تَشْتَھِیْ؟ آپ کو کیا چاہئے؟ انہوں نے عرض کیا، کہ مَغْفِرَۃَ رَبِّیْ، میرے رب کی مغفرت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیں، اس سے پہلے پھر جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! خدا کی طرف سے آپ پر سلام ہو، رب کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو، اور حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں، کہ میرے اس بندہ کو آپ فرما دیں کہ یہ تو تیرا ایک گناہ ہے، اگر یہ زمین ایک برتن بن جائے اور وہ تیرے گناہوں سے بھری ہوئی ہو، اور اس کو تو لے کر آئے گا، تو میں زمین بھر مغفرت لے کر آؤں گا، یہ جواب سن کر حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے میں نے کہا کہ 'وصال کے احوال' میں، میں نے پورا ایک باب لکھا ہے، کہ جو سجدہ میں اللہ کے پیارے ہو گئے، جو نماز میں اللہ کو پیارے ہو گئے، جو تلاوت کرتے ہوئے، کسی نے شعر سنا اور جان دے دی۔ اس میں ایک یہ کہ ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ تو اس میں حضرت ثعلبہ بھی ہیں ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔

وہ اپنے آپ کو، پورا ایک چلہ اُنہوں نے وادی میں گذارا تھا۔ آپ بھی چلہ میں جاتے ہیں۔ پورا ایک چلہ اِس کی آہ و فغاں اور استغفار میں رب کے سامنے روتے رہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مغفرت کا ایسا عظیم وعدہ ہوا۔ اور یہ کیسے پورا ہوا؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُنہیں دفن فرمایا، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنگلیوں کے پوروں کے بل چل رہے ہیں، پورا پیر زمین پر نہیں رکھتے ہیں۔

فارغ ہونے کے بعد پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ، آپ اس طرح چل رہے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں کی جو جماعت حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے، اس قدر کثرت تھی، کہ میں اپنا پورا پیر زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ کیسا عظیم استقبال!

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وہاں میں نے یہ گنہگاروں کے متعلق عرض کیا تھا۔ اب یہ آپ کا ادارہ دعوت وتبلیغ کی طرف منسوب ادارہ ہے، اور اس دعوت وتبلیغ کے بانِی مُبانی مؤسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اور اُن کے اباء واجداد ہیں۔ اب اس موقعہ پر ہم اس ادارہ میں ہم حاضر ہوئے ہیں اور یہ بخاری شریف کا ختم بھی ہے۔ ہم حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیاتِ طیبہ، اُن کی زندگی کو دیکھتے ہیں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں اس مرتبہ عظمیٰ تک کیسے پہنچایا؟ اور کیسے اتنا عظیم کام لیا؟

اسی طرح یہ جو آپ بخاری شریف ابھی ختم کریں گے، حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن سے ہم پوچھتے ہیں، کہ حضرت! صدیاں گذر گئیں، ڈیڑھ ہزار برس اسلام کو ہو گئے۔ آپ کی کتاب کو دو سو، تین سو برس کم رہے ہوں گے، تو اتنے طویل عرصہ کے بعد تک، آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک، کہ اس کتاب کی اس قدر مقبولیت، اور آپ کا نام اس طرح زندہ تابندہ۔ اس کی کیا وجہ؟ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ان سے پوچھتے ہیں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا عظیم کام جو آپ سے لیا کیسے لیا؟

ائمہ اربعہ کی بے مثال قربانیاں

ہم سب کے سب جو یہاں بیٹھے ہیں، سارے الحمدللہ، سارے حضرت امامِ اعظم، اور بقیہ ائمہ ثلاث میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں۔ ہم اُن ائمہ سے پوچھتے ہیں، کہ آپ کے مذہب کے خلاف، آپ کی ذاتِ عالی کے خلاف، آپ کی زندگی میں، آپ کے بعد، اتنے سارے فتنے آئے، فتنے آئے، اور کیسے فتنے آئے کہ ہم تو شاید اسلام پر بھی باقی نہ رہتے۔ لیکن جو اِن ائمہ پر، صحابہ کرام اور تابعین، وہ تو وہاں تک سر اُوپر اُٹھا بھی نہیں سکتے ہیں ہم۔ اُن کی بلندی کو کیسے دیکھ پائیں گے؟ یہ ہمارے ائمہ اربعہ، اُن پر جو جو قیامتیں گذری ہیں، وہ آپ اور ہم پر اگر اُن کی جیسی

قیامتیں ہوتیں، تو شاید ہم اسلام پر بھی نہ رہتے۔ کہ یہ جس اسلام کے خاطر ہم مار کھا رہے ہیں، تو وہ خدا کدھر ہے؟ اور اس مذہب کے تحفظ کے وعدے کدھر ہیں؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کندھے سے، اور یہ جوڑ میں سے ہاتھ نکال دئے گئے تھے پہلوانوں کو بلا کر کے، کھینچ کر۔ اُن کے یہاں جو عدمِ رفع ہے، کہ بالکل سیدھے ایسے ہی کھڑے رہو، تو اس کی وجہ ایک امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عدم رفع کی یہ بھی بیان کی کہ وہ ہاتھ اُٹھا ہی نہیں سکتے تھے۔ تو اور بقیہ مظالم کس قدر ڈھائے گئے ہوں گے اُن پر؟

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ سنتے رہتے ہیں، کہ کیسے اُن کو روز سامنے لا کر، سب کے سامنے کوڑے مارے جاتے تھے۔ پھر گوشت نظر آنے لگتا تھا، پھر مرہم پٹی کر کے پھر دوبارہ وہی پٹائی ہوتی تھی۔ کیسے برداشت کرتے ہوں گے؟

ایک دفعہ میں نے پورا واقعہ سنایا تھا، کہ اُسی میں کسی نے پوچھا کہ حضرت اپنے چادر کے ایک کونہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک اپنے اس پلہ میں باندھ رکھا تھا، تو مجھے اپنی جان سے زیادہ اُس کی حفاظت کا خیال تھا۔ تو ہم ہوتے، تو اُس بال مبارک کے متعلق بھی بدگمان ہو جاتے، اور جن کے بال مبارک، اُن کے اور اُن کے لائے ہوئے مذہب پر بھی ہمیں یقین نہ رہتا۔ امامِ احمد پر کیا کیا قیامتیں گذریں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امامِ اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو انتقال ہی جیل خانہ میں ہوا۔ کوڑے مارے

جاتے تھے، اخیر میں دیکھا کہ مرتا بھی نہیں یہ، زہر پلایا گیا۔ دیکھا کہ آخری وقت ہے، تو سجدہ میں تشریف لے گئے، ہمارے حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرح سے۔ سجدہ میں انتقال ہوا۔ حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حال، ان پر مظالم ڈھائے گئے۔

ہم اُن سے پوچھتے ہیں، ائمہ اربعہ سے اور امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ آپ کے اتنے دشمن تھے دنیا بھر میں، حکومتیں دشمن تھیں، اُن کے کارندے آپ کے دشمن تھے، اُن کی فوجیں آپ کے خلاف تھیں، تو آپ کو ختم نہیں کرسکیں، آپ اور آپ کا مذہب اتنی صدیوں بعد زندہ اور تابندہ، کیا وجہ اس کی، کیا گُر؟ ہمیں سکھا دیجئے، بتا دیجئے، ہم بھی ابھی بخاری شریف سے فارغ ہوں گے، کچھ دنیا میں کرلیں، دینی کام کرلیں۔

میں نے اپنے طور پر جو اِن کا ریسرچ (research) کیا تو مجھے تو ایک ہی جواب ملا، جو میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیسے اِن حضرات کا نام آج تک زندہ اور تابندہ ہے؟ اور کیسے یہ سر بلند ہوئے؟ اور کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو ہمت دی اور وہ ایسے کام کر گئے کہ آج صدیوں بعد بھی اسی پر لوگ چل رہے ہیں، ورنہ کوئی تصور کرسکتا ہے، کہ اتنے لاکھوں ملینوں انسان تبلیغ و دعوت میں اس طرح جڑیں گے، کوئی حکومتیں دنیا بھر کی مل کر بھی ایسا پلان (plan) نہیں بناسکتیں۔ کہ جو ایک ہڈیوں کا ڈھانچا تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے حجرہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی گلی تھی۔ وہاں سے کھڑکی میں سے حضرت نظر آتے رہے بس۔ اُس کے باہر جو گلی جیسی تھی، اُس میں اُکڑوں بیٹھ جاتے تھے۔ مسنون ہے اُکڑوں بیٹھنا، تو یہ مجمع میں سے آدھے سے زیادہ بھی نہیں بیٹھ پائیں گے۔ دیکھئے کتنے دور، کیسے سوچ سکتے ہیں ان حضرات تک پہنچنا درکنار، اِن کے حالات اور اِن کا اتباع، جو اُکڑوں نہیں بیٹھ سکتے ہم تو؟

مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس گلی میں اُکڑوں بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان، دونوں زانوں کے درمیان سر رکھ کر رویا کرتے تھے، یہ کام تھا اُن کا۔

اور یہ ایسی بڑی بڑی جماعتوں کا چلانا، بڑے بڑے مجمع سے مخاطب ہونا اور اُن کو قائل کرنا تو یہ لیکچر (lecture) اور زبان اور خطاب سے ہوا کرتا ہے، بیان سے ہوسکتا ہے۔ حضرت کی زبان حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح سے، ایک قسم کی زبان میں لکنت تھی، روانگی کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بول نہیں پاتے تھے۔ تو کیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا عظیم کام اُن سے لیا؟

جیسا میں نے آپ کو بتایا کہ ہم (research) کرتے ہیں ان حضرات کے حالات کو، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے صحیح بخاری میں قصہ سنایا تھا، ایک خواب سنایا تھا۔

صلوٰۃ وسلام جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ روضہ اقدس پر پیش کرتے تھے

ابھی گذشتہ کل حضرت پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب کو ویزا (visa) ملا، ان کے پروگرام کے (programme) سلسلہ میں بات ہو رہی تھی۔ وہ فرما رہے تھے کہ آپ کی کتابیں ساری سُن لیں، اس پر میں نے جو کتابیں میں نے سنی ہیں، آپ کی ساری، تو میں سوچ رہا تھا کہ اس میں سے جو آپ نے درود اور سلام حضرت شیخ نور اللہ کا لکھا ہے سراج القاری کے مقدمہ میں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تین سال تک تقریرِ بخاری ہمارے بڑے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نے لکھی تھی۔ سراج القاری کے نام سے اُس تقریر پر تحقیق کے بعد وہ دوسری جلد اُس کی شائع ہوگئی ہے ابھی یہ تیسری جلد چل رہی ہیں۔

انہوں نے اس کا مقدمہ لکھنے کے لئے مجھے حکم فرمایا، تو میں نے کوئی پچاس صفحہ کا ایک مقدمہ لکھا تھا، جس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تقریرِ بخاری کے دوران اپنے بیان میں، علمی لائن سے

ہٹ کر جو بزرگوں کے واقعات، اور اپنے واقعات سناتے تھے، میں نے وہ کچھ چالیس کے قریب مقامات کو چن کر کے میں نے ان کے لئے بھیجے تھے۔ اُن میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ، وہاں روضہ شریف پر حاضری کے وقت صلوٰۃ اور سلام کس انداز سے پڑھتے تھے، وہ صیغے میں نے اُن کو لکھ کر بھیجے تھے۔ حضرت نے جو تقریرِ بخاری کے دوران خواب سنایا تھا، وہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، چچا جان کو حضرت نے خود سنایا، جو خواب حضرت شیخ کا تھا۔

نبوت کا چھیالیسواں جزء

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ کیوں اہمیت نہ دیں؟ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی، اور آپ کی زیارت سے مستفید ہوتے تھے، ہر وقت تازہ وحی نازل ہوتی تھی۔ مگر اُمت کو اس کے بعد بھی محروم نہیں رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلرُّؤیَا الصَّالِحَۃ، کہ جو سچے اچھے خواب ہیں، یہ نبوت کا چھیالیسواں جزء ہیں۔ اور آپ میں سے ہر ایک کو اس طرح سچے اچھے خواب آتے ہیں، مگر نہ جان سکنے کے وجہ سے اس سے استفادہ ہم نہیں کر پاتے۔ اور اگر اس کو ایک بیکار مشغلہ شمار کیا جائے، تو پھر ایک قدم اور بھی آگے بڑھ گئے۔

حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تو ساری عمر کے لئے، کچھ کام تو ایسے ہوتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار فرمائے، وہ بھی سنت ہیں، وہ بھی کرنے ہیں۔ لیکن یہ سنت تو ایسی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وقت روزانہ کا، بہترین وقت اس کے لئے فارغ فرمایا تھا۔ جیسے ہی فجر کی نماز پڑھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس رات کو جو خواب دیکھا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ بیان فرماتے تھے، اور اُس کی تعبیر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خواب نہیں دیکھا، یا دیکھا اور بیان نہیں فرمایا، اور صحابہ کرام سے پوچھتے کہ ھَلْ رَایٰ اَحَدٌ مِنکُمْ رُؤیا۔ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

وہ خواب اپنا بیان فرماتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی تعبیر دیتے۔

سفید و سیاہ بھیڑیں

ایک خواب کا تذکرہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ **غَنَمٌ بِيُضٌ يَتْبَعُهَا غَنَمٌ سُوُد.** کہ کالی اور سفید بھیڑیں ہیں، اور سفید بھیڑیں آگے آگے، اور کالی بھیڑیں پیچھے پیچھے۔ فوراً سن کر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے، کہ یا رسول اللہ اس کی تعبیر تو واضح ہے، کہ عرب کے پیچھے عجم چلیں گے سب سے پہلے اسلام شروع ہوا عربوں سے، اور اُن کے پیچھے پیچھے عجم چل رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **هٰكَذا عَبَّرَهَا الُمَلَکُ بِسَحَر** . کہ ابھی دن میں آپ یہ تعبیر دے رہے ہیں، یہی تعبیر، یہ رات کو، سحر کے وقت میں فرشتہ بھی یہی تعبیر دے چکا ہے۔ تو کتنی مبارک گھڑیاں اس کام کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ تعبیر کا سلسلہ امت میں جاری رکھا۔

امام المعبرین علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ پڑھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ علامہ ابن سیرین کے آگے کسی نے آکر خواب بیان کیا، کہ **اَلُجَوُزَاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَيَّا.** کہ یہ منازل ہیں۔

آج کل تو جس طرح میں نے عرض کیا کہ کان اور زبان، دو کو جس طرح شرابی ہوتے ہیں، اب جو یہ پورک (pork) ہی کھاتے ہیں، تو اُن کو اور گوشت میں وہ لطف نہیں آتا، جو پورک میں ہے۔ اور جو پینے والے ہوتے ہیں پینے کے رسیا، تو اُنہیں اور کتنا ہی شاندار مشروب اُن کے سامنے پیش کریں تو وہ مزہ نہیں آتا۔ اسی طرح یہ زبان اور کان کی آلودگی میں جو مزہ آتا ہے۔ یہ چاند، چاند، جب رمضان کی مبارک گھڑیاں ابھی شروع ہونے سے پہلے یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور اتنے مزے لیں گے۔

گذشتہ سال تو ایک عجیب واقعہ ہوا، کہ بالکل آخری ایام ہیں، میں نے ساتھیوں سے جو دار العلوم تراویح کے لئے جاتے ہوئے عرض کیا کہ شکر ہے کہ اس سال کوئی چاند کے متعلق اور ٹائم ٹیبل (timetable) کے متعلق کوئی جھگڑے سننے میں نہیں آئے۔ وہ چپکے سے ایک دوسرے کے منہ تک رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ اور ایک نے آہستہ سے کہا کہ نہیں وہ تو سلسلہ جاری ہے ، پھر جو تفصیل سنانی شروع کی، میں نے کہا کہ بس۔ میں نے کان پر ہاتھ رکھ لئے۔ میں نے کہا شکر ہے کہ مجھے اب تک اس کا علم نہیں ہوسکا، میں اس سے واقف نہیں ہونا چاہتا۔ میری غلطی ہوئی کہ میں نے اس کا تذکرہ کیا، میں نے تو خیر سمجھ کر تذکرہ کیا۔

اَلْجَوْزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَيَّا

یہ جو جوزاء ہے، یہ منازل ہیں، منازل میں سے ایک منزل ہے۔ یہ جو آپ روز انگلش (english) اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ اپنی قسمت آج آپ کو تجارت کرنی چاہیۓ، نہیں کرنی چاہیۓ، کوئی کام کرنا چاہیۓ، آج آپ کامیاب ہوں گے، ناکام ہوں گے۔ وہاں یہ تصویریں آپ دیکھیں گے، یہ حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلۃ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت اور یہ بارہ منازل ہیں۔ جس میں سے جوزاء ہے، اور جوزاء کو خواب میں دیکھا گیا، کسی دیکھنے والے نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ اَلْجَوْزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَيَّا۔ ثریا منزل نہیں ہے، وہ ایک ستارہ ہے۔ فارسی آپ حضرات نے کم پڑھی ہوں گی، ہمارے یہاں دار العلوم میں تو بالکل نہیں ہے۔ وہ ایک شعر ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رسد دیوار کج

کہتے ہیں کہ پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھی جاتی ہے، اس کے اوپر جب دیوار بلند کرنی آپ شروع کریں گے تو چاہے ثریا ستارہ تک آپ دیوار اونچی کرتے جائیں، وہ دیوار ٹیڑھی ہی رہے گی۔ تو

وہاں شاعر نے ثریا کو استعمال کیا بلندی میں۔

خواب دیکھنے والا نے یہ دیکھا کہ جوزاء ثریا سے آگے بڑھ گیا۔ یہ آگے اور پیچھے پر، یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جو خواب ہے، اس لئے آپ کو یہ ساتھ ابن سیرین کی یہ تعبیر بھی سناؤں کہ ان کے سامنے جب یہ خواب بیان کیا گیا کہ اَلْجَوزاء تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الجوزاء سے مراد حسن بصری ہے اور ثریا سے مراد میں خود ہوں اور اس جوزاء کے ثریا سے آگے بڑھنے کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے پہلے اُن کا وصال اور انتقال ہوگا، اور اُن کے بعد پھر میرا انتقال ہوگا۔

چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ ادھر حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اور علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع دی گئی، کہ آج حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، اور سارا شہر، جس مسجد میں ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہوتا تھا، وہ مسجد ساری خالی ہوگئی۔ اس قدر کہ فرماتے ہیں کہ تاریخ میں صرف اس مسجد پر ایک ہی وہ دن آیا ہے، چاہے قیامت آجائے، کچھ آجائے، وہاں نماز ہر حال میں ہوتی رہی، جماعت ہوتی رہی۔ لیکن کہتے ہیں کہ ایک دن ایسا گذرا کہ عصر کی نماز جس وقت حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے لئے لوگ گئے ہوئے تھے، تو اس جامع مسجد میں، حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں نماز نہیں ہوئی۔ کسی نے نماز نہیں پڑھی، کوئی تھا ہی نہیں وہاں پڑھنے والا سب چلے گئے۔

حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی انتقال پر ابن سیرین کو اتنا غم ہوا کہ اپنی جگہ سے ہل ہی نہ سکے۔ سکتہ اُن پر طاری ہوگیا، نہ ہل سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، نہ جنازہ میں جاسکتے ہیں۔ اور اس کے چندروز کے بعد پھر اُن کا بھی وصال ہوگیا، اُن کی تعبیر صحیح نکلی، کہ اَلْجَوْزاءُ تَقَدَّمَتِ الثُّرَیَّا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا موثر کلام

اسی طرح ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک دفعہ کسی نے خواب بیان کیا۔ اور کہا کہ

حضرت میں نام نہیں لیتا، مجھے معاف کیجئے، میں بغیر نام کے خواب بیان کرتا ہوں، کہ یہ جو جامع مسجد ہے، بصرہ کی ، اِس جامع مسجد کے صحن میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے، بالکل ننگ ڈھرنگ، مادرزاد ننگا۔ اوراس کے ہاتھ میں تلوار ہے، اوراس کے سامنے ایک چٹان ہے، اور وہ تلوار چٹان کے اوپر مارتا ہے، اوراب تلوار چٹان کو توڑ سکتی ہے؟ وہ تو نہیں توڑ سکتی، وہ تو خود ٹوٹ جائے گی، چاہے کیسی ہی تلوار ہو۔ فرماتے ہیں کہ مگر وہ تلوار بھی ایسی، مارنے والا بھی ایسا، کہ وہ چٹان چورا چورا ہو جاتی ہے، پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

پہلا جملہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ اگر چہ آپ نے فرمایا کہ میں اُس شخص کا نام نہیں لیتا، میں نام بتاتا ہوں کہ آپ نے جن کو خواب میں دیکھا وہ حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور جو اُن کے ہاتھ میں تلوار ہے وہ اُن کی زبان ہے۔ اور اُن کے کلام میں اس قدر تاثیر اور اثر خدا نے رکھا ہے کہ جو دل پتھر اور چٹان کی طرح منافقوں کے دل ہیں، اُن کو بھی چورا کر کے، اُس دل کے اندر تک اُن کے کلام کا اثر پہنچتا ہے۔ اللہ نے اُن کی زبان میں اس قدر تاثیر رکھی ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے تقریرِ بخاری میں ایک خواب سنایا۔ فرمایا کہ میں نے چچا جان کو خواب میں دیکھا کہ چچا جان مجھ سے آگے آگے چل رہے ہیں۔ اور پیچھے پیچھے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ چل رہے ہیں اور حضرت کے بالکل پیچھے، پشت پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں۔

اب حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ بتاؤ، اس کی کیا تعبیر؟ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں نے چچا جان سے عرض کیا کہ تعبیر تو واضح ہے، ظاہر ہے۔ فرمایا کیا؟ فرمایا کہ تعبیر یہ ہے کہ میں آپ کا اتباع کرنے کی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر میں اپنے مشاغل کی وجہ سے، اپنے دینی کاموں کی وجہ سے، اور تدریس کی وجہ سے، اور

خانقاہی، دیگر مشاغل کی وجہ سے آپ کا کامل طور پر جیسا ہونا چاہئے اتباع نہیں کر سکتا، اگر چہ کوشش تو کرتا ہوں۔تو اُسی کو بتایا گیا کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا ہوں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، اگر یہ تعبیر ہے تو پھر آپ کے پیچھے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ؟ حضرت شیخ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں، یہ اشکال تو بجا ہے۔

ہمارے اکابر، ہمیں تو اپنی جہالت پر، اور جو ہمارا غلط علم ہے اُس پر اتنا اصرار ہوتا ہے، اتنا اصرار ہوتا ہے کہ کبھی وہ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔اُس کی حقانیت پر، غلط علم کو حق سمجھ کر اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے۔اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے طلبہ کو سینکڑوں کے بھرے مجمع میں، اپنی غلطی بیان فرما رہے ہیں۔کہ جس کو چچا جان نے غلط قرار دیا کہ تمہاری یہ تعبیر غلط ہے۔حضرت نے تو یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے، لیکن حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پیچھے جو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں، تو پھر وہ؟ فرمایا ہاں پھر تو یہ تعبیر نہیں ہے، جو میں نے دی۔

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ پھر چچا جان نے خود تعبیر دی، اور تعبیر کیا دی؟ فرمایا کہ میرے اس کام کے متعلق اہل مدارس، اہل علم اور ان مشائخ میں سے بعضوں کو جو اشکال ہے، وہ آپ کی پشت پناہی کے وجہ سے وہ اشکالات دبے ہوئے ہیں۔کوئی اُف نہیں کر سکتا، آپ کی وجاہت کی وجہ سے، اور آپ کی یہ جو وجاہت ہے، آپ کو مشائخ اور تمام اہل علم جو مانتے ہیں اور آپ کی قدر کرتے ہیں، آپ کی تعظیم کرتے ہیں، تو وہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی پشت پناہی کی وجہ سے۔کہ آپ کے پیچھے حضرت سہارنپوری ہیں۔

کیسی زبردست تعبیر! اور کیسا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اپنے متعلق اقرار کہ میری تعبیر غلط تھی۔اسی لئے حضرت مولانا حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے کتنے مسائل سے، کتنے فتاویٰ سے رجوع فرمایا، کہ پہلے میں نے یہ فتویٰ دیا تھا اب یہ فتویٰ ہے۔

آستانۂ نبوت سے انتخاب

یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے عرض کرنا شروع کیا تھا، کہ یہ دعوت اور تبلیغ کا ادارہ ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان سے کیسا عظیم کام لیا، وہ کیسے لیا؟ تا کہ ہم بھی اُس کی نقل کر کے اور اس پر چل کر کے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سے بھی اسی طرح دین کا کام لے۔اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، اسی طرح ائمہ اربعہ کے متعلق، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسا عظیم الشان کام اُن سے لیا۔

دوستو! یہ جو حضرات ہیں، یہ ہم جیسے انسان تھے، جیسے ہم میں کمزوریاں ہیں اور ہم ضعیف، ناتواں، کمزور، ہمارے ساتھ بیماریاں، مصیبتیں، دنیوی جھگڑے، مشاغل تمام چیزیں لگی ہوئی ہیں، ان کے ساتھ بھی تھے۔لیکن اِن کی قسمت کا ستارہ کیسے چمکا؟ کہ کیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھنی شروع کی؟ کیسے اُن کو اس کی توفیق ہوئی؟

اس کے ضمن میں آپ کے اساتذہ سے آپ نے سنا ہوگا، کہ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے ہیں اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے ہیں۔تا کہ مکھیوں سے پریشانی نہ ہو، گرمی سے پریشانی نہ ہو۔انتخاب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے ہوتا ہے۔یہ ان کے قلوب اس قدر وہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے اور قلبِ نبوی سے اس طرح وابستہ اور پیوستہ رہا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان حضرات کا اس کام کے لئے انتخاب کیا گیا۔

یہی حال حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔کہ وہ وہاں مدینہ شریف میں ہیں اور اپنے متعلق یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اب مجھے یہی رہنا ہے ہندوستان واپس نہیں جانا۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ وہاں آپ سے کام لیا جائے گا۔

جب بیدار ہوتے ہیں، اپنا خواب ذکر کرتے ہیں، روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ میرے پاس زبان ہے، نہ میں اس قابل، میں کیا کام کرسکوں گا؟ بزرگوں نے تسلی دی، کتنا پیارا جملہ فرمایا، اور فرمایا کہ آپ سے یوں تھوڑے ہی کہا گیا ہے کہ تم جا کر کام کرو۔ آپ سے تو یوں کہا گیا ہے کہ آپ سے کام لیا جائے گا، جو لینے والا ہے وہ کام لے گا۔

چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، آپ اُن کی زندگی سے لے کر اب تک دنیا کے حالات دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسا عظیم الشان کام لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کام میں اور برکت فرمائے۔ جتنے فتنے اس کام کے خلاف اُٹھے، یا اُٹھ رہے ہیں، وہ حق تعالیٰ شانہ اُن سب کو ختم فرمائے، اُمت کو اس پر مجتمع فرمائے۔

دوستو! جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ انتخاب ہوتا ہے، صحیح کاموں کے لئے نگرانی ہوتی ہے۔ دربار نبوی سے جو کسی دوسرے رُخ پر پڑ جاتے ہیں تو اُن کو بچایا بھی جاتا ہے۔

ابوبکرمَروزی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں، ابوبکر مَروزی رحمۃ اللہ علیہ، وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اپنی تعبیر کی غلطی خود بیان فرماتے ہیں، اپنے طلبہ کے سامنے، اس طرح ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں خود لکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں پہلے ایک عرصہ تک حضرت امام المعبرین علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں حاضری دیا کرتا تھا۔ اور میں ہمیشہ کا اُن کے یہاں کا حاضر باش، اُن سے میں استفادہ کرتا رہتا تھا۔ لیکن فرماتے ہیں کہ پھر کچھ فتنے شروع ہوئے۔

ابھی کچھ علماء، گذشتہ ہفتہ تشریف لائے، تو وہ گن گن کر بتا رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جو فتنے سو سال پہلے تھے، نیست اور نابود، بے نام اور نشان ہو چکے تھے، فرماتے ہیں کہ اب پھر وہ زندہ ہو رہے ہیں۔ کتنے فتنے اُنہوں نے گنوائے، کہ یہاں پر، ہندوستان میں،

پاکستان میں، تو ایک اسلام کے خلاف مستقل تحریکیں اور سازشیں چل رہی ہیں کہ کس طرح اس اُمت کو فتنے میں مبتلا کیا جائے۔ نئے نئے فتنے جو مُردہ ہو چکے تھے، بے جان ہو چکے تھے، اُن کو زندہ کیا جارہا ہے۔

سب سے بڑا فتنہ شیعیت کا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حرمین کی خاص طور پر اس سے حفاظت فرمائے۔ سب سے بڑا شیعیت کا ہدف اور ٹارگٹ (target) وہ حرمین ہیں۔ وہ متفکر ہو رہے تھے، گنوار ہے تھے، کہ اتنے سارے فتنے جس کا نام اور نشان ختم ہو گیا تھا، تاریخ میں کہیں اس کا نام اور نشان کوئی کتابوں میں پڑھنے کو بھی نہیں ملتا تھا، کہتے ہیں کہ وہ پھر زندہ ہونے شروع ہو گئے۔

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

یہ ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اچھا بھلا اُن کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے جلیل القدر محدث اُن سے استفادہ کرتا تھا کہ میں اباضیہ کی جال میں پھنس گیا۔ یہ صرف دنیا میں ایک جگہ عمان میں اُن کی حکومت باقی رہ گئی ہے، یہ اباضیہ کی۔ تو فرماتے ہیں کہ میں اِن کی جال میں اس قدر پھنس گیا کہ میں نے علامہ ابن سیرین کی مجالست ترک کر کے میں اِن کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے لگا۔

اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہے، سب لوگ اُٹھا کر چل رہے ہیں، اور دیکھا کہ جو اُس وقت کے نئے نئے دوست بنے ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے اُٹھانے میں شریک ہیں۔

ابھی تین سال پہلے مولانا موسیٰ کھلوڈیا سہارنپور گئے۔ حضرت پیر صاحب، حضرت مولانا طلحہ صاحب نے شکایت کی اُن سے کہ جا کر مولوی یوسف سے کہنا کہ آپ اطاعتِ رسول پھر کیوں نہیں چھپواتے؟

یہ جب میں اس ملک میں آیا، تو شروع کے سالوں ۱۹۶۹ء میں، میں نے خواب دیکھا۔ میں زکریا مسجد میں، جہاں میں امام تھا، وہاں میں پہنچا، دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک رکھا ہوا ہے۔ میں قریب پہنچ کر کھڑا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن مبارک ڈھکا ہوا ہے۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی سی دیر کے بعد دیکھا کہ کفن ہل رہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے کفن مبارک خود کھولا، اور دستِ مبارک اس طرح پھیر رہے ہیں اپنے چہرہ انور پر۔

اب میں زار و قطار رونے لگا کہ الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ میں رکھ دیا گیا ہے، اور (certificate) کو جاری کر کے، کہ اب اِن کو دفن کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ یہ اعداء اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ ہونے کے باوجود، یہ (certificate) جاری کر کے جنازہ میں رکھوا دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب دفن کر دیا جائے گا۔ تو میں زار و قطار رو رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک جو میں نے دیکھی، اُس وقت جمال عبدالناصر زندہ تھے، تو اُن کے جیسی شکل مبارک تھی۔

اطاعت رسول

میں نے خواب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا، اس کی تعبیر جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خطوط جو چھپے ہوئے ہیں، تو اُس میں وہ خط بھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا اس پر رونا یہ دین کے خاطر اور سنتوں کے مردہ ہونے پر تمہارا رونا، اور تمہاری کوشش ہے۔ میں نے سوچا کہ میں کیا کوشش کر رہا ہوں، تو پھر میں نے اُس تعبیر کے بعد یہ کتاب لکھی، اطاعتِ رسول۔

جب وہ تیار ہوئی ساری کتاب، اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مکمل سُنی، اور اخیر میں مولانا تقی الدین ندوی صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ، اخیر میں اِن کے مدرسہ کا اشتہار بھی لکھو۔ اس وقت میں مکتب میں مُدرس تھا، تو وہ مکتبہ خلیلیہ رشیدیہ وہاں میں نے کچھ عربی اول بھی اور یہ

فارسی سکھانا بھی شروع کیا تھا۔طلبہ فارسی پڑھتے تھے، ابتدائی عربی پڑھتے تھے۔

مولانا تقی الدین صاحب نے جو اس مدرسہ کا اشتہار لکھا، حضرت کو سنایا، حضرت نے فرمایا کہ اس میں تم نے دورۂ حدیث کے متعلق نہیں لکھا۔ کہ وہاں دورۂ حدیث بھی ہوگا ۶۹ء میں، تو حضرت نے بڑھوایا ہے۔ حضرت کے ان کلمات کہ دورۂ حدیث بھی وہاں ہوگا، دیکھئے، ہر شہر میں درجنوں مدارس ہیں، کہ جس میں الحمدللہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے، اور دورۂ حدیث ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، اللّٰھم زد فزد، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اور بڑھائے، اور ہر مسجد والوں کو اس کی توفیق دے۔ کہ اپنے یہاں بھی وہ عربی کی تعلیم شروع کریں اور یہ عالمیت کا کورس (course) بھی رکھیں۔ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اُس تعبیر کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

یہ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حق تعالیٰ شانہ نے ان کو کس قدر نوازا کہ وہ پنکھا جھل رہے ہیں اور اس کی تعبیر یہ دی گئی کہ تَـذُبُّ عَـنْ اَحَادِيْثِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَليه وسلّم، کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے صحاح کو الگ کرو گے، اور غیر صحاح کو الگ کر کے، ایک ذخیرہ تم تیار کرو گے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے، اُن کا اس کام کے لئے انتخاب ہوا۔

میں اباضیہ کے متعلق سنا رہا تھا، کہ ابوبکر مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کے ساتھ جب جانا شروع کیا، یہ اباضیہ کے ساتھ۔ میں نے خواب دیکھا، کہ میں جنازہ اُٹھائے ہوئے ہوں اور نئے نئے دوست بھی اس میں شامل ہیں، جو اُس جنازے کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور اُس کو لے کر چل رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اب انہوں نے اُن کی خدمت میں حاضری تو چھوڑ دی تھی، ابن سیرین کی خدمت میں، وہاں جانا آنا تو رہا نہیں، اُن کو پتہ تھا کہ تعبیر اس کی وہی دے سکتے ہیں، انہوں نے ایک پرچہ لکھا، اور کسی سے کہا کہ بتانا نہیں کہ میں نے پرچہ دیا ہے کہ میں اُن کا بھاگا ہوا مرید

ہوں۔اور اُن کا بھاگا ہوا شاگرد ہوں میرا نام نہ بتائیں، اور یہ پرچہ لے کر جائیں کہ کسی کا یہ خواب ہے۔

انہوں نے جب وہ پرچہ پیش کیا،حضرت علامہ ابن سیرین سے،تو اُنہوں نے اس کی تعبیر یہ دی،اور فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے، کہ وہ شخص جس نے یہ خواب دیکھا، وہ پہلے اہل سنت میں سے تھا،اب وہ اہل بدعت کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کا جو جنازہ نکال رہے ہیں اُن کی مدد میں شامل ہو گیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اُن کی یہ تعبیر میرے لئے ہدایت کا باعث بنی، پھر میں واپس گیا علامہ ابن سیرین کی خدمت میں، کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، اور یہ خواب میرا ہی تھا، کہ میں اہل سنت کے طریقہ کو چھوڑ کر کے میں اباضیہ کے ساتھ شریک ہو گیا تھا،اور میں اُن کی مدد اور نصرت کرنے لگا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ہمارے بچوں کی، ہمارے جوانوں کی، ہماری مسجدوں کی، ہمارے مجموعوں کی، ہمارے جو کتابوں کے پڑھنے کے شوقین ہیں،اُن کو،تمام کی اس سے حفاظت فرمائے۔بہت فتنے چل رہے ہیں،اللہ تعالیٰ اس اُمت کی،اور دین کی حفاظت فرمائے۔جس طرح وہاں سے انتخاب ہوتا ہے،تو اس طرح جو گمراہی کے غلط راستہ پر پڑ جاتے ہیں تو اُن کو وہاں سے بچایا بھی جاتا ہے۔اور میں نے بتایا کہ حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا وہاں سے،حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح امامِ اعظم،ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا۔کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا عظیم خواب دیکھا! انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کو انہوں نے کھولا، اور کھول کر کے دیکھا کہ ہڈیاں مبارک، اُس میں اُن کو ملیں تو اُن کو صاف کر رہے ہیں، اکٹھی کر

رہے ہیں۔ عظم ہڈی کو کہا جاتا ہے،تو ہر شخص کی زبان پر امامِ ابو حنیفہ نہیں آئے گا۔ کیا آئے گا؟ امامِ اعظم، اللہ اکبر! کہ نام بھی وہیں سے دیا گیا، امامِ اعظم۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دوبارہ زندہ اور تحفظ دے رہے ہیں تمام فتنوں سے، اپنے اجتہاد کے ذریعہ۔

آج کل تو کہا جاتا ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ حدیث نہیں جانتے تھے، اصحاب الرائی میں سے تھے، اور اصحابِ قیاس میں سے تھے۔ ہم نے کہا کہ بھائی، اگر امامِ اعظم نہیں جانتے تو امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں جانتے تھے۔ وہ تو اُن کے شاگردوں کے شاگرد۔

آپ کوئی صفحہ ایسا نہیں کھولیں گے کہ جس میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات بخاری شریف کے صفحہ پر نہ ہوں۔ میرا دعویٰ ہے۔ آپ کوئی ایک صفحہ کھولئے اور نام آپ دیکھئے، تو اُس نام کی تاریخ میں آپ کو ضرور ملے گا کہ امامِ بخاری رحمہ اللہ علیہ کے یہ اُستاذ، یا اُن کے اُستاذ کے اُستاذ وہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، یا شاگردوں کے شاگرد ہیں، ہر صفحہ پر، دعویٰ ہے۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی لامع کا مقدمہ آپ دیکھئے، اُس لامع کا مقدمہ آپ کھولیں گے، تو اس میں ملے گا کہ کئی سو نام، حضرت نے جو گنوائے ہیں کہ جو حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن رواۃ سے اپنی صحیح بخاری میں روایتیں لی ہیں، تو اُس میں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کتنے ہیں، جو مل سکے وہ۔ جو حضرت کی نظر سے اوجھل رہ گئے وہ بھی، مولانا عبداللطیف صاحب بہرائچی، جو اپنے ریسرچ (research) میں کتابیں سامنے لا رہے ہیں، تو اُس سے اور بھی رُوات کا پتہ چلا۔

اُن کے خلاف اُن کی زندگی سے لے کر آج تک یہ تہمتیں اُن پر رکھی جاتی رہیں مگر حق تعالیٰ شانہ جن سے کام لینا چاہے، جس طرح کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام لیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ کے دربارِ سے ان کا انتخاب ہوتا ہے، وہاں سے۔ تو جتنا اپنا قلب کو آپ اُدھر متوجہ رکھیں گے۔ تصوف کی کتاب میں تو آپ پڑھیں گے کہ اپنا قلب رکھو اپنے پیر کی طرف، فیض آئے وہاں سے، وہ بھی صحیح ہوگا، ان کا بھی یہ تجربہ ہوگا۔

لیکن ایک دوسرا تجربہ آپ کر کے دیکھئے کہ اپنے پیر اور مرُشد جن سے آپ مرید ہیں، یا آپ کے جو بڑے ہیں جن کو آپ بڑا مانتے ہیں، اُن سے بھی استفادہ کریں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور آپ کے قلبِ اطہر کی طرف متوجہ ہوں، پھر دیکھئے۔ حضرت امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے کس طرح آپ کو نوازا جاتا ہے۔ کس طرح حضرت مولانا الیاس صاحب کی طرح سے نوازا جاتا ہے۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ابھی تو جوان ہیں، پڑھ رہے ہیں، اور پڑھ بھی کیسے رہے ہیں؟ انتخاب بھی کاہے پر ہوا اُن کا؟ کس بات پر؟ کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ عراق سے سفر کر کے چلتے ہیں، کہ چلو ہم یمن جاتے ہیں اور یمن جا کر امام المحد ثین، عبد الرزاق، صاحبِ مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے ہیں۔ عراق سے چلے، گذرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے حج کا موسم تھا، تو دیکھا کہ اوہو، وہاں جس استاذ کی تلاش کے لئے وہ یمن جانا چاہتے تھے، وہ خود وہاں حج میں موجود ہیں۔ اُن کے ساتھی کہنے لگے الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے انتظام فرما دیا کہ اب ہمیں یمن جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُن اُستاذ کو خود یہاں پہنچا دیا۔

حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چُپ چُپ، نہ اس کو زبان پر لاؤ، نہ ایسا کہو، نہ اس کو سوچو، یہ خیال بھی دل میں نہ لاؤ، کہ ہم اپنے اُستاذ سے شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ

سے یہیں پر حدیث پڑھ لیں، ہرگز نہیں!۔ ہم نکلے ہیں حدیث پاک پڑھنے کے لئے، ہمیں اُن کی جگہ تک پہنچ کر، وہیں اُن سے حدیث پڑھنی چاہئے۔ چلتے چلاتے، یہاں سفر میں اُن سے پڑھ لینا اس کو خلافِ ادب سمجھا امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اور وہاں اُن سے حدیث نہیں پڑھی، جب وہ فارغ ہو کر یمن پہنچتے ہیں، تب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچتے ہیں۔

بَشِّرُ اَبَا عَبدِ اللّٰہ اَحمَد بُنِ حَنبَل

اس قدر دانی کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ارشاد فرماتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ بَشِّرُ اَبَا عَبدِ اللّٰہ اَحمَد بُنِ حَنبَل، کہ آپ، ابوعبداللہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی بشارت سنا دیں، اَنَّہُ سَیُمتَحَن، کہ عنقریب اُن کا امتحان ہوگا، اور اُن سے یہ کہا جائے گا کہ تم یوں کہو کہ اَلقُرآنُ مَخلُوق، کہ قرآن یہ مخلوق ہے، فَلَا تَفعَلُ، کہ اُن سے کہو کہ ہر گز ایسا نہ کرنا۔ اور تم پر قیامتیں آئیں گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئندہ، ابھی تو نوجوان ہیں، فارغ ہونے کے بعد دینی کام شروع کرنے کے بعد حکومتوں کی نگاہ میں جب وہ آجائیں گے، تو اُس کے بعد ان پر کیا قیامتیں گزریں گی، اُس کے متعلق بھی ایک لفظ اُس میں ارشاد فرمایا۔

فرمایا کہ تم اُن سے کہنا کہ تُضرَبُ بِالسِّیَاط، کہ تم پر کوڑے برسائے جائیں گے۔ لیکن فَلَا تَفعَل کہ ہرگز ایسا، اُن کا ساتھ نہ دینا، اور یہ مت کہنا کہ اَلقُرآنُ مَخلُوق۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں نوازیں گے، اتنا نوازیں گے کہ تمہارا نام اور تمہارا جھنڈا قیامت تک کے لئے بلند رہے گا۔ یہ الفاظ ہیں اُس خواب کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمائے تھے۔

امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد ربیع کو بھیجا کہ یہ خط لے کر جاؤ، اور امامِ احمد کو پہنچا کر

آؤ۔ اور وہ خط مختوم تھا، اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ جب وہ خط لے کر پہنچے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ خط پڑھا؟ ربیع عرض کرتے ہیں کہ نہیں، حضرت نے لفافہ میں بند کرنے سے پہلے مجھے پڑھنے کے لئے دیا نہیں تھا، مجھے بند لفافہ دیا گیا، اسی طرح میں لے کر حاضر ہوا۔

اب اُن کے سامنے امام احمد لفافہ کھولتے ہیں، بند مہر کھولتے ہیں، اور اس کو پڑھتے ہیں، اور روتے چلے جاتے ہیں، روتے چلے جاتے ہیں اور اِن کے سامنے وہ پڑھ بھی نہیں سکتے اور ان کے سامنے کر دیتے ہیں کہ پڑھ لو۔ تب ربیع کو پتہ چلتا ہے کہ اوہو! یہ خواب۔

تب ربیع کہتے ہیں کہ حضرت یہ تو بہت بڑی بشارت، کہ قیامت تک کے لئے، آپ کا نام اور آپ کا جھنڈا بلند رہے گا۔ اتنی بڑی بشارت، تو کوئی انعام قاصد کے لئے بھی ہونا چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اُس وقت صرف وہ جوڑا جو پہنے ہوئے تھے، وہی تھا، فرماتے ہیں کہ، اوپر والا اُنھوں نے نکال کر پیش کر دیا کہ جاؤ، یہ تمہارے لئے۔

کرتہ بھگو کر پانی مجھے دو

جب واپس پہنچے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سرگزشت سنائی اور، ہدیہ میں جو کرتہ ملا اس کا ذکر کیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو تمہاری ملک ہے، تمہیں یہ ہدیہ ملا ہے، میں اسے چھیننا نہیں چاہتا، میں تم سے لینا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس کی اجازت دیں کہ میں اس کو پانی میں ڈبو لوں۔

فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کُرتہ پانی میں بھگو کر اُن کو واپس فرما دیا، اور ہمیشہ کے لئے وہ پانی روز کُلَّ یَوْم کے الفاظ آتے ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پانی سنبھال کر رکھا۔

ہمارے یہاں سہارنپور، ہم جب گئے تھے، تو وہاں سے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور ان تمام بزرگوں کا کہ یہ فلاں کا دم بھی اس میں شامل ہے، حضرت مولانا شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا دم کیا ہوا پانی بھی اسمیں تھا، بڑا متبرک پانی کہ فلاں فلاں نے اس پر دم کیا ہے۔

یہ متبرک پانی حضرت امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس میں کرتہ بھگویا ، اُس کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روز اس میں ہاتھ ڈبو کر اپنے چہرہ پر تبرک کے طور پر اس کو مَل لیا کرتے تھے۔

دوستو! یہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا، ہمارے بڑے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو ملا وہ وہاں سے ملا۔

کاش کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ کبھی کچھ لوگوں کو اشکال بھی ہوتا ہوگا، کہ بدعتیوں کی طرح یہ ایک مستقل نیا موضوع، ہمیشہ ہر مجلس میں۔ لیکن دوستو! کیا کریں مجبور ہیں۔ کہ ہم نے ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، اور ہم نے کیا دیکھا؟

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مفتیِ اعظم۔ اور اپنے زمانہ میں ، کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اُس وقت تو ہندوستان کیا، پاکستان کیا، بنگلا دیش، مصر، سعودی عرب، اُن کے جیسا مفتیِ اعظم کوئی نہیں تھا۔ میرا دعویٰ ہے، کوئی نہیں تھا، دوستو۔ کتنے بڑے انسان تھے، مفتیِ اعظم، اور کیا کیا اُن کے واقعات، کیا اُن کا حافظہ، کیا اُن کی پکر دھکڑ، کیا اُن کا علم، کیا اُن کا تقویٰ، طہارت۔

وہ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، کہ گفت یوسف کہ انہوں نے میرے

کہنے پر ایک قصیدہ لکھا تھا۔ کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ نظم میں بیان فرمایئے۔ تو اُس کو بعد میں مولانا فاروق صاحب نے اس کو چھپوایا، اور اس کا نام رکھا وصفِ شیخ۔ اُس میں ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا اُٹھنا، بیٹھنا، سفر، اقامت، کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں ہوتی تھی۔

مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

خود حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبا رہا ہوں۔ فرمایا کہ کون کون ہیں؟ نام لئے کہ عبید اللہ ہیں اور فلاں ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ جو وہاں خواب دیکھا تھا مدینہ طیبہ میں، تم سے کام لیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ اُس وقت سے جو انعام دیا ہے، عطیہ دیا ہے، کہتے ہیں کہ اُس وقت سے لے کر آج تک جب دل تڑپتا ہے، تمنا ہوتی ہے، آنکھیں بند کرتے ہیں اور توجہ کرتے ہیں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود۔ ہمارے تمام اکابرین کا یہ حال تھا۔

حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر کتنا حال اور جوش طاری ہوا ہوگا کہ وہ فرماتے ہیں:

اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
اے جنت تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

اب وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جھوٹ کہہ سکتے ہیں؟ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کی بہ نسبت، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہ نسبت جھوٹ گھڑ سکتے ہیں؟ خود مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگرد عبید اللہ کے دل میں اپنی وقعت قائم کرنے کے لئے، اپنا حال جھوٹا بیان کر سکتے ہیں؟ مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ

مرقدہ، کتنے عظیم مفتیِ اعظم، وہ اپنے شیخ کی بلندیاں بیان کرنے کے لئے جھوٹا شعر کہہ سکتے ہیں؟ واقعی ان حضرات کا یہ حال تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ حال عطا فرمائے۔

مَا کَتَبْتُ حَدِیْثًا اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ

اور یہ حال، امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ اس حال تک کیسے پہنچے؟ کہ وہ قال میں بھی یہاں پہنچے تھے۔ اس پر میں ختم کرتا ہوں۔ کہ اس پر اپنی قال و قیل کو ختم کرتا ہوں۔ کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ جوان ہوئے اور پڑھ لیا، اُس کے بعد کچھ کام شروع کیا، حکومتوں کی نگاہ میں آئے، کام بھی چل رہا ہے، کوڑے بھی کھا رہے ہیں، اور حدیثیں اساتذہ سے جو پڑھی تھیں آگے پڑھا بھی رہے ہیں، اور لکھ بھی رہے ہیں۔

اُن کا جملہ غور سے سنئے، امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں، **مَا کَتَبْتُ حَدِیْثًا اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ**، فرماتے ہیں کہ یہ جتنی احادیث میں نے ہزاروں لکھیں، تو میں نے قلم اُٹھا کر لکھنا شروع نہیں کیا، کسی حدیث کو لکھنا چاہا تو میں نے پہلے اس حدیث پر عمل کیا، اور اُس پر عمل کرنے کے بعد پھر میں نے اپنی کتاب میں اُس حدیث کو جگہ دی۔ ہزاروں احادیث اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئیں، اور ہر حدیث پر اُن کا عمل، اور وہ فرماتے ہیں مثال کے طور پر، فرماتے ہیں کہ جب میں لکھتے ہوئے، حجامہ، یہ بھی آج کل ایک مصیبت بنا ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حجامہ والوں سے، تعویذ والوں سے، عملیات والوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ ان گمراہ کرنے والوں سے امت کو بچائے، بغیر سیکھے حجامہ بہت خطرناک علاج ہے جو ہر گلی کوچہ میں، پتہ نہیں حکومتیں بھی کیسے چشم پوشی کرتی ہیں؟

اور جو اس طرح علانیہ گلی کوچوں میں انسانیت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ہر شہر میں آپ سنیں گے کہ یہاں پر ہے، بریڈفورڈ (Bradford) فلاں جگہ پر ہے، مانچسٹر (Manchester) میں فلاں جگہ پر حجامہ ہے۔

دوابوسفیان

حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، گناہ گاروں کی داستانیں میں نے سنائی تھیں وہاں پریسٹن (Preston) میں۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کو قصہ سنایا، اس میں حضرت ابوسفیان ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طویل سفر سنایا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے روٹھنا اور اُن کا منانے کے لئے سینکڑوں میل پیچھے پیچھے چلنا۔ کیا رکھا ہے اُن ناولوں (Novels) میں، ہمارے صحابہ کرام کی آپ داستانیں پڑھیئے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اُنہوں نے کیسے سمجھا، اور کیسے قدر کی۔ حالانکہ ابوسفیان اُس وقت تک اسلام بھی نہیں لائے تھے، کافر تھے۔ مگر ہر چیز برداشت کرر ہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستار ہے ہیں، ڈانٹ رہے ہیں کہ نالائق، کم بخت، اللہ کے نبی کا دشمن، تو بدر میں آیا تھا، تو اُحد میں آیا تھا، تو خندق میں آیا تھا، اب یہاں بھی آیا، نکل یہاں سے۔ کیسے برداشت کرر ہے ہیں ابوسفیان؟

وہاں میں نے بتایا تھا، کہ ابوسفیان دو ہیں، ایک ابوسفیان ابن الحارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، اور ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد۔ دونوں کی داستانیں بڑی عجیب۔ کتنی قربانیاں دیں!

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُسر انہوں نے طائف، یوم طائف، جنگِ طائف، یوم کا ترجمہ ہر جگہ دن کا نہیں آتا، طائف کی جنگ کے دن ترجمہ نہیں کریں گے۔ **یَوْمَ الْتَقَیٰ الْجَمْعَان**، جس جنگ میں دو جماعتیں، دولشکر باہم مقابل ہوئیں، **اَیَّامُ الْعَرَب** عرب کی جنگیں۔ یوم الطائف، طائف کی جنگ میں اُن کی آنکھ میں ایک پتھر لگا، ایک آنکھ شہید ہوئی۔ پھر یہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری قربانی آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد، سالوں بعد، جنگِ یرموک میں ایک تیر لگا، دوسری ایک آنکھ تھی وہ دوسری قربانی پیش کردی۔ پھر اس کے بعد ۳۴ھ تک وہ نابینا رہے، پھر اُن کا وصال ہوا۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی طرح یہ، میں پوری داستان ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کرنے نہیں جارہا، صرف یہ حجامہ میں سنانے جارہا تھا۔ کہ وہ حج کر کے جب فارغ ہوئے، اپنے حج کے احرام سے فارغ ہوکر جب حلق کروارہے تھے، تو حلاق نے جب اُن کا حلق شروع کیا تو اُن کے سر میں ایک پھنسی تھی، سلول۔ تو یہ مسہ کی طرح سے تھوڑی سی اُبھری ہوئی تھی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حجامہ کروایا تو اس نے جب اُسترا چلایا تو، اس پر جب استرا پھرا، تو وہاں سے خون بہنا شروع ہوا۔ اب یہ حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ نہیں پہنچے کہ چند روز میں اسی غلط جگہ پر اُسترا پڑ جانے کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوگیا۔

حجامہ عام علاج کی طرح نہیں ہے

یہ حجامہ والوں کے خلاف اور تعویذ والوں کے خلاف جو میں کہتا رہتا ہوں، بڑے تجربات لوگوں کی داستانیں سن کر کے۔ حجامہ والے کے پاس وہاں بولٹن (Bolton) میں ایک صاحب گئے۔ وہ آ کر اُن کی داستان بیان فرماتے ہیں کہ میں تو اُن کے سامنے چیئر (chair) پر بیٹھا ہوا تھا، جب میری آنکھ کھلی تو مجھے بستر پر لٹایا ہوا تھا، بے ہوش تھا۔ میں نے کہا کہ شکر ہے کہ تم زندہ واپس آئے۔ ایک ہو بہو ایک دوسرے صاحب کا اسی طرح کا قصہ۔

اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حجامہ، یہ عام علاج کی طرح نہیں ہے، انتہائی ماہر انسان ہو، حجّام، اُسی کے پاس آپ کرواسکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ فلاں محدث ہزاروں احادیث اُن کو حفظ تھیں، انہوں نے حجامہ کروایا، اُس کے بعد اُن کا حافظہ اس طرح رخصت ہوا کہ پھر الحمد شریف بھی یاد نہیں رہی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان فتنوں سے اُمت کی حفاظت

فرمائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس حدیث پر پہنچا، حجامہ والی حدیث پر تو میں نے پہلے حجامہ کروایا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام ابوطیبہ کو ایک دینار، ایسے کاموں کے لئے تو ایک دو درہم دئے جاتے ہیں، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جود اور سخا دیکھئے کہ کوئن (coin) پورا، سونے کا دینار۔ وہ اس حجامہ کی اس خدمت کے بدلہ میں ابوطیبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی حجامہ کروایا اور میں نے حجامہ کرنے والے حجام کو ایک دینار دیا اور اُس کے بعد میں نے حجامہ والی حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح ہمیں سنتوں پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ عمل ہمارے لئے آسان فرمائے۔ اب میں حدیث کے آخری کلمات پڑھ لیتا ہوں پھر حافظ صاحب سے درخواست کریں گے، کہ حافظ صاحب دعا کر لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى الْلِسَانِ،ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

درود شریف پڑھ لیں، درود شریف بھی پڑھ لیں اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُن کو آیت بتائی کہ یہ آیت پڑھے کہ جس سے زمین پر گناہ معاف ہوتے ہیں وہ بھی ساتھ پڑھ لیجیے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّم ۔آپ بھی پڑھئے، **رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا**

كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْن، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کومعاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، یا اللہ! جو کچھ ہم نے پڑھا، قرآن میں، حدیث میں، حدیث کی کتابوں میں، دین کی کتابوں میں، اس پر ہمارے لئے عمل آسان فرما۔ یا اللہ! نیکیوں کی ہمیں توفیق عطا فرما، گناہوں سے ہمیں بچالے۔ یا اللہ! ہماری آنکھوں کو گناہوں سے بچا، یا اللہ ہمارے ہاتھوں کو گناہوں سے بچا، پیروں کو گناہوں سے بچا، ہمارے دل اور دماغ ہر وقت گناہوں میں مصروف رہتے ہیں، یا اللہ! اس سے ہمیں سچی پکی توبہ نصیب فرما۔ یا اللہ! اب تک جو ہو چکا، اسے معاف فرمادے، آئندہ کے لئے ہمارے لئے بچنا آسان فرمادے۔ یا اللہ! ہمارے تمام اعضاء کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! زبان سے تیرے کلام کی تلاوت کی توفیق آسان کردے۔ یا اللہ تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور درود ہمارے لئے آسان فرمادے۔ ہماری زبانوں پر درود شریف کو ہر وقت جاری فرمادے۔ یا اللہ! ہماری زبانوں پر استغفار جاری فرمادے۔ یا اللہ! ہم گناہوں کے سمندر میں غرق ہیں، گناہوں کا پہاڑ ہمارے سر پر لٹکا ہوا ہے ادھر اور ہمیں گناہوں کا کوئی ڈر خوف نہیں۔ یا اللہ! ان ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ! ہمارے ان تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ امت کو غلط راستوں سے ہٹادے۔ یا اللہ ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما، ہمارے نوجوان لڑکوں کی حفاظت فرما، ہماری نوجوان بیٹیوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہمارے مردوں کی حفاظت فرما، ہماری مستورات کی حفاظت فرما، ہمارے بچوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! سب کو دینی کاموں پر گامزن فرما، دینی کام کرنا اُن کے لئے آسان فرما، دینی علوم اُن کے لئے

آسان فرمادے۔ یا اللہ! اس مدرسہ کی حفاظت فرما۔ اس طرح کے تمام مدارس کی، دنیا بھر میں حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہماری مساجد کی حفاظت فرما، مساجد کے اعمال کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! مساجد کی بے ادبی سے ہماری حفاظت فرما، مساجد میں آواز بلند کرنے سے ہماری حفاظت فرما، مساجد میں پہنچ کر ہمارے اس وقت کے غلط استعمال سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہماری زبان اور ہمارے کان، اور ہماری آنکھیں اور ہمارے اعضا، ہر وقت ان گناہوں کی لذت کے متلاشی رہتے ہیں، یا اللہ اس سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ اس سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ جہاں جہاں جو حضرات بیمار ہیں، اُنہیں شفاءِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ یا اللہ جو مقروض ہیں، اِن کو قرض سے خلاصی نصیب فرما۔ یا اللہ! جس طرح کی پریشانی میں جو مبتلا ہیں، اُنہیں اس پریشانی سے خلاصی نصیب فرما۔ یا اللہ! جو اجتماعی پریشانی میں مبتلا ہیں، یا اللہ! جہاں جہاں پر قیامتیں برپا ہیں، یا اللہ! سیریا میں اہل سنت کی حفاظت فرما، لیبیا میں اہل سنت کی حفاظت فرما۔ دنیا بھر میں جہاں کہیں اعداء اسلام کی طرف سے مسلمانوں کو، خاص طور پر اہل سنت کو ستایا جا رہا ہے، یا اللہ! اُن کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! محض اپنی حفاظت سے اُن کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! دینی کام کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! اس دینی کام، دعوت اور تبلیغ کی حفاظت فرما، اس کے کرنے والوں کی حفاظت فرما۔ اس کام کی برکتیں عام فرما۔ جگہ جگہ دنیا میں مراکز قائم فرما۔ دینی کام کرنے والے پیدا فرما۔ حضرت حافظ صاحب کی عمر میں برکت نصیب فرما۔ یا اللہ! حافظ صاحب کے فیض کو دنیا بھر میں عام فرما۔ حافظ صاحب کی نسلوں میں قیامت تک کے لئے اس کام کو باقی رکھ۔ یا اللہ! حافظ صاحب کی نسلوں میں قیامت تک داعی پیدا ہوتے رہیں۔ یا اللہ! اس کام کو اُن کی طرف سے انجام دیتے رہیں، اس کا فیصلہ فرما۔ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّد

۳

ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ !

ذنبی اعظم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کلام اللہ اعظم منہا



مولانا ظفر علی خاں معروف صحافی اور شاعر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کا بے انتہا درد رکھتے تھے۔ نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا اور جگہ جگہ قرآن و حدیث سے کام لیا۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو آپ کے ایک ایک شعر سے قرآن وحدیث کے مضمون کو نکالا جا سکتا ہے۔ مولانا کے نعتیہ مجموعوں میں خیالستان، چمنستان اور نگارستان بہت مشہور ہیں۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے۔

اگر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیّاروں میں

حدیث شریف میں آتا ہے: لَوْ لَاکَ لَمَا خُلِقَتِ الْأَفْلَاکَ ترجمہ: اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو کائنات کو تخلیق نہ کیا جاتا۔

جھوم کے پی رہا ہوں میں جام متم نورہ

گھوم رہا ہے جام میں نشہ بادہ حجاز

فرمانِ خداوندی ہے: وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (سورۃ الصف) ترجمہ: اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔

دعوت داعِ ہو گئی اور گرد اِذا دعان

یا کہ ہے خوابِ ناز میں چشمِ سیاہ نیم باز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے بارے میں سو میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والوں کی کو جب وہ مجھ سے دعا مانگے، تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔

دکھا رہی ہے دعائے خلیل اپنا اثر

ہیں جلوہ ریز نوید مسیح کے انوار

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَبُشْرٰی عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔ (کنز العمال) ترجمہ: حضرت خالد بن معدانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

مصطفےٰ کو جب ملا پیغام اکملت لکم

گل ہمیشہ کے لئے شمع نبوت ہو گئی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمَ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ المائدہ) ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو۔

لقب امۃ وسطاً دیا جنھیں ترے فضل نے اے خدا

پس و پیش ورأس وچپ آج کیوں وہی سختیوں میں ہیں مبتلا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا (سورۃ البقرہ) ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔

بحکم اعدو الھم استطعتم

بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (سورۃ الانفال) ترجمہ: اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

بحکم اشھد ان لا الہ الا اللہ

جگہ بہشت میں نکلی میرے مکاں کے لئے

حدیث شریف میں آتا ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ) ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو۔

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت

وہ آیا لیکن آیا رحمۃ للعالمیں ہو کر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (سورۃ الانبیاء) ترجمہ:

اور ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

(مولانا ظفر علی خاں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم. نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم، اَمَّا بَعۡد!
اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار.

اللہ تبارک وتعالیٰ ان حفاظ کو قبول فرمائے، ان کے خاندانوں کی اور ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اس مدرسہ کے منتظمین، اساتذہ، معلمین، معلمات، طلبہ، اُن کے والدین سب کو قبول فرمائے، اور سب کے لئے اس تقریب کو مبارک فرمائے۔ گذشتہ کل جامع مسجد میں ایک آنکھ سے معذور نابینا طالبِ علم کے ختمِ قرآن کی تقریب تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس خاندان کو، اُس مسجد کو، وہاں کے طلبہ کو، اساتذہ سب کو قبول فرمائے۔

وہاں دعا کے بعد دسترخوان پر حضرت مولانا جلاّ د صاحب شکایت کرنے لگے، کہ تھوڑی دیر کچھ چند منٹ بیان کر دیتے۔ میں نے اُن سے معذرت کی کہ مجھے گھر پر پہنچ کر فون پر موجود رہنا ضروری ہے۔ کہ دار العلوم کی تاسیس اور بنیاد سے لے کر اب تک میں جو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھاتا رہا، طلبہ کی خواہش تھی کہ اسے چھپوایا جائے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے دار العلوم میں وہاں کے ممتاز لغۃ العربیۃ کے ڈائریکٹر (director) حضرت مولانا ساجد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، جن کی عمر اسّی سال سے زائد ہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پھوپی زاد بھائی

کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے اس کو حرف بحرف دیکھا۔

اُس کے بعد پھر بھی میں نے ان دوستوں سے کہا کہ نہیں، ابھی اور اس پر نظر ہونی چاہئے، دار العلوم دیو بند کے گیارہ سے زائد اساتذہ نے پارے تقسیم کر کے حرف بحرف اُس کو دیکھا۔ اب یہ ترجمہ گذشتہ کل پریس میں جانے کے لئے آخری مراحل میں تھا، میں نے مولانا سے کہا کہ مجھے فون پر موجود رہنا وہاں گھر پر ضروری ہے، اس لئے میں معذرت چاہتا ہوں۔ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کی کمی، کوتاہی، لغزش، اور غلطی سے اس ترجمہ کو محفوظ رکھے۔

امُّ الُکتاب

دوستو! یہ قرآن جس طرح دیگر کتب انبیاء علیہم لصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئیں، اس طرح کی کتاب نہیں ہے۔ یہ خود حق تعالی شانہ کا اپنا کلام ہے۔ اور یہ عجیب وغریب کتاب، ام الکتاب، یہ جتنی کتابیں ہیں، آسمانی کتابیں، اُن تمام کی اصل ہے، امّ الکتاب ہے۔

اسی لئے قرآنِ پاک میں آپ کو ہر چیز ملے گی۔ کسی چیز کی آپ تاریخ تلاش کریں، نباتات کی، جمادات کی، حیوانات کی، انسانوں کی، جناتوں کی، اُن کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ہر ایک کی ابتداء اور انتہاء قرآن بیان کرتا ہے۔ اُس کی ابتداء بھی بیان کرے گا اور اس کی انتہاء بھی بیان کرے گا۔ اسی طرح افراد کی تاریخ اس میں ہے۔ نیک اور صلحاء کی تاریخ اس میں ملے گی۔ ظالم اور جابر، حق کے دشمنوں کی، اعداءِ اسلام کی تاریخ آپ کو اس میں ملے گی۔ پوری داستانیں اُن کی قرآنِ کریم تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اور کیوں کرتا ہے؟ تاکہ جو دنیا میں جس حال سے گذرے، وہ قرآن کھول کر اپنا حال دیکھ سکتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

اس میں امراض اور تکالیف جو انسان کو پیش آتی ہیں، ہر چیز کا علاج اس میں ملے گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک سورتوں کی بہت سی آیات کی خاصیت بیان فرمائی، کہ اس مقصد کے لئے اس کو پڑھا جائے۔

سورۃ الشّمس اور سورۃ اللیل کی خاصیت

خطیبِ بغدادی نے ایک کتاب لکھی ہے، انہوں نے اُس میں محدثین اور بڑے بڑے علماء کے واقعات اور حالات جمع کئے ہیں۔ اُس میں ایک سورۃ الشّمس اور سورۃ اللیل کی خاصیت بیان فرماتے ہیں، جو پہلی دفعہ میری نگاہ سے گذری۔ اور میں نے فوراً اُس کو آزمایا، تو جیسا اُس کتاب میں لکھا ہے، بالکل اُسی طرح پایا۔

تعویذ کے نام سے، عملیات کے نام سے جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، اُنہیں ہم بار بار نصیحت کرتے ہیں، کہ دوستو! قرآن آپ کے پاس ہے۔ آپ کو کسی کے پاس جانے کی کیا ضرورت؟ قرآنِ پاک سے منزل تیار کر کے آپ کو دی گئی ہے، اُسے پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سورتوں کے جو خواص بیان فرمائے اُس کے اعتبار سے منزل میں ان آیتوں کو جمع کیا گیا ہے۔

اسی طرح خطیب بغدادی ایک محدث کی سند سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اِذَا هَمَّ اَحَدَكُمْ اَمْرٌ، کہ تم میں سے کسی کو کوئی مشکل پیش آئے، یا کسی چیز کے فیصلہ میں آپ کو اُلجھن ہو، فرماتے ہیں کہ بہت آسان کام ہے۔

کہتے ہیں کہ سات دن تک مسلسل آپ باوضو، آپ کا بستر پاک صاف ستھرا ہو، اس پر تنہا سوئے، آس پاس دونوں طرف کوئی نہ ہو، اور آخری عمل آپ کا یہ ہو کہ آپ اپنے تمام اورادِ مسنونہ سے فارغ ہو جائیں، اُس کے بعد سات دفعہ سورۃ الشّمس پہلے پڑھیں، اور اس کے بعد سات دفعہ سورۃ اللیل، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا، سات دفعہ آپ پڑھیں، اور سات دن تک پڑھیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یقینی طور پر، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کا انتظام ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف ہے، آپ کو کوئی پتہ نہیں کہ ڈاکٹر اس کی تشخیص سے عاجز ہیں، بتا نہیں سکتے کہ آپ کی یہ تکلیف کہاں سے شروع ہوئی اور اس کا علاج کیا ہے؟

فرماتے ہیں اُس حدیث کے ایک راوی کہ جب مجھے اس کی فضیلت پہنچی ،تو مجھے بڑی سخت، سالہا سال سے سر میں تکلیف تھی۔ میں اُس کو پڑھ کر سویا۔فرماتے ہیں کہ ایک کو میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سر کے پاس بیٹھے ہیں، ایک کو دیکھا کہ پیر کے پاس بیٹھے ہیں، دونوں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اِن پر ہاتھ رکھو اور دیکھو، تشخیص کرو کہ کیا ہے؟ ہاتھ پھیرتے رہے پھیرتے رہے۔فرماتے ہیں کہ میرے سر میں ایک جگہ اُنگلی سے دبا کر فرمانے لگے کہ ہاں، اس جگہ تکلیف ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو حجامہ کروایا جائے اور حجامہ بھی فلاں، مختلف چیزوں سے ہوتا ہے،تو فلاں چیز سے اس کا حجامہ ہو۔ اور اس کے بعد پھر انہوں نے جو پیر کی طرف بیٹھے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں، یہ حجامہ بھی ہو اور اس کے ساتھ ان کو زیتون کا تیل بھی بتایا جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر اُس کے مطابق صبح عمل کیا، سالہا سال میں جس بیماری میں مبتلا تھا، اس سے مجھے شفا ہوگئی۔

یہ جو، جس طرح کی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ قرآنِ پاک کی طرف رجوع کر کے اس کو تلاش کرتے ہیں، بیمار اپنے علاج کے لئے، مسحور اپنے سحر کے علاج کے لئے، جن کو علوم کی اور فنون کی تلاش ہوتی ہے، کہ قرآن کواکبِ ثابتہ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ جو ٹھیرے ہوئے ایک جگہ سے ہلتے نہیں وہ کواکب وہ کون کون سے ہیں؟ جو سیارے ہیں گردش کرتے رہتے ہیں، وہ کون کون سے ہیں، کس طرح اُن کی گردش؟ ہر چیز قرآنِ پاک میں موجود۔

آج میں نے سوچا کہ قرآنِ پاک میں ہم سب مل کر ہماری اپنی تکلیف کا علاج بھی تلاش کرتے ہیں۔ میں نے غور کیا کہ ہم میں سے ہر ایک گنہگار ہے۔ یہ گناہ ایسی بیماری لگ جاتی ہے کہ اس سے کسی طرح جان نہیں چھوٹتی۔ ہزار آپ کو نصیحت کی جائے، فہمائش کی جائے، تنبیہ کی جائے، ڈانٹا جائے، آپ دیکھتے ہیں ہمیشہ، کہ یہ ساری چیزیں پیش آتی ہیں، مگر وہ عادت نہیں چھوٹتی۔ اور اس سے آگے جب تک ستاری رہے، پردہ پوشی، وہاں تک تو ٹھیک، مگر اُس کے بعد پھر جب یہ راز فاش ہو کر رسوائی ہو جائے، تو بھی نہیں چھوٹتی، اِنَّـا لِـلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُون. اور

ہم سب کا حال یہ ہے، ہر چیز میں۔ کیا ہماری آنکھیں، ہر وقت گناہ میں مبتلا، کیا ہمارا دل اور دماغ ہر وقت تصورات کتنے گندے، ہمارے ہاتھ، پیر، جسم، گناہوں سے آلودہ۔

میں نے سوچا کہ مبارک مجمع ہے، کتابوں کے سلسلہ میں فون آتے رہتے ہیں، آج حضرت پیر صاحب، اللہ کا فضل و کرم کہ اُن کو ویزا (visa) مل گیا۔ میں نے اُن کو فون کیا، اور اُن سے بات ہوئی۔ وہ فرمانے لگے، کہ آپ کی کتابیں ہم سنتے رہتے ہیں، اِن کے متعلق وہ فرما رہے تھے۔ بہت سے دوست کچھ کلمات کہتے ہیں، تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ یہ تو میرا کوئی کمال نہیں اُس میں۔ یہ تو وہاں رمضان میں جو اللہ اللہ کرنے والے نیک لوگوں کا مجمع ہوتا ہے، تو اُن کی نیکیوں کا، اور اُن کی وجہ سے جو وہاں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اُن کے بیچ میں میں گندا انسان بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے ذریعہ بنا کر میرے زبان سے کہلواتے ہیں، ورنہ کوئی نہ میرا کمال ہے نہ میرا علم ہے، میں تو جاہل انسان ہوں۔

میں نے سوچا کہ اب یہ ہمارا مرض ہے، اور ہم پرانے مریض ہیں۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا، یہ ہماری عادتیں بدلتی نہیں ہیں، ہم اپنے آپ پر، دل دماغ پر، جسم جو اپنا ہے کنٹرول (control) نہیں کر سکتے۔ سوچتے کچھ اور ہیں، اور ہو جاتا کچھ اور ہے۔ میں نے سوچا کہ ہم اپنی اس تکلیف اور اس مرض کا علاج قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔

چلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآنِ کریم نازل ہو رہا تھا، صحابہ کرام گواہ تھے۔ صحابہ کرام ایک ایک سورت، اور ایک ایک آیت کے گواہ تھے کہ یہ سورۃ فلاں موقعہ پر، فلاں جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں نازل ہوئی۔ آپ کے دائیں طرف فلاں تھا، آپ کے بائیں طرف فلاں تھا، تفصیل سے وہ بیان کرتے ہیں۔ تو جنہیں ہماری طرح سے یہ تکلیف پیش آئی ہو، تو ان سے ہم پوچھتے ہیں۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم پوچھتے ہیں، کہ حضرت ثعلبہ ہمیں اس کا علاج بتائیں۔ وہ اپنا قصہ ہمیں بیان کرتے ہیں حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے باہر کبھی کسی کام کی کوئی ضرورت پیش آتی تھی، کسی کو بھیجنے کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھیجا کرتے تھے، اور یہ خدمت انجام دیتے تھے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے حضرت ثعلبہ کو بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر انتظار میں، ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس نہیں آئے۔ ہوا یہ کہ حضرت ثعلبہ گذر رہے تھے۔ اس زمانہ میں، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں جو مکانوں کے اور یارڈ (yard) کے چاروں طرف جو دیواریں ہوا کرتی تھیں، وہ قدِ آدم سے چھوٹی ہوا کرتی تھیں۔ کبھی کوئی یارڈ (yard) میں ہے، تو کبھی کسی پر نظر پڑ جاتی تھی۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے خادم

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے ایک خادم، اسی طرح کی ایک ضرورت کے لئے گنگوہ ٹاؤن (town) میں جایا کرتے تھے۔ کبھی حضرت بھیجتے، کبھی اپنے کام سے جاتے۔ وہاں اُن کی کسی سے آشنائی ہوگئی، اُن سے وقت طے ہوگیا۔ حضرت کو لٹایا، تیل لگایا، دیکھا کہ حضرت آرام فرما ہوگئے۔

گرمی کے زمانہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم خود حضرت کا جو ابھی موجودہ کتب خانہ ہے، اس کے سامنے ٹال میں، کھلے میدان میں، تھوڑی سی ایک طرف جدھر سے سورج ہے، اُدھر سے کپڑا لٹکا کر کے اوٹ کر دیتے تھے، کہ دھوپ حضرت کے اوپر ڈائریکٹ (direct) نہ آئے۔ حضرت کو وہاں لٹا دیتے تھے۔

اسی طرح حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو عشاء کے بعد خدام نے آسمان کے نیچے گرمی میں باہر لٹایا۔ اور خادم نے دیکھا کہ حضرت لیٹ گئے، تو خادم نکلے۔ وہاں ٹاؤن میں جس سے آشنائی تھی، جس سے وعدہ تھا، اُس طرف قدم بڑھ رہے ہیں۔ ابھی اُس محلّہ کے قریب پہنچنے والے تھے، کہ انہوں نے دیکھا، کہ او! آندھی شروع ہوئی، آندھی کے بعد پھر وہ سن رہے ہیں کہ گرج اور چمک شروع ہوئی۔ تو اب جدھر جارہے تھے، اس کے بجائے اُلٹے پیر بھاگ رہے ہیں، کہ حضرت کو میں نے آسمان کے نیچے چھوڑا ہے، تو ابھی بارش ہوگی، یہ گرج اور چمک ہورہا ہے، حضرت جاگ جائیں گے، اور حاضری لیں گے۔ مجھے غیر حاضر پائیں گے، بھاگتے ہوئے حضرت کے وہاں پہنچے۔ اور وہاں پہنچے تو نہ وہاں بارش، نہ گرج، نہ چمک نہ کچھ۔ اور کیا دیکھ رہے ہیں؟ کہ حضرت اپنی چارپائی پر اس طرح گردن جھکائے، یہ تو لٹا کر گئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت گردن جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت کی آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی، حضرت کو نظر نہیں آرہا تھا۔ دیکھا کہ حضرت اپنی چارپائی پر گردن جھکائے بیٹھے ہیں، جب یہ قریب پہنچے، اُن کے قدم کی آہٹ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اچھا آپ آ گئے! آئندہ مت جانا، ایسا مت کرنا، یہ فرما کر حضرت پھر سو گئے۔

نظر کی حفاظت

حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جارہے تھے۔ راستہ میں دور سے کہیں کوئی نگاہ پڑ گئی، اب صرف اسی پر پریشان۔ ایک نگاہ کی حفاظت نہ کر سکے، اس پر اتنے پریشان ہوئے، اتنے پریشان ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جانے کے بجائے، کسی اور جگہ کا راستہ لیتے ہیں۔

اب ہم اپنا حال سوچیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں کو کتنا خراب کر رکھا ہے۔ اپنے جسم، دل دماغ کو کہاں تک پہنچا دیا ہے ان گندگیوں سے؟ روایت میں آتا ہے، کہ ایک دن، دو دن فرماتے ہیں

چالیس دن گذرے، پورا چلہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ فرمایا کہ ادھر آؤ، فرمایا کہ دیکھو! ثعلبہ بہت دنوں سے نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اور کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیلِ امین تشریف لائے اور پہلے حق تعالیٰ شانہ کا سلام پہنچایا۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ یُقۡرِئُکَ السَّلام، کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ پر سلام ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ اِنَّ رَجُلاً مِنۡ اُمَّتِکَ یَتَعَوَّذُ بِیۡ فِی الۡجِبَال، کہ آپ کی اُمت کا ایک فرد پہاڑوں میں جا کر مجھے دعائیں دے رہا ہے۔ میری پناہ کا طالب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو بھیجا کہ جا کر وادیوں میں ثعلبہ کو تلاش کرو۔ وہاں پہنچے، تو چرواہے تھے، اُن سے پوچھا کہ اس حلیہ کے کسی آدمی کو دیکھا؟ وہ کہنے لگے، کہ تُرِیۡدُوۡن اَلۡھَارِبُ مِنۡ جَھَنَّم ؟ کہ تم اس شخص کا حال پوچھتے ہو کہ جو جہنم سے بھاگ کر نکل گیا ہے وادیوں میں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن سے پوچھتے ہیں، اُن چرواہوں سے، کہ تمہیں کیسے معلوم کہ ھُوَ اَلۡھَارِبُ مِنۡ جَھَنَّم ؟

انہوں نے کہا، کہ وہ ابھی دن کو آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا۔ آدھی رات ہوتی ہے، تو اُس کے بعد ہم اُسے دیکھتے ہیں، کہ نکلتا ہے اور زور زور سے چیختا ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کو پکار کر کہتا ہے، کہ الٰہی الٰہی! حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کرتا ہے کہ الٰہی! تو روز لوگوں کو اُٹھاتا ہے، تو مجھے بھی اُٹھا لے۔ میری روح، سب کی تو، تو روح قبض کرتا ہے، میری روح قبض کر لے اور ساتھ ساتھ میرے اس جسد، اور اس گندے جسم کو بھی اُٹھا لے۔ اور تیسری چیز الٰہی میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ میں جب تیرے لیوم الفصل، فیصلہ کے دن جب تو سب کا حشر کرے گا، اور سب کو اکٹھا کرے گا، تو وہاں بھی مجھے سب کے سامنے اکٹھا مت کرنا، وہاں بھی مجھے نسیاً منسیًا کرا دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ ہم اُسی کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ چرواہے کہنے لگے کہ وہ ابھی آپ کو نہیں ملے گا، وہ آپ کو آدھی رات کو مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ حضرات ٹھہر گئے۔

هَلْ عَلِمَ ذَنْبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم؟

اور جس طرح کہ اُن چرواہوں نے بتایا تھا، جب آدھی رات ہوئی تو وہ دور سے آواز سن رہے ہیں حضرت ثعلبہ کی۔ وہی کلمات دہرائے جا رہے ہیں، یَا لَیْتَنِیْ قَبَضْتَ رُوْحِیْ فِی الْاَرْوَاح، یَالَیْتَنِیْ قَبَضْتَ جَسَدِیْ فِی الْاَجْسَاد۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آواز سنی، تو آواز کی طرف وہ لپکے، دوڑے، اور جب قریب پہنچے تو اپنے بانہوں میں لے لیا، حضرت ثعلبہ کو۔ پہلا کلمہ، دیکھئے ہمیں تو کوئی گناہ اپیل نہیں کرتا، اور ہمیں ندامت نہیں ہوتی، افسوس نہیں ہوتا، فکر نہیں ہوتا۔ اور حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس دن بھوکے پیاسے، ایک اپنے حال میں رہے ہوں گے، اور سب سے پہلا کلمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہچاننے کے بعد اپنی زبان سے نکلتا ہے، وہ پوچھتے ہیں، کہ هَلْ عَلِمَ ذَنْبِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا علم ہو گیا؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ یہ تو ہمیں پتہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے گناہ کا علم ہوا، نہیں ہوا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غائب پایا، ہمیں بھیجا۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا! ایک چیز کا مجھ سے وعدہ آپ کرو کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں لے جاؤ، مگر اس حال میں آپ لے جاؤ جس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوں۔

یہ جتنے صحابہ کرام کے واقعات ہیں، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ، اور واقعات، سب اسی کے متلاشی رہتے تھے۔ کہ ہم کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرسکیں، جب اپنے رب کے ساتھ مناجات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی مصروف ہوں، تب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اوٹ سے، پردہ سے، تب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلیں اور دیکھ لیں۔ حضرت ثعلبہ

سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعدہ فرماتے ہیں، کہ بالکل اسی طرح ہوگا۔

چنانچہ یہ آدھی رات اُن سے ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ اور جب دیکھا کہ اب نماز کا وقت قریب ہے، تو اُس وقت لے گئے ہوں گے واپس۔ مسجدِ نبوی میں جب پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، تو صف میں، نماز میں شریک ہوگئے۔

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے کانوں میں چالیس دن کی غیبت کے بعد اور وقفہ کے بعد جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی آواز کانوں میں پڑتی ہے تو فوراً بیہوش ہوجاتے ہیں، نہیں سُن سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر دونوں سے پوچھتے ہیں، کہ **مَا فَعَلَ ثَعْلَبَة؟** کیا ہوا ثعلبہ کا؟ دونوں نے عرض کیا کہ، **هَا هُوَ ذا يَا رَسُوْلَ اللّٰه** کہ یہ ہے ثعلبہ، بیہوش پڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر تشریف لائے، **فَحَرَّكَهُ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہلایا، دستِ شفقت پھیرا، **فَانْتَبَهَ**، ہوش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ **يَا ثَعْلَبَة مَا غَيَّبَكَ عَنِّيْ؟** تم ہم سے غائب کیوں رہے اتنے عرصہ؟ وہی جو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلا سوال کیا تھا کہ میرے گناہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے؟ ہمارے نامہ اعمال بھی پہنچتا ہے، ہر ہفتہ پہنچتا ہے۔ اُنہیں فکر ہے کہ **يَا رَسُوْلَ اللّٰه، ذَنْبِيْ**، میرے گناہ نے مجھے آپ سے غائب رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اَلاَ اَدُلُّكَ آيَةً تَمْحُوْهَا**، کہ تمہیں ایک ایسی آیت بتاؤں، کہ جو تیرے تمام گناہوں کو محو کردے اور مٹادے، اور معافی کا اور مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ **بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰه**! ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً**، سن کر وہ کہنے لگے کہ **يَا رَسُوْلَ اللّٰه ذَنْبِيْ اَعْظَم** ۔ یارسول اللہ میرا گناہ تو بہت بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **كَلاَمُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْهَا**۔ کہ حق تعالیٰ شانہ کا یہ کلام اُس سے بھی عظیم ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کے متعلق کہ اُن کو گھر لے جاؤ اور اُن کو آرام سے رکھو، اُن کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر اُنہیں واپس لاؤ۔ یہ حضرات اُن کو دیکھتے رہے۔

ایک دن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں، کہ یا رسول اللہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری گھڑیاں ہیں، آخری وقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قُوْمُوْا بِنَا اِلَیْہِ ہمیں اُن کے پاس لے چلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت مندی تو دیکھئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، اُن کا سر گود میں لیا۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھوڑی دیر بعد آہستہ سے اپنا سر نیچے سرکا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں، کہ یَا ثَعْلَبَۃ لِمَ حَوَّلْتَ رَاْسَکَ عَنْ حِجْرِیْ؟ کہ ثعلبہ تم نے میری گود میں سے اپنا سر کیوں ہٹا لیا؟

وہ عرض کرتے ہیں کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اِنَّھَا مَمْلُوْئَۃٌ مِنَ الذُّنُوْب۔ کہ یا رسول اللہ، یہ سر بھی گناہوں کا منبع ہے، بھرا ہوا ہے، گناہوں سے پُر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک کے لائق نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی اُن کی تسکین کے لئے اُن سے پوچھتے ہیں، کہ مَا تَشْتَکِیْ؟ کہ آپ کو تکلیف کیا ہے یہ بتاؤ؟

انہوں نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اِنِّیْ اُحِسُّ دَبِیْبَ النَّمْلِ فِیْ لَحْمِیْ وَ جِلْدِیْ وَ عَظْمِیْ. کہ جس طرح چیونٹیاں چل رہی ہوں میرے سارے جسم میں، اس طرح میں میری ہڈیوں میں، گوشت میں، پوست میں، چمڑی میں، ہر جگہ یہ میں محسوس کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال فرمایا، کہ مَا تَشْتَھِیْ؟ کہ تمہیں کیا چاہئے؟

انہوں نے جواب دیا کہ مَغْفِرَۃَ رَبِّیْ، کہ میں ایک گنہگار انسان ہوں۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے اسی کے طالب ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اس بوجھ کا ہمیں

احساس عطا فرمائے۔ ہماری اس بے حسی کو ختم فرمائے۔ وہ فرماتے ہیں، اتنے عظیم صحابی، صرف ایک نظر پر اتنے بے تاب اور پریشان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت پوچھتے ہیں کہ مَا تَشْتَهِیُ؟ کیا چاہتے ہو؟ تو فرمایا کہ مَغْفِرَةَ رَبِّیُ، کہ میرا رب میری مغفرت کر دے، میرے گناہ بخش دے۔

فَصَاحَ صَیْحَةً فَمَاتَ

قبل اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اِن کے اس جواب کے بعد ارشاد فرمائیں، صحابہ کرام دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونی شروع ہوتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ اور گورے گورے چہرۂ انور کی سرخی اور زیادہ ہو جاتی تھی۔ پسینہ، پیشانی سے، بالوں سے، پورے جسم سے ٹپکنا شروع ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا جسم لوس (loose) ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین تشریف لائے، اور جبرئیلِ امین نے آکر عرض کیا، کہ اِنَّ اللّٰهَ یُقْرِئُکَ السَّلَام۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے وہاں پر بھی سلام اور یہاں پر بھی پھر سلام لے کر آئے، حضرت جبرئیل۔ حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں، کہ میرے اس بندہ سے آپ فرمادیں، کہ لَوْ اَتَیْتَنِیُ، کہ اگر تو میرے پاس یہ جتنا زمین کا کرّہ ہے، بول (ball) ہے، گیند ہے اور یہ پوری روئے زمین ہے، اگر یہ ایک برتن بن جائے اور یہ ساری گناہوں سے بھری ہوئی ہو، اتنے گناہ تو اگر میرے پاس لے کر آئے گا تو میں اتنی تیرے لئے مغفرت لے کر آؤں گا۔

جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے انہوں نے یہ جواب سنا، کہ حق تعالیٰ شانہ کی مغفرۃ اتنی وسیع ہے، کہ اگر کوئی زمین بھر کر گناہ لے کر جائے تو اتنی مغفرت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بندہ کا استقبال کرتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ فَصَاحَ صَیْحَةً وَمَاتَ۔ حضرت ثعلبہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اس طرح کے میں نے کوئی بیس سال پہلے ایک کتاب لکھی تھی، بزرگوں کے وصال کے احوال۔ اس میں الگ الگ باب تھے، سجدہ میں جان دے دی، سجدہ میں جو اللہ کو پیارے ہو گئے اُن کے واقعات۔ شعر پر جان دے دی، کہ ایک شعر سنا، ایک آہ کی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُس میں ایک باب یہ بھی ہے کہ ایک چیخ ماری اور اللہ کو جان دے دی۔ اُس میں حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ بھی چیخ مارنے والوں میں۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ

ہم اور صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہمارے طرح سے یہ مرحلہ پیش آیا۔

دو ابوسفیان ہیں، ایک ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سُسر، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ محترم، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ محترم ہیں۔ قریش نے جتنی دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی، بدر ہو، اُحد ہو، خندق ہو، تمام جنگوں میں ہر وقت پیش پیش، اور سپہ سالار بن کر ابوسفیان آگے آگے۔ لیکن ایک اور، یہ تو آپ صلی اللہ علیہ کے خُسر ہیں۔

ایک اور ابوسفیان ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، حضرت ابوسفیان ابن الحارث۔ ان کو ہماری طرح سے یہ مرحلہ پیش آیا تھا، حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی طرح سے۔ کہ ابو سفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں، چچازاد بھائی بھی ہیں، رضاعی بھائی بھی ہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوسفیان کو بھی دودھ پلایا، وہ بھی آپ کے رضاعی بیٹے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی، چچازاد بھائی بھی۔ اور اسی رضاعت کے زمانہ سے ساتھ، ایک ہی گود میں ایک ماں کا دودھ پی رہے ہیں دونوں۔ جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے، کھیلنے کے، تو ساتھ کھیل رہے ہیں۔ جب بڑے ہوئے، تو ہر وقت کا ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت کے ساتھی، ساری عمر انتہائی محبت اور پیار میں، چالیس برس کی عمر تک ایک جیسا حال، جو ایک بھائی کا ہونا چاہیئے۔

جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دی، تو اِن کا مقدر کہ ابوسفیان ابن الحارث، ابوجہل کی پارٹی میں شامل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا رنج اور غم ہوا ہوگا، کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رضاعت کے زمانہ سے لے کر چالیس سال کی عمر تک دیکھتے رہے اُن کا یہ حال؟ خیر اُس کے بعد ابوسفیان ابن حرب رضی اللہ عنہ کی طرح سے یہ جنگوں میں بھی آپ کے خلاف پیش پیش رہے۔ تمام جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انہوں نے حصہ لیا۔ ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے، چچازاد بھائی نے، جو اتنے قریب تھے، گہرے دوست نہیں تھے، بھائی تھے اتنے پکے۔

حضرت ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ

اور بالآخر جب مکہ والے کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ، مکہ کا سفر فرما رہے ہیں، اور مکہ مکرمہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو چکے ہیں۔ اب مکہ مکرمہ میں دو طرح، کہیں تو کھلبلی مچی ہوئی ہے، آہ اور بکاء، اور اپنے مستقبل کا فکر ہے۔ اور جو سالہا سال سے مظلوم تھے، ظلم ستم سہہ رہے ہیں، اُن کے لئے اب عید ہے، ہر دن انتظار میں ہیں، کہ کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے ہیں۔ اور جن کو اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا، اب وہ بھاگنے کی سوچ رہے ہیں۔ جن میں عکرمہ بھی ہیں، فلاں بھی ہے، فلاں بھی ہے، خود حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے بھاگ کر نکلے تھے، ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طلیعہ

تھا، طلیعۃ الجیش، تو انہوں نے ان کے کمانڈر (commander) نے ابوسفیان ابن الحرب رضی اللہ عنہ کو گلے سے پکڑ لیا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے گئے تھے۔

اور یہ چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ، جب ان کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے روانہ ہو گئے، تو اپنے گھر پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب سب بھاگ رہے ہیں اور وہ تو یہاں پہنچ کر رہیں گے، اُن کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اب چلو ہم سب بھاگ جاتے ہیں یہاں سے، اپنے گھر والوں سے کہتے ہیں۔

گھر والے اور بچے کہتے ہیں، کہ عقل ماری گئی؟ اتنا سچا دین، جن کو تم نے رضاعت کے زمانہ سے لے کر دیکھا، اب تک دیکھا، اب بھی تم نے اتنی جنگیں اُن کے خلاف کی، اب تو تمہیں عقل آجانی چاہئے، اور صحیح فیصلہ کرو۔ اللہ کے واسطے مان جاؤ، اُن کے آگے جا کر جھک جاؤ، اسلام لے آؤ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو نہیں آتے۔ انہوں نے پھر اپنے غلام کا نام تھا مذکور، اُس سے فرمایا کہ یہ تو تیار نہیں ہوتے، میرے لئے گھوڑا تیار کرو اور سب اُونٹ پر سامان تیار کرو، اور لے کر چلے۔

اب راستہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کے دل میں ڈالا کہ چلو دیکھیں تو صحیح آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر روایت میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ الٰہی اُن کی طرف، رحمتِ خاصہ متوجہ ہوئی اور ان کا دل بدلنا شروع ہوا۔ بجائے کہیں بھاگنے کے اب وہ اپنے اُونٹوں کو، اپنے گھوڑے کو، غلام کو، مذکور کو لے کر کے اس طرف آرہے ہیں۔

بارہا میں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس طرف کے ہر سفر میں ابواء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذرتے تھے۔ کہیں کا سفر ہو اس علاقہ کی طرف ہے، تو ابواء تشریف لاتے، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مزار پر حاضری دیتے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ابواء میں ہے۔ اِن کو معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں سے کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ بدر، اُحد، خندق

کے نتیجے اُن کے سامنے تھے۔اس لئے وہ خود فرماتے ہیں، کہ مجھے اس کا ڈر تھا، کہ کہیں کسی نے مجھے دیکھ لیا، اور پہچان لیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف دشمن رہے، نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے رہے، مگر ان کا ایک جرم یہ بھی تھا، کہ وہ بہت اونچے پایہ کے شاعر تھے۔اور اتنے اونچے پایہ کے شاعر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراثی لکھے گئے ہیں، سب سے اونچے درجہ کی مراثی میں آپ کے مرثیہ کا شمار ہے۔

حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں جب کافر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان کے خلاف اشعار کہتے، وہ اشعار صحابہ کرام کو پہنچتے، اُن کا خون کھولتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ کوئی مجھے دیکھ لے گا تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی شکل بدل لی۔ کہ میں کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاؤں۔ جب میں وہاں پہنچوں گا تب میں مامون۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِين ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین پر مجھے امید تھی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف فرما دیں گے۔

فرماتے ہیں کہ میں چلا، جب ایک فرسخ میں دور رہ گیا، دو تین میل، تو میں نے اپنے مذکور غلام سے فرمایا کہ تم یہاں رہو، میں پیدل جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس طرح بچتے بچاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ تک پہنچ گیا، میں نے سوچا کہ اب مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ میں نے وہاں جا کر اپنا نقاب جو سب لپیٹ رکھا تھا، سب کھول لیا، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف جب نگاہ فرمائی، تو دیکھا کہ او! یہ تو ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ۔ دوسری طرف چہرۂ انور پھیر لیا۔

فرماتے ہیں کہ میرے پیر تلے سے زمین نکل گئی، میں نے سوچا کہ یہ تو اتنے ناراض ہیں کہ ایک نظر مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں۔ نگاہ دوسری طرف پھیر لی۔ فرماتے ہیں کہ میں آہستہ آہستہ گھوم کر اُس طرف پہنچا، اُدھر سے پھر اِدھر چہرۂ انور پھیر لیا۔

اب صحابہ کرام نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے وجود کو گوارا فرمایا ہے اس لئے ہم قتل تو نہیں کر سکتے، مگر ہر ایک نے اپنے غصہ کا اظہار شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو فرمانے لگے کہ اللہ کے دشمن، تو بدر میں بھی آیا تھا، اُحد میں بھی آیا تھا، خندق میں بھی آیا تھا، ابھی تو زمین پر زندہ موجود ہے؟ اور تو نے فلاں موقعہ پر یہ کیا تھا، اور یہ کیا تھا، اور یہ کیا تھا۔

اب جیسے جیسے وہ مجھے کوس رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ باقی ساتھی اُس سے لطف اُٹھا رہے ہیں، اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ میں نے پھر سہارا لیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اور میں اُن کے پاس گیا، کہ چچا جان میری آپ سفارش کر دیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ڈر لگتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حال میں، میں نے تمہارے ساتھ دیکھا، میں تمہارے متعلق زبان نہیں کھول سکتا۔ ہاں اِلَّا اَرٰی وَجْھًا کسی دن میں دیکھوں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تمہاری طرف کیسی ہے۔ اُس میں میں نے کوئی تغیر پایا، تبدیلی پائی، تو میں یہ جرأت کر سکتا ہوں، ابھی تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ عنہ کے پاس پہنچا، تم میرے چچا زاد بھائی ہو، میری مدد کرو، تو انہوں نے فرمایا کہ معاف کرو میں کچھ نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، کہ ایک اور کام جو آپ کر سکتے ہیں، وہ آپ کیجیے۔ پوچھا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ایک اس حلیہ کا آدمی ہے، وہ مجھے بہت ستا رہا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کون؟ بتایا کہ فلاں۔ چونکہ وہ مدینہ منورہ والوں کو مکہ والے پہچانتے نہیں تھے، چہروں سے سب کو۔ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے متعلق انہوں نے شکایت کی، کہ اِن کے بھڑ کانے کی وجہ سے کہیں کوئی مجھے قتل کر دے گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا، اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے

، کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، رضاعت کے زمانہ سے ایک پستان سے حضرت حلیمہ کے ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے تھے، ایک طرف یہ پیتے تھے۔ آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کل اُن سے راضی ہو جائیں گے، اور تم جو کچھ حرکت کرو گے، تمہیں اُس کی ندامت رہے گی ساری عمر کے لئے۔ کہ میں نے کیوں ایسا کیا تھا۔ انہوں نے ڈانٹ کر خاموش کیا۔

فرماتے ہیں کہ میں یہ کرتا تھا کہ پورے سفر میں قبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی باہر نکلے، میری طرف کوئی نگاہ نہیں۔ فرماتے ہیں کہ قافلہ چل پڑا، میں بھی چل رہا ہوں ساتھ ساتھ، قافلہ کے۔ جحفہ میں قیام رہا، وہاں میں ساتھ رہا، راستہ میں اور قیام رہا، وہاں میں ساتھ رہا۔ جب ابطح پہنچے وہاں مکہ مکرمہ میں ابطح، بطحاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اپنا خیمہ لگایا۔

فرماتے ہیں کہ وہاں تمام قریش کی عورتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جتنی رشتہ دار خواتین تھیں ساری پہنچ گئیں۔ اُن میں میری اہلیہ بھی پہنچی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کرنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگی کہ یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو، میرے شوہر کو معاف کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرانا زمانہ یاد دلاتی رہی، کہ یہ تو بچپن میں آپ کے ساتھ دودھ پیتے رہے، آپ کے خاص دوستوں میں، ہر وقت کا ساتھ تھا۔

علی: آپ میری سفارش کیجیئے

بالآخر فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے عرض کیا، کہ اب تو آپ میری سفارش کریں۔ انہوں نے مجھے ایک سوال سکھایا، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ، جو حال حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا، وہ میرا حال ہے۔ اور میں آپ کی طرح سے اُس سلوک کا امیدوار ہوں، جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کا سکھایا ہوا کلمہ، جا کر وہ دہراتے ہیں، عرض کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت فرمایا تھا اپنی زبان مبارک سے لاَ تَثْرِیْبَ عَلَیْکُم الْیَوْم ۔ کہ میری طرف سے تمہیں امان ہے۔

دوستو! یہ دیکھئے کہ حضرت سفیان ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے پیدل ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ وہاں سے، ابواء سے جحفہ۔ یہی حال حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے گناہ کو بھی معاف فرمائے۔ جیسے انہوں نے چوبیس گھنٹے اُس کو ایک مسئلہ بنایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگے رہے، چاروں طرف سے تلواریں ہیں سر پر۔ اُن سے ڈر بھی رہے ہیں کہ کوئی تلوار مجھے لگے گی، کفر کی حالت میں مجھے موت آجائے گی۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازے پر چوبیس گھنٹے گزار رہے ہیں، اسی اُمید پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوجائیں، کاش کہ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کا اتنا فکر سوار ہوجائے، جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔ جو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی اُن میں، قریش کی خواتین میں وہاں پہنچ کر عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ عکرمہ تو بھاگ گیا۔ یہ بھی، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی بھاگ رہے تھے۔ عکرمہ کو ہم نے سمجھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت رحمۃٌ للعالمین ہیں، معاف فرمادیں گے۔ مت بھاگو، وہ تو بھاگ گئے۔ کہتے ہیں، کہ میں اُن کے لئے آپ سے امن چاہتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ هُوَ اٰمِنٌ، اُسے ہماری طرف سے امن ہے۔ اُن کی اہلیہ محترمہ ام حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فوراً، عورت ذات، نکل پڑتی ہیں۔ لمبا سفر کر کے فرماتی ہیں کہ میں ساحل پر پہنچی اور وہاں پہنچی، تو وہاں دیکھا کہ کنارے پر وہ جو ملاّح تھا اُس سے باتیں کر رہے تھے۔

ملاّح سے کیا کہہ رہے ہیں، کہا کہ مجھے یمن جانا ہے۔ ملاّح نے کہا کہ اَخْلِصْ، کہ اس کشتی

میں سوار ہونے سے پہلے اَخْلِص. حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ کَیْفَ اَخْلِصُ؟ میں کیسے اخلاص برتوں، کیا کروں؟ فرمایا کہ قُلْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ. حضرت عکرمہ اُس کو جواب دیتے ہیں، کہ میں اُسی کلمہ سے بھاگتے ہوئے تیرے پاس آیا۔ اور تو پھر مجھ سے اسی کا مطالبہ کرتا ہیں، اور کہتا ہے کہ اَخْلِصُ کلمہ پڑھ لااِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ، کلمہ اخلاص پڑھ لے۔

اتنے میں اُن کی اہلیہ محترمہ پہنچتی ہیں اور خوشامد کرتی ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں تو بہت بڑا مجرم ہوں، میں نے کتنی اذیتیں تکلیفیں پہنچائی ہیں، میں کیا منہ لے کر جاؤں؟ وہ عرض کرتی ہیں کہ انہوں نے آپ کو معاف کر دیا، امن دے دیا، آپ چلئے۔ تو خوش ہو جاتے ہیں اور وہاں سے چلنا شروع کرتے ہیں۔

لکھا ہے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں کہ راستہ میں چلتے ہیں تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو میری بیوی ہے، جس طرح سے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر چلتے ہیں، تو انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، نہیں، نہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ہمارا، اور تیرا جوڑا تو مکہ میں مشہور تھا، ہماری محبت، اور اسی لئے تو مجھے اتنا لمبا سفر کر کے یہاں تو مجھے لینے کے لئے آئی، میری جان بچانے کے لئے آئی۔ میری جان بچانے کے لئے، میری آخرت بچانے کے لئے۔ اور تو کہتی ہیں کہ نہیں نہیں۔ وہ مسئلہ بتاتی ہیں، کہ اس لئے کہ اِنَّکَ کَافِرٌ وَ اَنَا مُسْلِمٌ، تم ابھی کفر کی حالت میں ہو۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اسلام کو قبول کریں گے وہاں تک مجھے نہیں چھو سکتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کفر کی گندگی کی طرح ہمیں اپنے گناہوں کی گندگی کا احساس عطا فرمائے۔ اس مبارک تقریب کے موقع پر ہمیں اپنے حال کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گندگی کا احساس عطا فرمائے، جو ہمارا سارا جسم آلودہ، اس بوجھ کا احساس عطا فرمائے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق فرمایا کہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوتا تھا، تو میرا ایک ہی تصور، ایک ہی خیال، ایک ہی مراقبہ ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب التحیات میں گھنٹوں حضرت کی مجلس میں بیٹھے رہتے، جس طرح ہم التحیات میں بیٹھتے ہیں، ہاتھ بھی یہیں، اور گردن بھی نیچی۔ اور تھوڑی دیر میں آنسو یہاں سے صاف کر رہے ہیں، جس طرح یہاں صاف کر رہے ہیں۔

فرماتے تھے کہ میں حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر میرے گناہوں کے بوجھ کا مراقبہ کرتا تھا۔ کہ میرے گناہوں کا پہاڑ میرے اوپر اب گرے گا، تب گرے گا۔

یہ حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں معاف فرمایا صحابہ کرام فرماتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اُن کا حال یہ تھا، کہ اتنے شرمندہ تھے، اتنے شرمندہ ۔فرماتے ہیں کہ آپ نے کسی کو چلتا ہوا دیکھا ہوگا، جو سجدہ کی جگہ اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابوسفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس فتح مکہ کے بعد سے، جس دن سے وہ اسلام لائے، اس دن سے ہم نے اُن کی چال دیکھی، بالکل نرالی الگ ہوگئی۔ ہم نے اُن کو دیکھا کہ جہاں اُن کے پیر کے چپل پہنے ہوئے ہیں، اُن کی چپل کی پٹی پر اُن کی نگاہ رہتی تھی۔ کتنے سر کو جھکا کر چلتے ہوں گے۔ اور یہ تو صحابہ کرام اپنا مشاہدہ بتاتے ہیں۔

اَوَّلُ مَن يَّدْخُلُ فِي الْمَسْجِد، وَ آخِرُ مَن يَّخْرُج

حضرت عائشہ صدیقہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ایک دفعہ نماز ہوئی سب نمازی چلے گئے۔ کافی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، عائشہ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ دیکھو میں تمہیں ایک مصلی بتاتا ہوں ابھی اَوَّلُ مَن يَّدْخُلُ فِي الْمَسْجِد، وَ آخِرُ مَن يَّخْرُج، کہ سب سے اول جو آتا ہے، اور سب سے اخیر میں جو جاتا ہے.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچیں کہ یہ کون کہ جو سب سے پہلے داخل ہوتا ہے، اور سب سے آخر میں نکلتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری چیز اِن کی بیان فرمائی۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ ایک تو یہ کہ سب سے پہلے آتے ہیں اور سب سے اخیر میں جاتے ہیں، دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ یہ وہ شاعر ہیں، جو بیس برس تک میری ہجو میرے خلاف اشعار کہتا رہا۔ میں تجھے دکھاتا ہوں وہ شاعر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوچنے لگیں یہ کون جو بیس برس تک جس نے آپ کے خلاف اشعار میں آپ کی برائی بیان کی؟ اور تیسری چیز، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر میں بیان فرمائی، مگر اب اُن کا حال یہ ہے کہ جب چلتا ہے تو تو دیکھے گی، کہ اُس کی نظر اُس کے تسمہ پر ہوگی، اُس کے چپل کی پٹی پر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسفیان ابن الحارث اسی حال میں نکلے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گناہوں کی اس سے زیادہ شرمساری عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں، اور وہ جو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار دعا بتائی، اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بھی اس دعا، اور اس رَبَّنَآ اٰتِنَا کے ذریعہ بخش دے۔

یا اللہ، ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ! ہماری سیئات سے در گذر فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے گناہوں کا احساس عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اپنے آپ کو گنہگار سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہماری نگاہوں کو پست رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنی حرکتوں پر شرمساری عطا فرما۔ ہر وقت ہمیں شرمسار رہنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! علانیہ طور پر، سب کے سامنے، خلوت میں جلوت میں ہر جگہ ہمیں شرمسار رہنے کی توفیق عطا فرما۔ گناہوں کا احساس عطا فرما۔ آخرت پر یا اللہ! ہمیں یقین عطا فرما۔ جنت اور دوزخ کا ہمیں یقین عطا فرما۔ یا اللہ! قرآنِ پاک کی تلاوت کی توفیق ہمیں عطا فرما۔ قرآنی آیات پر عمل کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرما۔ قرآنی احکام پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! قرآن پڑھنا ہمارے لئے آسان فرما۔ یا اللہ! ہمارے زبانوں کو ذکر کے لئے جاری فرما۔ ذکر کو ہماری زبانوں پر جاری فرمادے۔ قرآن کو ہماری زبانوں پر آسان فرمادے۔ ہر وقت قرآن پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں تیری ذاتِ عالی کا مراقبہ عطا فرما۔ تیرے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ عطا فرما۔ ہر وقت تجھے اور تیرے حبیب کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے دلوں کو، دل اور دماغ کو، دل کو ہر وقت اُس طرف مشغول رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! گندی دنیا سے ہمارے دلوں کو ہٹا دے۔ ہماری نظروں کو ہٹا دے۔ ہمارے اعضاء اور جوارح کو تیری عبادت میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ گناہوں سے آلودہ ہونے سے، ہمارے ہاتھوں کو، پیروں کو بچالے۔ یا اللہ! ہمارے گھروں میں محبت عطا فرما۔ خاندانوں میں محبت عطا فرما۔ میاں بیوی میں محبت عطا فرما۔ بھائی بہنوں میں محبت عطا فرما۔ یا اللہ! ایک محلّہ والوں میں محبت عطا کر۔ شہر والوں میں محبت دے۔ یا اللہ! ایک ملک کے رہنے والوں کو آپس میں محبت دے۔ یا اللہ! اس وقت دنیا، انسانیت زبانوں پر تقسیم ہوگئی، حدود میں تقسیم ہوگئی، اپنی من چاہت کی چیزیں، کوئی نہ مانے اس پر تقسیم ہوگئی۔ یا اللہ! اس تقسیم سے بچادے۔ آپس میں بھائی چارہ عطا فرما، یا اللہ محبت نصیب فرما۔ یا اللہ! یہاں والوں کے دلوں میں مسلمانوں کی، اسلام کی محبت ڈال دے۔ جو ہمارے خلاف، اسلام کے خلاف، مساجد اور مدارس کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں، یا اللہ! اِنہیں ہدایت عطا فرما۔ یا اللہ! اِن نفرتوں کو ختم فرما۔ یا اللہ ان مساجد کی حفاظت کا انتظام فرما۔ یا اللہ! قیامت تک اس حفظ کے سلسلہ کو جاری اور ساری فرما۔ یا اللہ! قرآنی علوم کے چشمے بہتے رہیں، اور قیامت تک انسانیت کو سیراب رکھیں، اس کا انتظام فرما۔ یا اللہ! ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرما۔ قرآن کے حقوق پہچاننے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! کل قیامت کے دن قرآن ہماری شفاعت کرنے والا بنے، ہمارے خلاف حجت نہ بنے۔ یا اللہ! اس طرح قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وَ صَلّی اللّٰہ عَلیٰ خَیرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّد

۴

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا !
بجھ گئے آتش کدے ، بیٹھ گئے بتکدے
ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا



مولانا وہ شاعر ہیں جو مسلمانوں سے خاص دلچسپی رکھتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ جائیں۔ اس کو انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ پھیلایا۔ مولانا حالی نے نعتیہ قصائد بھی لکھے اور مسدس میں بھی نعتیہ اشعار کہے جو فن اور خلوص کا آئینہ دار ہیں۔

یَا مَلَکِیَّ الصِّفَاتِ وَ یَا بَشَرِیَّ الْقُویٰ
فِیْکَ دَلِیْلٌ عَلیٰ اَنَّکَ خَیْرُ الْوَریٰ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ اِنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًاصَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا (سورۃ الکھف) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ہی معبود ہے، سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بو قبیس ابرِ رحمت

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت

چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَنَاَ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ اَبِیْ وَ بُشْریٰ عِيْسیٰ بْنِ مَرْيَمَ۔ فَرَأَتْ اُمِّیْ حِيْنَ حَمَلَتْ بِیْ اَنَّه خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَه بُصْرِیٰ مِنْ اَرْضِ شَام (کنز العمال) ترجمہ: حضرت خالد بن معدانؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں، میری والدہ نے دیکھا جس وقت میں ان کے بطن مبارک میں آیا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے بصری جو ارض شام میں واقع ہے چمک اٹھا۔

بجھ گئے آتش کدے ، بیٹھ گئے بتکدے

ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَجَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے سچ اور حق آگیا، کذب و جھوٹ ختم ہو گیا۔ یقیناً کذب و جھوٹ ختم ہی ہو کر رہتا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (سورۃ انبیاء) ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم شَيْأً قَطُّ فَقَالَ لَا (شمائل ترمذی) ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ

سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں کیا۔

یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا

کہ ہیں دور رحمت سے سب اہلِ دنیا

حدیث شریف میں آتا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا خبر دار رہو کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں قابلِ نفرت ہیں بجز ذکرِ خدا کے اور جو اس سے ملتا جلتا ہو، اور بجز عالم و متعلم کے۔

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی

کہ بازو سے اپنی کرو تم کمائی

خبر تا کہ لو اس سے اپنی پرائی

نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گریاں پہ نیت
تو چمکو گے واں ماہ کامل کی صورت

حدیث شریف میں آتا ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلاَلًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَسَعْیًا عَلٰی اَھْلِہ وَ تَعَطُّفاً عَلٰی جَارِہٖ لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ وَجْھُہ مِثْلَ الْقَمَرِ لَیلَۃَ الْبَدْرِ (مشکوٰۃ) ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کے لئے کوشش کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گا۔

نبی کا نام ہو ورد زباں ،رہے جب تک
سخن زباں کے لئے اور زباں وہاں کے لئے

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہ عِنْدَکَ (حصن حصین) ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی محبت تیرے یہاں مجھے نفع دے۔

(مولانا الطاف حسین حالی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ.

اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، تادمِ آخران کے سینوں میں اس قرآن پاک کو محفوظ رکھے، اس کے علوم سے ان حفاظ کو، ان کے خاندانوں کو بہرہ ور فرمائے، مدرسہ کے منتظمین، معاونین، ان طلبہ کے والدین، اقرباء سب کو حق تعالی شانہ قبول فرمائے، زیادہ سے زیادہ دینی علوم پر محنت اور جدوجہد کرنے کی، اس کی نشر واشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک سلسلہ

بہت مبارک سلسلہ ہے، ہر سال اسی مہینہ میں متعدد حفاظ تیار ہوتے ہیں، یہ جو سلسلہ ہمارے اکابر نے قائم فرمایا، جنہوں نے ہمیں اس کام پر لگایا، اللہ جل شانہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ جس ذاتِ گرامی کی طرف آپ کی یہ مسجد اور مدرسہ منسوب ہے، مدرسہ اشرفیہ، اشرفیہ مسجد، ان تمام کو، حضرت کو اور ہمارے سلسلہ کے تمام اکابرین کو اللہ بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے ہم بے حد ممنون ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا اہم پر کرم اور احسان فرمایا کہ ہمیں یہ راہ دکھائی، نیکی کی راہ، قرآن وسنت کی راہ دکھائی۔

تین بہت بڑے احسانات

خود حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قُدس سرہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھ پر قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے بے حد و پایاں احسانات ہیں مگر ان میں تین بہت بڑے احسان ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، جس کتاب میں وہ احسانات لکھے ہوئے تھے کہ ایک جانی، ایک مالی، ایک ارشادی، پھر اس کی حضرت مفتی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ تفسیر فرمائی اور جانی اور مالی کے علاوہ جو ارشادی ہے، فرمایا وہ تو پڑھنے کے قابل خط و کتابت ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ اپنا سوال بھیجتے ہیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، وہ جواب دیتے ہیں، اس سے تشفی نہیں ہوتی، پھر سوال اور اپنے خدشات کا حضرت اظہار فرماتے ہیں، اس کا جواب آتا ہے۔ اس طرح تقریباً ایک درجن کے قریب خطوط حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمائے، ایک ہی موضوع پر، جس کو حضرت تھانوی قدس سرہ ان تین عظیم احسانات میں شمار فرمایا کرتے تھے۔ بہت بڑا، بہت اونچا مقام تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا، بہت اونچا مقام۔

ایک خواب

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے ہم نے ریونین (Reunion)، پھر وہاں سے ساؤتھ افریقہ (South Africa)، پھر وہاں سے زامبیا (Zambia)، پھر وہاں سے لندن (London) ہمارے یہاں تشریف لائے تھے، دوسرا سفر، جب یہ ساؤتھ افریقہ میں حضرت کا ایک ماہ کا قیام ختم ہوا اور عید کے بعد حضرت تشریف لے جا رہے تھے، اس رات میں نے خواب دیکھا اور صبح حضرت کو سنایا۔

حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے آج خواب دیکھا کہ بہت بڑا جلوس ہے،

جس طرح ہندوستان میں کھلے ہوئے ٹرک (truck) ہوتے ہیں، اس طرح کی سواری پر ہم سوار ہیں اور جلوس کی شکل میں جا رہے ہیں، اور جلوس ایک ہی نعرہ لگا رہا ہے، حضرت گنگوہی! زندہ باد! میں نے خواب سنا دیا، حضرت رو پڑے، بات ختم ہوگئی۔

پھر حضرت وہاں سے زامبیا تشریف لے گئے، پھر یہاں تشریف لائے، یہاں سے پھر حضرت وہاں مدینہ طیبہ اور حجاز تشریف لے گئے۔ حضرت نے یہاں سے جدہ پہنچ کر سیدھے مکہ مکرمہ حج کی نیت فرمالی تھی، حضرت نے اس سال حج نہیں فرمایا۔

جب پورے سفر کی داستان حضرت کے یہاں روزنامچہ میں لکھی جارہی تھی، تو حضرت نے مجھ سے فرمایا وہ تیرا خواب لکھوادے۔ چونکہ کئی روز ہو چکے تھے، تو میں نے عرض کیا حضرت کونسا خواب؟ فرمایا وہ حضرت گنگوہی زندہ باد والا۔ وہ حضرت کی آپ بیتی میں بھی چھپا ہوا ہے، وہاں مبشرات میں، اللہ کرے کہ مرنے کے بعد ہمارے لئے بھی اللہ تعالی کی طرف سے یہ انتظام ہو کہ نعرے لگتے رہیں۔

واقعی زندگی یہی زندگی ہوتی ہے، اور اسی لئے حق تعالی شانہ کے یہاں ان حضرات کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرح، شہداء کی طرح سے وہاں زندگی ملتی ہے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے طبقہ میں سے ہیں۔ جہاں جہاں اس طرح کے کام ہوتے ہیں، حضرت کی جس طرح اسٹینگر میں جو حضرت کا قیام تھا، اس پر حضرت کی نظر ہے اور اسی کا اظہار ہو رہا ہے اور حضرت ہی کے نام کا اس میں نعرہ لگ رہا ہے حضرت گنگوہی زندہ باد! تو یہاں بھی اس طرح کے کاموں پر حضرت کی برابر نظر رہتی ہے۔

حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ابھی پرسوں حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب کا بریڈفورڈ میں انتقال ہوگیا۔ ہمارے پرانے دوست تھے، پرانی زکریا مسجد والے دوست جانتے ہیں کہ وہ یہاں بہت کثرت سے تشریف لایا

کرتے تھے اور ہفتہ اتوار، دو تین دن قیام رہتا تھا، میں وہاں جاتا تھا اور بہت گہرے دوستوں میں سے تھے، بہت مخلص انسان، فرشتہ صورت، فرشتہ صفت۔

اور یہی اللہ تعالی نے ظاہری حسن عطا تو فرمایا تھا کہ نہایت گورے گورے، مگر انتقال کے بعد جو میں نے کفن میں ان کو دیکھا، تو جو گوراپن تھا، سفیدی تھی وہ کچھ اوپر سے لے کر آئے ہوں گے، انہوں نے اور کچھ مل دیا ہوگا، تو اور زیادہ گورے، اور ایک خاص قسم کا تبسم ان کے ہونٹوں پر تھا۔

ان کے متعلق، ان کے انتقال سے دو تین ہفتے پہلے ہمارے مولانا جنید صاحب نے اپنے معہد کے اساتذہ کو خواب سنایا۔ انتقال سے دو تین ہفتے پہلے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہیں، پرانے قسم کے مکانات ہیں، وہاں یہ پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ آرام فرما رہے ہیں۔ اندر سے مستورات ان کو بتاتی ہیں کہ یہ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہاں آرام فرما رہے ہیں اور اندر مولانا لطف الرحمٰن صاحب بھی آرام فرما رہے ہیں۔ دو ہفتے پہلے تیاری کہ کہاں ان کا استقبال ہوگا، کون کون جائے گا، کہاں سب سے پہلے ان کی روح کو سیر کرائی جائے گی۔

شہدائے دارالعلوم

ان کے، مولانا جنید صاحب کے ابا اور مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا زبیر صاحب کے ابا اور ہمارے دارالعلوم کے شہداء کا جب ایکسیڈنٹ ہوا، تو روز درجنوں مبشرات اور بڑے عجیب وغریب قسم کے تھے۔

اس میں ایک یہ بھی تھا کہ یہ حضرات احرام میں ہیں اور جارہے ہیں، تو میں نے خواب سنانے والوں سے کہا کہ دیکھئے، آپ کو تو تاریخ معلوم نہیں، یہ بیچارے نہیں جاسکے اور جاسکتے تھے اور نہیں گئے۔

وہاں اس زمانہ میں جب حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پریسٹن کی جامع

مسجد میں امام تھے، تو وہاں کے چیئر مین عبدل بھائی ڈھال نے وہاں دروازہ کے ساتھ ہی چھوٹا سا ایک دفتر تھا، ایک کمرہ تھا دفتر کے طور پر، وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب سے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے اب تک حج بھی نہیں کیا، عمرہ بھی نہیں کر سکے، آپ تشریف لے جائیں۔

مولانا ابراہیم صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی طرف سے اسباب مہیا ہوں گے، تو میں ان شاءاللہ حاضری دوں گا۔ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے لفافہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں رکھا کہ یہ آپ کی نذر، آپ کو ہدیہ ہے، آپ تشریف لے جائیں۔

حضرت نے بہت شکریہ کے ساتھ واپس فرمادیا۔ اب عبدل بھائی اصرار فرمارہے ہیں اور وہ واپس فرمارہے ہیں، عمرہ یا حج کے لئے جو ہدیہ پیش کررہے تھے، کتنے اصرار کے باوجود انہوں نے قبول نہیں فرمایا اور جیسے ہی ادھر شہادت ہوئی کہ فوراً روانہ ہوگئے۔

خواب دیکھنے والے خواب دیکھتے ہیں کہ احرام میں ہیں، میں نے کہا اس کا شانِ نزول، پس منظر یہ واقعہ ہے اور ان حضرات کے ساتھ حق تعالی شانہ کی طرف سے جو خصوصی طور پر پہلی ہی رات میں، شہادت کے ساتھ ہی، اور انتقال کے ساتھ ہی جو وہاں کا انتظام ہوا، وہ اس لئے ہوا۔ اللہ تبارک وتعالی ان حضرات کی طرح سے ہمیں بھی بے نیازی عطا فرمائے، دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح دوڑنے سے ہماری حفاظت فرمائے، یہ ہمارے اکابر بہت بڑے تھے۔

حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ: ابوحنیفہؒ ثانی

جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کا بہت اونچا مقام تھا، ان کے مرثیہ پر جو اشعار کہے گئے، جگہ جگہ اس میں ابوحنیفہؒ ثانی۔

پھر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

کرتے تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدوّن کیا ہوا فقہ دنیا سے ختم ہو گیا ہوتا، تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ شانہ نے اس درجہ کی شانِ فقاہت عطا فرمائی تھی کہ وہ اس فقہِ حنفی کو مِنْ وَعَنْ اسی طرح مدون کر دیتے، جس طرح امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا۔ کیا ان کا مقام ہوگا کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ان کے لئے یہ شہادت دے رہے ہیں۔

جب یہ ابوحنیفۂ ثانی ایسے، تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیسے ہوں گے؟ کیا ان کی شکل، کیا صورت، کیا حسن، کیا جمال، کیا ان کا پوشاک، حق تعالیٰ شانہ نے بے پناہ دولت عطا فرمائی، اور اس میں انہوں نے صدیقی سنت کی نقالی کی تھی۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاز کے ریشم کے سب سے بڑے تاجر تھے، جو ساری دولت حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں انہوں نے لٹا دی، حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی کوفہ کے ریشم کے سب سے بڑے تاجر، اس کے تو ہزاروں واقعات ہیں۔ کس طرح وہ کفالت فرماتے تھے اور کس طرح انہوں نے اسے استعمال فرمایا خدا کی راہ میں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دیکھنا ہو، تو احادیث کے اوراق میں دیکھئے، ان کے متعلق ان کے چاہنے والوں نے احادیث کے ذخیرہ میں سے پیشینگوئی نکالی۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستارہ پر پہنچ گیا ہوتا، دنیا سے ناپید ہو گیا ہوتا، جس طرح حضرت کشمیری فرماتے ہیں کہ دنیا سے فقہِ حنفی اگر ناپید ہو گیا ہوتا، تو امام گنگوہی اسی طرح اسے مدوّن فرما دیتے جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا تھا، اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر علم ثریا ستارہ پر ہوتا تو بھی یہ نیچے اتار کر لاتے، ان کے متعلق پیشینگوئیاں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں۔

علم کی برکت تا قیامِ قیامت رہے گی

اسی لئے امت پر حق تعالیٰ شانہ کا اتنا بڑا انعام، اتنا بڑا انعام کہ یہ علم جو ثریا ستارہ پر سے لانے

کے ساتھ جس کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی، فرمایا کہ جب سے یہ علم شروع ہوگا تو تا قیامِ قیامت چلتا رہے گا، اس کی بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَظْھَرَ الْعِلْم،** کہ علم پوری دنیا میں کونہ کونہ میں پھیل جائے گا۔ جو بوڑھے ہیں، وہ اپنے بچپن کو یاد کر کے سوچیں کہ اس وقت اتنے مدارس تھے؟ اتنا علم تھا؟ اتنی جگہ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں؟ اتنے حفظ خانے تھے؟ تحفیظ کا اتنا عظیم انتظام تھا؟ قطعاً نہیں تھا، تو یہ اتنی برکت جو ہو رہی ہے یہ رہے گی، قیامِ قیامت تک رہے گی۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم باقی رہیں گے

اور کون کہتا ہے؟ اگر کسی حنفی نے لکھا ہوتا، تو سلفی اشکال کر بیٹھتے، مگر خطیبِ بغدادی نقل کرتے ہیں کہ حسن بن سلیمان فرماتے ہیں کہ **حَتّٰی یَظْھَرَ الْعِلْم** کا مصداق وہ علم ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں پیشینگوئی فرمائی تھی اور وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لے کر آئے، یہ قیامت تک غالب رہے گا۔

حالانکہ خود امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کتنا ظلم وستم ہوا، خود آپ کی ذات کے ساتھ کتنا، کہ جیل خانہ میں سجدہ کی حالت میں آپ کا وصال ہوتا ہے۔ وہ کتنی ظالم حکومتیں تھیں کہ کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے، آپ کی کتابوں میں سے، ایک ایک کر کے تلاش کر کے اس کو ضائع کر دیا۔ جو اس کام کے پیچھے متعین تھے، ان کی باقاعدہ تعریف لکھی گئی کہ فلاں شخص اس، فلاں اس پر متعین تھے، فلاں اس پر متعین تھے، لیکن کیا امامِ اعظم کے علوم کو وہ ختم کر سکے؟ اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے۔

اس کی اگر آپ شہادت پوچھیں، تو سب سے بڑا علم سمجھا جاتا ہے صحاحِ ستہ کو، اور صحاحِ ستہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے متعلق آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اگر وہ اس مجلس میں ہوتے اور آپ ان سے سوال کرتے تو وہ کیا جواب دیتے؟

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے کہ ان کے علم کا کیا پوچھتے ہو، میری صحیحِ بخاری نہیں دیکھتے؟ آپ صحیحِ بخاری کے اوراق پلٹنا شروع کریں اور ایک ایک حدیث کی سند کو آپ دیکھنا شروع کریں کہ اس کے راوی کون ہیں، اس کے راوی کون ہیں اور اس کو آپ الگ کرتے جائیں کہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ان کے شاگرد کی کتنی روایات صحیحِ بخاری میں ہیں اور اس کو الگ کرنا شروع کریں، جو بارہ سو کے قریب صفحات کی ضخیم، بڑی والی، ہندوستان والی، لمبی چوڑی جو ابھی صحیح بخاری چھپ کر آئی ہے، میں نے جو صاحب لے کر آئے، ان سے میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں اٹھا سکتا، کمزور ہوں، میری طرح سے جو وہاں یوپی میں اور گجرات کے مدارس میں جو طلبہ اس کو پڑھتے ہیں، اپنے کمرہ سے لے کر وہاں دارالحدیث تک اس کو اٹھا کر نہیں جا سکتے۔ ابھی کوئی تین چار مہینے پہلے بطورِ خاص حضرت مولانا سید محمود مدنی صاحب نے میرے لئے کسی کے ساتھ بھیجی ایک نسخہ صحیحِ بخاری کا، اس کے بارہ سو صفحات ہیں، اور آپ اس میں سے الگ کرنا شروع کریں صحیحِ بخاری میں سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات، تو چھوٹا سا مشکل سے سو صفحہ کا ایک رسالہ باقی رہ جائے گا، اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی روایات نکال دی جائیں، تو بخاری شریف ختم۔

یہی حال مسلم کا ہے، آگے مرتبہ امام ابوداؤد کا، ان سے آپ پوچھیں کہ حضرت! آپ سے پوچھیں، امامِ ترمذی سے پوچھیں، امامِ نسائی سے پوچھیں، تو امامِ نسائی فرمائیں گے کہ میری کتاب میں تو خود ان کی روایت موجود ہے اور ان کی شاگردوں کی روایات اگر نکال دی جائیں، تو نسائی ختم۔

یہی حال ترمذی کا ہے، امامِ ترمذی فرمائیں گے کہ میں نے تو نقدِ رجال کے بارے میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے اصول کو سامنے رکھ کر میں نے جو سند میں رُواۃ آتے ہیں ان کو پرکھا

ہے اور ان کی روایات میں نے اس کتاب میں جمع کی ہیں، اور اس میں سے بھی آپ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور ان کے شاگردوں کی روایت الگ کریں، تو ترمذی چھوٹا سا ایک تعلیم الاسلام کی طرح رسالہ رہ جائے گا۔

اور امامِ ابو داؤد کا یہی حال، انہوں نے لکھی ہی تھی اپنی کتاب اسی لئے، کہ یہ جو اشکالات اعتراضات کرتے تھے ائمہ کے مستدلات کے بارے میں، تو انہوں نے اپنی کتاب میں انہی کے لئے دلائل جمع کئے، یہی حال ابن ماجہ کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ان حضرات کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے لئے ایک رہنمائی اور ہدایت

یہ جو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں ان کا بے حد ممنونِ احسان ہوں، اسی طرح خطیبِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دو نہیں، ائمہ کرام کا قول ہے، بہت سے امام ایک فتوی دیتے ہیں اور ایک ہدایت دے رہے ہیں، رہنمائی فرما رہے ہیں دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو، اور وہ کیا فرماتے ہیں کہ **يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الدُّعَاءُ لِلْإِمَام اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ صَلٰوتِهِمْ**، وہ فرماتے ہیں کہ ان ائمہ کی طرف سے امتِ اسلامی کو یہ ہدایت اور رہنمائی کی گئی ہے اور یہ فرماتے ہیں مسلمانوں کو، کہ اے مسلمانو! تم اپنی کسی دعا میں، کسی نماز میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہرگز نہ بھولنا اور ہمیشہ ان کے لئے دعائے خیر کرتے رہنا۔ کیا ان کے احسانات کو ان حضرات نے سوچا اور سمجھا ہوگا۔

اہلِ سنت کی نشانی

جیسے میں نے بتایا کہ سب سے بڑی نعمت آج کل یہ ہمارے سامنے جو علوم ہیں، صحاحِ ستہ اور اس کا یہ حال ہے۔ اسی لئے خطیبِ بغدادی ائمہ کا قول نقل کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی جو حنفی ہیں، جو ہمارے امام ہیں، ان کو ہمیشہ اپنی دعا میں یاد رکھنے کی حق تعالی شانہ ہمیں توفیق عطا

فرمائے، اور اسی لئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سنت اور بدعت کو واسطہ کر دیا گیا۔

ایک بہت بڑے محدث ہیں عبد العزیز ابن رواد، وہ فرماتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ اہلِ سنت کسے کہتے ہیں؟ بہت مختصر انہوں نے جواب دیا، کہ مَنْ اَحَبَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ، وَ مَنْ اَبْغَضَہُ فَھُوَ مُبْتَدِع، اہل سنت کی نشانی قرار پائی کہ خلفاءِ راشدین اور صحابۂ کرام کے بعد یہ ایک ناجی فرقہ دنیا میں قیامت تک کے لئے رہے گا، اہل سنۃ، فرمایا کہ ان کے امام اور پیشوا، ان سے جن کو محبت ہے وہ سنّی ہے اور جن سے انہیں بغض ہے وہ بدعتی ہے۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ

اسی لئے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ مِنْ تَمَامِ السُّنَّۃِ حُبُّہُ کہ کسی کا سنی ہونا کمال تک نہیں پہنچتا جب تک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسے محبت نہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہ جس درجہ کی یہ حضرات ان سے محبت چاہتے ہیں وہ محبت حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

اور کیوں حق تعالیٰ شانہ یہ درجہ انہیں نہ عطا فرمائے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ شریف پر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پہنچے اور ہماری طرح، ہم جس طرح سلام عرض کرتے ہیں، انہوں نے سلام پیش کیا اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وہاں سے جواب آتا ہے، وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ، جو وہاں سے امام بنایا گیا تو ان کی امامت پر تو مہر قیامت تک کے لئے لگ گئی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَظْھَرَ الْعِلْم، اور حسن ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ وَ ھُوَ عِلْمُ اَبِیْ حَنِیْفَۃ.

وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْھِکَ مَخْلُوْقٌ

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے امام اعظم کو جواب ملا اور قیامت تک کے لئے وہ

اس روئے زمین پر بسنے والی ملتِ اسلامیہ کے امام قرار پائے۔

اسی لئے علامہ قشیری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْھِکَ مَخْلُوْقٌ**، کہ چاند کو خطاب کرر ہے ہیں قشیری، چاند کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ اے چاند! یہ تیرے اندر جو حسن و جمال ہے تیرا، یہ تیرا ذاتی نہیں ہے، یہ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا جو حسن و جمال تھا اس کا کوئی لاکھواں کروڑواں حصہ تجھے دے دیا گیا جس سے تو چمک رہا ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْھِکَ مَخْلُوْقٌ**، کہ اے چاند! یہ چاند بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے حسن پا رہا ہے۔

نبیِ آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ

اسی لئے وہاں ابھی گذشتہ ہفتہ بریڈفورڈ میں میں نے ایک صحابی کا واقعہ سنایا تھا کہ ان سے سوال کیا گیا، ایک راہب سے ملاقات ہوئی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متعلق سوال کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ راہب کہتا ہے کہ اچھا، آپ بتا سکتے ہیں مجھے ان کا سراپا، ان کا ذرا آپ مجھے حلیہ بتائیے، کہ وہ کیسے تھے۔

اب صحابی بتا رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قد و قامت ایسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ایسے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال ایسی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے متعلق یہ جملہ نقل کیا اور انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو میں کیا بیان کروں؟ وہ تو چاند کی طرح چمکتا تھا، یہ سنتے ہی راہب کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ اس نے فوراً اسلام قبول کیا، اور اس نے کہا کہ یہی حلیہ میں نے کُتبِ سابقہ میں نبیِ آخرالزمان کا پڑھا ہے۔

وَ اللَّیْلُ مِنْ طَرْفِکَ مَسْرُوْح

یہ قُشیری اپنی طرف سے مبالغہ نہیں کرر ہے ہیں، اسی لئے یہاں یہ راہب اسلام قبول کرتا ہے

اور آگے اس شعر میں یہ تھا کہ وَ السِّحْرُ مِنْ طَرْفِکَ مَسروق یہ شعر میں نے تھوڑا سا بدلنا ضروری سمجھا۔

اس میں تھوڑی سی، چھوٹی سی ایک غلطی اور خطا مجھے معلوم ہوئی جیسے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں، میں دار العلوم میں حاضر ہوں حجرہ میں اور ۹ ۷ ء والے پہلے سفر میں، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا ہے، اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ بھی رو رہے ہیں، مجمع بھی رو رہا ہے، حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈی والا دامت برکاتہم اور کچھ حضرات تھے جنہیں حال طاری ہوتا تھا، تو کسی نے حال میں نعرہ لگایا تو اس پر کسی نے پھر حضرت شیخ کے نام سے بھی نعرہ لگایا کہ حضرت شیخ الحدیث زندہ باد! زور سے کہا تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے کمرہ میں آواز پہنچ رہی تھی۔

حضرت فرمانے لگے پیارے! اتنا شور نہیں چاہئے، مجھے مرنے دو، تو نے بخاری میں نہیں پڑھا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذا الدِّیْن بِالرَّجُلِ الْفَاجِر، تو نے بخاری میں نہیں پڑھی یہ حدیث کہ دین کا کام تو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی فاجر، فاسق اور گناہ گار بدکار سے بھی لے لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس جملہ میں سمجھ رہے ہیں حضرت، روتے ہوئے حضرت نے فرمایا۔

خیر اس کے بعد، پھر مولانا کے بیان کے ختم کے بعد جب وہ طالبِ علم دار العلوم کے متعلق جو نظم تھی وہ پڑھنے لگا تو جب وہ یہاں پہنچا:

جہاں پر نمایاں دعا شیخ کی ہے
جہاں دستِ یوسف کی جادوگری ہے

حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو نے رسوا کیا، تو بھی سن لے۔ ہنستے ہوئے حضرت نے فرمایا۔ اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ لیکن یہ جادوگری یہ مناسب نہیں، اس میں ترمیم ہونی چاہئے۔ اسی طرح میں نے یہاں اس شعر میں وَ السِحْرُ مِنْ طَرْفِکَ مَسروق کہ یہ جو جسے جادو کہتے ہیں یہ جو آپ کی نگاہ ہے اور آنکھیں ہیں اس سے سحر ٹپکتا ہے، جو بھی دیکھتا ہے ایک نظر سے نظر

ملا تا ہے،تو مسحور ہو جا تا ہے۔شاعر یہ کہنا چاہتا ہے۔

میں نے سوچا کہ سحر کے ساتھ تشبیہ مناسب نہیں،تو میں نے اس کو تھوڑا سا بدلا کہ **وَ اللَّیْلُ مِنْ طَرْفِک مسروح** بدر کے ساتھ جو بدر رات ہی کو ہوتا ہے تو **وَالـلَّیْـلُ مِـنْ طَـرْفِک مسـروح** کہ جو رات بنائی گئی یہ بھی آپ کی آنکھوں کو سامنے رکھ کر، کہ بالکل وسط میں آپ یہ سیاہ گولا دیکھتے ہیں اور اوپر نیچے،شروع میں، نیچے، یہ سفیدی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے،تو اس کے بعد پہلے سفیدی آتی ہے تھوڑی دیر تک، اور یہی سفیدی سورج نکلنے سے پہلے رات کے ختم ہونے سے پہلے آتی ہے،تو دونوں کے بیچ میں وہ سیاہ رات،تو یہ آنکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ **وَالـلَّیْـلُ مِـنْ طَـرْفِک مسـروح** سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو یاد کر کے یہ علامہ قُشیری فرماتے ہیں کہ **وَ الْبَدْرُ مِنْ وَجْهِکَ مَخْلُوْقٌ**، کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن سے تھوڑا سا حسن بدر اور چاند کو دے دیا گیا۔

سوقِ عکاظ کا معبد

اسی لئے جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، رسالت سے تو بعد میں سرفراز کیا گیا،نبوت تو پیدا ہونے سے پہلے ہی وہاں مل چکی تھی آدم علیہ السلام سے پہلے، یہ رسالت بھی جو **اِقْـرَءْ بِاِسْمِ** کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے تھے تو ہر چیز بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتی اور پہچانتی تھی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سوقِ عکاظ میں جو بچپن میں لے جایا گیا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں۔ یہ جب آنکھوں کی بیماری چلتی ہے،تو جو بھی کسی بیمار کو دیکھتا ہے،نزلہ والے کے قریب رہے گا، یا اس کی چیز استعمال کرے گا،تو اسے نزلہ ہوگا،مگر یہ آنکھ والی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ صرف دیکھنے سے بھی وہ جراثیم منتقل ہو جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مرض تھا، اس کی تو تفصیل نہیں ہے، صرف آشوبِ چشم، آنکھ کی بیماری بتایا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں وہاں عکاظ کے میلہ میں لے جایا گیا، کہ میلہ میں ہر طرح کے لوگ آتے تھے، خطباء آتے تھے، شعراء آتے تھے، تجار آتے تھے، کام ڈھونڈنے والے آتے تھے، غلام بیچنے والے آتے تھے، خریدنے والے آتے تھے، اطباء آتے تھے، جادوگر آتے تھے، ہر طرح کے شعبدہ باز آتے تھے، میلوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے گئے۔

وہاں سوق عکاظ میں ایک معبد تھا، جس میں عبادت گزار لوگ خلوت اور تنہائی میں اپنی ساری زندگی گزارا کرتے تھے اور سوچا کہ وہاں عکاظ کے میلہ میں جائیں گے، وہاں جو معبد میں ایک راہب ہے اس کے پاس لے جائیں گے کہ کچھ دم کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی اس کے صحن میں قدم رنجہ ہوتے ہیں، تو اس معبد کا حال کوہِ ثبیر کی طرح، جبلِ حرا کی طرح۔۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی شیخین کے ساتھ قدم رکھا ثبیر پہاڑ پر، حرا پر، تو فوراً (shake) ہو رہا ہے، جھوم رہا ہے خوشی میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر مار کر ارشاد فرمایا کہ **اُسْکُنْ! اِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ شَہِیْد.**

جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے سوقِ عکاظ کے معبد میں، تو وہ (shake) ہو رہا ہے، جلدی سے وہ راہب جو کسی کے بلانے پر بھی نکلتے نہیں تھے ہمارے ابا جان کی طرح، ہمیں بچپن میں لے کر جاتے تھے، دروازہ بجا رہے ہیں، بجا رہے ہیں، پانچ منٹ، دس منٹ، آدھ گھنٹہ، ایک گھنٹہ، کھولتے ہی نہیں تھے، اپنی خلوت میں ان کو پتہ ہی نہیں چلا ہوگا، حالانکہ سامنے دروازہ، اس کے پیچھے وہاں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی حال اس راہب کا، راہبوں سے مشکل سے ملاقات ہوتی تھی، مگر اس نے دیکھا کہ یہ تو زلزلہ آیا، تو وہ کھڑکی میں سے دیکھنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کے آکر آپ کو چومتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کو لے جاؤ، کوئی میری طرح سے پہچان لے گا کہ نبی آخر الزمان ہیں، ان کو قتل کر دے گا۔

کہا کہ نہیں ہم ان کو لائے ہیں، ان کے آنکھوں میں دیکھو تکلیف ہے۔ فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس لانے کی کیا ضرورت؟ ان کے لعاب سے تو ساری دنیا سیراب ہوگی اور آخرت میں مرنے کے بعد یہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے اور اس کے بعد کی ساری انسانیت آخرت میں سیر ہوگی، ان کو ہمارے پاس کیوں لائے۔

کہتے ہیں کہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لعاب لے کر اس نے لگایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک بالکل ٹھیک ہوگئی۔

سوقِ ذوالمجاز

دوسرا میلہ، میلہ کا ذکر سوقِ عکاظ کا آتا ہے، سوقِ ذوالمجاز کا آتا ہے، یہ تمام عمارتیں، سب کچھ تھا، اور یہ، یہیں پر مکہ کے پاس ہی تھا، تو وہاں کوئی غیر مسلم حکومت آئی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلم، اسلام کے نام لیوا ہی وہاں حکمران رہے ہیں، مگر یہ آخری چند سالوں میں پتہ نہیں کیا ہوا، کس طرح ان کو ڈھایا گیا، مٹایا گیا۔ ترکی کی حکومت تک یہ تمام نشانات موجود تھے، عکاظ کے بھی تھے، ذوالمجاز کے میلہ کے بھی تھے۔

وہاں ذوالمجاز کے میلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں لے گئے، وہاں پہنچے تو چچا جان ابو طالب کو دیکھا کہ بہت پریشان۔ سواری سے نیچے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ چچا جان، کیا بات ہے؟ ابوطالب عرض کرنے لگے بیٹا مجھے بہت پیاس لگی ہے، میں پانی تلاش کرنے جارہا ہوں۔ فرمایا کہ مت جاؤ، ادھر آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حرا اور ثبیر کو پیر مارا تھا، جیسے حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے وہاں چشمہ جاری ہوا تھا، روایات میں آتا ہے کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایڑی مبارک زمین پر رگڑی کہ فوراً وہاں سے چشمہ ابلنا شروع ہوا۔

اور اس چشمہ کے نشانات کہتے ہیں کہ اب تک بھی ہیں، وہاں اسی نام سے کہتے ہیں بئرِ مجاز،

ذوالمجاز کے نام سے بئرِ مجاز کے نام سے وہاں کنواں اب تک بھی ہے، لیکن جس طرح درجنوں کنوؤں کہ جن کنوؤں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں آخری گھڑیوں میں یاد فرمایا تھا اور جن کنوؤں کے پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں اور جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ تُرکوں کے دور تک تمام نشانات محفوظ تھے، کس طرح ان کو اٹھا دیا گیا، مٹا دیا گیا، اور کیوں؟ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر شریف کی ہم نے بھی زیارت کی تھی، اس وقت، تھوڑا سا اس کو توڑا گیا تھا لیکن وہ عمارت تھی جو تُرکوں نے بنائی تھی، پتھروں کی عمارت۔ اور ابھی تو سنا کہ وہاں ایک پتھر نہ رہا، اس کا انتظام کر کے بلڈوزر (Bulldozer) سے دور دور تک اس کو، پتھروں کو صاف کر کے میدان بنا دیا گیا۔ حالانکہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نہیں، بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کا سفر فرمایا، بار بار سفر فرما کر تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ کی قبر شریف

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ہر سال حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی، جو دار النابغہ میں، مدینہ منورہ میں تھی، اس کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اور یہ ایک سفر نہیں تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، بلکہ ایک روایت میں ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ ہر سال سفر ہوتا تھا، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو بتایا کہ میں اس دار النابغہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہا ہوں، اور یہاں اُنَیسہ نامی بچی کے ساتھ یہاں پانی میں ہم کھیلتے تھے، یہاں پرندوں کے

ساتھ میں کھیلتا تھا، تمام واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد تھے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو المصطلق کے سفر میں تشریف لے گئے، دوسرا غزوہ ذات الجیش میں تشریف لے گئے، حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے، حدیبیہ کے سفر میں تشریف لے گئے، جو آخری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر حجۃ الوداع کا، اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

ماں کی یاد

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوئے حضرت آمنہ کی قبر کے پاس، تو انہوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے جا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں، رو رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام بھی ڈھاریں مار مار کر رونے لگے، چیخ کر رو رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تھوڑا سکون ہوا، تو صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ کو اس قدر روتے ہوئے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تین وجوہات بیان فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہ رونا آتا مجھے، فرمایا کہ میں ان گھڑیوں کو جو آخری وصال کی اور وفات کے وقت کی میری ماں کی ساعتیں اور گھڑیاں تھیں ان کو میں یاد کر رہا تھا، کہ آخری گھڑی میں کس طرح بار بار ماں مجھ سے لپٹ کر مجھ سے پیار کر رہی تھیں، ایک رونے کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی۔

دوسرے فرمایا کہ جب اور زیادہ نزع کا حال طاری ہوا ہوگا اور اب سکت ہاتھوں میں نہیں رہی ہوگی، تو فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں نے دیکھا کہ ماں جس طرح مجھے پیار کی نگاہوں سے، الوداعی نگاہوں سے جس طرح مجھے تک رہی تھیں اس کو میں یاد کر رہا تھا۔

اس کے بعد تیسری وجہ بیان فرمائی کہ جس طرح میں نے اس کے بعد ماں کو اور ماں کے جنازہ کو اس جگہ دیکھا ہے ماں کے وصال کے بعد، یہ تین چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے با قاعدہ گنوائیں۔

کیسی مبارک جگہ کہ بار بار نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جس جگہ حاضری ہوئی، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر پر آپ تشریف لے گئے، لیکن آپ وہاں جانا چاہیں گے، تو دور سے مستقل آدمی متعین کئے گئے ہیں کہ وہاں کوئی پھٹک نہ سکے، کوئی جا نہ سکے۔

اللہ تبارک وتعالی وہاں کے نظام کو بہتر سے بہتر فرمائے، یہ جو موجود ہیں، اللہ تبارک وتعالی انہی کو ہدایت عطا فرمائے، جو غلط مشورہ دینے والے، غلط فتوے دینے والے ہیں اُن سے اِن کی حفاظت فرمائے۔ ابھی کچھ حال پہلے کے مقابلہ میں بہتر ہونے لگا ہے، انہیں احساس ہوا، جب ہر جگہ سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری زکریا مسجد کا جب سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا، تو سنگِ بنیاد سے پہلے مجھے بیان کے لئے کہا گیا۔ میں اسی موضوع پر بیان کر رہا تھا اور یہ جو میں آپ کو سنا رہا ہوں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کا مزار اور وہاں کے آثارِ اسلامیہ جو اسلامی شعائر اور ان جگہوں کو جس طرح ملیامیٹ کیا گیا، مٹایا گیا، اس پر میں رو رہا تھا۔

اچانک میری نگاہ پڑی، تو دیکھا کہ فدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ تشریف لا رہے ہیں۔ جب حضرت اسٹیج پر پہنچے اور تشریف فرما ہوئے، تو میں نے بیان ختم کیا۔ حضرت فرمانے لگے اتنا اچھا موضوع تھا، اتنا ضروری موضوع اور اتنا اہم، آپ اس کو جاری رکھئے، تو واقعی دوستو! یہ بڑا تلخ موضوع تو ہے، لیکن بڑا اہم بھی ہے، دعا میں بھی یاد رکھئے۔ اللہ تبارک وتعالی، ابھی ایک مکہ مکرمہ کی نشانی رہ گئی ہے کہ جس مکان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ مکان اب مشروع میں ہے۔ اب ان کا، حکومت کا امتحان ہے کہ اس کو باقی چھوڑتے ہیں یا نہیں۔ سب طرف سے جو صدائیں اٹھی ہیں اور کچھ حال تھوڑا بہتر نظر

آ رہا ہے، اللہ کرے کہ ایسا صحیح ہو اور وہ اسے محفوظ رکھیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس برس کا معمول

یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو میں نے عرض کیا کہ جو کچھ ملا، وہیں سے ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاوَ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی بخل نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کسی نے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت یہ جو آپ کی ساری عمر کی یہ عادت ہے، آپ کا معمول ہے ساری عمر سے، کتنے؟ چالیس برس آپ کا معمول رہا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا۔ لکھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، چالیس برس۔ آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت اس پر آپ کو قدرت کیسے حاصل ہوئی؟ یہ ایک رات، کوئی جس کو نباہ نہیں سکتا، ایک رات بھی ہم تو نہیں کر سکتے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز اور چالیس برس، تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا میں نے عرض کیا کہ انہوں نے بخل نہیں فرمایا۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایک مخصوص طریقہ سے حق تعالیٰ شانہ سے مانگا تو مجھے مل گیا، پوچھا کہ کس طریقہ سے مانگا؟

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایاثُـمَّ اَنْـزَلَ عَـلَـیْـکُـمْ مِـنْ بَعْدِالْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا یَغْشٰی طَـائِـفَةً مـنـکـم وَطَائفَة قَد اَهَمَتهم اَنفسَهم یَظنون بالله غَیر الحَق ظَنَ الجَاهلیة یَـقـولونَ هَل لَنَا من الاَمر من شَیء قل انَ الاَمرَ کلَه لله یخفونَ فی انفسهم مَا لا یبـدونَ لَکَ یَـقـولـونَ لَـو کَـانَ لَـنَا منَ الاَمر شَیء مَا قتلنَا ههنَا قل لَو کنتم فی بیـوتـکـم لَبَـرَزَ الَـذیـنَ کتـبَ عَـلَـیهـم الـقَتل الی مَضَاجعهم وَلیَبتَلیَ اللَه مَا فی صـدورکـم ولیـمَحصَ مَا فی قلوبکم وَاللَه عَلیم بذَات الصدور یہ ایک آیت، لمبی آیت ہے اور دوسری یہ آیت جو میں نے خطبہ میں پڑھی، مُـحَـمَّـدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ

اَشِـدَّاءُ عَـلَـى الْـكُـفّـارِ رُحَـمَـاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرضـوانـا سيـمَـاهـم فـى وجـوههـم مـن اَثَر السجود ذلکَ مَثلهم فی التورَاة وَمَثَلهـم فـى الانـجيل كَزَرع اَخرَجَ شَطئَه فَآزَرَه فَاستَغلَظَ فَاستَوَى عَلى سوقه يـعـجـب الـزراعَ ليَـغيـظَ بهـم الكفارَ وَعَدَ الله الَذينَ آمَنوا وَعَملوا الصلحت مـنهـم مَغفرَة وَاَجرا عَظيما ،تو یہ آیت۔فرمایا کہ یہ جو دو آیتیں ہیں ان دو آیتوں میں جو حق تعالیٰ شانہ کے اسماء ہیں، ان کے ذریعہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے مانگا کہ الٰہی! مجھے اس پر قدرت دے دے۔فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس پر قدرت مل گئی کہ میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھ سکا۔

اس سے آپ ایک اور چیز سوچئے کہ قرآنِ پاک کے ایک ایک کلمہ میں کتنی طاقت، کتنا پاوَر ہے۔کاش کہ ہم اس سے وہ پاوَر حاصل کریں۔

حق تعالیٰ شانہ قرآن پاک کی عظمت پر ہمیں یقین عطا فرمائے،اس کی تلاوت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہمارے بچوں کو حفظ و تجوید سے آراستہ اور مزین کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے،اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

۵

حدیث کی سب سے پہلی کتاب

کتاب الآثار للامام ابی حنیفه



الصّلوٰۃ اے صورت و معنیٰ طٰہٰ الصلوٰۃ	السّلام اے ظاہر و باطن مرادِ یاؤ سین

الصّلوٰۃ اے ناسخ توریت و انجیل و زبور	السّلام اے حاملِ قرآن ھدًی لّلمتّقین

الصّلوٰۃ اے آستانت قبلہ گاہِ جان و دل	السّلام اے ذاتِ پاکت کعبۂ ایمان و دین

الصّلوٰۃ اے فرشیان را آیہ رحمت توئی	السّلام اے عرشیان را نیز برہانِ مُبین

الصّلوٰۃ اے شرح ما او حی لبِ ارشاد تو	السّلام اے حجرۂ تو مکتبِ روح الامین

الصّلوٰۃ اے جادۂ کُویت صراطِ مستقیم	السّلام اے خاکِ راہت سُرمۂ چشمِ یقین

الصّلوٰۃ اے گوہرِ گنجینۂ پیغمبری

السّلام اے شہر یارو تاجدارِ سروری

(مولانا عبد الباری اجمیری)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بن عَمْرو بْنِ العَاص رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنَ تبَارَكَ وَ تَعَالَى، اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْأَرْضِ يَرْحَمكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ. وَفِى رِوَايَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحيٰ بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِىُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِيْم التَّيْمِىُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا

نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب سے اور جمیع کتبِ احادیث اور علومِ نبویہ سے ہم سب کو حق تعالیٰ شانہ وافر حصہ عطا فرمائے، جو کچھ ہم پڑھیں اس کو برتنے اور اس پر عمل کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور جو ہماری نگاہ سے مطالعہ میں گزرے، کانوں میں پڑے، حق تعالیٰ شانہ دل میں اس کا تأثر لینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

الحدیث المسلسل بالاولیۃ

یہ میں نے جو پہلی حدیث آپ کے سامنے پڑھی، یہ الحدیث المسلسل بالاولیۃ کہلاتی ہے جو عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلی حدیث سنی، یہ میں نے پڑھی تا کہ آپ پہلی دفعہ مجھ سے اگر حدیث سن رہے ہیں، تو اولیت کا تسلسل باقی رہے۔ اس کے بعد پھر میں نے صحیحِ بخاری کی پہلی حدیث پڑھی۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ

آپ کی یہ صحیحِ بخاری یہ اصح کتاب بعد کتاب اللہ قرار دی جاتی ہے۔ یہ زمانہ کے اعتبار سے مختلف رہا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ جامع اپنی لکھی اور اپنی صحیح لکھی، تو اس کے بعد یہ کہا جانے لگا کہ یہ اصح کتب بعد کتاب اللہ۔

یہ تو صحیح ہے مگر جو کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی جامع، سب سے پہلی حدیث کی کتاب، جس میں صرف صحیح احادیث جمع کی گئیں، تو اس کو محلِ اشکال کہا گیا، کہ یہ سب سے پہلی نہیں بلکہ اس سے پہلے کئی ایک کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ ان کے مدِ نظر کچھ اور چیزیں رہی ہوں گی جس کے اعتبار سے انہوں نے اپنی وہ کتابیں مرتب کیں۔

جیسے کہ اس سے پہلے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مؤطا۔ کہ ان کے زمانہ میں یہ

کہا جاتا تھا کہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں صحیح احادیث کو جمع کیا گیا، اور بہت سے نقل کرنے والے اسی طرح نقل کرتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی ہے، مگر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو مناقب اور فضائل لکھے ہیں **تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة** اس کتاب کا نام ہے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلی کتاب حدیث کی مؤطا کو قرار دیا، تو یہ محلِ اشکال ہے، کیوں کہ اس سے پہلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب الآثار لکھ چکے تھے۔

حدیث کی پہلی کتاب: کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

موطا پہلی نہیں بلکہ سب سے پہلی حدیث کی کتاب ہے کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ اور وہ کتاب جو حضرت امام اعظم نے لکھی، جیسے کہ آپ کی اِس کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ ابواب قائم کئے، جامع ہونے کی وجہ سے آٹھ باب لازماً ہونے چاہئے، تو ابواب ثمانیہ کو اس میں لائے جیسا کہ صحیحِ مسلم میں ابوابِ ثمانیہ، مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب الآثار لکھی، اس میں صحیح احادیث کو انھوں نے منتخب کیا۔

جو صحیح احادیث ان کے پاس تھیں وہ چالیس ہزار تھیں، ان چالیس ہزار احادیث میں سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں صرف احادیثِ احکام کو منتخب کیا، اس میں وہ تفسیر کی احادیث نہیں لائے، غزوات کی نہیں لائے، مناقب کی نہیں لائے، وہ صرف احکام کی احادیث لائے اور اتنا پیارا اور حسین یہ ان کا انتخاب، کہ اُس میں صرف وہ احادیث انہوں نے جمع کیں جو معمول بہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمول بہا رہیں، ان کو منتخب کیا۔

اور جو معمول بہا احادیث تھیں، اس میں بھی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن پر پہلے عمل تھا بعد میں وہ عمل منسوخ ہوگیا، تو جو احادیث ناسخہ لما قبلہا تھیں وہ احادیث اس میں لائے، تو احکام کی احادیث، معمول بہا احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری عمل

رہا، وہ احادیث اس میں جمع فرمائی۔

اسی لئے آپ کو ائمہ کے اختلاف کا سمجھنا اب آسان ہو جائے گا کہ یہ ان ائمہ کے درمیان احادیث پر عمل میں اختلاف کیوں ہے۔ اگر چہ دیگر ائمہ، دیگر حضرات کا جو دعویٰ ہے کہ جو ہمارا عمل ہے وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو ہو گی، وہ حدیث صحیح بھی ہو گی، لیکن اس کے آگے پھر یہ دیکھنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل کیا تھا۔ اپنی جگہ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ہم صحیح حدیث پر عمل کر رہے ہیں، لیکن حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الآثار میں ان احادیث کو جمع فرمایا احکام کی احادیث میں سے جو احادیث ناسخہ تھیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس غلط فہمی کے ازالہ کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار تو بہت زمانہ پہلے، اس مؤطا سے پہلے لکھی جا چکی تھی اور اس کے بعد پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا آئی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں۔ انہوں نے آپ کا اتباع کیا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی انہوں نے کو پی (copy) کی ہے۔

یہ بچے لڑتے ہیں آپس میں کہ او، یہ ہماری کو پی (copy) کر رہا ہے۔ اچھے کاموں میں تو یقیناً کو پی (copy) کرنا ہی چاہیئے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نیک سنت قائم فرمائی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا اس میں اتباع کیا۔ حنفیہ کے یہاں جیسے یہاں سب سے پہلی کتاب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جب منظرِ عام پر آئی اور محدثین میں اس کا تداول ہوا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا لکھی، تو حنفیہ کے یہاں ایک سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔

سلسلۃ الذہب

سند یہ جو حَـدَّثَـنَـا الْحُمَيْدِيُّ سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند ہے اور اس

سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک ہے، اور تیسری ہماری حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ تک سند ہے، یہ سند کے تین پارٹ اور تین حصے ہیں۔

یہ تمہاری سند سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، اسی لئے جب ابھی میں نے بخاری شریف دار العلوم میں شروع کرائی تو پہلے طلبہ سے کسی زمانہ میں میں نے لکھوائی تھی کہ ہماری سند کس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور ان تمام بزرگوں کے حالات اس میں ہیں۔ تو پہلے کتاب شروع کرنے سے پہلے میں نے کہا کہ وہ ہماری سند حضرت شیخ سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ چھپی ہوئی تھی، کئی سال ہوئے چھپی ہوئی تھی، کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کو پہلے پڑھ لو، تاکہ تمام بزرگ جو سند میں آتے ہیں، سلسلہ میں، تو ان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ اگر چہ یہ تو ہزاروں احادیث کی ہزاروں سندیں سب الگ الگ ہونگیں، مگر ایک ثلاثی حدیث لے کر میں نے مثال کے طور پر سب کے حالات میں نے لکھے ہیں، اور چھپوائی تھی۔ یہ جو ہماری سند ہے تو ہماری اسناد ہزاروں اسناد میں ایک سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، حنفیہ کی سلسلۃ الذہب۔

سب سے اصح سند کونسی؟

جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی جو احادیث کی اسناد ہیں جو آپ اس کتاب میں لائے ہیں، تو اس میں سب سے اصح اور سب سے اونچی حدیث کونسی ہے؟ اگر چہ رواۃ کی کمی کے اعتبار سے اور کڑیوں کی کمی کے اعتبار سے تو جو ثلاثی ہوتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیحِ بخاری میں، اس کا درجہ اس اعتبار سے بلند ہے کہ اس میں رواۃ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کم ہیں، کہ صرف تین واسطوں سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہیں۔ رباعی، خماسی، سداسی کہ جس میں چار واسطے ہیں،

پانچ واسطے ہیں، چھ واسطے ہیں، وہ بکثرت ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ اس میں جتنی اسناد آپ لائے ہیں، اس میں سب سے اصح کونسی ہے؟ کہا کہ مَالِک عَنْ نَافِع عَنْ ابْن عُمَر عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسی لئے مالکیہ کے یہاں اُسے سلسلۃ الذہب قرار دیا گیا۔

جس طرح کہ میں نے کہا یہ کوپی (copy) کرتے ہیں، مقابلہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہماری سند سب سے اونچی، یہ کہتے ہیں ہماری سب سے اونچی، اس کا بھی بڑا دلچسپ مقابلہ آپ محدثین کے یہاں پڑھیں گے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ہماری سب سے اونچی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

صرف یہیں سے آپ شروع کریں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے جو مالکیہ کے یہاں ہیں، ان کے سلسلۃ الذہب کے جو صحابی ہیں وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، جو امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور سنت کی تلاش اور تتبع میں سب سے زیادہ نمایاں صحابۂ کرام میں۔

یہاں تک کہ ابواب المساجد میں ایک روایت آئے گی کہ جس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کا سفر فرماتے تھے، اور کس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں منزل فرمائی، جہاں جو عمل فرمایا وہ عمل اس جگہ اتر کر انہوں نے کیا۔ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر نماز پڑھی تو وہاں آپ نے نماز پڑھی، جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اس جگہ وضو فرمایا۔

یہاں تک لکھا ہے کہ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجاء فرمایا تو اس جگہ استنجاء کو تو خلافِ

ادب سمجھا، استنجاء تو عملاً نہیں فرمایا مگر وہاں اترے اور جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس جانب آپ چہرہ مبارک فرما کر وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے، تو اسی ہیئت پر وہاں وہ بیٹھے۔

اس لئے مالکیہ کہتے ہیں کہ دیکھئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے صحابی ہماری سلسلۃ الذہب میں پڑتے ہیں کہ جن کو، جس سند کو اور سلسلہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے اصح قرار دیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہم کہتے ہیں کہ اچھا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ملاتے ہیں۔

صرف اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ سلسلۃ الذہب کا جو مالکیہ اور حنفیہ کا مقابلہ ہے اور ایک دوسرے سے تفوّق کا وہ اس میں دعویٰ کرتے ہیں، تو اس میں دونوں میں سے کس کو نمبر زیادہ دئے جا سکتے ہیں کہ ایک طرف عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آپ نے حال سنا اور ہمارے یہاں جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سلسلۃ الذہب میں آخری کڑی ہیں، یہ وہ صحابی ہیں کہ **اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ هَدْياً وَدَلاًّ وَسَمْتاً**، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور کے درخت پر چڑھے۔ سب صحابۂ کرام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے ہیں، تو نیچے سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی صحابہ کرام دیکھ کر، ان کی پنڈلیوں کو دیکھ کر، کہ کالی کالی، پتلی پتلی، بہت ناتواں، کمزور سی پنڈلیاں، دیکھ کر وہ ساتھی ہنسنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو، ساتھیوں کو ان پر ہنستا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوہو! تم تو ابن مسعود پر، عبداللہ ابن مسعود کی پنڈلیاں دیکھ کر ان پر

ہنس رہے ہو، ان کا تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کتنا اونچا مرتبہ ہے، ان کا مرتبہ بیان فرمایا۔

یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا رنگ بھی سانولا سا تھا اور بہت پستہ قد تھے۔ لکھا کہ اتنے زیادہ پستہ قد تھے، چھوٹے قد کے، کہ ایک بہت لمبا آدمی ہو، وہ اگر بیٹھا ہوا ہو، وہ بیٹھے ہوئے جتنا اونچا لگتا ہے، اتنے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا مگر اوہو! حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مرتبہ دیکھنا ہو، تو یہ سب جب مراتب جانچے جاتے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں، اس طرح دیکھے جاتے ہیں کہ **السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ**، قرآنِ کریم نے مسئلہ صاف کر دیا کہ سب سے پہلے اور سب سے سبقت کرنے والے کون ہیں؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس سے سالوں، مدتوں پہلے، زمانوں پہلے اور ابھی اسلام پھیلا نہیں تھا، لوگ اسلام نہیں لائے تھے، مخالفتیں ہو رہی تھیں اس وقت مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے موقع پر اسلام لائے ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ مسلمان تھے، **سَادِسُهُمْ فِی الْاِسْلَام** آپ کو قرار دیا گیا۔

اس لئے کہ جو سب سے اسلام میں پرانے ہیں، جو اس طرح تعداد کے اعتبار سے گنے جاتے ہیں پہلے، کہ یہ پانچویں، یہ چھٹے، یہ دسویں، اور پھر آگے اس کے بعد اس کی گنتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام جو دار الارقم میں اسلام لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہاں پناہ گزیں تھے، کفارِ مکہ کے مظالم سے بچنے کے لئے دارِ ارقم میں اکھٹے ہوتے تھے، تو دارِ ارقم میں جمع ہونے والے کون کون تھے؟

پھر دیکھا جاتا ہے کہ اُس زمانہ میں حبشہ کی طرف کنہوں نے ہجرت کی تھی؟ ایک ہجرت کس نے کی؟ دو ہجرتیں حبشہ کی کس نے کیں؟ اس کے بعد پھر جا کر کہیں **مُهَاجِرِیْنَ اِلَی الْمَدِیْنَة** کا نمبر آتا ہے، جنہوں نے مدینہ منورہ، **السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَان**، تو المہاجرین اور اس کے بعد الانصار، مگر اس سے پہلے اسلام میں

سبقت کرنے والے، تو یہ سبقت کرنے والے کون؟ جو حبشہ کی طرف یا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے پہلے جو دارِ ارقم میں تھے وہ مہاجرین۔

ان میں حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ قَبْلَهُ بِزَمَانٍ، لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام سے زمانوں پہلے، مدتوں پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسلام لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دارِ ارقم میں تھے۔ تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ابا ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، ان سے پہلے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

خیر، یہ تنافس ہوتا ہے آپس میں۔ یہ تنافس تو بہت اچھا ہے، دین کے خاطر ہے، دین میں آگے بڑھنے کے خاطر ہے۔ اس تنافس کے واقعات بھی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ جس طرح یہ تنافس کہ سب سے پہلی کتاب موطا ہے کہ کتاب الآثار ہے؟ سلسلۃ الذہب جو سب سے اعلی سند تمہاری ہے مالکیہ کی یا ہماری ہے حنفیہ کی؟ اسی طرح یہ تنافس بہت جگہوں پر چلا ہے۔

فنِ اجتہاد

ایک فن ہے اجتہاد کا، کہ قرآن سے، حدیث سے جو مسائل مستنبط کئے جاتے ہیں، مسائل نکالے جاتے ہیں، استخراج اور استنباط کیا جاتا ہے، جیسے استنباط اور اجتہاد کے وقت قرآنِ کریم سامنے ہوتا ہے، احادیث سامنے ہوتی ہیں اور احادیث میں بھی یہ میں نے بتایا کہ قرآنِ کریم کی آیتوں میں بھی ناسخ اور منسوخ کو دیکھا جاتا ہے، احادیث میں بھی ناسخ اور منسوخ کو دیکھا جاتا ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو لیا، وہ احادیث کتاب الآثار میں آپ نے جمع فرمائیں، تو اسی طرح استخراج اور استنباط کے لئے، اجتہاد کے لئے اشباہ اور نظائر کو دیکھا جاتا ہے۔

الاشباہ والنظائر

اسی لئے ہمارے یہاں ایک کتاب ہے جو دارالافتاء میں پڑھنے والے طلبہ ہوتے ہیں ان کے درس میں وہ داخل ہے؛ الاشباہ والنظائر۔ اس کتاب میں قواعد جمع کئے گئے ہیں کہ اس کے جیسا جو مسئلہ پیش آئے، تو اس کی نظیر اور اس کی شبیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام میں کہاں تھی اور اس کو سامنے رکھ کر وہ قاعدہ بنایا گیا۔

شیخ ابوطاہر رحمۃ اللہ علیہ

جو پورا حنفی مذہب ہے، حنفی مذہب میں تو ہزاروں نہیں، لاکھوں مسائل مدوّن ہیں۔

آپ فتاویٰ عالمگیری اٹھا کر دیکھیں، اصولی اور فروعی مسائل، اصولی اور جزئی، فروعی اور جزئی مسائل بے شمار آپ کو ملیں گے، لاکھوں کی تعداد میں، اس کے علاوہ دوسری کتبِ فقہ میں، کتبِ فتاوی میں بکثرت آپ کو ملیں گی، مگر ایک عالم گزرے ہیں شیخ ابوطاہر۔

ایک شیخ ابوطاہر تو جو، جیسا میں نے ہماری سند کی تین کڑیاں بیان کیں کہ ایک کڑی تو ہم سے لے کر، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تک پہنچتی ہے، پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دوسری کڑی امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے، تیسری کڑی جو یہاں آپ کے سامنے حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سے مذکور ہے جو امام بخاری کے استاذ ہیں، ان سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو استاذ ہیں وہ شیخ ابوطاہر کُردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن سے آپ نے حرمین کے سفر میں بڑا استفادہ کیا۔ ان کا جگہ جگہ ذکر ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان واپس ہو رہے تھے، تو انہیں، اپنے استاذ کو آپ نے ایک شعر سنایا اور آپ کو رلایا۔ آخری جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہوئے، وہ شعر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا جب استاذ نے سنا، شیخ ابوطاہر نے سنا، تو رو

پڑے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سب سے اونچے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب آخری سلام کے لئے روضہ اقدس پر پہنچے، تو آپ نے روضۂ اقدس پر سلام عرض کیا اور سلام میں یہ شعر پڑھا:

اُوَادِعُکُمْ وَ اُعْلِمُکُمْ بِوَجْدِیْ
وَ قَلْبِیْ عِنْدَکُمْ وَ الْجِسْمُ عِنْدِیْ
وَلَا قَصْدِیْ اُفَارِقُکُمْ
وَ لٰکِنْ قَضَاءُ اللّٰہِ یَغْلِبُ کُلَّ عَبْدِ

کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے اب جا رہا ہوں، میں صرف اپنا جسم لے کر جا رہا ہوں اور میرے قلب کو آپ کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں، اور قلب تو آپ کے پاس ہی ہے، اسی لئے ظاہری جسم میرا یہاں سے منتقل ہو رہا ہے، میرا دماغ اور میرا دل ہر وقت آپ کو یاد کرتا رہے گا۔

مراقبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کبھی کبھی میں زیادہ زور سے جب مراقبہ محمدیہ کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں، تو بعضوں کو اشکال بھی ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ یہ تو کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو دیکھئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما مدینہ منورہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے سفر میں یاد فرماتے ہیں، کہ یہاں کھانا نوش فرمایا تھا، یہاں نماز پڑھی تھی، یہاں وضو فرمایا تھا، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل نہیں فرمایا، یہاں تھوڑی دیر کے لئے نزول فرمایا تھا، یہ مراقبہ ہی تو ہے۔

اور یہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو فرما رہے ہیں اپنے شعر میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرر ہے ہیں وَ قَلْبِیْ عِنْدَکُمْ وَ الْجِسْمُ عِنْدِیْ ، تو کوئی جھوٹ کہہ رہے ہیں؟

قلب انہوں نے کاٹ کر رکھ تو نہیں دیا تھا وہاں، اس اعتبار سے تو اس کو کوئی کہے گا جو دعویٰ کیا صحیح نہیں، مگر وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یارسول اللہ، میں ہر وقت، یہاں سے جا تو رہا ہوں، مگر یہاں سے صرف جسم لے کر جاؤں گا، میرا دل اور دماغ میں آپ کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ ہر وقت آپ ہی میرے دل دماغ میں بسے رہو گے۔

''وہاں جا کر میری آنکھوں سے دارالعلوم دیکھ کر آؤ''

یہ آخری شعر حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سفر میں جب یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے انہیں پہلی مرتبہ بھیجا تھا، تو یہ فرما کر، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس وقت تک یہاں تشریف نہیں لائے تھے، میں دارالعلوم کے حالات لکھتا رہتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کو حضرت نے یہ فرما کر بھیجا کہ تم وہاں جا کر میری آنکھوں سے دارالعلوم دیکھ کر آؤ۔

اللہ اکبر! کتنا پیار دارالعلوم سے، اللہ کرے کہ آخرت میں بھی ہم سے یہ پیار باقی رہے، ان کے دامن میں چھپ کر حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عذاب سے بچالے۔

آخرت کا عالم

یہ آخرت کی یہ منزل، دنیا میں بڑی اچھی لگتی ہے یہ ظاہری رونقیں، یہ چلنا، پھرنا، مزے اڑانا، کھانا، پینا، لیکن جب وہ آخری گھڑی آئے گی اور اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں گے تو او! اس وقت اس دنیا پر اتنی لات ہم مار رہے ہوں گے، جب بچہ لات، پیر مارتا ہے اور کک کرتا ہے، تو اس طرح مرنے والے کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایڑیاں رگڑتا ہے۔ اس کو نفرت ہوتی ہے ہر چیز سے، اس وقت تو اس کی محبوب ترین، کسی محبوب کو لایا جائے، تو اس وقت بھی اس کو اس سے بھی

وحشت محسوس کرتا ہے، ہر چیز سے نفرت اور وہ آخرت کا عالم، اس کی ہولنا کی کو جب وہ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں کی ہولنا کیاں نہ دکھائے، اللہ عزوجل ہمارے لئے موت کی منزل آسان فرمائے، قبر کی منزل آسان فرمائے، پل صراط کی منزل آسان فرمائے، میزان کی منزل آسان فرمائے۔

بدو کے سات پتھر

وہاں جو منزل، تمام منازل بڑی کٹھن ہیں۔ ایک بدو تھے، وہ جنگل میں رہتے تھے، جنگل میں کھلے میدان میں وہ لوگ بیٹھتے ہیں اور وہاں بارش ہماری یہاں کی طرح ہوتی نہیں، اس کے وہ طلبگار رہتے ہیں۔

ابھی گذشتہ ہفتہ ہمارے دوست، مدنی دوست، ڈاکٹر شیخ محمد یعقوب الدہلوی یہاں یورپ آئے تھے، تو کل پرسوں میں نے انہیں فون کیا کہ آپ نے کیسا پایا؟ کہنے لگے وہاں فرانس میں تو ۲۷، ۲۸ گرمی چل رہی تھی، کوئی لطف نہیں آیا۔ کہتے ہیں جب ہم ہولینڈ (Holland) گئے، وہاں بارش ہو رہی تھی تو بڑا مزہ آیا۔ ہم لوگوں کے برعکس، وہاں چونکہ بارش بہت کم ہوتی ہے، تو کہنے لگے کہ پورا سال گزر گیا مدینہ طیبہ میں بارش نہیں ہوئی۔

وہ بدو جنگل میں رہتے ہیں، تو ان کو مکان کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، سایہ کے لئے دن کے وقت میں کسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سایہ درخت کا بھی کم ہے، تو اپنی کوئی چادر درخت کے ساتھ، اس کی ٹہنیوں میں پھنسا کر، باندھ کر کے تھوڑا سا جدھر سے سورج کی دھوپ آرہی ہے، تمازت آرہی ہے، اس کو روکنے کے لئے چادر لٹکا لی اور اس کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اور رات جب سورج غائب ہو گیا، تو رات کو تو ضرورت نہیں ہوئی ان کو، اس طرح نہ مکان کی انہیں ضرورت، نہ خیمہ کی ضرورت، وہ آسمان کے نیچے رہنے والی مخلوق ہے۔

وہ بدو جب نماز پڑھتا تھا، تو اس نے قبلہ کی سمت، کہ اپنی یہ میری نماز کی جگہ ہے، تو نماز کی جگہ کی نشان کے خاطر سات پتھر وہاں رکھ دئے تھے۔ اور وہ جب نماز سے فارغ ہوتا، تو اکیلا اکیلا پتھروں سے بات کرتا تھا۔

اللہ کرے کہ ہمیں بھی اس طرح باؤلا بننا آجائے، جس طرح وہ بڈھی عورتیں اکیلی اکیلی گھر میں کوئی نہیں ہوتا، بولتی رہتی ہیں، وہ گیا، ابھی تک آیا نہیں ہے، اے اللہ! تو اسے سلامت لوٹا دے۔ تو اللہ سے یہ باتیں کرتی ہیں۔

اس طرح وہ بدو پتھر کو خطاب کر کے ان سے باتیں کرتا ہے کہ اُشْھِدُکُمْ کہ دیکھو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ تم حق تعالیٰ شانہ کے یہاں گواہی دینا کہ میں نے تمہارے سامنے نماز پڑھی تھی، یہ اس کا روز کا عمل تھا۔

اب اس کا آخری وقت ہوا، وہ مرنے لگا، تو تھوڑی دیر کے لئے اس کی آنکھ لگی۔ خواب دیکھا تو اٹھ کر وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے مرنے سے پہلے، کہنے لگا کہ ابھی ابھی میری آنکھ لگی، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ او! آخرت کا منظر سامنے ہے، قیامت قائم ہے، اور میں دہکتی ہوئی جہنم سامنے دیکھ رہا ہوں۔

جہنم کو دیکھ کر خوف کے مارے میں چلاّ رہا ہوں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ وہ پتھر جن کو میں گواہ بنایا کرتا، ایک آیا اور وہاں اس نے راستہ روکا۔ پھر اس کے بعد دوسرا جھٹ سے آیا، وہ جہنم کے دروازہ کے پاس میرے سامنے آگیا روک کے طور پر، آڑ کے طور پر، یہاں تک کہ ساتوں پتھروں نے آکر پورا جہنم کا دروازہ میرے سامنے کا بند کر دیا اور مجھے بچا لیا۔

اللہ عزوجل ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے ذریعہ وہاں کی ہولناکیوں سے بچالیں۔

شیخ ابو طاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ

میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی وہاں حضرت کے سامنے رسوائی سے ہمیں بچائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رسوائی سے ہمیں بچائے۔

الاشباہ والنظائر کا میں ذکر کر رہا تھا کہ ایک حنفی عالم تھے ابو طاہر۔ شیخ ابو طاہر کا نام لیا تو میں نے عرض کیا کہ ابو طاہر دو ہیں، ایک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، شیخ ابو طاہر کُردی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے شعر سنایا تھا۔ اس پر حضرت مفتی صاحب کا وہ شعر میں نے عرض کیا جو سلام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے سامنے آپ نے پڑھا۔

دوسرے ایک شیخ ابو طاہر ہیں جن کا لقب ہے شیخ ابو طاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ نابینا تھے، انہوں نے کمال کیا کہ یہ لاکھوں مسائل پر مشتمل حنفیہ کا مذہب، ان تمام مسائل کے لئے جو قواعد مرتب کئے گئے الاشباہ والنظائر کے نام سے کتاب میں اور اس طرح کے اشباہ ونظائر، انہوں نے جب دیکھے، تو انہوں نے ان تمام الاشباہ والنظائر اور قواعد کو، ان سینکڑوں کو جو قواعد تھے اس کو انہوں نے منحصر کر کے صرف سترہ میں بیان کرنا شروع کیا، اور زبردست جامع مانع وہ قواعد تھے کہ اس سے تمام باقی مسائل حل ہو جاتے تھے اور اس سے تمام مسائل نکالے جا سکتے تھے۔

ہرات کے علماء میں سے کسی عالم کو پتہ چلا کہ شیخ ابو طاہر الضریر سترہ قواعد بیان کرتے ہیں کہ جس سے سارا فقہِ حنفی حل ہو جاتا ہے، تو وہ سفر کر کے وہاں پہنچے ان کے یہاں عراق اور وہاں پہنچ کر کے پتہ کیا۔

کسی نے بتایا کہ فلاں مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد اپنے خصوصی طلبہ کو اس کا درس دیتے ہیں، تو یہ ہرات کے عالم وہاں پہنچے، چپکے سے، انہوں نے سوچا کہ اب میں تو ایک نووارد یہاں مسافر ہوں، انہوں نے ترکیب یہ سوچی کہ مسجد میں جو، ہندوستان، پاکستان کی مساجد میں صفیں

رول کر کے کھڑی کر دی جاتی ہیں، تو جہاں صفیں رول کر کے کھڑی کی گئی تھیں اس کے درمیان میں جا کر چھپ گئے اور وہاں بیٹھ کر ان کا درس وہ سننے لگے۔

اب درس سنتے رہے، بڑے خوش کہ آج اِن سے استفادہ کا مجھے موقع ملا، اتنا میں لمبا سفر کر کے یہاں پہنچا، مگر لکھا ہے کہ بیچارے سفر کر کے وہاں پہنچے تھے، تو کھانسی آئی ہوگی، اس کو روکتے رہے، روکتے رہے، کہاں تک روکتے؟ بالآخر ان سے کھانسی ہوگئی، تو جیسے کھانسی کی آواز آئی، سب نے دیکھا کہ یہ کیا؟ تو استاذ جو نابینا تھے شیخ ابو طاہر الضریر رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے کہا دیکھو کون ہے؟ ان کو پکڑا گیا، مار پیٹ کر وہاں سے ان کو نکالا گیا۔

قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ

جب اس قصہ کی بہت شہرت ہوگئی، تو شوافع نے سوچا کہ اوہو! یہ تو ہم سے سبقت لے جا رہے ہیں حنفیہ، کہ انہوں نے اپنا سارا مذہب سترہ قواعد میں منضبط کر کے رکھ دیا۔

ایک شافعی بہت بڑے امام ہیں قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ، ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ قرآن ہمیں اس کی ترغیب دیتا ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش اس میں کرنا چاہئے علم میں، عمل میں، احادیث میں، قرآن کریم میں۔ اللہ تبارک وتعالی اس میں مسابقت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ایک بچہ کی ماں کا ایک سو چالیس دن میں حفظ ختم

ہمارے ایک مولوی اسامہ ہیں کینیڈا میں۔ انہوں نے گزشتہ ہفتہ فون کیا ان کی اہلیہ کے متعلق جو ایک بچہ کی ماں بھی ہے۔ بتایا کہ میری اہلیہ نے آج قرآن حفظ ختم کیا۔

مجھے معلوم تھا کہ بہت کم مدت میں اس نے ختم کیا، تو میں نے کہا کہ بھائی، دیکھو مجھے کل گن کر کے دن بتانا کہ کتنے دن میں ختم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک سو چالیس دن لگے، ایک سو چالیس دن میں ایک بچہ کی ماں نے، اسامہ کی اہلیہ نے قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔ یہاں دار العلوم کے ایک

طالب علم کے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ اس نے نوے دن میں، نائنٹی دیز میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سارے مذہب کو کہ جس میں لاکھوں فروعی اور اصولی اور جزئی مسائل ہیں ان تمام کا احاطہ کرنے والے قواعد جو قاضی حسین نے بنائے، جب حنفیوں کے متعلق سنا کہ سارا مذہب سترہ مسائل میں منضبط کیا، تو قاضی حسین نے شافعی مذہب صرف سات قواعد میں منضبط کر کے رکھ دیا۔ اللہ تبارک وتعالی اس طرح کا تنافس ہمیں عطا فرمائے۔

معاف کیجئے آپ لوگوں کا وقت لیا، دیر سے ختم ہو گیا اور میں بولتا رہا۔ اللہ تعالی مجھے بھی معاف فرمائے اور جو کچھ کہا، سنا اس پر عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق دے۔ جو کتابیں آپ نے شروع کیں اللہ تبارک وتعالی عافیت کے ساتھ ان کو پایہ تکمیل تک پہنچائے، جو پڑھیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔

درود شریف پڑھ لیں، ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ ...

٦

امام ابو حنیفہ مسند تدریس پر دیر سے کیوں آئے؟

سفیان ثوری فرماتے ہیں

كنا نتعبد قبل كتابة الحديث بعشرين سنة



اب عمادِ قصرِ دیں خم صورتِ محراب ہے

کشتیِ امّت ہے اور طوفانِ باد و آب ہے

تھی سیہ خانوں میں کل تک جس کے باعث روشنی

ظلمتوں میں اب وہی خورشید عالمتاب ہے

تھا کبھی عالم میں جس کی گرم بازاری کا شور

آج اُسی بازار میں جنسِ عمل نایاب ہے

جس کی ہمت سے کئ بیڑے کنارے لگ گئے

اب وہی بیڑا اسیر حلقہ گرداب ہے

آج دنیا میں نہیں کوئ کسی کا غم شریک

غیر کا شکوہ نہیں یہ شکوۂ احباب ہے

کل جو فتنے سو رہے تھے آج وہ بیدار ہیں

وائے بر غفلت کہ مسلم اب بھی محوِ خواب ہے

اب کہاں وہ نغمۂ وحدت کی دلآویزیاں

یعنی جو تارِ نفس ہے تشنۂ مضراب ہے

یا رسول اللہ! بنگر اُمّتا نت عاجز اند

جان نزار و سینہ چاک و دلفگار و دردمند

(مولانا عبد الباری اجمیری)

صلى الله عليه وسلم

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

اَمَّا بَعۡدُ:

دعا ہے، اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کرام کو قبول فرمائے، قرآنی احکام پر عمل کرنے کی انہیں اور ہم سب کو اللہ تبارک وتعالی توفیق عطا فرمائے، علمیت سے فارغ ہونے والی بچیوں کو اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے، ان کی نسلوں کو قرآن وسنت کی حفاظت کے لئے اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے۔

دو الگ الگ سلسلے

یہ دو تقریبیں ہوئیں، ایک حفظِ قرآن کی اور ایک تکمیلِ بخاری شریف کی۔ یہ دو سلسلے الگ الگ ہیں، حفظ قرآن اور حفظِ احادیث۔ یہ حفظِ قرآن کا سلسلہ تو اللہ کے فضل وکرم سے دنیا میں اس وقت ہر جگہ رائج ہے، مدارس میں، مکاتب میں حفظ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ کرے تا قیامِ قیامت یہ سلسلہ باقی رہے۔

مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ دوسرا سلسلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت کا ہے اور جیسے ابھی قرآنِ کریم بچوں نے ختم کیا، کسی نے ایک سال میں، دو سال میں، تین سال

میں، چار سال میں، قرآنِ کریم مکمل حفظ کرلیا، اس کے لئے محنت کی، بالکل اسی طریقہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو حفظ کیا جاتا تھا۔ افسوس ہے کہ یہ سلسلہ ہمارے ہاتھوں سے، قربِ قیامت کہیے، ہماری شامتِ اعمال کہیے، جاتا رہا۔ یہ جو قرآن کریم کے حفاظ ہیں جو چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھے تک، جب یہ حفظ کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالی ان کے لئے یہ کام آسان فرما دیتے ہیں اور وہ ایک ضخیم کتاب، قرآن مجید حفظ کر پاتے ہیں۔

حفاظِ حدیث

یہ قرآنِ کریم، آپ اندازہ کے مطابق یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم کی آیات چھ ہزار چھ سو سے زائد ہیں، تو ساڑھے چھ ہزار سے لے کر سات ہزار یا اس سے زیادہ احادیث، وہ اسی طرح حفظ کر سکتے تھے اور حفاظِ حدیث نے احادیث کو محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا، وہ بھی اسی طرح پہنچایا۔

یہ الگ بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے انہیں بے مثال حافظے عطا فرمائے تھے، مگر یہ بے مثال حافظے کن بنیادوں پر تھے؟ یہ نعمت کس طرح انہوں نے حاصل کی، اس کو دیکھنا ہو، تو ان حضرات کی آپ زندگیاں دیکھیں۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو میں نے صحیح بخاری، انہوں نے فرمایا نہیں، انہوں نے چھپایا اس کو۔ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی کتاب لکھی صحیحِ بخاری، اس کے لکھنے میں سولہ برس لگے۔ بتایا جاتا ہے کہ امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس پورے زمانہ میں روزے سے رہے۔ یہ جو مجاہدے ان حضرات نے کیئے، اور روزے کے علاوہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت میرے اوپر ایسا بھی گزرا ہے کہ مدتوں اس طرح میں نے فاقوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے کہ میں دن بھر میں صرف ایک بادام کھاتا تھا۔

حفظِ حدیث کے لئے جو انہوں نے اپنے اندرون کو مزکّٰی، مصفّٰی بنایا مجاہدوں کے ذریعہ،

روزوں کے ذریعہ، فاقوں کے ذریعہ، عبادتوں کے ذریعہ، یہ سب اللہ تبارک وتعالی نے، جس طرح یہ بچے قرآن حفظ کر لیتے ہیں، ہزاروں اور لاکھوں احادیث کا حفظ کرنا، ان کے لئے آسان فرمادیا۔

فن حدیث سے قبل اپنے اندرون کی تیاری

سفیانِ ثوری فرماتے ہیں کہ كُنَّا نَتَعَبَّدُ قَبُلَ كِتَابَةِ الْحَدِيُثِ بِعِشُرِيُنَ سَنَة، سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تو بعد کے لوگوں میں سے ہیں، ان سے پہلے سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جب کسی کا ارادہ ہوتا تھا کہ یہ فن؛ فنِّ حدیث کو حاصل کرے اور مشائخ کی طرف رجوع کر کے ان سے احادیث سیکھے، لکھے، حدیث کی سند ان سے لے، فرماتے ہیں کہ اس کام سے پہلے ہم اپنے اندرون کو تیار کرتے تھے۔ کس طرح کرتے تھے؟ كُنَّا نَتَعَبَّدُ بِعِشُرِيُنَ سَنَة، بیس سال تک اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کرتے، اللہ کی عبادت میں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔

اس سے ایک مسئلہ حل ہوگیا کہ ہمارے امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیر سے یہ علم کا سلسلہ شروع کیا؟ ان کا دستور ان کے ہم زمانہ سفیانِ ثوری بتاتے ہیں کہ ان کا دستور كُنَّا نَتَعَبَّدُ، اپنے متعلق نہیں فرمایا کہ یہ کام میں نے کیا۔ بلکہ ہم سب کا یہ دستور تھا کہ ہم جب حدیث کے حصول اور اس کے علم کی طلب کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے، تو پہلے یہ کام شروع کرتے تھے، زہد و عبادت، روزے، رات رات بھر جاگنا۔

اسی لئے آپ پڑھتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کہ تیس برس کبھی رات کو سوئے نہیں، اس لئے کہ یہ عادت حدیث کے حصول سے پہلے انہوں نے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے جس کا اپنے آپ کو عادی بنایا تھا، تو اسی کی پھر، ساری عمر اسی پر عمل پیرا رہے، اللہ تبارک و تعالی نے ان کو پھر ایسے حافظے عطا فرمائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ، ایک دفعہ نہیں، ایک دفعہ سمرقند میں چارسو علماء نے آپ کا امتحان لیا۔ایک امتحان، ممتحن سامنے ہو، آدمی کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے کہ کیا پوچھے گا؟ اور چارسو علماء۔

ایک دوسری جگہ اسی طرح آپ کا امتحان لیا گیا، طرح طرح سے آپ کے امتحانات لئے گئے، احادیث دس حضرات نے ان کی سند آگے پیچھے کردی، ایک کی سند پر دوسری کا متن، یہ حدیث پر یہ متن دوسری سند کے ساتھ، مگر امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح وہ سناتے تھے غلط، تو وہ غلط بھی سن کر سناتے تھے پہلے، کہ یہ تم نے غلط پڑھا اور صحیح یہ ہے۔کبھی اس طرح یہ نعمتیں حاصل بھی کی جاتی تھیں اور کچھ موہوب بھی ہیں۔

''یہ قصیدہ تو میرا ہے''

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ صحیح بخاری کے درس میں فرماتے تھے کہ ایک خلیفہ کے مصاحب تھے۔ان کے درباریوں میں سے ایک ساتھی تھے، ان کا حافظہ ایسا تھا کہ یہ شعراء انعام حاصل کرنے کے لئے بادشاہوں کی منقبت میں، ان کے آباء واجداد کی منقبت میں ایسے قصائد لکھ کر لے جاتے تھے کہ جس سے وہ خوش ہوکر انعام سے نوازتے تھے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اُس خلیفہ کے وہ مصاحب جو تھے، جب تک وہ اس دربار میں رہے، وہاں تک کوئی شاعر اپنے قصیدہ کا انعام حاصل نہیں کرسکا، کیوں؟ کہ یہ بڑے دربار میں وہ قصائد سنے جاتے تھے، تو جیسا ہی اس نے اپنا قصیدہ ختم کیا کہ وہ صاحب کھڑے ہوجاتے، انگلی اٹھاتے اور کہتے کہ امیر المؤمنین! یہ قصیدہ تو میرا ہے جو انہوں نے سنایا۔تمہارا؟ تو پھر سناؤ۔وہ سنانا شروع کرتے، جس طرح اس شاعر نے پڑھا ہوتا، سارا قصیدہ از اول تا آخر ان کو پورا سنا دیتے، یہ اللہ کی ایک نعمت تھی قوت حافظہ جو اللہ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔

فن شاعری

اسی لئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں شعبی، عامرِ شعبی جنہوں نے سب سے پہلے فنِّ حدیث کو مدون فرمایا، مرتّب فرمایا۔ حضرت شعبی کے حافظہ کا عالم یہ تھا، بہت بڑے محدث، بلکہ محدث گر کہہ لیجئے، بعد کے سارے ائمہ انہی کے مرہونِ منت اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طویل زمانہ تک اور شروع زمانہ میں یہی امام صاحب کے استاذ رہے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے تلامذہ اور طلبہ سے فرمانے لگے کہ اَقَلُّ شَیْءٍ تَعَلَّمْتُ هُوَ الشِّعْر، فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم چیز جو سیکھی اور سب سے کم توجہ جس فن کی طرف میں نے دی، وہ شعر شاعری کا فن ہے کہ میں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی۔ یہ ایک کام کی چیز بھی ہے، ضرورت کی چیز بھی ہے اور جب اس میں کوئی حد سے تجاوز کر جائے، تو پھر اس کی ممانعت بھی ہے فِیْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ، ان کے متعلق مبالغہ آرائی جوان میں ہوتی ہے، اس وجہ سے فرمایا گیا، ورنہ نفسِ ادب کے اعتبار سے یہ بہت عمدہ چیز ہے۔

اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ کبھی کبھی میں اور مولوی اکرام یعنی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم، جن کا ظہر کی نماز کی سنتوں میں سجدہ میں انتقال ہوا تھا، وہ فرماتے تھے کہ میں اور مولوی اکرام اور ایک تیسرا نام لیتے تھے، یہ تین کبھی کبھی رات کو عشاء کی نماز کے بعد بیت بازی شروع کرتے تھے، کبھی اشعار آنکھوں کے متعلق کہ آنکھوں کے حسن کے متعلق اشعار، کبھی بالوں کے حسن کے متعلق، تو ایک شعر اپنا ختم نہیں کر رہا ہے کہ دوسرا پڑھنا شروع کرے گا۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ہم ایسا کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد ہم بیٹھے، تھوڑی دیر کے بعد کسی کو استنجا کے لئے کمرہ میں سے

نکلنے کی ضرورت پیش آئی، تو انہوں نے آواز دی کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ! یہ کیا؟ آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ کیا؟ ہم سب تعجب میں کہ ابھی تو ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، یہ کام ہم نے شروع کیا اور بیٹھے تھوڑی دیر اور یہ کیا؟ رات کے وقت میں اتنی روشنی؟ ابھی یہاں غور و فکر میں تھے کہ اتنے میں آواز آئی، اللہ اکبر! اللہ اکبر! تب پتہ چلا کہ فجر کی اذان ہو گئی، ساری رات گذر گئی اس مصروفیت میں۔

دستِ غیب

ایک منشی بیت اللہ صاحب نقشبندی سلسلہ کے بڑے اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ وہاں سورت میں گاندھی باغ کے پاس مسجد تھی، وہاں نماز پڑھاتے تھے۔ کبھی کبھی ہم سورت جاتے تو ان کی زیارت ملاقات کے لئے اس مسجد میں جایا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے متعلق ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ دستِ غیب کا ایک عمل شروع کیا، اور وہ عمل ایسا تھا کہ عصر کے بعد چند منٹ کے لئے وہ کرنا ہوتا اور سمندر کے پانی کے کنارہ وہ عمل کیا جاتا تھا، اور اس کے بعد کوئی تحریر لکھ کر پانی کے حوالہ کی جاتی۔

فرماتے ہیں کہ چالیس دن کا عمل تھا، میں روز یہ عمل کرتا۔ اب سوچا کہ آج آخری دن ہے چالیسواں اور یہ آج عمل پورا ہو جائے گا، اور مجھے یہ دستِ غیب حاصل ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں روز پڑھتا تھا، اس کے بعد وہاں سے آ کر شہر میں آ کر اپنے کام انجام دیتا اور دوسری مصروفیتیں ہوتی تھیں، دوسرے کام ہوتے اور اس سے فارغ ہو کر پھر مغرب کی نماز کا وقت ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا ورد شروع کیا، تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد جیسے میں نے آنکھ کھولی، تو دیکھا کہ سامنے سمندر کی طرف میری نگاہ ہے، میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب، ڈوبنے والا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے وہ اپنا پرچہ بھی پھینکا اور اپنا وظیفہ بھی پھینکا اور میں وہاں سے بھاگا، تو یہاں بھاگ رہا ہوں اور یہاں پہنچا تو دیکھا گھڑی میں کہ ایک گھنٹہ مغرب میں باقی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تنبیہ تھی کہ تم دنیا کی محبت میں اور دستِ غیب مل جائے، پیسے مل جائیں، اس کے لئے وظیفہ پڑھنے لگے؟ یعنی کہ اس سے روک دیا گیا۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ بے برکتی ایسی ہوئی وہ بیت بازی کی کہ ساری رات کہاں گزر گئی اس کا پتہ نہیں چلا۔ تو یہ شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے کم اس پر توجہ دی کہ بہت زیادہ اسے پسند نہیں کیا شعر گوئی کو۔ پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے تمام اشغال کو چھوڑ کر آپ حضرات کی تدریسِ حدیث اور دینی علوم کی تدریس، ان تمام کو میں چھوڑ دوں اور رات دن آپ کو میں صرف جو اشعار مجھے یاد ہیں وہ سنانا شروع کروں، تو ایک مہینہ چاہئے اس کام کے لئے۔

کیسا حافظہ ہوگا ان کا؟ کہ جس کام کے لئے کوئی محنت نہیں کی اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ اَقَلُّ شَیْءٍ تَعَلَّمْتُہُ الشِّعْر مگر پھر بھی حافظہ ان کا کہ ایک مہینہ مسلسل میں سنا سکوں اتنے اشعار میرے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ بڑے اونچے محدثین میں ان کا شمار ہے جیسا میں نے عرض کیا کہ محدثین گر ہیں ان سے محدثین بنے۔

اسی لئے ان کے متعلق لکھا ہے کہ پانچ سو صحابۂ کرام کی انہوں نے زیارت کی ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تابعیت میں بھی تمہیں اشکال؟ ان کے صحابۂ کرام سے سننے میں بھی تمہیں اشکال؟ جن کے استاذ، جن سے سالہا سال انہوں نے پڑھا شعبی، وہ تو پانچ سو صحابۂ کرام کو دیکھ پائے، اور وہیں رہتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت اور ان سے حدیث سننے سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محروم رہے، یہ عقل کی بات ہے؟ یہ حضرت شعبی

بہت اونچے، تمام علوم میں، جس طرح انہوں نے شعر کے متعلق فرمایا، شعر گوئی اور اشعار کے متعلق فرمایا۔

اسی طرح ان کے حالات میں لکھا ہے کہ شعبی کو ایک دفعہ خلیفہ نے روم کے بادشاہ کی طرف اپنا قاصد بنا کر بھیجا، سفیر اور قاصد، کوئی پیغام لے کر وہاں پہنچے، جتنے پیغام لے کر جانے والے حضرات ہوتے ہیں تو اس طرح جاتے ہیں، پیغام پہنچا دیا، کام ختم ہو گیا، فوراً واپسی۔

مگر جب وہ شاہِ روم کے دربار میں پہنچے ہیں شعبی، تو بادشاہِ روم نے ان سے درخواست کی کہ آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں، وہ بیٹھ گئے۔ وہ مدت جب پوری ہونے کو آتی، تو پھر ملکِ روم کی درخواست ہوتی کہ ہمارا جی ابھی آپ سے نہیں بھرا، آپ اور ٹھہر جائیے۔ ایک طویل مدت انہیں اپنے پاس رکھا۔ جس علم کے متعلق، جس چیز کے متعلق بھی ان سے وہ سوال کرتے، تو اس کا جواب حاضر۔ وہ حیران تھے، کہ کیا علم اس شخص کے پاس ہے۔ پھر اخیر میں جب انہوں نے اصرار کیا کہ بہت مدت ہو گئی اور میری واپسی ضروری ہے، تو شاہِ روم نے ایک لفافہ میں بند ایک خط خلیفہ کے نام ان کو دیا کہ یہ میرا خط اپنے امیر المؤمنین کو آپ پہنچا دیجئے۔

جب خلیفہ نے وہ خط پڑھا تو وہ ان سے پوچھنے لگے، شعبی سے کہ آپ نے یہ خط پڑھا؟ شعبی فرمانے لگے کہ یہ تو سر بہ مہر تھا، اس پر مہر لگی ہوئی تھی، میں نے تو نہیں پڑھا۔ کہا آپ کو اس کا مضمون معلوم ہے؟ کہا مجھے اس میں کیا لکھا ہے نہیں معلوم۔ پھر انہوں نے سنایا۔

خلیفہ نے کہا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ ملکِ روم لکھتا ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ جس ملک میں، جس سلطنت میں شعبی جیسا آدمی ہو، اس پر کوئی اور بادشاہ اور خلیفہ اور حکمران ہو۔ وہ خلیفہ کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلافت کے لائق اور آپ کی سلطنت پر بیٹھنے کے قابل تو یہ شعبی ہیں۔

یہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے قریبی اور سب سے طویل زمانہ تک کے استاذ اور جن کی وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے آپ کو اس طرف توجہ دلائی، جو امام، جن کے استاذ کا یہ حال، استاذ تو آپ کے تقریباً چار ہزار

سے زیادہ ہیں مگر آپ کے تلامذہ کو دیکھئے، کہ وہ بھی حضرت شعبی کی طرح سے کس پایہ کے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور احادیث کا ذخیرہ

یہ آپ ابھی صحیحِ بخاری ختم کریں گے، صحیح بخاری کے انتخاب کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے اس کتاب میں صحیح احادیث کو منتخب کیا ہے۔ ایک مجلس میں کسی زمانہ میں اس سے کم احادیث آپ کے پاس ہوں گی تو اس کا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھیوں کا تذکرہ سنا کہ وہ ذکر کر رہے تھے کہ محمد ابن اسحاق ابن راہو یہ کہ ان کو ستر ہزار احادیث حفظ ہیں اور ستر ہزار احادیث انہیں ازبر ہیں اور یاد ہیں۔

یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا، آپ لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ان کو ستر ہزار احادیث مع اسناد کے ان کو حفظ؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پھر کہنا پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر اس وقت ایک ایسا شخص بھی ہے کہ جسے دو لاکھ احادیث مع اسناد کے حفظ ہیں، اس سے مراد خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

اتنے عظیم ذخیرہ میں سے جو احادیث آپ نے منتخب فرمائیں چند ہزار، وہ صحیحِ بخاری میں ہیں۔ آپ نے اس کے لئے اللہ تبارک و تعالی سے استخارہ فرمایا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استشارہ فرمایا، جیسا حکم ہوتا اور استخارہ میں جواب ملتا اس طرح آپ اس میں احادیث لیتے رہے۔

ثلاثی روایات

جو انتخاب ہے صحیحِ بخاری کا، اس میں بائیس احادیث ایسی ہیں کہ جو صحیح بخاری کی تمام احادیث سے سب سے فوق اور سب سے اعلیٰ اور برتر ہیں، وہ بائیس احادیث کونسی؟ کہ جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں صرف تین واسطے ہیں، ان احادیث کو کہا جاتا ہے ثلاثی احادیث، ایسی ثلاثی روایات کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، سب سے اونچی یہ سند جو شمار کی جاتی ہے وہ کُل بائیس ہیں۔

ان بائیس احادیث میں سے گیارہ احادیث حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مکی ابن ابرہیم سے ہیں۔اب بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح سلفی ناراض ہیں، مقلدین سے، حنفیوں سے، شافعی مالکی، حنبلی سے، انہیں شکویٰ ہے کہ یہ بدعتی ہیں، کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بدعتی سے لے سکتے تھے؟ انہوں نے تو بڑے بڑے محدثین اور علماء کو چھوڑ دیا جن کے سامنے ہزاروں طلبہ بیٹھ کر درس لیتے تھے، اپنی شرائط کی وجہ سے۔

یہ بھی احادیث کیسی کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی، کُل صحیح بخاری میں بائیس ایسی ثلاثی روایات ہیں ان میں سے آدھی کے راوی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جو استاذ ہیں، وہ مکی ابن ابرہیم ہیں اور وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور یہ جیسا میں نے عرض کیا کہ سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فنِ حدیث کے حصول کے لئے پہلے ہم بیس سال تک اعتکاف کیا کرتے تھے، اعتکاف میں رہ کر جس طرح انسان ہر وقت رات دن عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، اسی طرح ہم بیس سال کا اعتکاف کرتے عبادتِ الٰہی میں، اس کے بعد پھر ہم حدیث لکھنا شروع کرتے تھے اور کاغذ اور قلم لے کر کسی استاذ کے پاس جا کر بسم اللہ کرتے کہ ہم اب حدیث شروع کر رہے ہیں۔

مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

یہ مکی ابن ابراہیم بڑے اونچے عباد اور زہاد میں سے ہیں۔لکھا ہے ان کے متعلق کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے، اور دوسرا پہلو بھی دیکھئے کہ یہ اتنے بڑے عبادت گزار اور عبادتِ الٰہی میں ہر وقت مصروف رہنے والے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سنت کے دائرہ میں رہ کر یہ کام بھی انجام دیا، اور کس طرح سنت کے دائرہ میں؟

فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ساٹھ نکاح کیئے، کوئی فوت ہوگئی، کسی کی طلاق ہو گئی، کہیں وطن سے دور چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے کہیں تشریف لے گئے۔ ان کے متعلق یہ دو ساٹھ مشہور ہیں کہ ان کے ساٹھ حج اور ساٹھ نکاح۔ اور میں نے عرض کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شاگرد ہیں اور ایسے شاگرد کہ ان کی تھوڑی سی جھلک دیکھی جاتی تھی حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور ان کے تلامذہ میں، کہ وہ اپنے استاذ پر ہر وقت جاں نثاری کے لئے تیار، اپنے استاذ پر فدا ہونے کے لئے ہر وقت تیار۔ جیسے اپنے آپ کو، انہوں نے دیکھا کہ ہمارے استاذ نے اپنے آپ کو فدا کیا حضرت شیخ الہند کے لئے، تو یہی جاں نثاری کا جذبہ پھر ان کے تلامذہ میں منتقل ہوا۔

یہ مکی ابن ابراہیم امام ابوحنیفہ پر اتنے فدا تھے۔ ایک دفعہ حلقہ ہے، معمول کے مطابق احادیث پڑھا رہے ہیں تلامذہ کاغذ قلم لے کر احادیث لکھ رہے ہیں، کسی طرف سے صدا آتی ہے کہ ہمیں فلاں باب کی احادیث سنائیے صلوۃ کی، طہارت کی۔

حافظِ حدیث رحمۃ اللہ علیہ

یہ حافظِ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، ہر سال حرمین شریفین کی ان کی حاضری ہوتی، مہینوں پہلے حرمین کے ائمہ پوچھا کرتے تھے مَتٰی یَجِیءُ حَافِظُ الْحَدِیْثِ؟ کہ یہ حافظِ حدیث کب آئیں گے؟ کیوں؟ کہ جب حضرت درخواستی سے وہ ملتے تو وہ درخواست کرتے کہ ہمیں کچھ احادیث سنائیے۔ کبھی پھر وہ عرض کرتے کہ حضرت ہمیں صحیح بخاری کے باب الوتر کی احادیث سنائیے، کبھی کہتے کہ کتاب الزکوۃ کی احادیث سنائیے، تو حضرت وہاں سے شروع ہو جاتے، سند کے ساتھ سنائے جا رہے ہیں، تھے ہی حافظِ حدیث۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ

مکی ابن ابراہیم کے تلامذہ جس طرف سے جو صدا آتی تھی وہ احادیث وہ سنا رہے ہیں۔ اس

میں انہوں نے، کبھی ان کی درخواست ہوتی تھی کہ فلاں شیخ کی آپ کی جو اسناد ہے، ان کی احادیث سنائیں، ان کی وہ احادیث سناتے۔ ایک دفعہ آپ نے جیسے ہی درس میں پڑھنا شروع کیا، حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ، کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے ہمیں یہ حدیث پڑھائی اور سنائی اور ہم نے ان سے یہ حدیث حاصل کی، اتنا سننا تھا کہ ایک شخص کھڑا ہوگیا، اور اس نے کہا لا تُحَدِّثْ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، کہ ہمیں ابوحنیفہ کی حدیث نہیں چاہیے، کسی اور کی سنایئے۔

لکھا ہے کہ حضرت مکی ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک یہ شخص حلقہ سے نکلتا نہیں وہاں تک میں دوبارہ حدیث پڑھانا شروع نہیں کروں گا۔ کان پکڑ کر جب تک اس کو نکالا نہیں گیا وہاں تک آپ نے اپنا درس بند رکھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس زمانہ میں حکومتوں کا، پھیلائے ہوئے وسائل تھے اسی لئے جو تہمتیں آپ پر لگی ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر لگائی گئیں، تو وہ تہمتیں ان کے شاگردوں پر بھی لگائی گئیں۔ آپ کو کسی نے کہا کہ یہ مرجیہ ہے، حکومت سے شکایت کی گئی، یہ اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ کو نہیں مانتے ہیں، صرف کہتے کہ کلمہ اور تصدیق کا نام توحید ہے، یہ نالائق یہ نہیں سوچتے تھے کہ وہ رات دن جس میں مصروف رہتے ہیں۔ اور مصروفیت ان کی کس درجہ کی ہوتی تھی۔

آپ کے ایک دوسرے شاگرد ہیں، بہت ہی چہیتے شاگرد عبداللہ بن مبارک، اور آپ پر وہ بھی جاں نثار حضرت عبداللہ بن مبارک۔ ان کی، ان کے والد کی بڑی لمبی داستانیں ہیں، ان کے والد تھے حضرت مبارک۔

ایک بڑے صاحبِ ثروت اور صاحبِ تجارت، بڑے امیر آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے ایک باغ کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر رکھی تھی، اور کبھی کبھی باغ میں پہنچ جاتے تھے۔ کئی سال سے یہ باغ میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جایئے ذرا گرمی کا وقت ہے، ہمیں انار کا شربت پینا ہے، جایئے اور انار کا شربت نکال کر لایئے۔ گئے، نکال کر لائے، پیش

کیا۔ مالک نے ایک گھونٹ پیا اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا، میں نے کہا تھا کہ میٹھے انار کا شربت لائیے، یہ کیا تم لے کر آئے؟ تمھیں نہیں معلوم کہ کون کونسے کھٹے ہیں، کون کونسے درخت کے انار میٹھے ہوتے ہیں؟ انھوں نے سر ہلایا کہ نہیں۔ کیوں نہیں؟ تو اتنے سال سے یہاں ملازم ہے، تمھیں پتہ نہیں ہے کہ کونسے درخت کا پھل میٹھا ہوتا ہے، کونسا کھٹا۔ کبھی چکھا نہیں؟ فرمایا نہیں۔ میرے ذمہ تو صرف حفاظت ہے۔

اب پہلے سے ان کے مالک دیکھ رہے تھے کہ ہر وقت یہ نماز، عبادت، تلاوت، ہر وقت زبان پر ذکر اللہ اور صلحاء کے ورود کے آثار اور جب یہ واقعہ عملی طور پر اس کے ساتھ پیش آیا، اتنے معتقد ہوئے کہ گھر پہنچے اور اپنی اہلیہ اور بیٹی کو بٹھا کر پہلے لمبی تقریر کی اور ان سے کہا کہ دیکھو، یہ جو عرب ہیں، عرب کا دستور بیٹیاں دینے میں یہ ہے کہ وہ پہلے حسب اور نسب کو دیکھتے ہیں، ذات اور پات کو دیکھ کر اس میں ان کا کفو برابر کا بنتا ہے یا نہیں، اس کو دیکھ کر پھر بیٹی دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ عرب کا دستور ہے۔ اور یہود کے یہاں دستور ہے کہ مال کو دیکھا جاتا ہے جو مالدار ہے اس کو بیٹی دے دیتے ہیں، وہ مال کو دیکھتے ہیں۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کے یہاں صورت شکل، حسن و جمال کو دیکھا جاتا ہے، آگے اور کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی۔

پھر فرمایا اخیر میں کہ ہم مسلمان ہیں، تو ہمارے یہاں اسلام میں نہ ذات پات کو دیکھا جاتا ہے، نہ مال کو دیکھا جاتا ہے، نہ حسن اور شکل کو دیکھا جاتا ہے بلکہ ہمارے یہاں تدین کو دیکھا جاتا ہے، کہ یہ دین اور شریعت پر کتنا عمل پیرا ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی، مبارک کی تعریف شروع کی کہ میں نے اس جیسا فرشتہ دیکھا نہیں، میری رائے یہ ہے کہ میں بیٹی کا نکاح ان سے کر لوں۔ اس طرح یہ نکاح ہوا اور اللہ تبارک و تعالی نے بیٹا دیا۔ نام رکھا عبد اللہ، پھر یہ عبد اللہ ابن مبارک۔

یہ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں کہ جب میں نے فنِ حدیث کے میدان میں قدم رکھنا چاہا، تو میں سب سے پہلے حاضر ہوا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، اتنے بڑے محدث کہ کوئی

کتاب ان کی روایت سے خالی نہیں، عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی، تو یہ حدیث پڑھنے کے لئے سب سے پہلے کس کے پاس جاتے ہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، جن کے متعلق کہتے ہیں کہ حدیث نہیں جانتے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اور اس دن بتایا تھا کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسا بڑا امام، وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ جب میں نے سب سے پہلے فنِ حدیث کے حصول کا ارادہ کیا، تو میں نے پہلا سبق جن سے لیا وہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام صاحب کے شاگرد۔

یہ عبداللہ بن مبارک یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ حدیث حاصل کرتے رہے، اور جب تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ زندہ رہے، وہاں تک آپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے در پر نہیں گئے، وہیں رہے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد وہ تشریف لے جاتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔

بیچ میں ختم کر دیتے ہیں، وقت ختم ہو گیا، جو آدھ گھنٹہ تھا۔ حدیث پڑھ کر دعا کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْل عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعقَاع عَنْ اَبِى زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰن ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَان، ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَان، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم.

دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو قبول فرمائے، ان حفاظِ کرام کو قبول فرمائے۔

ے

حضرت منیب کے دادا نے دیکھا

ایک نہایت حسین و جمیل جوان کہتا ہے

اعبدوا الله ولا تشرکوا به شیأ

جواب میں انہیں کوئی گالی دیتا ہے ، کوئی تھوکتا ہے



فَيَارِيحَ الصَّبَا عَطْفًا وَّ رِفْقًا
اِلىٰ ذَاكَ الحِمٰى بَلِّغْ سَلاَمِیْ

وَاِنْ جُرْتُمْ عَلَیَّ فَلِیْ غِيَاثٌ
بِبَابِ الْمُصْطَفٰى خَيْرِ الْاَنَام

اِلَيْهِ تَوَجُّهِیْ وَلَهُ اسْتِنَادِیْ
وَفِيْهِ مَطَامِعِیْ وَ بِهِ اعْتِصَامِیْ

اَجِرْنِیْ سَيِّدِیْ مِنْ ضَيْمِ سُقْمٍ
اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ وَقْعِ الحُسَام

وَذِكْرُكَ سَيِّدِیْ حِرْزِیْ وَحِصْنِی
أُتِيْهُ بِه عَلَى الْجَيْشِ اللَّهَام

مَوَاهِبُكَ الَّتِیْ لَا نَقْصَ فِيْهَا
بِهَا رُبِّيْتَ مِنْ قَبْلِ الْفِطَام

فَقَدْ أُعْطِيْتَ مَا لَمْ يُعْطَ خَلْقٌ
عَلَيْكَ صَلٰوةُ رَبِّكَ بِالسَّلَام

اے بادِ صبا! ازراہِ لطف و کرم میرے اُس حامی و پشتیبان تک میر اسلام پہونچادے۔

اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جور و ستم کیا تو میر افریاد رس موجود ہے۔ بار گاہِ مصطفےٰ کی صورت میں، جو ساری دنیا سے اچھے ہیں۔

اُنھیں کی طرف میری توجہ ہے اور انھیں پر میرا اعتماد، انھیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے، میں نے انھیں کا دامن تھاما ہے۔

مجھے نجات دلوائے میرے آقا، بیماری کے ظلم سے جو مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

اور آپ کا تذکرہ، میرے سرکار! میرا حرز جان ہے اور میرا قلعہ، اسی سے میں بڑے بڑے لشکروں پر ہلاکت برساتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم پر جو عطایائے ربانی ہوئے ان میں کوئی کمی نہیں، انھیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پرورش وتربیت بچپن سے ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ دیا گیا جو کسی کو بھی نہ دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہوں سلام کے ساتھ۔

(مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی)

صلى الله عليه وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْيٰ بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِيْم التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ اِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

جن بچوں نے قرآنِ کریم حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالی ان کو قبول اور مقبول فرمائے، ان کے والدین کے لئے، ان کے اساتذہ اور مدرسہ کے منتظمین اور معاونین سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ جن بچیوں نے ابھی بخاری شریف کی بسم اللہ کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ عافیت کے ساتھ اس کو اختتام تک پہنچائے، جو کچھ قرآن اور حدیث میں سے پڑھیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے اہم چیز اسی کو دیکھنا ہے، جس طرح ابھی آپ کے سامنے نعت پڑھی گئی، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائلِ حمیدہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں صحابۂ کرام میں منتقل ہوئیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ انہوں نے دیکھا، اُس کو آگے سلسلہ در سلسلہ اُسے وہ منتقل کرتے رہے۔

حضرت منیب رضی اللہ عنہ

ایک صحابی ہیں منیب، ان کے دادا کا اسمِ گرامی بھی ہے منیب، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا منیب سے ایک قصہ سنا تھا۔

فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی دور میں میری جاہلیت کا زمانہ تھا اور مکہ مکرمہ میں کفر اور شرک اور جاہلیت کا غلبہ تھا، ایسے وقت میں میں وہاں مکہ مکرمہ پہنچا، تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت حسین وجمیل، راستہ پر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک اعلان فرمارہے ہیں اُعْبُدُوْا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، ایک خدا کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ نصیحت فرمارہے ہیں اور فرمائے جارہے ہیں اور سننے والوں کا حال بڑا عجیب ہے۔

فرماتے ہیں کہ کوئی آتا ہے اور ان پر تھوک کر نفرت کر کے چلا جاتا ہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں

دوسری قسم؛ کچھ لوگ آتے ہیں اور ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں، سب وشتم کرتے ہیں، غلیظ کلمات بکتے ہیں، مگر یہ داعی اپنی جگہ پر اپنا اعلان جاری رکھے ہوئے ہیں۔ تو کچھ تو تھوکنے پر اکتفاء کرتے تھے، کچھ غلاظت بکنے پر اکتفاء کرتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ آئے اور سنتے رہے اور اس کے بعد راستہ میں سے پتھر اٹھائے اور پتھر مار رہے ہیں، مگر داعیِ مکہ کا پیغام جاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان میں کوئی فرق نہیں آرہا ہے۔

حضرتِ منیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک اجنبی نو وارد، یہ دیکھ کر حیران، مجھے نہیں معلوم کہ یہ جو فرمارہے ہیں اس سے اس قدر نفرت اور عداوت اِنہیں کیوں ہے، میں کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ صبح سے لے کر دوپہر ہو جاتی ہے، میں دوپہر تک دیکھتا رہا، کڑی دھوپ ہوگئی اور اس وقت تک بھی ہر آنے جانے والے کو خطاب فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر خوشامد فرما رہے ہیں۔ اتنے میں جب دوپہر ہوتی ہے، کڑی دھوپ ہو جاتی ہے، تو ایک نوجوان بچی آتی ہے، لڑکی آتی ہے، اس کے ساتھ پانی ہوتا ہے اور وہ پانی پیش کرتی ہے، ابا جان!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پانی لے کر ہاتھ منہ دھوتے ہیں اور کیا کلمات ارشاد فرماتے ہیں کہ میری پیاری بیٹی! یہ جو تو اس وقت دیکھ رہی ہے خوف اور ذلت کا سماں، کہ دشمن ہم پر حاوی ہیں، ہمیں ڈراتے ہیں، دھمکاتے ہیں، زبان سے، ان پتھروں سے، مگر میری پیاری بیٹی، اس سے نہ ڈرنا۔

حضرت منیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہ کیا منظر میں دیکھ رہا ہوں، صبح سے لے کر دوپہر ہوگئی۔

کہا کہ یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ اپنا پیغام وہ پہنچاتے ہیں اور یہ مشرکینِ مکہ ہیں کہ اپنی ملت، اپنا مذہب، اپنی روش ترک کرنے اور چھوڑنے اور بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی نفرت کا اظہار اپنے بکواس سے کرتے ہیں، گالیوں سے کرتے ہیں، پتھر سے کرتے ہیں

اور یہ جو بچی آئی، جس نے پانی پیش کیا ابا جان کو، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی حضرت زینب ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا

اسی زینب کی طرح سے ایک اور زینب، جو اپنے وطن سے دور والدین کے یہاں حبشہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جب تھوڑا ہوش سنبھالا، اطراف کا ماحول دیکھا کہ بڑا عجیب کہ میرے والدین کی زبان کچھ اور، ان کی شکلیں کچھ اور، اور مقامی ماحول کچھ الگ سا، ان کی زبان الگ۔ ان کی وہاں حبشہ میں جہاں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی، وہاں ان کی ولادت ہے۔

اور یہی حضرتِ زینب رضی اللہ تعالی عنہا یہاں اپنی والدہ کے ساتھ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم میں قبول فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ بنتی ہیں، ان کی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو حق تعالی شانہ نے بہت اونچا، بڑا اعزاز عطا فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بنیں۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی اولاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آئی اور کتنے پیار سے پرورش پاتی ہیں، ان کے بہت قصے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار پانے کے، کس طرح انہیں پیار ملا۔

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرما رہے ہوتے تھے، غسل فرما رہے ہوتے تھے، پانی ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دہن مبارک میں، منہ میں پانی لے کر پھوار حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا پر پھینکتے۔

یہ آج کل تو اپنی شکل آئینہ میں دیکھ کر خود اپنے آپ سے نفرت کرتے جاتے ہیں، پیسے خرچ کرتے ہیں کہ میری شکل بدل دو، کن کن مراحل سے شکل کو خوبصورت بنانے کے لئے وہ

بیچارے گزرتے ہوں گے، کتنی دوائیاں کھاتے ہوں گے، کتنی پین کلر لیتے ہوں گے، کیسے بال نکلواتے ہوں گے کہیں، کیا کیا نوچ کر کے چہرہ اور ناک اور کان، سب کو سیدھا کرنے کے لئے کیا کیا تکالیف وہ برداشت کرتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال

صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پھوار، spray، فرماتے ہیں کہ اس کی برکت ہم نے جیسے جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی ہوتی چلی گئیں، جوان کا حسن و جمال ہم نے دیکھا اوہو! کیا حسن و جمال۔

فرماتے ہیں کہ نوے برس کی عمر تک اسّی سے اوپر کی عمر تک وہ پہنچیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی جس طرح کہ ابھی دوشیزہ سولہ سال کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوار کی برکت۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مکہ مکرمہ میں پیغام اپنا پہنچاتے ہوئے تکلیف اٹھائی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہی ایسے حال میں کہ والدین مہاجر تھے، کہیں پڑے ہوئے تھے اپنے وطن سے دور و دراز، کیسے پرورش پائی، کسی طرح والدین کے ساتھ پہنچیں، پھر دنیا ہی میں حق تعالیٰ شانہ نے اسی دنیا کو ان کے لئے جنت بنا دیا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت

اسی طرح حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط رضی اللہ عنہا جو مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے۔ ہم لوگ تو پڑھ لیتے ہیں کہ قصہ آیا، ہم نے پڑھ لیا کہ انہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

دوستو! ان واقعات کو سرسری نہ پڑھو، ایک ایک لفظ پر غور کرو، اس لفظ کے معنی اور مطلب سمجھنے کی کوشش کرو، سوچو کہ مکہ مکرمہ کہاں اور مدینہ منورہ کہاں، سوا چار سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے کیسے ایک نوجوان بچی ام کلثوم تنِ تنہا، ہماری بچی اگر یہاں سے کوئی چلنا شروع کرے، تو مسلسل

اس کو آبادی ملے گی چار سو کلو میٹر کا سفر کرے تو، لیکن وہاں، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو سوچئے کہ جنگل، بیابان، صحراء، تپتی ہوئی ریت، خونخوار درندے، سانپ اور بچھو اور کیا کیا وہاں راستہ میں نہیں ہوتا، چور اور ڈاکو، لٹیرے اور سب سے بڑی مصیبت، مشرکینِ مکہ، جو کسی کو نکل کر جانے ہی نہیں دیتے تھے، جیسے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا گیا۔

اس دوری کو سوچئے، اس سماں کو سوچئے، ہر صحابی کے متعلق جب آپ پڑھیں کہ انہوں نے ہجرت فرمائی، تو یہ نہ سوچئے کہ میں بھی گیا ہوں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تین گھنٹے میں اور چار گھنٹے میں۔ اس زمانہ کو سوچئے اور ان کے تنِ تنہا اس پیدل سفر کو سوچئے، کہ آپ کو بھی کتنا ہی بڑا انعام دیا جائے کہ آپ ایک سفر کرلیں وہاں سے یہاں تک، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ، ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ تو اپنی جان سے کھیلنا ہے، مگر ہزاروں صحابہ کرام نے ایک دفعہ نہیں، بار بار یہ سفر فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل شبیہ تھے، آپ کے ہم شکل، ہر چیز میں، عادات میں، اطوار میں، اخلاق میں، چہرہ میں، ہر چیز میں۔ ایسا خوبصورت اور ناز ونخرہ والا جسمِ پاک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا، انہوں نے پچیس پیدل حج کئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ۔ یہ جو اس طرح کے واقعات ہوں اس کو اچھی طرح سوچنے کی کوشش کیجئے تا کہ ان حضرات سے ہمیں تعلق پیدا ہو، جیسے ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو منتقل ہوئی، تو ہم بھی وہ خوشبوئیں پائیں، سوچنے کی وجہ سے، اس مراقبہ کی وجہ سے۔

مراقبہ نام لیں گے تو بعضوں کو allergy ہوتی ہے کہ یہ کیا؟ مراقبہ محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراقبہ کرو۔ نہیں، کسی چیز کو نہ اپنے خیال میں لائیے، نہ کسی کے ڈرانے کو، نہ دھمکانے کو، اور اسی کو سوچئے، تب آپ کو حقیقت پتہ چلے گی کہ اوہو! کیا ان حضرات کی قربانیاں تھیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ، چھ برس کی عمر میں، سفر میں، ابواء میں فوت ہو جاتی ہیں، اس وقت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہونے تک وہ ایک ہی ماں رہ گئی تھیں، وہ ام ایمن، باندی، ان کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی۔ وہ ہجرت فرماتی ہیں، ان کی ہجرت کے قصہ میں لکھا ہے کہ وہ بھوکی، پیاسی۔

یہ میں جو گنوار ہا تھا کہ سب مصیبتیں، ایک مصیبت تھوڑی، اب آدمی کتنا اٹھائے گا؟ پیدل جا رہا ہے، پیدل ہجرت بھاگ رہا ہے، ظالموں سے بھاگ رہا ہے، کیا اٹھا کر لے کر جائے گا؟ کتنا اٹھا سکے گا، پانی کتنا اٹھا سکے گا، کھانا کتنا اٹھا سکے گا، یہ سب چیزیں آپ سوچیں گے تب آپ کو محبت پیدا ہوگی، ان حضرات کی قدر پیدا ہوگی، کہ کیسے دین ہم تک اِنہوں نے پہنچایا، کس طرح انہوں نے پہنچایا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جب سفرِ ہجرت کر کے یہاں سے چلی ہیں تو خود فرماتی ہیں کہ میں راستہ میں دیکھتی ہوں کہ کوئی چیز نہ کھانے کے لئے، نہ پینے کے لئے ہے۔

کس طرح دل سے دعا نکلی ہوگی اور جس گود نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں اٹھایا ہوگا، کہ ماں کی لاش سامنے پڑی ہوئی ہے،، تو مالک کو بھی اس گود کی، گود والی کی دعا جب وہاں عرش سے ٹکرائی ہوگی، تو کیا پذیرائی اس طرف سے ہوئی کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں دیکھتی ہوں کہ آسمان سے ڈول لٹکا، اور میں نے منہ سے لگایا اور جی بھر کر پیا۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالی عنہا کی ساری عمر کے لئے، ہمیشہ کے لئے پیاس چلی گئی، کبھی انہیں پیاس لگتی ہی نہیں تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا

یہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالی عنہا کی طرح سے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط

رضی اللہ عنہا۔ نام آپ حضرات نے سنا ہوگا کہ ابوجہل کی ٹائپ کے جو بڑے سب سے کٹر قسم کے ظالم دشمن تھے، ان میں سے یہ تھا عقبہ۔ پورا گھرانہ، وہ بھی، اس کی اولاد بھی، سب ایک ہی ٹائپ کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حق میں نہایت ظالم وہ ثابت ہوئے تھے۔

مکی زندگی میں، اللہ نے اسلام ڈالا ان کے دل میں، تو وہ اپنے گھر سے بھاگی، پورے خاندان کے علی الرغم، تمام مشرکین کے علی الرغم۔ جیسے ہی پتہ چلا تو وہ پیچھے دوڑے اور یہ بھاگ رہی ہیں۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کس طرح یہ خاتون پہنچی ہوں گی، وہ بھی نوجوان۔ وہاں وہ پہنچی ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، تو اطمینان کا سانس لیا، مگر ابھی اگلے دن کی صبح ہوئی کہ پتہ چلا کہ ان کا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھائی پہنچ گیا اور اس نے جا کر اپنا دعویٰ پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ آپ کا تو حدیبیہ میں ہمارے ساتھ معاہدہ ہے کہ جو وہاں سے بھاگ کر آئے، تو آپ انہیں واپس ہمارے حوالہ کرو گے، تو میں اپنی بہن جو بھاگ کر آئی ہے ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اسے لینے کے لئے آیا ہوں۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا زاروقطار روتی ہیں، فریاد کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ان کے حوالہ کیسے کرو گے، اور میں کیسے ان کے پاس جاؤں؟ میرا سارا گھرانہ اسلام کا دشمن، میری جان کا دشمن۔ تو جیسے وہاں سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے لئے ڈول لٹکا، ایسے عرشِ الٰہی ان کی فریاد اور ام کلثوم کے رونے پر ہل گیا، **فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ** کہ جو مہاجرات ہجرت کر کے آئیں، تو ان مردوں کو تو آپ واپس کرو گے کہ آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا، لیکن اس معاہدہ میں عورتوں کے لئے کوئی دفع مستورات کے لئے نہیں تھی، اس لئے خبردار **فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ** ان کو آپ ان کی طرف واپس نہیں کرو گے۔

ہم تو ذرا سی بات پر وہی جو قرآنِ پاک نے حال بیان کیا کہ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ** کہ کنارہ پر، اگر بھلائی آتی ہے تو اللہ تیرا شکر ہے اور مصیبت آئی تو ہم تو کلمہ گو، اور

خدا کو ماننے والے، قرآن کو ماننے والے اور اتنی مصیبت، وہ خدا کہاں؟ اس کے فرشتے کہاں؟ اس کی نصرت کدھر گئی؟ وہ ایک نہ ختم ہونے والا شیطانی سلسلہ دل میں، تصورات کا اور خیالاتِ فاسدہ کا اور شیطانی وساوس کا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مایوسی پر ختم ہو جاتا ہے۔ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر اسلام سچا ہے تو پھر یہ اتنا ظلم وستم ہم پر کیوں؟ خدا کدھر؟ اس کی سب قہاریت اور طاقت اور قوت کدھر؟

مگر انہوں نے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہاتھ دے دیا، اس کے بعد جو حالات آتے رہے، کبھی پلٹ کر اس طرف نہیں سوچا، کبھی کبھی نہیں سوچا۔ تو یہ ام کلثوم، میں عرض کر رہا ہوں کہ کیسے کیسے حالات سے گزریں، اور حالات ان کا نہیں سنا رہا ہوں، صرف ان کا آخری قصہ جو آخری ابتلاء اور امتحان ان پر آتا ہے وہ سناتا ہوں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کا آخری قصہ

جب آپ بقیع کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، تو پہلے تو زائر کے لئے، جو زیارت کے لئے پہنچتے تھے ان کے لئے باقاعدہ مزوّر تمام مقدس مقامات کی تفاصیل بتا کر کے زیارت کراتے تھے۔

ایک جگہ کہ جہاں حرّہ میں یزیدی فوجوں نے جن صحابۂ کرام اور تابعین کو شہید کیا، بتایا جاتا ہے کہ اس جنگ میں ساٹھ ہزار شہید ہوئے۔ بتایا جاتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مزار کی طرف آپ جائیں گے، تو الٹے ہاتھ پر وہاں ایک جگہ بتائی جاتی ہے، فرماتی ہیں ام کلثوم کہ یزیدی فوجوں نے جب مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو ایک ایک کو پکڑ کر کے ان کو قتل کرتے تھے، جو ان کے مقابلہ پر آیا، انہیں بھی اور مقابلہ پر نہیں آیا، جو گھر، گھروں میں بند ہو گئے دروازے بند کر لئے، دروازے کو توڑ کر انہیں بھی نکال کر انہیں بھی شہید کیا تھا۔

قبر شریف سے تکبیر اور نماز کی آواز

سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ اسی فتنہ کے دوران تین دن مسجدِ نبوی پر ایسے گزرے ہیں کہ نہ مسجدِ نبوی میں اذان ہوئی، نہ نماز ہوئی۔ چاروں طرف یزیدی فوجیں اپنا ظلم وستم مسجد اور مسجد کے باہر بھی ڈھا رہی تھیں۔ مسجد کے صحن میں ان کے گھوڑے لے کر وہ گھس جاتے تھے کہ یہاں تو کوئی چھپا ہوا نہیں ہے۔ سعید ابن المسیب تابعی ایک کونہ میں جس طرح کہ کوئی پاگل، بیمار، معذور پڑا ہوا اس طرح فرماتے ہیں کہ میں پڑا ہوا رہا۔

فرماتے ہیں کہ تین دن تک میرے ان کانوں نے بیداری میں جو واقعہ دیکھا جو حقیقتِ حال ان تین دن کی وہاں دیکھی کہ جیسے ہی نماز کا وقت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے تکبیر اور نماز کی میں آواز سنتا تھا۔

اسی ایامِ حرّہ اور حرّہ کی جنگ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا نے، جنہوں نے اتنی قربانی دی، اتنے بڑے ظالم کی بیٹی اور اپنی جان کے ساتھ کھیل کر، جان کو ہتھیلی پر لے کر اتنا طویل تنِ تنہا اس نوجوان عورت نے سفر فرمایا اور ان کا آخری وقت ان کو کیا دیکھنا پڑا کہ یزیدی فوجوں نے جن لوگوں کو شہید کیا، ان میں جا کر دیکھتی ہیں، تو لوگوں نے بتایا کہ او ہو! آپ دیکھئے تو جا کر دیکھتی ہیں تو اپنا بیٹا ابو عبیدہ۔

فرماتی ہیں کہ اِنَّـا لِـلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، انّا اللہ پڑھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ایک تو ان کے مقابلہ کے لئے نکلا تھا، اس کو انہوں نے شہید کیا مگر دوسرا لڑکا تو گھر کا دروازہ بند کر کے پناہ کا طالب ہوا تھا۔ کہتے ہیں ان کو بھی گھر میں سے گھسیٹ کر انہوں نے شہید کیا۔

کتنی قربانیاں انہوں نے پیش کیں جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے، صحابیات نے قربانیاں پیش کیں، حق کے خاطر، مگر وہ حق سے چمٹے رہے، ذرہ بھر ان کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں آیا، کیوں کہ ادیانِ سابقہ میں بھی اہلِ حق کا یہی شیوا رہا ہے۔

ماشطہ فرعون

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کا سفر ہے۔ معراج کے سفر میں ہیں، جبریلِ امین کے ساتھ براق پر سوار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب وغریب خوشبو محسوس فرمائی۔ پوچھتے ہیں کہ جبرئیل! راستہ بھر تو یہ خوشبو نہیں تھی، اس جگہ پر یہ عجیب خوشبو، یہ کہاں سے؟

جبریلِ امین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! یہ فرعون کے محل میں جو خادمہ تھی، جو بچوں کی نگرانی کرنے والی مربیہ تھی اور محل میں اس کے ذمہ بچوں کے بال بنانا تھے، ماشطہ تھی۔ ان کے، فرعون کے بچوں کے بال بنانے والی، فرمایا کہ یہ اس ماشطہ کی اور اس کے بچوں کی خوشبو ہے۔

اور پھر سارا قصہ جبرئیلِ امین دہراتے ہیں کہ جب فرعون کے سامنے قصہ بیان کیا گیا، فرعون کی بیٹی جس کے وہ ماشطہ روز بال بنایا کرتی تھی۔ تو وہ جب بال بنانا شروع کرتی تو کنگھی ہاتھ میں لی اور بال شروع کیا اور پڑھا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

ایک دن بچی کچھ سمجھدار ہوگئی، اس نے پوچھا کہ یہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ، وہ میرا بھی رب ہے اور تیرا بھی رب ہے اور تیرے باپ کا بھی رب ہے۔ کسی دن اس بچی نے باپ سے سوال کیا کہ تو تو سب کے سامنے دعوی کرتا ہے اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی تو ہماری کنگھی کرنے والی ماشطہ تو کہتی ہے کہ ربِ اعلی تو کوئی اور ہے۔

سارا قصہ فرعون نے جب سنا تو تلملا اٹھا کہ اوہو! یہ کلمۂ حق میرے محل میں، میرے بچوں میں کیسے آ گیا؟! اور ان کو، ماشطہ کو، کنگھی کرنے والی کو لایا گیا، ڈرایا گیا، دھمکایا گیا۔ جب دیکھا کہ ان کے عقیدہ میں کوئی تزلزل نہیں آیا، اسی طرح وہ اپنے عقیدہ پر قائم ہے، تو اس نے کہا کہ اچھا ایک دیگ میں تیل گرم کیا جائے اور اس کے کئی بچے تھے تو حکم دیا کہ ایک ایک کو پھینکو اندر۔

ایک کو پھینکا گیا، کہ اب بھی تو باز آتی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔تو جتنے بچے اس کے پاس تھے، ایک ایک کر کے سب کو ڈال دیا گیا۔

بالآخر ایک تھا گود میں جسے دودھ پلا رہی تھی۔اس کو جب کھینچ کر ہاتھ میں لینا چاہا، تو بچہ دیکھتا ہے کہ اوہو! ماں جس میں میں کسی طرح کا اب تک تغیر نہیں پار ہا تھا، اب میں میری ماں کا حال متغیر پا رہا ہوں۔

حق تعالی شانہ نے اس بچہ کو گویائی عطا فرمائی، وہ بولتا ہے یَا اَمَّاہ! اِقْتَحِمِیْ فَاِنَّ عَذَابَ الدُّنْیَا اَھْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَۃِ، کہ ماں! یہ میرے بھائیوں کو، بہنوں کو انہوں نے ڈال دیا، اور اب مجھے وہ اس میں دیگ میں ڈالنے کے لئے تجھ سے چھین رہے ہیں، تو تیرا حال بدلنا شروع ہو گیا؟ میں تیرے پیروں میں وہ استحکام نہیں پار ہا، نہیں دیکھ رہا جو ہونا چاہئے۔ مجھے کیا، تجھے بھی اگر اس میں ڈال دے تو اس میں خود ہی کود جا اِقْتَحِمِیْ کیوں؟ کہ یہ جو دنیا کا عذاب ہے یہ بہت آسان ہے آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں۔

ادیانِ سابقہ میں، دینِ موسوی میں بھی یہی پیغام تھا، اہلِ حق کے لئے جو ماشطہ نے اور اس کے بچوں نے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے، وہاں سے سفر میں گزرتے ہوئے ان کی خوشبو جو قبر سے اٹھ رہی تھی وہ خوشبو پائی، جس طرح آپ پڑھتے ہیں امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ میں، کہ ان کے دفن کے بعد ان کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔اور سنئے۔

افضل نساء اھل الجنة

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لکیر بنائی ایک، انگلی مبارک سے یا کسی لکڑی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریت پر لکیر بنا رہے ہیں، ایک لکیر، دوسری لکیر، تیسری لکیر، چوتھی لکیر۔

صحابۂ کرام دیکھ رہے ہیں، کسی نے پوچھا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استفسار فرمایا،

کہ جانتے ہو کہ یہ چار خطوط جو میں نے کھینچے یہ کیا ہیں؟

صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ **اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ**، اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم کہتے ہیں مراقبہ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت آپ مراقبہ کریں، چلتے پھرتے، پانچ وقت تو باقاعدہ آپ کو دعوت دی جاتی ہے نماز میں، اذان میں، نماز میں، **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ** .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی وضاحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ **اَفْضَلُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَرْبَع** کہ یہ جو میں نے چار لکیریں کھینچی ہیں، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اہلِ جنت کی سردار اور ان میں سب سے بلند مرتبہ چار خواتین کا ہے۔ ایک **خَدِیْجَۃ وَ فَاطِمَۃ** کہ ایک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، ایک آسیہ **اِمْرأۃُ فِرْعَوْنَ**، فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہیں اور چوتھی مریم بنت عمران ہیں۔ یہ مراقبہ ہی تو ہوا کہ یہ لکیریں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہے ہیں اور ان لکیروں سے ان کے مرتبہ کو، قصہ کو اور ان چاروں کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ان کی قربانیوں پر کیا کیا انعامات ملے، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ رہے ہیں۔

حضرت آسیہ

پھر صحابۂ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آسیہ کے متعلق بیان فرمایا کہ جب فرعون کو پتہ چلا کہ وہ کنگھی کرنے والی، وہ موسیٰ علیہ السلام کی پیرو کاران کا کلمہ پڑھنے والی اور خود اپنی بیوی کے متعلق اس کو پتہ چلا، حضرت آسیہ کے متعلق کہ وہ بھی ایمان لے آئی ہیں، تو اس نے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کو چت لٹادو اور دونوں ہتھیلیوں میں کیلیں ٹھوک دو زمین پر لٹا کر اور دونوں پیروں میں کیلیں ٹھوک دو۔

جب وہ کیلیں ٹھوکی جارہی تھیں اس وقت حضرت آسیہ اسی طرح پہلے سے زیادہ استحکام اور

مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمان پر قائم، بس ایک حق تعالی شانہ سے طلب ہے اور وہ حق تعالی شانہ سے عرض کرتی ہیں رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّة، کہ اے خدا! مجھے اس کا تو یقین ہے کہ اس کا بدلہ مجھے ملے گا، مگر جنت میں تیرے پاس مجھے جگہ چاہئے، تیرا قرب چاہئے۔

حق تعالی شانہ نے اس کو اپنے کلامِ پاک میں اتارا، جو دعا حضرت آسیہ نے فرمائی تھی۔ یہ حضرت آسیہ نے جس طرح حق کے لئے اتنی عظیم قربانی دی، ان کی عظیم قربانی کو قرآنِ کریم نے دہرایا، تا ابد جنت میں بھی اس کی قراءت ہوتی رہے گی۔

حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ عنہ

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ان واقعات کو سنتے تھے اور وہ ہی ان کا ولولہ جذبہ اپنے دین کے بارے میں، کہ کوئی بڑی سے بڑی قیامت ان کے ایمان کو متزلزل نہیں کرسکتی تھی۔

حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ تعالی عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے ظالم کے پاس، مسیلمۃ الکذاب کے پاس گرامی نامہ پہنچانے کے لئے انہیں بھیجتے ہیں۔

جب یہ پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پیش کرتے ہیں تو پڑھتے ہی وہ حکم دیتا ہے سجّان کو کہ ان کو بیڑیوں میں جکڑ کر جیل میں ڈال دیا جائے اور کل صبح میرے پاس پیش کیا جائے۔

صبح ہوئی حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم مزنی رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے، زنجیروں میں جکڑے ہوئے پیش کئے گئے۔

اب مسیلمہ پوچھتا ہے حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم سے اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰه؟ کیا تو مجھے اللہ کا پیغمبر مانتا ہے؟ اشارہ کرتے ہیں دونوں طرف، کانوں کی طرف، پھر زبان سے ہی فرماتے ہیں لِیْ صَمَمٌ، سن نہیں سکتا میں، میرے کان کام نہیں کرتے، میں بہرا ہوں۔

پھر دوسرا کلمہ کہتا ہے، اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه؟ اب وہ اذان دیتے ہیں اَشْهَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، پھر کیا تھا؟ ظالم نے بلبلا کر کہا کہ ان کے اعضاء کاٹنے شروع کرو!

لکھا ہے، روایات میں آتا ہے کہ جیسے ایک ایک عضو کٹتا تھا، ایک ایک انگلی کٹتی تھی اور اذان جاری ان کی، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه، کہتے ہیں جتنی دفعہ اعضاء کٹتے رہے، وہی کلمہ دہراتے رہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.

پھر آگے ان کی جو کرامت سرزد ہوئی ہے۔ دیکھئے، وہ ظالم جلدی مارنا نہیں چاہتے تھے، ایک ایک عضو کاٹتے چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب اوپر والا سارا دھڑ کٹ گیا اور نیچے والا آدھا باقی رہ گیا، ہاتھ کٹ گئے، صرف دھڑ باقی ہے، صرف جسد، تو فرماتے ہیں کہ وہ تو بولنے والی زبان چلی گئی، سب ختم ہوگیا، اب یہ دھڑ پورا جسم بول رہا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.

وہ خدا جو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ متکبرین، ظالموں کا حشر وہاں کیسے ہوگا؟ کہ وہ سر کے بل چلیں گے۔ صحابۂ کرام بھولے بھالے، پوچھا کہ یارسول اللہ! پیر کے بل تو انسان چل سکتا ہے تو سر کے بل، سر نیچے، پیر اوپر کیسے چلیں گے؟

فرمایا کہ جو اللہ پیروں سے چلاتا ہے وہ سر سے انہیں چلائے گا، وہ گیند کی طرح سے رول ہوتا ہوگا یا گیند اچھلتی ہے اس طرح اچھلے گا، ان ظالموں کو ذلیل کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ میدانِ محشر میں اس طرح ان کو چلائیں گے۔ اسی طرح وہی اللہ جو اس زبان کو گویائی دیتا ہے، تو اس نے، حبیب ابن زید رضی اللہ عنہ کا نیچے والا جسم اب بول رہا ہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.

ایک اِلَّا اللّٰہ سے نفی کا اثبات

اسی لئے میں سرمد کا قصہ سنایا کرتا ہوں کہ یہ مولوی کسی کے پڑ جائیں تو خدا کی پناہ۔ ہمارے مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ جملہ کہ خدا کی پناہ۔ اس طرح یہ سرمد کے پیچھے پڑ گئے کہ یہ صرف اتنا ہی کہتا ہے لَا اِلٰه، لَا اِلٰه، لَا اِلٰه، لَا اِلٰه، لَا اِلٰه، بیچارا نہ کسی کو

دعوت دیتا ہے، نہ کسی کو تسبیح بتا تا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ملحد ہے اس کو قتل کرو۔

اس سے پوچھا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہُ تو لَا اِلٰـہ، لَا اِلٰہ، لَا اِلٰہ، ان کو تو کھجلی اٹھتی تھی اپنے فتوے پر عمل کی، بادشاہ سے کہا کہ بھائی یہ تو ابھی بھی نہیں پڑھتا۔ مغل دور تھا، مغل کے زمانہ میں مغل دور میں یہ واقعہ ہوا ہے، تو ان کو آخری دفعہ کہا کہ آخری دفعہ ہم تجھے مہلت دیتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لے اور تو اس قتل کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ پھر بھی اس نے کہا لَا اِلٰـہ، لَا اِلٰـہ، لَا اِلٰہ.

اب حکم ہو گیا کہ قتل کر دو، کہتے ہیں کہ جیسے ہی تلوار ماری اور سر الگ ہو کر دور جا کر گرا، تو اس نے کہا اِلَّا اللّٰـہ، ساری عمر کی لَا اِلٰـہ، کی نفی ایک اِلَّا اللّٰـہ سے اثبات ہو گیا۔ ان تمام نفیوں کا اثبات ایک اِلَّا اللّٰہ کے ذریعہ ہو گیا۔

حضرت زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جسم اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، سر الگ ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح جاری ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان ہمیں بھی ایسا عطا فرمائے، ہمارے متزلزل ہر وقت کمزور ہل جانے والے ایمانوں کو مضبوطی عطا فرمائے۔ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائے ہوئے تھے۔

اکثم صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی نہیں پائی دور دراز علاقہ میں رہتے تھے، ان میں اکثم صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انہوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام، اس کی تفاصیل سنیں، تو اپنے یہاں سے آدمی بھیجے، کہ تم جا کر ذرا تحقیق کرو کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

جو لوگ یہاں تحقیق کے لئے آئے، تو انہوں نے واپس جا کر انہیں بتایا کہ ہم نے پوچھا کہ اکثم صیفی نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ کس چیز کا حکم دیتے ہیں، تو ان کے اس سوال پر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو آیت ہمارے یہاں خطبہ میں پڑھی جاتی ہے وہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، کہ کس چیز کا حکم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْکَرِ وَالْبُغْیِ. یہ کلمات جب جا کر انہوں نے دہرائے اور پہنچائے، تو اتنا سنتے ہی اکثم نے اپنے سارے قبیلہ سے کہا، ان کی عمر تھی کوئی دوسو برس، انہوں نے اپنے سارے قبیلہ کو اکٹھا کیا، کوئی دوسو سے زیادہ آدمی تھے، ان سے کہا کہ چلو! ہم سب جا کر مسلمان ہو جاتے ہیں، کیوں کہ یہ تو بڑی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔

اتنا یہ کلمات سنتے ہی چلے۔ ابھی مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت کی دوری پر ہیں کہ ان کے ساتھ جو وفد میں شامل تھے، اس میں ان کا ایک بڑا بیٹا بھی تھا، تو اس کو اپنے ابا کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ پہلے تو کوشش کی ہوگی ورغلانے کی، شک ڈالنے کی اور اپنے فیصلہ پر نظرِ ثانی کی، دیکھا کہ یہ دوسو سال کی عمر ہو چکی ہے اور کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اپنے فیصلہ پر اڑے ہوئے ہیں، تو جب مدینہ منورہ چار دن کی مسافت پر رہ گیا، تو اس نے عجیب حرکت کی۔

رات کے وقت سب سوئے ہوئے ہیں اور اس نے یہ کیا کہ سب سوئے ہوئے تھے، اس وقت اس نے ایک ایک کر کے تمام سواریوں کے پیٹ چیر ڈالے اور جتنے مشکیزے پانی سے بھرے ہوئے تھے، ان میں چھید کر کے سارا پانی بہا دیا۔

صبح کی روشنی ہوئی، اٹھتے ہیں، دیکھتے ہیں تو تمام سواریاں مری پڑی ہوئی ہیں، پینے کے لئے پانی کا قطرہ نہیں ہے، دوسو آدمیوں کا قافلہ۔ آپ اندازہ لگائیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے ہیں، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے جا کر انہیں پیغام پہنچایا ہے اور انہوں نے تحقیق کروائی اور تحقیق کے مطابق انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم جا کر اب مسلمان ہو جاتے ہیں اور راستہ میں اتنی بڑی قیامت۔

یہی ان کو حق سے ہٹانے کے لئے جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے، ان کے لئے تو بہت

بڑا واقعہ تھا، مگر اکثم صیفی نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ یہ جو کچھ بھی ہمارے ساتھ اس ظالم نے کیا ہے، مگر میرا فیصلہ اب بھی یہی ہے کہ ہم سفر کرتے ہیں، سفر کرتے رہو، ہم خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جا کر مسلمان ہوتے ہیں۔

لکھا ہے کہ راستہ میں سواری نہ ہونے کی وجہ سے، مشقت والا سفر ہونے کی وجہ سے، پانی نہ ہونے کی وجہ سے، ان مصائب کی وجہ سے کتنے لوگ اللہ کو پیارے ہوگئے، ان میں سے یہ اکثم صیفی بھی ہیں۔ جس طرح حضرت حبیب ابن زید ابن عاصم رضی اللہ عنہ نے وہاں اذان دی تھی **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه،** تو وہ اپنا ان کا جب آخری وقت ہوا، اکثم صیفی کا، تو وہ سب کو اکٹھا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا اب یہ آخری سانس میں محسوس کر رہا ہوں، اور میری وصیت ہے کہ تم جب جاؤ تو میرا پیغام پہنچا دینا کہ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه.**

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ پیغام پہنچایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور جو ان کے ساتھی فوت ہو چکے ان سب کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یہ جیسا میں نے شروع میں عرض کیا کہ یہ حضرات تو ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ انہوں نے اسلام کی تفاصیل کسی طرح کی کچھ سنی نہیں تھیں، صرف مجرد بہت مجمل پیغام ان تک پہنچا تھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طرح انہیں کوئی زیارت ہوئی تھی، مگر اللہ تبارک وتعالی نے ان کو شیطانی وساوس سے دور رکھ کر ان کا سفر جاری رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ پہنچے اور وہ اسلام لے آئے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں، یہ جو ہمیں بھی اذان سے دولت ملی، یہ جو مسلمان گھر میں پیدا ہوئے، ہمارے کان میں اذان دی گئی، تو اللہ تبارک وتعالی اس دولت کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے وابستگی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور یہ جس طرح صحابۂ کرام، حبیب ابن زید ابن عاصم رضی اللہ عنہ ہر ظلم برداشت کر گئے، ایک ایک

عضو کٹتا رہا اور یہی تسبیح، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، کیوں؟ کہ انہوں نے دیکھا تھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو، تو ان کے لئے ہر مصیبت آسان ہوگئی۔

مبارک الیمامہ

اسی لئے ایک صحابی تھے حضرت معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا، وہاں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کہاں ہے، تو مجھے بتایا گیا کہ فلاں گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں اس گھر میں پہنچا تو کہتے ہیں جیسے ہی میں دروازے پر پہنچا کہ اوہو! دور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، اتنے سارے مجمع میں، میں دیکھتا ہوں کہ چاند چمک رہا ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں خدمتِ عالی میں، اسی مکان میں میں موجود تھا، اتنے میں ایک بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس طرح بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحنیک کے لئے، لعابِ مبارک کے لئے لایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کے لئے لایا جاتا، تو ایک بچہ کو لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ سے پوچھتے ہیں کہ ھَلْ تَعْرِفُنِی؟ اب نوزائدہ چند دن کا بچہ، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں ھَلْ تَعْرِفُنِی؟ وہ بچہ کہتا ہے، جواب دیتا ہے نَعَم اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس بچہ کا نام پڑ گیا مبارک الیمامہ، کہ الیمامہ سے وہ بچہ لایا گیا تھا، اس کے والدین وہاں سے لے کر آئے تھے، وہاں کے تھے، الیمامہ کے، تو ساری عمر کے لئے، بڑا بابرکت بچہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس بچہ کی زبان سے جاری ہوا، جو حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو مہد میں اور گہوارہ میں کلمہ حق کی گویائی عطا

فرمائی گئی تھی۔تو یہ چیزیں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دیکھتے تھے اور ان کا ایمان قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا تھا۔

حضرت قُد دسلمی رضی اللہ عنہ

یہ تو انہوں نے حجۃ الوداع کا قصہ لکھا ہے، حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، فتحِ مکہ کا سنئے، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اطراف سے جماعت در جماعت قبائل آتے اور اسلام لاتے ،مگر مکہ والوں نے اور سارے اطراف سے آئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام رفقاء نے بھی اور اطراف سے جتنے لوگ وہاں جمع تھے، سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا وفد آیا۔

نو سو حضرات کا ایک وفد آیا، تو کچھ لوگ تو آپس میں اس طرح کی باتیں شک شبہ کی کرنے لگے کہ یہ نو سو آدمی اکٹھے یہاں پہنچ گئے، شاید اس لئے پہنچے ہوں گے کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمانے کے بعد غزوۂ حنین کا مال وہاں جعرانہ میں تقسیم فرمایا ہے کہ بڑے بڑے سرداروں کو سو سو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عنایت فرمارہے ہیں، کئی ہزار جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے، غلام باندیاں تقسیم فرمائیں، تو یہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ شاید یہ قصے دور دور تک پہنچے ہوں گے، یہ سن کر کہ وہاں ہم جائیں گے تو مال بہت ملے گا، تو شاید مالِ غنیمت کی لالچ میں یہ لوگ یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔

مختلف باتیں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور وہ جو نو سو آدمی تھے، ان کو ملاحظہ فرمارہے ہیں، بغور دیکھ رہے ہیں، ایک ایک کے چہرہ کو تاڑ کر دور دور تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیارے کلمات ارشاد فرمائے، فرمایا کہ میں مَا اَرٰی صَادِقَ الْاِیْمَانِ، طَلِیْقَ اللِّسَانِ حَسَنَ الْوَجْهِ وَ الْجِنَان، کہ میں ایک لڑکے کو، نوجوان بچہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں سارے مجمع میں، اس کی مجھے تلاش ہے، جس کا ایمان بڑا پکا اور سچا،

صادق الایمان، دو جہان کے سردار اس کے ایمان کی تصدیق فرمارہے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ بہت بولنے والا، بڑی پیاری اس کی زبان اور اس کی باتیں بڑی پیاری اور فرمایا کہ وہ بڑا خوبصورت بچہ۔ جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ تُرِید قُدَد؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے قدد سُلَّمِیْ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، وہ میرے پاس کچھ عرصہ پہلے میری خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا، وہ ایک نوجوان بچہ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے میں ہمیشہ جو ہمارے نوجوان فارغ ہوتے ہیں، ان سے میں کہا کرتا ہوں کہ ماشاء اللہ آپ تو سب بیس سال سے اوپر کے ہوں گے، دورہ کی کتابیں پڑھ کر اب فارغ ہو رہے ہو، اور آپ کی یہ عمر۔ آپ سے کم عمر میں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، تیرہ سال کی عمر میں جس طرح میں بیٹھا ہوں اس طرح بیٹھ کر ارشاد فرماتے ہیں مکہ میں، کہ جو مسئلہ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو، چیلنج، تیرہ سال کی عمر۔ اسی پر ان کو ان کے اساتذہ نے سولہ سال کی عمر میں تو باقاعدہ اصرار سے بٹھا دیا فتوی دینے کے لئے کہ آپ فتوی دیں۔ تو کتنی محنت کی ہوگی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے، رات کو پڑھ کر سو گئے وظیفہ اور صبح سارا دل میں اتر گیا، ایسا تو نہیں، محنت کی ہوگی انہوں نے بھی۔

اسی طرح یہ نوجوان بالکل وہ ایک لڑکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، خود فرمارہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کچھ عرصہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا قُدد اور اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں یہاں سے جاؤں گا اور میرے قبیلہ کے ایک ہزار افراد کو لے کر اس سال آؤں گا، ایک ہزار افراد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تعداد پوچھی ان لوگوں سے کہ اس نے تو مجھ سے ایک ہزار کہا تھا اور آپ لوگ کتنے ہو؟ بتایا کہ ہم نو سو ہیں مگر اس نے پیچھے اپنے ہمارے علاقہ میں کام کرنے کے لئے سو کو چھوڑا ہے اور ان پر فلاں کو امیر بنایا ہے، اور ہم جو آئے ہیں نو سو، ان میں تین سو پر

ان کو امیر بنایا، تین سو پر یہ کسی دوسرے کو بنایا اور تین سو پر کسی تیسرے کو بنایا، کتنا منظّم کام اس عمر میں، چھوٹی عمر میں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہتے ہیں اس طرح کا کام وہ انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی کرے کہ ہم بھی کوئی ایسا ایک کام کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخ رو ہوسکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہم کرسکیں، اس کے لئے کوئی ایک عمل بھی ہمارے پاس تو ایسا ہے نہیں، سارا اعمال نامہ ہمارا سیئات سے، گناہوں سے پُر۔

ہم گنہگاروں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت آسان ایک نسخہ بتا دیا، بہت آسان، آسان نسخہ تو کر سکتے ہو نہیں؟ بہت آسان۔ حدیثِ پاک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اپنے بستر سے اٹھے تو بستر سے اٹھنے کے ساتھ کہے **رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا،** کہے **رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا.**

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب صبح آنکھ کھلے، تو آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی یہ کلمہ زبان پر کہ اللہ کو یاد کرو اور مجھے یاد کرو۔ ہم کبھی یاد کرتے ہیں؟ دن کے دن گزر جاتے درود شریف زبان پر ہوتا ہے اور جو ٹیپ ہماری وساوس کی ہے وہ اسی طرح چالو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی درود شریف میں آتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کا کوئی تصور نہیں تو **رَضِیْتُ** کے معنی کہ اے خدا! ساری دنیا سے میں ناراض، ساری دنیا کو میں لات مارتا ہوں، بس میری choice تو تو ہے اور تیرا رسول، **رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَّبِیًّا.** آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو صبح اٹھتے ہی یہ کلمات کہے گا، تو کل قیامت میں میں اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا جنت میں داخل کروں گا، کتنا آسان کام اور کتنا بڑا انعام، اندازہ لگائیں۔

یہ ہم جو بار بار کہتے ہیں مراقبہ کے لئے، تو جو اس کا عادی ہو جائے گا اور اس کے معنی اور مطلب کو سوچ کر پڑھے گا کہ اے خدا! میری choice تو صرف تو، یہ بیوی اولاد، دوست، شوہر

بھائی، بہن مال، منال، جائداد، میری choice تو صرف ان سب کو چھوڑ کر تیری ذات اور تیرا رسول ۔ دیکھئے کر کے دیکھیں، اور اس کا مراقبہ شروع کریں، پھر دیکھئے کہ اللہ عز وجل کیسے نوازتے ہیں، کیسے نوازتے ہیں جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کو نوازا گیا۔

عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے محدث ہیں عبدالعزیز ابن الماجشون، عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی، انتقال ہوگیا، ان کو نہلانے لگے، نہلاتے ہوئے جس طرح ڈاکٹر یہاں سے پلس (pulse) دیکھتے ہیں آپ کے، مختلف جگہوں پر یہ رگ ہے جو پھڑکتی ہے، یہاں کان کے پاس بھی، کوئی پچاسوں جگہ ہیں، یہ آپ کی ٹخنے کی ہڈی ہے، اس کے نیچے وہاں بھی زور سے پھڑکتی ہے، تو نہلانے والے نے محسوس کیا کہ ارے، اس میں تو حرکت ہے۔ انہوں نے پھر اس کے بعد رگ کو اور ٹٹولا تو سب نے فیصلہ کیا کہ یہ تو ابھی زندہ ہیں، صرف سانس نہیں ہے اور یہ حرکت جاری ہے تو ان کو واپس لے آئے۔

کئی دفعہ کوشش کی، ایک دن گزرا، دو دن گزرے، تین دن گزرے، لوگوں نے پھر تو فیصلہ کر لیا کہ اب انتظار کرتے ہیں جب تک یہ حرکت بند نہ ہو، وہاں تک ہم ان کو میت کا غسل نہیں دیں گے۔ تین دن ہوئے اور آنکھ کھلی اور خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے مجھے ستو ڈال کر پانی پلاؤ۔ ستو والا پانی دیا گیا، وہ پیا۔ لوگوں نے اپنی کہانی سنائی کہ آپ کو تو ہم نے مردہ سمجھ لیا تھا، ہم نے آپ کو لٹایا، اس طرح دیکھا، تو پھر انہوں نے اپنی کہانی سنائی۔

فرمایا کہ سچ مچ میرا انتقال ہوگیا تھا، میرا سچ مچ انتقال ہوگیا تھا، ملک الموت مجھے لے گئے، میری روح نکالی میرے جسم سے اور لے گئے، پہلے آسمان کے دروازہ پر پہنچی، وہ ٹھوکا گیا، بجایا گیا، وہ کھلا، دوسرا، تیسرا، ساتویں آسمان کے دروازہ پر جب میری روح لے کر ملک الموت پہنچے ہیں، تو پوچھا گیا کہ کون؟ کس کو لائے؟

جب میرا نام لیا گیا تو وہاں ساتویں آسمان والوں نے کہا کہ نہیں، ابھی ان کا تو وقت نہیں آیا، ان کی عمر کے تو اتنے سال باقی ہیں، اتنے مہینے اور اتنے دن باقی ہیں، ان کو واپس لے جاؤ۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو میں سنانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے واپس وہ فرشتہ چھٹے آسمان، پانچواں، چوتھا، تیسرا، دوسرا، پہلا، پھر فضا، زمین اور آسمان کے مابین کی فضا میں جب پہنچے تو میں نے وہاں ایک مجلس دیکھی۔

میں وہاں سے دیکھ رہا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں صدیقِ اکبر، بائیں حضرت عمر فاروق اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے بالکل متصل ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے دو کو تو پہچانا، تیسرے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے بالکل متصل لگے بیٹھے تھے، میں نے ان کے متعلق خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ یارسول اللہ! یہ اتنے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھے ہیں یہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمر ابن عبد العزیز ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے دائیں ذرا سے فاصلہ پر ابوبکر ہیں، بائیں عمر ذرا سے فاصلہ پر تشریف رکھتے ہیں، مگر یہ بالکل close آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر ابن عبد العزیز، اتنا قرب ان کو کیوں ملا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے، ابوبکر اور عمر نے جو عدل وانصاف کیا اور اپنا نظام چلایا، وہ صحابہ اور نیک لوگوں میں چلایا اور ان میں وہ کر سکتے تھے، اس کا ان میں تحمل تھا اور، اِنہوں نے، ایسے وقت میں عمر ابن عبد العزیز نے نظامِ عدل قائم کیا جب ظلم عام ہو گیا تھا، اس

لئے یہ میرے اور زیادہ نزدیک۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو، حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو بالکل قریب رکھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قرب عطا فرمائے۔

اب حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی کیا قربانی ہوگی؟ کس طرح انہوں نے یہ نظام چلایا کہ جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش کہ اتنا قرب ان کو عطا فرما رہے ہیں، ساری زندگی تو بیان نہیں کی جاسکتی میں ان کی آخری اس دنیا سے رخصت کا حال آپ کو بتا دوں۔

صرف چالیس برس کی عمر پائی، ابھی بالکل جوان تھے، نہایت خوبصورت، اور زبردست ایک نظام چل رہا تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور کی یاد منا رہے تھے کہ یہ تو اس جیسا دور ہمیں مل گیا۔ یہ جتنی ابھی حدیثِ پاک، بخاری شریف کی حدیث جو پڑھی گئی، یہ سارا ذخیرہ جو مرتب کیا گیا، یہ ان کے حکم سے، انہوں نے اپنے امراء کو اور گورنروں کو لکھا تھا کہ احادیث کے تحفظ کا خیال کرو اور اس کو جمع کرو، بہت سے کارنامے ان کے۔ چالیس سال کی عمر میں صرف ڈھائی برس کا ان کو حکومت کا موقع ملا اور اس میں ان کے اتنے سارے کارنامے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے خلاف سازشیں تیار کی گئیں اور وہ لوگ کامیاب ہوگئے۔ کیسے کامیاب ہوگئے؟ کہ آپ کا بالکل آخری وقت محسوس ہو رہا تھا، کہ اب جا رہے ہیں اس دنیا سے، طبیب کو لایا گیا۔ اس نے جیسے ہی آپ کو دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ اوہو! هَـذَا مَسْمُوْم، ان کو تو زہر دیا گیا ہے!

جب حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سر ہلایا اثبات میں، تو طبیب پوچھتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم کہ آپ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ جیسے ہی میں نے حلق سے نیچے اتارا تھا، اسی وقت سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ یہ زہر مجھے پلایا گیا۔ طبیب نے کہا کہ جلدی سے اس کے علاج کی ضرورت ہے، تو کان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر مجھے پتہ چلے کہ یہ میری کان کی لو کے پاس یہاں دوا ہے اور صرف مجھے یہاں سرکانی ہے دو انگل کا فاصلہ، فرماتے ہیں کہ میں

اس دوا کو بھی استعمال نہیں کروں گا۔

بلکہ انہوں نے دعا شروع کر دی اے خدا! اب تو مجھے تیرا اور تیرے رسول کا قرب چاہئے، بس میں بیزار ہوں اب اس جہان سے۔ لوگوں نے کہا، اصرار کیا، تیار نہیں ہوئے، تو پھر لوگوں نے پوچھا کہ اچھا مَنْ تُوْصِیْ بِاَھْلِکَ؟ کہ آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں گیارہ چھوٹے چھوٹے، چھوٹی چھوٹی اولادتھیں۔ جو سب سے بڑا تھا نوجوان، اس کی ایک عمر بیان کی گئی باقی سب چھوٹے چھوٹے۔ فرمایا کہ ان کے لئے کوئی وصی، کوئی ولی مقرر فرما دیں، یہ سوال سنتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذَکِّرُوْنِیْ اِنْ نَسِیْتُ فرمایا کہ آپ لوگوں کا اس وقت میں کام میرے ساتھ تذکیر، یاد دلاتے رہو، **لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ،** تلقین اور تذکیر آپ کا کام ہے اگر میں بھول جاؤں، آپ تو خود مجھے سوال کر کے مشغول کر رہے ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر انہوں نے سوال دہرایا، مَنْ تُوْصِیْ بِاَھْلِکَ؟ تو آپ نے آیت تلاوت فرمائی اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ وہ خدا جو نیک لوگوں کا ولی ہے وہ میرے بچوں کا ولی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ وہ جس نے مجھے زہر دیا تھا مجھے تو معلوم ہے اس فلاں غلام کو لاؤ۔ اس کو لایا گیا، پوچھا اس سے کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیوں زہر دیا؟ کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار دئے گئے تھے اور مجھے یہ لالچ دیا گیا تھا کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے گا، تو یہ غلامی سے نجات اور ایک ہزار دینار کی لالچ میں میں نے یہ حرکت کی۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ ذرا لے کر آؤ۔ تو تصدیق ہو جائے کہ واقعی سچی بات کہہ رہا ہے، ایک ہزار دینار لے کر آیا تو آپ نے وہ ہزار دینار لے کر بیت المال میں داخل کئے اور فرمایا کہ تو جلدی سے بھاگ جا یہاں سے! اپنے قاتل کو فرما رہے ہیں جلدی سے بھاگ جا، جہاں تو جا سکے بھاگ کر، جلدی سے بھاگ کر نکل جا! اور فرمایا کہ اچھا بھائی میں اپنے لئے دیرِ سمعان میں فلاں جگہ میں اپنی تدفین چاہتا ہوں اور جگہ متعین فرمائی۔

یہ دیرِ سمعان حِمص کے قریب، جہاں سنیوں کو پچاس سال سے ذبح کیا جارہا ہے حِمص، حما، حلب یہ سب سنیوں کے گڑھ ہیں۔ یہ اور ہزاروں مساجد سمیت ایک پورا علاقہ 70's میں ایک ہفتہ سے کم مدت میں، چار پانچ دن میں، اوپر سے بم پھینکے جاتے تھے، ٹینکیں چلتی تھیں اور ان کے پیچھے بلڈوزر چلتے تھے اور بتایا گیا کہ دوسو سے زائد مساجد کا علاقہ کتنا بڑا ہوتا ہوگا؟ یہ اسی زمانہ میں سیونٹیز میں ہمیں بتایا گیا کہ اس وقت کا یہ جو مدینہ منورہ تم دیکھ رہے ہو، اتنی بڑی آبادی کو چار پانچ دن میں ہموار میدان بنادیا گیا تھا۔

وہاں پر سنیوں کو اُس وقت سے لے کر آج تک ان پر جو ظلم کیا جارہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن شہداء کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا فرمائے اور اِس وقت جو وہاں کے باشندے ہیں حق تعالیٰ شانہ انہیں مظلومیت سے نجات عطا فرمائے، ان کی مدد اور نصرت فرمائے، اس ظلم سے انہیں نجات دے۔

وہاں حِمص کے قریب دیرِ سمعان میں جو جگہ آپ نے متعین فرمائی، تو پتہ چلا کہ وہ جگہ کسی ذمی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر اس سے خریدلو۔ وہ ذمی آکر عرض کرتا ہے کہ آپ تو ہمارے اتنے بڑے سلطانِ عادل، اتنے پیارے بادشاہ، یہ میری طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے یہ جگہ، مجھے تو بڑی خوشی ہوگی کہ آپ کی قبر میری زمین پر بنے گی۔ فرمایا کہ نہیں، اور اس کی قیمت ادا فرمائی۔ اس زمانہ کے دو دینار اتنی قبر کی جگہ کی قیمت بتائی گئی اور وہ دینار آپ نے اپنے پاس سے ادا فرمائے اور وہاں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی تدفین

آپ کی تدفین میں لکھا ہے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خود بھی آپ کے جنازہ میں شریک تھا اور آپ کی تدفین کے بعد جب میں اپنے وطن واپس جارہا تھا، تو راستہ میں جب ہم لوگ سفر کرتے ہوئے قِنَّسرین پہنچے ہیں تو ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک،

اس کو جب پتہ چلا کہ ہم حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کر کے واپس آرہے ہیں، تو یہ سن کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اللہ کے بندے تو تو مسلمان نہیں ہے، تجھے اتنا غم اور افسوس اس اللہ کے بندے کے انتقال کا؟ یہ کیسے؟ اس نے کہا کہ تمہیں کیا بتاؤں؟ وہ تو روئے زمین کے لئے برکت ہی برکت تھا اور وہ ایک نور تھا جس سے پوری دنیا میں روشنی پھیل رہی تھی۔

جیسے عبدالعزیز ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرب عطا فرمایا، ان کو اپنا پسندیدہ بنایا حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو، تو اس درجہ کے وہ پسندیدہ بنے کہ لکھا ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا ایک بیٹا فوت ہو گیا تھا، جب سے وہ فوت ہو گیا تھا، اس کا میرے ساتھ معمول تھا۔ معمول کیا تھا کہ ہر جمعہ کی شب میں وہ میرے پاس، میرے خواب میں آتا اور وہاں کے، آخرت کے تمام احوال وہ مجھے سنایا کرتا تھا، میں پورا ہفتہ انتظار میں رہتا کہ کب وہ آئے۔

اس طرح کے کچھ واقعات حالات آپ بھی جاننا چاہیں، سونے سے پہلے، سو کر اٹھیں اس وقت تو پڑھیں گے رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا نَبِيًّا، مگر اس طرح کے حالات کے لئے مسنون دعائیں، مسنون سورتیں پڑھنے کے بعد آپ سورۃ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى، یہ دو سورتیں پڑھ کر سو جائیں، روز معمول بنا لیں۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا استقبال

یہ بزرگ فرماتے کہ میرے اس بیٹے کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کی شب میں آتا اور مجھے واقعات سناتا۔ میں ایک جمعہ کی شب میں سو کر اٹھا، تو بڑا افسوس ہوا کہ میرا بیٹا آج خواب میں مجھ سے

ملنے کے لئے نہیں آیا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا، پورا ہفتہ بڑی بے چینی میں گزرا۔ جب اگلے ہفتہ کا پھر جمعہ آیا تو جمعہ کی شب میں میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ سب سے پہلے میں نے شکوئی کیا کہ بیٹے! تم گزشتہ جمعہ کو میرے پاس نہیں آئے۔ وہ کہنے لگا ابا! گزشتہ جمعہ کو میں اس لئے نہیں آیا کہ ہمیں حق تعالی شانہ کی طرف سے حکم تھا، تمام شہداء کو حکم تھا، روئے زمین پر اس زمانہ تک جتنے، جگہ جگہ جتنے شہداء دفن ہیں، ان تمام کو حکم تھا حق تعالی شانہ کی طرف سے کہ سب اکٹھے ہو کر حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا استقبال کریں۔

فرماتے ہیں کہ میں ان کے استقبال میں گزشتہ جمعہ کو گیا ہوا تھا، اور یہ شہداء میں بھی سب سے آگے آگے جنہوں نے استقبال کیا ہوگا، وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور دوسرے شہداء بھی ہوں گے، مگر سب سے پہلے ملنے والوں میں ان حضرات کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین حسن ابن علی رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن ہوں گے۔

کیوں؟ کہ جیسے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سکرات کے وقت، آخری وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب فرماتے ہیں کہ عائشہ! اس وقت میں میری رگِ جان کو کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں، اس زہر کی وجہ سے جو خیبر کی یہودیہ زینب نے مجھے گوشت میں دیا تھا۔ وہ جو گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا تھا اور وہ poison سرایت کرتے کرتے اس کا جو پھوڑا بنا ہوگا، تکلیف بڑھتے بڑھتے اخیری وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرات میں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسموم شہید بھی، جن کو زہر دے کر شہید کیا گیا، یہ شہادت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے اپنے دوست حارث ابن کلدہ حکیم کے

ساتھ، حکیم العرب، پورے عرب کے سب سے بڑے حکیم۔ کھاتے ہوئے اچانک ایک دم حکیم نے، آپ کے دوست نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑلیا اور فرمایا کہ پھینک دو، مت کھاؤ، اُگل دو جو منہ میں ہے۔

انہوں نے اُگل دیا، پوچھا کہ کیا بات؟ فرمایا کہ پہلے بتاؤ کہ تم نے کچھ جو منہ میں لیا تھا اندر نگلا بھی ہے؟ کہا ہاں تھوڑا سا گیا۔ فرمایا کہ میں نے بھی منہ میں رکھا تھا اور میں نے بھی تھوڑا سا نگلا ہے، دیکھو آج کا دن یاد رکھو۔ آج کا دن، آج کی تاریخ یاد رکھو، آئندہ سال ہم نہیں پائیں گے، ایک سال کی عمر میری اور تمہاری رہ گئی ہے، آئندہ سال یہ دن آئے گا کہ آپ اور میں ہم دونوں فوت ہو چکے ہوں گے اس زہر کی وجہ سے۔ لکھا ہے کہ ایک دن پہلے وہ طبیب العرب کا انتقال ہوا اور اگلے دن حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ اور شہداء نے بھی استقبال کیا ہوگا سب نے، مگر یہ جو زہر کی وجہ سے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی ہوئی، تو وہ شہدائے سم اور آگے ہوں گے، سب سے آگے۔

حق تعالیٰ شانہ یہ سعادت ہمارے لئے بھی مقدر فرمائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہوں۔ یہ تو ذرا دور کی تمنا ہو جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کے لئے تشریف لائیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کہاں یہ تصور اور کہاں، کچھ تصورات وہ دماغی خرابی کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔

اسی لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اپنی طلب بیان کرتا کہ حضرت! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بڑی تمنا ہے، بہت کچھ پڑھا بھی، کوشش بھی کی، دعا بھی کی، مگر کام نہیں بنتا، حضرت فرماتے کہ بھائی ہمیں تو اس طلب کی بھی ہمت نہیں ہوئی، کس منہ سے ہم یہ طلب کریں؟ کس منہ سے یہ تمنا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے قدم رنجہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔

یہ ادب سید الطائفہ رضی اللہ عنہ نے کہاں سے سیکھا، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے

کہاں سے سیکھا؟ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی قبر

جب حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے، قبر کے لئے جگہ متعین فرمائی اور قبر کی تجویز ہوگئی کہ یہاں آپ کے لئے قبر بنائی جائے گی، تو سب مصر ہو گئے اور سب نے اصرار کیا کہ حضرت ایسا کیوں نہ کریں ہم۔ پوچھا کیا؟ کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ہم، فلاں جگہ۔ کسی نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ہم آپ کو لے چلتے ہیں تیز تیز، وہ تو بادشاہ تھے اور بادشاہ بھی کس پایہ کے ، کہ سب سے بڑا پرشین ایمپائر کی تو خاک اڑ رہی تھی، نام ونشان ختم کر دیا تھا۔ یہ رومن ایمپائر ضرور تھا حضرت محمد بن معبد فرماتے ہیں کہ کسی کام سے میں قیصر کے پاس پہنچا، رومن ایمپائر کے بادشاہ کے پاس اور اس کے پاس گیا، تو جس طرح بادشاہ کو ہونا چاہیئے، توانا، تندرست، نشیط، میں نے دیکھا کہ اس کا حال کچھ دگرگوں خراب ہے۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے، میں آپ کو کچھ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ پر کسی چیز کا اثر ہے۔ فرمانے لگے کہ ہاں، وہ ایک رجلِ صالح جس کا انتقال ہوگیا اس کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کون رجلِ صالح؟ کہتے ہیں کہ اپنے ذہن میں سوچا کہ ہوگا کوئی جس کے یہ معتقد ہوں گے، مسیحی دین کے سربراہوں میں سے کوئی بڑا آدمی ہوگا، نیک آدمی ہوگا۔ کہنے لگے کہ نہیں، یہ عمر ابن عبد العزیز، یہ میرے نزدیک سب سے بڑے، یہ روئے زمین کے اس وقت یہ انسان تھے ہر اعتبار سے۔

کیوں؟ کیوں تھے؟ اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ساری چیزیں، جاہ وجلال، حشمت، دولت، حکومت سب کچھ تھا اور اس کو لات مار کر فقر اختیار کیا اور فقر اپنے لئے تجویز کیا، ان کی زندگی پڑھنے کے قابل کیسے ان کی زندگی، انہوں نے زندگی گزاری۔ اپنے گیارہ بچوں کے لئے صرف جو انہوں نے چھوڑا تھا، بائیس دینار چھوڑے تھے انہوں نے کل، پورے خاندان

کے لئے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب یہ مشورہ دیا گیا کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ آپ کو تیز تیز لے چلتے ہیں اور ہم آپ کو مدینہ شریف پہنچاتے ہیں اور اگر بیچ راستہ میں انتقال ہو گیا تب بھی وہاں مدینہ شریف آپ کو لے جائیں گے اور وہاں لے جا کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں، تو وہاں تین قبریں بنی ہوئی ہیں اور چوتھی ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔

یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم جب وہاں ہوتے تھے، تو گزشتہ ہفتہ ہی میں نے کسی ساتھی کے پوچھنے پر بتایا کہ ہم جب حضرت کے ساتھ طواف کرتے تھے، تو حضرت کا معمول تھا دس بارہ روز طواف فرماتے تھے عشاء کے بعد wheelchair میں، wheelchair حضرت کی حجرِ اسود کے پاس پہنچ کر ہم روکتے تھے، حضرت کو دو طرف سے خادم اٹھاتے تھے اور پھر حضرت حجرِ اسود پر روتے ہوئے جھک کر بوسہ دیتے، حجرِ اسود کو چومتے اور پھر wheelchair میں حضرت کو ہم بٹھاتے تھے۔ ہر چکر میں کوئی چکر ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جس میں تقبیل حجرِ اسود کی نہیں ہو سکے، ہمیشہ۔ صرف حج کے ایام مستثنیٰ ہوں گے ورنہ کیا رمضان المبارک کے ایام کے طواف ہمیشہ، ہر چکر میں بہت آسانی سے آپ حجرِ اسود کو بوسہ دے سکتے تھے۔ اس وقت سلام پڑھتے ہوئے بھی یہی حال ہوتا تھا کہ ہم جہاں چاہیں جتنی دیر کھڑے رہیں، آپ کسی بھی جگہ کھڑے رہیں، آپ کو کوئی روک ٹوک کرنے والا، یہ سلفیوں کا اتنا زور نہیں تھا، ان کی اس وقت اتنی نہیں چلتی تھی، وہ ستاتے نہیں تھے اتنے لوگوں کو تو وہاں سلام پڑھتے۔

اسی لئے میں نے کہیں سنایا بھی تھا، کہ اس زمانہ میں البانی نے جب دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں، کھڑے ہیں ستون کی طرح سے، رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، تو وہاں آ کر اس نے بکواس شروع کی، لیکچر دینا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو بدعت ہے، سلام تو ہے، مگر آؤ سیدھے سلام کر کے چلے جاؤ، ٹھہرنے کی کیا ضرورت؟ اور یہ گھنٹوں ٹھہرتے ہیں، یہ تو بدعت ہے۔

حرم کے بابِ جبرئیل کی طرف کا جتنا علاقہ ہے، یہ سارا بخاریوں کا علاقہ تھا، تمام بخاری، بڑے بڑے تاجر، ان کی سونے کی دکانیں اکثر، کپڑے کی دکانیں ان کی ہوتی تھیں، یہ سارا علاقہ ان کا تھا۔ یہ بات فوراً پھیل گئی کہ یہ آدمی بکواس کرر ہا ہے وہاں، تو انہوں نے فوراً اسی وقت سب نے الگ الگ طور پر، اپنے طور پر ٹیلیگرام حکومت کو کیئے کہ اس شخص کو نکالو۔ چنانچہ البانی کو وہاں سے فوراً پولیس نے راتوں رات گرفتار کر کے اس کو سفر کرا دیا تھا۔ کوئی تیس چالیس برس تک واپس نہیں آسکا وہ، اخیر عمر میں جب سلفیوں کا زور شروع ہوا تب اس کو وہ لا سکے ہیں۔

خیر، وہاں ہم قریب پہنچ کر کے جب سلام پڑھتے تھے، تو ہم نے پچاسوں دفعہ ہمیشہ دیکھا کہ دائیں طرف کو دیوار کے کونہ پر جو غلاف ہوتا تھا، با قاعدہ جس طرح کعبہ شریف پر غلاف کالے رنگ کا ہے، تو وہاں دوسرے رنگ کا یہ غلاف تھا اور اس میں وہاں لکھا ہوا تھا کونہ پر هٰـذَا مَوْضِعُ قَبَـر سَيِّـدِنَا عِيسٰى عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَام، کہ یہ چوتھی قبر کی جگہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ہے۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ یہ جو چوتھی جگہ خالی ہے تو ہم آپ کو وہاں پہنچاتے ہیں اور وہاں آپ کو دفن کرتے ہیں۔ یہ جملہ آپ کو سنانا مقصود تھا کہ ہم تو بہت آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ بہت کچھ ہم نے پڑھا، بہت دعا کی، کوشش کی، زیارت نہیں ہوتی، اور حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ پتہ نہیں کیسے تمنا اور طلب کی جا سکتی ہے، ہماری تو کبھی ہمت نہیں ہوئی کہ ہم یہ طلب کریں آرزو کریں، اپنے آپ اس کا اہل سمجھیں کہ ہم آپ کی زیارت کر سکتے ہیں، تو یہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سیکھا۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی سوائے دوزخ کی آگ کے، دوزخ کی آگ۔ خود فرماتے ہیں، اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ مجھ میں اس عذاب کے تحمل کی طاقت نہیں ہے، اس کے سوا اللہ مجھے جو بھی عذاب دے اس کے نتیجہ میں کہ میرے دل میں اس چیز کی، اس چیز کا خیال پیدا ہو کہ میں اس جگہ کا اہل ہوں، کہ جب میرے دل

میں یہ خیال آئے کہ میں اس جگہ دفن بھی ہوسکتا ہوں، تو اللہ عزوجل اپنے تمام عذاب مجھ پر چھوڑ دے سوائے آگ کے عذاب کے۔

اللہ تبارک وتعالی حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ادب ہمیں بھی عطا فرمائے، درود شریف پڑھ لیں، دعا کر لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی کہنے والے سننے والے سب کو قبول فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ عالی کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے تمام اعضاء و جوارح کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے دل و دماغ، دماغ اور دل کے تصورات کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے آنکھوں کے گناہوں کو معاف فرما، شرمگاہ کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے پیٹ اور شہوت کے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے ہاتھ اور پیر کے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہ بخش دے، یا اللہ! امت کو، امت کے تمام گناہ بخش دے، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یا اللہ! امت جس نرغہ میں گری ہوئی ہے اس سے نجات عطا فرما، یا اللہ! ان ظالموں کے مقدر میں اگر ہدایت ہو تو انہیں ہدایت نصیب فرما، اگر ہدایت مقدر نہیں ہے تو اللہ! تو اپنے تمام عذاب ان پر چھوڑ دے، یا اللہ! دنیا اور آخرت میں ان کو ذلیل اور خوار فرما، یا اللہ! امتِ مسلمہ نہایت مظلومیت کی حالت میں ہے، نہایت مغلوب الحال ہیں یا اللہ! اس مغلوبیت سے، مظلومیت سے نجات عطا فرما، یا اللہ! جو بھوکے ہیں انہیں کھانا دے، جو پیاسے ہیں انہیں پانی دے، یا اللہ! جو ننگے ہیں انہیں لباس عطا فرما، بے گھر ہیں انہیں گھر عطا فرما، جو وطن سے بے وطن ہیں انہیں وطن میں واپس آباد فرما۔ پہلے سے بہتر عافیت والی زندگی ان کو عطا فرما، یا اللہ! ہمارے ظاہری باطنی تمام امراض سے ہمیں شفاء نصیب فرما، یا اللہ!

ہمارے اکابرین جو جا چکے ہیں ہماری طرف سے انہیں بے حد جزائے خیر عطا فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں، ایسی زندگی ہمیں گزارنے کی توفیق عطا فرما، جب ہم اس جہان سے رخصت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں اور تو ہم سے راضی ہو۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

٨

سلام على قبر النبى محمد



سلام علی قبر النبی محمّد نبی الهدي والمصطفیٰ والمؤید

نبی هدانا الله بعد ضلالة به، لم نکن لولاهداه لنهتدی

فکان رسول الله مفتاح رحمة من الله اهداها لکل موحد

وکان رسول الله افضل من مشیٰ علی الارض، إلا أنه لم یخلد

شهدت علیٰ أن لا نبوة بعده وأن لیس حي بعده بمخلد

سرورعالم، ہادی رسل محمد مصطفی صل اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام۔

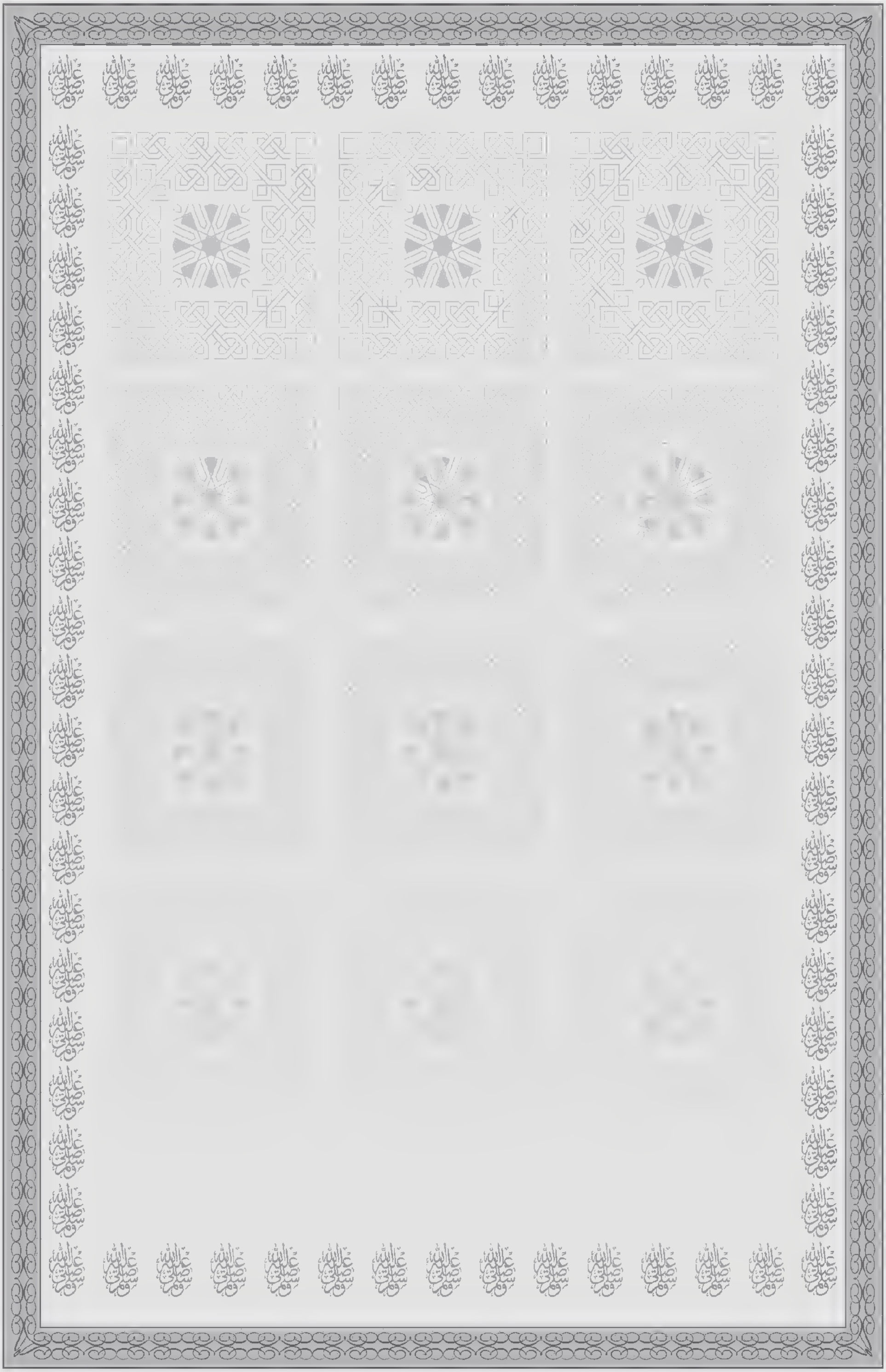
اس نبیؐ پر سلام جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا، اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رحمتِ الہٰی کی کلید تھے، وہ کلید جو ہر صاحبِ ایمان موحد کو عطا کی گئی ہے۔

روئے زمین پر آج تک جن لوگوں کے قدم پڑے ہیں ان میں رسول اللہ سب سے برگزیدہ اور افضل تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دنیا میں نہیں آئے تھے (یعنی حی وقیوم صرف اللہ کی ذات ہے)۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ کوئی ذی روح ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اللہ نے اٹھالیا تو پھر کون ہے جس کو موت سے رستگاری ہو سکتی ہے)

(ابو العتاہیہ)


صلى الله عليه وسلم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بَابُ كَيۡفَ كَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡيِ اِلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوۡلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ كَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰى نُوۡحٍ وَ النَّبِيِّيۡنَ مِنۡ بَعۡدِهِ

حَدَّثَنَا الۡحُمَيۡدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفۡيَان قَال حَدَّثَنَا يَحۡيٰ بۡنُ سَعِيۡدِ الۡاَنۡصَارِيُّ قَالَ اَخۡبَرَنِي مُحَمَّد بۡنُ اِبۡرَاهِيۡم التَّيۡمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلۡقَمَةَ بۡنَ وَقَّاص اللَّيۡثِي يَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الۡخَطَّاب رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا عَلَى الۡمِنۡبَرِ يَقُوۡلُ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنۡ كَانَتۡ هِجۡرَتُهُ اِلَى دُنۡيَا يُصِيۡبُهَا أَوۡ اِلَى امۡرَأَةٍ يَنۡكِحُهَا فَهِجۡرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيۡهِ

اس کی بسم اللہ تو کرادی تھی، اور یہی حدیث اُس وقت پڑھ دی تھی، اس لئے اب دوسری پڑھ دیتے ہیں اور ترجمہ کر دیتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ يُوۡسُف قَالَ اَخۡبَرَنَا مَالِكُ عَنۡ هِشَامِ بۡنِ عُرۡوَةَ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ عَائِشَةَ اُمُّ الۡمُؤۡمِنِيۡن رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهَا اَنَّ الۡحَارِث بۡنِ هِشَامٍ سَالَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ كَيۡفَ يَأۡتِيۡكَ الۡوَحۡيُ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَحْیَانًا یَأتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَۃَ الْجَرَسِ وَ ھُوَ اَشَدُّہُ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَ قَدْ وَعَیْتُ عَنْہُ مَا قَالَ،وَ اَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلاً فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ، قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَ لَقَدْ رَأَیْتُہُ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْہُ وَ اِنَّ جَبِیْنَہُ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! کیسے آپ پر وحی آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو میرے پاس گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ میرے اوپر زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے علیحدہ ہوتی ہے، اس حال میں کہ میں یاد کر چکا ہوتا ہوں، اس کو جو فرشتہ نے کہا۔ اور کبھی فرشتہ میرے سامنے مرد کی صورت میں متمثل ہوتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، تو میں یاد رکھ لیتا ہوں اُس کو جو وہ کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کہ آپ پر وحی نازل ہوتی تھی سخت سردی والے دن میں، پھر آپ سے وحی ختم ہوتی تھی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں مبارک پسینہ بہا رہی ہوتی۔

کیفیتِ نزولِ وحی

اسی حدیث کی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحِیُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ علیہ وسلم کیوں کہ اس حدیث میں کیفیت مذکور ہے۔ کہ کس کیفیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

جیسے ہی فرشتہ کی آمد دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہو جاتی، اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہونا شروع ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کیف طاری ہو جاتا۔ اور اُس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماحول اور اطراف سے غائب ہو جاتے

تھے۔اور کیفیت، یہ کلامِ الٰہی کے بوجھ کی وجہ سے یا فرشتہ کیا لے کر آیا،اس میں کیا حکم ہوگا؟اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بوجھ طاری ہوتا تھا، یا لذت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جس طرح کسی پر اشعار،نعتیہ اشعار، یا اچھا کلام سننے کے وجہ سے حال طاری ہوتا ہے،اُس طرح کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ قدّس سرہ

حضرت شیخ قدّس سرہ کو دیکھا کہ جب اعتکاف میں پہلی حاضری پر،حضرت کی جب صحت بہت اچھی تھی، ۱۹۶۴ء میں، ایک طرف لاٹھی کے سہارے حضرت اس وقت خود چلتے تھے،تو اعتکاف میں،روزہ کی حالت میں حضرت نفلیں شروع فرماتے تھے مسجد کی صحن میں۔اشراق کے بعد سے وہ نفلیں شروع ہوتیں اور زوال کے قریب ختم ہوتیں۔نہ معلوم کتنے پارے حضرت اُس میں پڑھتے ہوں گے۔روزانہ پینتیس، چالیس پارہ رمضان میں حضرت کا معمول تھا۔اس وقت جو باہر صحن میں، دھوپ میں، سردی کا موسم تھا،تو وہاں دھوپ میں حضرت نماز پڑھتے۔ طویل قیام میں حضرت کو ہم نے دیکھا، کہ جس طرح شہد مکھی کے چھتہ پر مکھیاں ہوتی ہیں۔۔۔

اس لئے کہ اطراف میں سارے گنے کے کھیت اور گنے کی شگر (sugar) بنانے کی فیکٹری (factory) ہیں۔

نماز کے دوران حضرت کے چہرہ پر، پیشانی پر، کانوں پر، پیچھے گردن پر، حضرت کی گوری گوری سرخ چمڑی کہیں نظر نہیں آتی تھی،صرف مکھیاں ہی مکھیاں بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں۔تھوڑی دیر کے لئے مکھیاں ہمیں ستائیں،تو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔مگر حضرت کا نماز میں ایسا خشوع کہ گھنٹے گذر جاتے، حضرت قیام میں ہوتے اور حضرت کو اُس نماز میں اتنی لذت محسوس ہوتی ہوگی، اور کیف طاری ہوتا ہوگا کہ حضرت کو پتہ ہی نہیں کہ اس قدر مکھیاں بیٹھی ہیں کہ ہٹانے کے لئے ہاتھ ہلاتے۔

لیکن کبھی کبھی حضرت کا دایاں ہاتھ، کندھے سے لے کر پورا ہاتھ، بہت زور سے حرکت کرتا، دوسرا کوئی مشق کر کے بھی گھمانا چاہے تب بھی نہیں گھما سکتا۔ وہ ایک حضرت پر جو حال طاری ہوتا تھا، اس میں پورا ہاتھ گول گول حرکت کرتا تھا۔ کوئی ہلا کر دکھا بھی نہیں سکتا ادھر مونڈھے میں سے دائرہ میں حرکت کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیفیت طاری ہوتی تھی۔ حضرت کے یہاں بکثرت لوگوں کو دیکھا کہ جب کبھی مجلس میں کوئی کلام پڑھا جاتا، تو بعضوں پر حال طاری ہوتا۔

ہمارے گاؤں نانی نرولی کی مولانا عبد المنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تعریف کی ہے، لوگ چاہے کتنا ہی برا کہیں، مگر وہ کہتے ہیں اور نہایت محبت بھرے لہجہ میں پڑھتے تھے

بَیْتُ الْحَبِیْبِ ذَاتُ الجَمَالِ نَانِیُ نَرَوْلِیُ فِیُ کُلِّ حَالِ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کلامِ الٰہی کی لذت، حق تعالیٰ شانہ کی محبت، اُس دوست فرشتہ کی آمد۔ کہ جس کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین کی ابتدائی آمد کے بعد جب فصل طویل ہو جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں، کہ ابتداء میں یہ حال ہوتا کہ کسی پہاڑ کے اوپر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خودکشی کو سوچتے۔ جبرئیلِ امین سامنے آکر عرض کرتے۔ خوشامد کرتے، دلجمعی کا سامان کرتے، یہ بہت سی چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیف اور لذت کی وحی میں جمع ہو گئی تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ حال طاری ہوتا تھا۔

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ کے ایک دوست صحابی حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے وحی نازل ہوتی ہے، یہ منظر دیکھا نہیں۔ جعرانہ کے سفر میں کسی نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ فوراً آپ

صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے آثار شروع ہوئے۔

جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف کو جھک جاتی۔ اور جسم مبارک بالکل نرم ہو جاتا، loose ہو جاتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اور صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور اور سر مبارک پر کپڑا چادر وغیرہ ڈال دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوست کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت تم دیکھنا چاہتے تھے، تو دیکھو۔ انہوں نے کپڑا ہٹا کر دکھایا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔ چہرہِ انور بالکل سرخ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے پسینہ جاری تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جو کیفیت ہوتی تھی اور کس طریقہ سے وہ وحی نازل ہوتی تھی اس کے متعلق خود صحابی نے، جو حارث ابن ہشام، ابوجہل کے بھائی ہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سوال کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ کبھی اَحیَانًا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی اُس کی کیفیت ہر مرتبہ ایک جیسی نہیں ہوتی تھی۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ میرے پاس مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَس، جیسے گھنٹہ کو مسلسل بجایا جائے، اُس کی جیسی آواز ہوتی تھی، یہ آواز میرے اوپر زیادہ سخت ہوتی تھی۔

اب یہ کس چیز کی آواز ہوتی تھی؟ اس میں اکثر شراح تو کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو فرشتہ حاضر ہوتا اور فرشتوں کے، جیسے مور اور مرغ کے پَر ہوتے ہیں، اس طرح جو پَر حضرت جبرئیل امین کے اللہ تعالیٰ نے بنائے چھ سو، تو ان پَروں کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز اور چلتے ہوئے اور جو اُڑ کر یہاں تک وہ پہنچتے ہیں زمین پر، تو اس کی وہ آواز ہوتی تھی۔

ہوٹ لائن کی آواز

مگر بعض علماء نے اس سے بھی اچھی بات کہی کہ ہوٹ لائن (hotline) کی آواز، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر براہِ راست فرشتہ کی وساطت کے بغیر کلامِ الٰہی کا نزول ہوتا تھا اور اس کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خود حق تعالیٰ شانہ کے کلام کو جب میں سنتا تھا، اور اس کی کیفیت ایسی ہوتی تھی مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَس تو یہ سب سے زیادہ میرے اوپر سخت ہوتی تھی۔

ورنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق، جبرئیل اور دوسرے تمام فرشتے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے تمام ظاہری انسانوں کی قوت سے زیادہ قوت، اور روحانی قوت، تمام روحانیین میں اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور تمام مخلوقات کے مقابلہ میں سب زیادہ عطا کی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فرشتہ کی صرف پروں کی آواز۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر تو سب سے زیادہ قوی، ظاہری اعتبار سے بھی، کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو حق تعالیٰ شانہ معتدل المزاج پیدا فرماتے ہیں۔ جب کبھی مزاج میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے، کسی چیز کی کمی زیادتی، اخلاق کی کمی زیادتی، گرمی اور سردی کی کمی زیادتی، تو اس سے وہ اعضاء متأثر ہوتے ہیں، اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام کو حق تعالیٰ شانہ اس سے محفوظ رکھتے ہیں۔

وہ تمام کے تمام معتدل المزاج ہیں۔ اُن میں کسی چیز کی زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ اور امراض جو اُن کو لاحق ہوتے ہیں، وہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُن پر مسلط کئے جاتے ہیں، اُن کے درجات کی بلندی کے لئے، ورنہ جس طرح اور انسانوں میں اخلاط، صفراء، سوداء، بلغم، خون، ان

چیزوں کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے امراض پیدا ہوتے ہیں، وہ اُن کے یہاں نہیں ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قوی القلب، تو ایک فرشتہ کے پَروں کی آواز سے کیسے ڈر جاتے؟ اس لئے یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو سب سے پہلے بیان کیا، کہ براہِ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو کلام الٰہی میرے اوپر نازل ہوتا تو وَ هُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ، یہ میرے اوپر سب سے زیادہ سخت ہوتا، بھاری ہوتا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کو کتابیں لکھ کر دی گئیں، لکھی ہوئیں جس طرح کہ توریت وغیرہ اور کتابیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح قرآنِ پاک کا بہت سا حصہ، وحی کا بہت سارا حصہ، براہِ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نازل کیا گیا، کسی واسطے کے بغیر۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو کلیم بنایا اور اُن کو کلیم ہونے کا شرف عطا کیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت بار بار عطا کی گئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اس طرح کلامِ الٰہی کے سننے کا تحمل آپ میں ہونا۔

دیدارِ باری تعالیٰ کا تحمل

اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کے دیدار کا تحمل، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ ورنہ خود قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حق تعالیٰ شانہ سے درخواست کی، کہ میں چاہتا ہوں کہ اَرِنِیُ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ، کہ آپ مجھے دکھایئے کہ میں آپ کی طرف نظر کرسکوں۔ تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا، لَنۡ تَرَانِیُ، کہ آپ ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

ان کی اس درخواست کے اوپر حق تعالیٰ شانہ کے انوارات کی تجلی کی صرف ایک جھلک، کوہِ

طور کے اوپر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کی گئی، اس تجلی، نور کی تجلی کے دیکھنے کی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تاب نہ لا سکے، فَخَرَّ مُوْسیٰ صَعِقًا۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، حق تعالیٰ شانہ کا معراج میں بار بار دیدار ہوا۔

بعضوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زیارت چھ مرتبہ ہوئی، بعضوں نے کہا سات مرتبہ ہوئی، بعضوں نے کہا آٹھ مرتبہ ہوئی۔ الگ الگ مجالس کے طور، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے آتے۔ موسیٰ علیہ السلام نماز کی کمی کے لئے پھر واپس بھیجتے۔ تو متعدد بار حق تعالیٰ شانہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دوسرے فرمایا گیا کہ اَحْیَانًا کبھی کبھی فرشتہ میرے سامنے انسان بن کر متمثل ہوتا۔ جب انسان بنتا تو وہ پَر چھ سو کہاں چلے جاتے؟

بعضے یہ کہتے ہیں کہ اُن کا ازالہ ہو جاتا، وہ ختم ہو جاتے، اور وہ مکمل انسان بن جاتا فرشتہ۔

بعضے کہتے ہیں کہ نہیں، وہ پَر آپس میں مل جاتے، لیکن دیکھنے میں نظر نہیں آسکتے تھے اور وہ پورے انسان معلوم ہوتے تھے، جبرئیل امین، یا اور فرشتے بھی وحی لے کر شروع میں آئے، حضرتِ اسرافیل، حضرتِ میکائیل۔ بعضوں نے تین سال تک ان کی آمد کو بیان کیا ہے۔ ان کی آمد، انسانی شکل میں ہوتی، اور اصلی شکل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو دو مرتبہ دیکھا۔

یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلًا، انسان بن کر وہ متمثل ہوتے، اور حضرت دحیۃ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابہ کرام میں خوبصورت اور حسین وجمیل تھے، ان کی شکل میں اکثر جبرئیل امین آتے، اور کبھی کبھی، کسی اعرابی، دیہاتی انسان کی شکل میں بھی جبرئیل امین کی آمد ثابت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وَ یُکَلِّمُنِیْ مجھ سے وہ کلام فرماتے۔

جس طرح ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں، اس طرح عام انسانوں کی طرح کلام ہوتا، اس وقت جبرئیل امین کو انسانی شکل میں دیکھ پاتے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کے

جانے کے بعد بعض مرتبہ پوچھتے کہ ابھی کون آیا تھا؟ اور پھر شرح فرماتے کہ یہ دحیۃ کلبی یا کوئی دیہاتی نہیں تھے، بلکہ جبرئیل امین اُن کی شکل میں آئے تھے۔

جو اوپر والی براہِ راست وحی نازل ہوتی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، تو اس کی کیفیت اور ہوتی۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وَ هُوَ اَشَدُّهُ عَلَیَّ ، یہ کلام بڑا بھاری ہوتا، یا تو براہِ راست حق تعالیٰ شانہ سے ہم کلام ہونے کی لذت کے وجہ سے، یا حق تعالیٰ شانہ سے ڈر اور خوف اور خشیت کی وجہ سے اسکی شدت محسوس فرماتے۔

سر سید احمد خان

جیسا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قصہ معروف ہے، نقشبندی سلسلہ کے بہت اونچے بزرگوں میں سے گذرے ہیں۔ حضرت کے کشف و کرامات بہت مشہور ہیں۔

کہتے ہیں کہ ادھر ایک مرتبہ سر سید احمد خان، جو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی ہیں، اُن کا جب انتقال ہوا، تو اُن کے بارے میں اُس زمانہ میں، اور اُس کے بعد بھی، کافی علماء میں تنفرؒ تھا، کہ انہوں نے انگریزی کی طرف اور انگریزی تعلیم کی طرف مسلمانوں کو لگایا۔

حضرت تشریف فرما تھے، اچانک حضرت نے فرمایا کہ او ہو! ابھی ابھی، سر سید احمد خان کا انتقال ہوگیا، اور مسلمانوں کی دنیا کی فکر کرنے کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اُن کی مغفرت فرمادی۔ جو دین کا فکر کرتے ہوں گے، تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اُن کا کیا مرتبہ ہوگا؟

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادابادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجرِ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے آپ کو کشف بہت ہوتا تھا۔ قرآنِ پاک کے بہت سے مشکل الفاظ کے معانی علماء پوچھتے، تو اُن کے معانی جو آپ نے بتائے تو وہ کہیں چھپے ہوئے بھی

ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سے حدیث کی اجازت لینے کے لئے ایک غیر مقلد عالم حاضر ہوئے، جن کے متعلق اُن کی جماعت میں، غیر مقلدوں میں مشہور تھا کہ یہ بخاری شریف کے حافظ ہیں۔ اُن کو پتہ چلا کہ حضرت کے پاس حدیث کی بھی سند ہے، جو بہت عالی اوراونچی سند ہے۔ حضرت کہیں حجازِ مقدس تشریف لے گئے تھے، وہاں کسی سے ملاقات ہوئی تھی، اور حضرت کی عمر بھی بہت طویل ہوئی۔ اس لئے وہ جو حضرت کی حدیث کی سند ہے وہ کم واسطوں والی، بہت عالی ہے۔ حضرت سے اجازت لینے کے لئے وہ غیر مقلد عالم پہنچے، بخاری شریف کے وہ حافظ۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی، حدیث کی اجازت چاہئے، تو بخاری کی پہلی حدیث پڑھ دو۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی یہی معمول تھا، کہ بہت سے علماء اجازت کے لئے آتے، کہ حضرت ہمیں حدیث کی اجازت چاہئے، تو حضرت فرماتے اچھا بھائی، کوئی کتاب اُن کو دے دو، اس میں سے ایک آدھ حدیث پڑھ دے۔

اب وہ حدیث سے پہلے سند آتی تو سند کے اعراب میں اُن کا امتحان ہوجاتا۔ جو علماء صحیح عبارت نہیں پڑھ پاتے، تو حضرت یہ الفاظ نہیں فرماتے تھے کہ میری طرف سے آپ کو حدیث روایت کرنے کی اجازت ہے، میں آپ کو حدیث کی اجازت دیتا ہوں، یہ کلمات نہیں ہوتے تھے۔ جب وہ فارغ ہوتے، حضرت فرماتے اچھا بھائی دعا کرلو۔ دعا ہوجاتی بس۔ اجازت نہیں ہوتی، وہ سمجھے کہ اجازت مل گئی۔ مگر جن کی استعداد اچھی ہوتی، اور عبارت پڑھ سکتے ہوتے، اُن کو پھر صاف الفاظ میں حضرت اجازت بھی دیتے اور اگر وہ سند لکھی ہوئی پیش کرتے، حضرت دستخط بھی اس پر فرمادیتے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ثقل کی ایک جھلک

غیر مقلد عالم کو حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا، کہ حدیث پڑھ دو۔ اب

بخاری کے وہ حافظ، پڑھ نہیں سکتے، کانپنا شروع کیا، ایک حال طاری ہوگیا، سارا جسم کانپ رہا ہے، اور اُن کے بہت بڑے علاّ مہ۔

بعد میں کسی نے حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ واقعی یہ بخاری کے حافظ بھی ہیں اور ایک حدیث نہیں پڑھ سکے حضرت کے سامنے۔ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصل میں ہم نے تو کچھ نہیں کیا، صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلام کے وزن اور ثقل کی ایک جھلک ہم نے اِن کو دکھا دی تھی۔

ہم تو قرآن بھی الحمد شریف سے لے کر والناس تک پڑھ جاتے ہیں، نہ کوئی اثر ہوتا ہے، نہ کوئی تغیر ہوتا ہے، یہی حال ہمارا حدیث کا بھی ہے۔ ورنہ یہی احادیث اور یہی قرآن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نازل ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولتیں نصیب فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ انسانی شکل میں متمثل ہو کر آتا اور مجھ سے کلام کرتا، تو میں یاد رکھ لیتا جو وہ کہتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ شدید سردی والے دن میں بھی میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے اور وحی جب ختم ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ مبارک سے پسینہ جاری ہوتا۔

حَدَّثَنَا يَحْيٰ ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَايَرىٰ الرُّؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَ كَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَ هُوَ تَعَبُّدُ اللَّيَالِيْ ذَوَاتِ الْعَدَدِ، قَبْلَ اَنْ يَنْزِعَ اِلىٰ اَهْلِهِ وَ يَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلىٰ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتّٰى جَاءَهُ الْحَقُّ وَ هُوَ فِيْ غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ: اِقْرَءْ. فَقُلْتُ: مَا اَنَا

بِقَارِیءٍ. فَقَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجَهْدُ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ: اِقْرَءْ. فَقُلْتُ: مَا اَنَا بِقَارِیءٍ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ الثَّانِیَةَ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیْ الْجَهْدُ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ: اِقْرَءْ. فَقُلْتُ: مَا اَنَا بِقَارِیءٍ . قَالَ فَاَخَذَنِیْ فَغَطَّنِیْ الثَّالِثَةَ، ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ: (اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَءْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ) فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَدَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَةَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ. فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ، فَقَالَ لِخَدِیْجَةَ وَ اَخْبَرَهَا الْخَبَرَ: لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ. فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ: کَلَّا وَ اللّٰهِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰهُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ، وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتُقْرِی الضَّیْفَ. وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقّ. فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِیْجَةُ حَتّٰی اَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی ابْنَ عَمِّ خَدِیْجَةَ وَکَانَ امْرَءً تَنَصَّرَ فِیْ الْجَاهِلِیَّةِ، وَکَانَ یَکْتُبُ کِتَابَ الْعِبْرَانِیَّ، فَیَکْتُبُ مِنْ الْاِنْجِیْلِ بِالْعِبْرَانِیَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَکْتُبَ، وَ کَانَ شَیْخًا کَبِیْرًا قَدْ عَمِیَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِیْجَةُ: یَا ابْنَ عَمِّ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْکَ. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ: یَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی؟ فَاَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰی. فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی، یَالَیْتَنِیْ فِیْهَا جَذَعًا، یَالَیْتَنِیْ اَکُوْنُ حَیًّا اِذْ یُخْرِجُکَ قَوْمُکَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ اِلَّا عُوْدِیَ، وَ اِنْ یُدْرِکْنِیْ یَوْمُکَ اَنْصُرْکَ نَصْرًا مُؤَزَّراً. ثُمَّ لَمْ یَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّیَ وَ فَتَرَ الْوَحْیُ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ، وَ هُوَ یُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْیِ، فَقَالَ فِیْ حَدِیْثِهِ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِیْ فَاِذَا الْمَلَکُ الَّذِیْ جَاءَنِیْ بِحِرَاءِ جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ

الْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی(یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّر، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ، وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ، وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ) فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَ تَتَابَعَ. تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ وَ اَبُوْ صَالِحٍ، وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَوَّادٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ، وَ قَالَ یُوْنُسُ وَ مَعْمَرٌ (بَوَادِرُهُ).

ابتدائی وحی

یہ ابتدائے وحی کے بعد ابتدائی وحی کا ذکر ہے۔ کہ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یہ پہلے بیان کر دیا، اور پہلی وحی کیا آئی اس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ تمام علوم، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منتقل ہوئے ہماری طرف۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے انہیں بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ اَنَّهَا قَالَتْ وہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے وحی کی ابتداء میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں اچھے اچھے خواب آتے تھے، اور اس کی مدت چھ ماہ۔ اسی لئے تیئیس سال کا چھیالیسواں حصہ، یہ چھ ماہ بنتے ہیں۔ اس لئے اچھے خواب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا۔ کیوں کہ کل مدتِ وحی تیئیس سال اور اس کا چھیالیواں حصہ چھ مہینے اور اُن چھ مہینوں میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب آتے رہے۔ اور وہ خواب کیسے؟ کہ جو خواب آتے، تو بالکل اُسی طرح وہ خواب پورے ہوتے۔

غارِ حراء میں خلوت

اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خلوت محبوب ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں خلوت میں رہنے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی نیت سے، اُس میں مُجَاوِرًا بِحِرَاء آتا ہے، اور مجاور کے معنیٰ آتا ہے معتکف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی نیت سے غارِ حراء میں رہتے۔ اور کئی کئی

دنوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا پانی وہاں لے جاتے تھے۔ اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ ختم ہو جاتا، جب کوئی ضروت پیش آتی، تو پھر مکہ مکرمہ گھر تشریف لاتے، اور پھر اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تشریف لے جاتے۔

اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہتے، تَحَنُّث کا ترجمہ بتایا عبادت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عبادت میں مصروف رہتے، اور کئی کئی راتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں اعتکاف کی حالت میں گذارتے۔ اور اس کے دوران، اعتکاف کے دوران اپنے گھر والوں کے پاس حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

اور اس کے لئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے لئے گھر سے توشہ لے جاتے، پھر واپس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لوٹ کر آتے، اور اُتنی راتوں کے لئے پھر توشہ لے کر جاتے۔

یہ اعتکاف کا سلسلہ رہا، یہاں تک کہ حق آیا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء میں تھے۔ تو اس غارِ حراء میں فرشتہ حاضر ہوا، جبرئیل امین اور عرض کیا کہ اِقْرَءْ. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں، مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کو دہرایا، کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ۔ اور اُس کے متعلق بعض شراح کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، یہ انکار کے لئے تھا، دوسرے صرف نفیِ محض تھی، کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی مرتبہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ کے جواب کے بعد جبرئیلِ امین نے زور سے بھینچا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے مشقت محسوس ہوئی۔ پھر چھوڑ دیا، پھر کہا کہ اقرء، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، دوسری مرتبہ میں پکڑ کر بھینچا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف محسوس ہوئی، اتنا زور سے بھینچا، پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا، کہ اِقْرَءْ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، تو فرشتہ نے پھر پکڑ کر بھینچا اور چھوڑ دیا، اور فرشتہ نے وہ کلام پہنچایا (اِقْرَءْ بِاسْمِ

رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَق. اِقْرَءْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ) تو یہ پہلی ابتدائی وحی ہے۔ جو پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ اقرء کی یہ ابتدائی آیتیں اُتریں۔

رمضانِ مبارک کی خصوصیت

شراح کہتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیسویں رمضان میں یہ اِقْرَءْ بِاسْمِ کی آیتیں اُتری ہیں۔ جس سے اشارہ تھا کہ یہ چوبیسویں کو اُتر رہی ہیں، تو رہ گئے تیئیس، تو یہ تیئیس دن جس طرح گذرے ہیں، اس طرح آئندہ تیئیس سال تک آپ کے ساتھ یہی سلسلہ رہے گا۔

اور رمضانِ مبارک کی خصوصیت رہی ہے۔ پچھلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی رمضان مبارک ہی میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کتابیں اُتریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو صحیفے نازل ہوئے وہ رمضانِ مبارک کی پہلی رات میں۔ اور توریت چھ رمضان المبارک کو، اور انجیل تیرہ رمضان المبارک کو اُتری ہے۔

نبیِ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم

اب اس جگہ فرشتہ نے کہا کہ (اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ،) آپ پڑھیے، تو اِقْرَءْ یا تو قرأت اس کی کی جاتی ہے، جو یاد ہو، یا سامنے تحریر ہو۔

بعض روایات میں اس کی شرح میں ایک حدیث ذکر کی ہے، کہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم پر لکھی ہوئی ایک تحریر لے کر آئے۔ اور عرض کیا کہ اِقْرَءْ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اَنَا بِقَارِیءٍ، اُس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کے بعد جو تحریر تھی، لکھی ہوئی، اُس کو جبریل امین نے ایک دفعہ پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اسی طرح پڑھ دیا۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کتابت کو پڑھنا جانتے نہیں تھے، لکھی ہوئی تحریر کو۔ اس لئے یہ روایت چاہے اپنی جگہ درست بھی ہو، کہ وہ تحریر لکھی ہوئی فرشتہ ریشم کے ٹکڑے پر لے کر آیا تھا،

پھر بھی اس کو دیکھ کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں تھا۔ اس لئے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو قرآنِ پاک میں النبیِ الاُمی اس کے خلاف ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ اس قدر تحریر کو پڑھ سکتے ہوتے، تو صلح حدیبیہ کے موقع پر جو معاہدہ کفار کی طرف سے لکھا گیا تھا، تو اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ سوال نہ کرتے۔ کہ میرا نام کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ، میں اسے مٹاؤں۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دکھایا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مٹایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب سے پہلی وحی اِقْـرَءْ بِسْمِ اور اس میں بار بار اِقْـرَءْ کی تکرار ہے۔ اقرء پڑھئے۔

آگے عَـلَّمَ تعلیم کا ذکر، بِـالْـقَلَمِ قلم کا، جو آلہ ہے اس کا ذکر۔ اس سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ کہ تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرانِ پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہ ذکر فرماتے ہیں تو مِـن لَّـدُنَّـا عِـلْمًا، وَ عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَكُمْ. تو اور نعمتیں جہاں ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بیان فرماتے ہیں، تو اس میں خاص طور پر اس کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم نے اُن کو اپنی طرف سے علم عطا کیا، تو علم بہت بڑی دولت ہے۔

اگر چہ عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے، اس لئے پچھلے سال میں ایک حدیث بھی بھیجی تھی کہ جب یہ عورتیں حـدثـنـا حدثنا اخبرنا کہنا شروع کریں، تو کہتے ہیں کہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ یہ مردوں ہی کا کام ہے، وہ حدیث ٹیکسٹ (text) کی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا تھا، کہ یہ فلاں کتاب میں سے ہے اور اس کی تحقیق کی جانی چاہئے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے۔

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلىٰ نَفْسِى

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت اُتری، تو اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کو لے کر مکہ مکرمہ گھر پہنچے۔ اور یَرْجُفُ فُؤادُهُ، قلبِ اطہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اس پر حال طاری ہونے کا اثر دیر تک رہتا، اور خاص طور پر پہلی دفعہ یہ حال طاری ہوا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم جب گھر پہنچے تو اس وقت بھی حال یہ تھا کہ یَرْجُفُ فُؤادُہ۔ کہ آپ کا قلبِ اطہر حرکت کررہا تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی۔ چادر اوڑھادی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف دور ہوگیا۔ پھر حضرت خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصہ کی تفصیل بتائی اور ساتھ یہ بھی اپنی طرف سے کہ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تسلی دی، کہ نہیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی بھی آپ کو ہرگز رسوا نہیں کریں گے، کیوں کہ آپ میں تو بڑی اچھی اچھی صفات ہیں۔ کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور جس کے پاس سواری نہیں ہوتی اور چلنے سے عاجز انسان کو اپنی طرف سے آپ سواری دیتے ہیں، یا عاجز انسان کا بوجھ آپ اُٹھاتے ہیں، یا عاجز انسان کا بوجھ آپ اپنی طرف سے لاد دیتے ہیں، اور جو خود معدوم یا مُعدِم ہے جس کے پاس مال نہیں، اُس کو آپ کما کر دیتے ہیں۔ مہمان کی میزبانی فرماتے ہیں، اور حق کی طرف سے اُترنے والی مصیبتوں پر آپ امداد فرماتے ہیں۔

ورقہ ابن نوفل

پھر بھی مزید تسلی کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ورقہ ابن نوفل چچازاد بھائی کے یہاں پہنچیں۔

یہ ورقہ ابن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے، اور اُن سے تو حضرت خدیجۃ رضی اللہ عنہا کو بھی بڑا تعلق تھا، اور اُن کے والد سے بھی بڑا تعلق تھا۔ اس لئے کہ اُن کے والد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولی تھے، اور اُن کے انتقال کے بعد عصبات میں آخری چچازاد بھائی ہوتا ہے، تو ورقہ ابن نوفل کے پاس اس لئے لے کر گئیں۔

اور یہ ورقہ ابن نوفل کے والد تھے جنہوں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

نکاح کے موقعہ پر خطبہ پڑھا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح پڑھایا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر کی چچا جان سے، ابو طالب چچا تھے، ولی تھے، ابّا کی جگہ، کہ میرا ارادہ ہے کہ میں پیغام بھیجوں کہ میں نکاح کروں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے۔ انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے، آپ جا کر اپنا مدّعیٰ خود بیان کر دیں تو بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، روایت میں ہے کہ ابو طالب نے اپنی باندی کو پیچھے پیچھے بھیجا، کہ جاؤ کیا جواب ملتا ہے۔ باندی پیچھے پیچھے گئی، اور واپس آ کر اس نے بڑے تعجب سے کہا کہ میں نے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن یتیمی میں گذارا، کوئی دولت، جائیداد پاس نہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے مکہ میں سب سے مالدار عورت، اور بہت اونچے گھرانے والی۔ کوئی اور پیغام لے کر جاتا اور رد ہو جاتا، تو اس خیال سے ابو طالب نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور ساتھ جب باندی کو پیچھے پیچھے بھیجا، تو باندی نے آ کر تعجب سے کہا کہ میں نے تو بہت عجیب منظر دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی طرف سے جا کر پیغام دیا، نکاح کا، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُٹھ کر جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور پھر اپنے چچا ورقہ ابن نوفل کے والد کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ ابن نوفل کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچیں۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور وہ جاہلیت میں نصرانی بن چکے تھے، چونکہ اس وقت مذہب یہی تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر

یہ کار بند تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، ایک قول کے مطابق بلا فصل نبی ہیں۔ اگر چہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور نبی آئے یا نہیں؟

وہ انطا کیہ والوں کا جو قصہ ہے سورۃ یٰس کے دوسرے رکوع میں، تو اس کے متعلق بعضوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران وہ حضرات بھی، جن کا اس میں، یٰس کے دوسرے رکوع میں ذکر ہے، اُن کو بھی نبوت عطا کی گئی۔ مگر راجح قول یہ ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

اس لئے ورقہ ابن نوفل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے پیرو کار تھے۔ اور وہ عِبرانی رسم الخط لکھتے تھے، تو انجیل سے عِبرانی میں لکھتے تھے، جو اللہ تعالیٰ چاہتے کہ وہ لکھیں۔ اور ورقہ ابن نوفل بوڑھے آدمی تھے، نابینا ہو چکے تھے۔

اُن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جا کر کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائی، آپ اپنے بھتیجے کی طرف سے سنئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

ورقہ نے پوچھا کہ اے بھتیجے! آپ کیا دیکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا، غارحرا میں، اس کی خبر دی۔

ورقہ ابن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ ناموس ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر، جن کو اُتارا۔ ناموس اُس پیغام رساں کو کہا جاتا ہے جو بھید کی بات پہنچائے، راز کی بات۔ ورقہ ابن نوفل کہنے لگے کہ کاش کہ میں قوی ہوتا، کاش کہ میں زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا مجھے وہ نکالے گی؟ ورقہ کہنے لگے کہ ہاں! کوئی شخص بھی، اُس جیسے کلام کو لے کر نہیں آئے، جس کو آپ لے کر آئے، مگر اُن کے ساتھ عداوت کی گئی،

تو اس طرح آپ کے ساتھ بھی عداوت کی جائے گی۔ اور اگر میں آپ کا دن، جب آپ نبی بنا کر مبعوث کئے جائیں گے، اور تبلیغ اور رسالت کا آپ کو حکم دیا جائے گا، میں اگر اس کو پاؤں اور وہ دن مجھ کو پالے، تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ اس کے بعد پھر ورقہ زیادہ نہیں ٹھہرے کہ انتقال کر گئے، اور وحی بھی ادھر موقوف ہو گئی۔

فترت وحی

تقریباً یہ فترت وحی تین سال کے قریب بتائی جاتی ہے، اور اسی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوتی، وحی کے وقت جو لذت آئی تھی، جبرئیل امین سے جو دوستی ہوئی تھی، تو اُن کی غیبت ستاتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر ارادہ کرتے کہ وہاں سے اپنے آپ کو گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیں۔ تو جبرئیل امین وہاں نمودار ہوتے اور اس سے منع کرتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فترۃِ وحی کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنی حدیث میں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چل رہا تھا، کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی دور کرنے کے لئے جبرئیل امین ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے نگاہ اُٹھائی تو اچانک وہی فرشتہ جو میرے پاس غارِ حراء میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان کرسی کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو اصلی شکل میں دیکھا۔ فَرُعِبْتُ مِنْهُ، میں اُس سے مرعوب ہو گیا اور میں لوٹ گیا۔

جبرئیلِ امین اصلی شکل میں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی کی طرح سے بے خبری کی کیفیت طاری ہوتی، تو اس موقعہ پر ہوتی۔ کہ جس میں اصلی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سو پَر کے ساتھ جبرئیل امین کو

دیکھا۔ مگر صرف ایک اجنبی شکل جو کبھی دیکھی نہ ہو اس کو دیکھ کر جس طرح انسان ذرا متعجب سا ہوتا ہے، مرعوب سا ہوتا ہے اس طرح مرعوبیت ذرا دیر کے لئے طاری ہوئی، اور وہ بھی ختم ہوگئی۔

میں ایک عجیب سی شکل چھ سو پَر والی دیکھ کر مرعوب ہوا اور میں لوٹ گیا۔ اور میں نے جا کر کہا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِی، اور اللہ تعالیٰ نے پھر وہ آیتیں نازل کیں، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرْ. اور اس کے بعد پھر فَحَمِیَ الْوَحِیُ، لگا تار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور فَحَمِیَ الْوَحی، وحی گرم ہوگئی، جس طرح کہ فَحَمِیَ الْوَطِیْس یہ بولا جاتا ہے، جب جنگ بہت زیادہ تیز ہو جائے۔ تو یہ آپ کی دوسری حدیث بھی ہوگئی۔

ابھی آپ نے سنا کہ حضرتِ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلد عالم کو احساس دلانے کے لئے، کہ یہ خیال دل میں نہ رہے کہ میں بخاری شریف کا حافظ ہوں۔

اس طرف خیال اُن کا جائے کہ او ہو! الفاظ تو میں نے یاد کر لئے سارے، مگر جو اصل اُن الفاظ میں روحانیت بھری ہوئی ہے اُس سے تو میں بالکل محروم ہوں۔ اس کا احساس دلانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کے وزن کی صرف ایک جھلک اُنہیں دکھائی۔

اس لئے یہ صرف الفاظ نہ پڑھیں، ورنہ الفاظ کے پڑھنے والے تو مسلم، غیر مسلم، یہودی، عیسائی بہت سارے بڑے بڑے پروفیسر ہوتے ہیں، اور بڑی تحقیقات انہوں نے ہماری کتابوں پر کی ہیں، اور اس کے باوجود ان کو کچھ حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا استحضار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احادیث کے پڑھتے وقت ان الفاظ کے اندر جو روحانیت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کا طریقہ ایک ہی، وہ یہ کہ جب احادیث پڑھی جا رہی ہوں، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا استحضار۔ کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، دل دماغ پورے طور پر متوجہ ہو جانے

چاہیئے۔ کہ ابھی میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے، آپ کی آواز میں ہم اس حدیث کو سن رہے ہیں۔

تھوڑا سا اہتمام اگر اس کا ہوگا، تو ساری کائنات بدل جائے گی، ہمارے دل دماغ کی۔ اور ہماری زندگی کی، دنیا بھی اور عقبیٰ بھی۔ نہ لمبے لمبے وظائف، تہجد، عبادت، ذکر اذکار کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

علماء کے لئے تو بہت آسان، صرف کلامِ الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک کی قدر منزلت، اس کا ادب اور اُس کا مرتبہ، وہ کیا ہے، اس کو پڑھتے وقت اگر ملحوظ رکھیں تو حق تعالیٰ شانہ بہت اونچے درجات سے نوازتے ہیں۔ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک ایک کلمہ سنتے تھے، اور اُس سے اُن کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ تو یہی حال ہمارا ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ہمارا ذہن اُس وقت اس طرف ہو۔ کہ میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات نکل رہے ہیں اور اس کو میں سن رہی ہوں۔ پھر دیکھئے کہ کتنا تغیر آتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء ہمیں نصیب فرمائے۔ ایسے حرکات اور ایسے افعال سے ہماری حفاظت فرمائے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہوں، یا جس سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کا سبب بنیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس حدیث پاک کے علوم کے سلسلہ کو جامعہ میں تا قیامت باقی رکھے۔ ہر طرح کے فتنوں سے جامعہ کی، جامعہ والیوں کی، جامعہ والوں کی حفاظت فرمائے۔ اور اس میں ترقی عطا فرمائے۔ اور یہاں سے پڑھنے والیوں کو حق تعالیٰ شانہ ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ جہاں وہ جائیں، وہاں حق تعالیٰ شانہ اُن سے دین کی خدمت لے۔

اب درود شریف پڑھ لیں اور دعا کر لیں ہاتھ اُٹھا کر۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ

شَفِیْعِنَاوَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّم .صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ

کلامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کا نتیجہ

دعا کے بعد پھر اس کا میں تکملہ بتا دوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک کا احترام، توقیر، عزت وتکریم، اس کا کیا نتیجہ اور کیا اثر پڑتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ مبارک سے غفلت اور اس کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کا کیا نتیجہ۔

دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے تمام ملوک اور سلاطین کے نام گرامی نامے بھیجے۔ ایک کسریٰ کے نام بھی بھیجا، جو ایران کا بادشاہ تھا۔ ایران کے معنی اُس زمانہ میں تھے، کہ دنیا کی بہت بڑی سلطنت۔ جس نے رومیوں کے بہت بڑے علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اتنا بڑا ایمپائر (empire)۔

جب اس کے پاس گرامی نامہ پہنچا، اور جیسا کہ تم نے روایت میں پڑھا کہ اُس نے اس کو پھاڑ کر پھینک دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مستقل آرڈر (order) بھیجا۔ یمن بھی اس کے قبضہ میں تھا، کہاں ایران اور کہاں حجاز کے پاس یہ یمن۔ اور وہاں اُن کا گورنر تھا، باذان۔ اُس کو اپنے عامل اور گورنر کو آرڈر (order) بھیجا کہ یہ شخص جنہوں نے ہمیں یہ خط لکھا ہے، تو اُن کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجو۔ تو اس نے بہت بڑے دو پہلوانوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔

وہ دو ایرانی جب آئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، صحابہ کرام کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، موٹے، تازے، لمبے قد۔ پیچھے یہ سلسلہ بھی ان کا رہا ہوگا کہ کوئی ضرورت پیش آئے تو فوج بُلا سکتے ہیں۔

جب یہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک نظر دیکھتے ہی، اُن پر رعب کی وجہ سے کپکپی

طاری ہوگئی، لرزنا شروع ہو گئے، بیٹھ نہیں سکتے تھے، کانپ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر اُن کی طرف دیکھ کر نگاہ اُن سے پھیر لی، اور چونکہ اُن کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں، داڑھی منڈھی ہوئی تھی، تو ارشاد فرمایا کہ تمہیں داڑھی مونڈھوانے کا اور مونچھ بڑھانے کا حکم کس نے دیا؟ کہنے لگے ہمارے رب نے، یعنی بادشاہ نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھ کٹاؤں۔ اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے بتائے بغیر سمجھ گئے کہ کس ارداے سے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جا کر باذان کو تمہارے عامل اور گورنر کو بتادو کہ وہ تمہارا بادشاہ قتل ہو گیا۔ اُن کو بڑا تعجب ہوا۔

جب وہاں باذان کے پاس پہنچے تو پہلے اطلاع آچکی تھی کہ کسریٰ قتل کر دیا گیا۔ تو باذان اپنے تمام اہلِ حکومت اور عوام سمیت اسی وقت اسلام میں داخل ہو گیا۔

اسی لئے یمن والوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْاِيْمَانُ يَمَانِيَّةٌ، پورا اُس کا سلسلہ وہاں اوپر سے چلتا ہے۔ یہ بات، صحابہ کرام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

اور اُدھر گرامی نامہ کے ساتھ اس بدتمیزی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو پھاڑا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کر دے۔ اس وقت سے لے کر آج تک کہیں ایرانیوں کی، پارسیوں کی، غیر مسلموں کی حکومت کا وجود نہیں رہا۔ حالانکہ ہندوستان کی حکومت چلانے والے یہ پارسی ہے، مگر اپنی اُن کی حکومت کا وجود دنیا میں کہیں نہیں۔ اور قیامت تک نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات تھے۔

دوسری طرف جب رومیوں کو خط بھیجا ہرقل کے پاس، تو اس نے گرامی نامہ کے ساتھ عزت اور تکریم اور تعظیم کا معاملہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق فرمادیا، کہ قیامت تک اُن کی حکومتیں رہیں گی۔ تو بظاہر دعا کے طور پر نہیں، پیشینگوئی کے طور پر، مگر اُس کی وجہ یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے بڑے نے، آپ کے گرامی نامہ کے ساتھ عزت کا معاملہ کیا۔
جب بڑی بڑی قوموں کا فیصلہ ایک گرامی نامہ، اور ایک حدیث کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وابستہ کر دیا۔ اُدھر وہ سارا ایمپائر (empire) ختم، اور ان کا ایمپائر (empire) قیامت تک کے لئے رہے گا، چلتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن میں یہ صفات ہیں کہ ان میں حلم ہے، مظلموں کی مدد ہے، اور ان صفات کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ اُن کی حکومت کو باقی رکھیں گے۔ تو ایک حدیث کے ساتھ تکریم کے برتاؤ کی وجہ سے انہوں نے اپنی ساری قیامت تک کے لئے قوم کو بچالیا۔
اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث مبارکہ کے ساتھ پڑھتے وقت محبت کا اور تکریم کا معاملہ کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نہ معلوم کہاں سے لے کر کہاں تک پہنچائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

٩

على رسول الله منى السلام



على رسول الله مني السلام
ما كان إلّا رحمة للانام
أحيا به الله قلوبا كما
أحيا موات الارض صوب الغمام
أكرم به للخلق من مبلغ هاد
و للناس به من إمام
و أصبح الحق به قائما
و أصبح الباطل دحض المقام
كان رسول الله يدعوا إلىٰ
مدرجة الحق و دار السلام

(ابو العتاہیہ)

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ. اللہ تبارک وتعالی ان طالبات کواوران کی معلمات کو، سب کوقبول فرمائے، نسلوں میں، ہم سب کی نسلوں میں اللہ تبارک وتعالی حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، آپ کے لئے جاں فشانی اور آپ کے علوم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے علوم ہماری نسلوں میں قیامت تک کے لئے باقی رکھے۔

بارگاہِ نبوی سے انتخاب

وہاں گذشتہ ہفتہ حضرت حافظ پٹیل صاحب دامت برکاتہم کے دارالعلوم میں میں نے عرض کیا تھا کہ جتنے حضرات سے کام لیا گیا، صرف بارگاہ نبوی سے انتخاب ہی کی بناء پر ان سے کام ہوسکتے ہیں اور وہ کرسکیں، اس کے بغیر کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ آپ نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں سنا کہ آپ کی بینائی جا چکی تھی۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تشریف لاتے ہیں والدہ صاحبہ کے خواب میں، بشارت دیتے ہیں، بینائی واپس مل جاتی ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اب مکتب جانے لگتے ہیں، پڑھنا شروع کیا، فطری قابلیت تھی، استعداد تھی، جلدی جلدی قرآن حفظ کرلیا، ابتدائی ضروری تمام علوم پڑھ لئے، اس زمانہ کی تمام کتبِ فقہ، عبداللہ ابن مبارک کی کتابیں سب حفظ کرلیں۔

اس کے بعد حق تعالی شانہ نے جس کام کے لئے آپ کو منتخب فرمایا تھا، اب اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے، کہ آپ کا ذوق تو تھا تاریخ اور سیرت، اسی لئے آپ نے قضایا الصحابہ والتابعین تصنیف فرمائی، مگر جس کام کے لئے انتخاب تھا آپ کا بارگاہِ نبوی سے، تو اپنے تیسرے سفرِ حج میں خواب دیکھتے ہیں کہ مور کے پروں سے بنا ہوا پنکھا حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جھل رہے ہیں۔

اساتذہ کو خواب سنایا تو انہوں نے بھی تعبیر دی کہ آپ سے احادیثِ صحیحہ کے انتخاب کا کام لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت اسحاق ابن راہویہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ یہ کام شروع فرمائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کی مرہونِ منت ہے یہ امت کہ ان کی برکت، ان کے مشورہ اور ان کی سوچ سے یہ صحیح بخاری وجود میں آئی، اپنے استاذ اسحاق ابن راہویہ کے اس مشورہ کو قبول فرمایا، اور آپ نے یہ کام شروع فرمایا اور آپ نے اٹھارہ ہزار اور بعضوں نے اس سے بھی زیادہ کئی ہزار بتائے ہیں اساتذۂ کرام سے صحیح احادیث جمع فرمائیں۔

جمعِ احادیث میں احتیاط

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمع اس طرح فرماتے تھے کہ آپ اُن کے پاس جاتے اور سن لیتے تھے۔ لکھا ہے کہ صرف ایک ہزار اسّی اساتذہ وہ ہیں کہ جن سے آپ نے صرف ایک حدیث سنی ہے، ایک حدیث لی ہے۔ بعض اساتذہ سے تو کئی کئی سو احادیث لی ہوں گی، مگر ایک حدیث کے لئے آپ ایک ہزار اسّی اساتذہ کے پاس سفر فرما کر تشریف لے گئے اور ان سے

صرف ایک حدیث سنی اور وہ بھی اتنے احتیاط سے کہ شام میں ایک جگہ کا نام لکھا ہے مؤرخین نے کہ وہاں ایک استاذ کے پاس اسی طرح حدیث کے لئے پہنچے۔ دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک برتن ہے، اپنے گھوڑے کو منا رہے ہیں، وہ دور بھاگ رہا ہے، تو اس کو مانوس کرنے کے لئے وہ برتن دکھا رہے ہیں اور گھوڑا ان کے قریب آرہا ہے۔

جب یہ خود قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ برتن تو خالی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اتنا دیکھ کر واپس ہوگئے کہ جو شخص ایک جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے، تو اس سے میں حدیث کیسے لوں؟

اس قدر احتیاط سے آپ نے احادیث جمع کیں۔ اور وہاں ان تمام اساتذہ کے پاس سے صرف حدیث سن لیتے تھے اور جب کسی دوسرے ملک میں پہنچتے، اطمینان ہوتا، اللہ تبارک وتعالی نے ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ وہاں جا کر اس کو لکھ لیتے تھے۔ یہ کئی لاکھ احادیث کے مجموعہ سے آپ نے صحیح بخاری میں احادیث کو منتخب فرمایا اور اس میں جمع فرمایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر

اور جب کام انجام دینے کا تیسرا مرحلہ آیا، ایک تو سننے کے لئے سفر فرماتے، پھر کسی اور جگہ دوسرے ملک میں پہنچتے، وہاں اس کو لکھ لیتے، وہ سب لاکھوں احادیث جب جمع ہوگئیں، اس میں سے صحیح بخاری جب منتخب کرنے کا وقت آیا، تو آپ نے جگہ منتخب فرمائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ پر ریاض الجنۃ ہے، ریاض الجنۃ کو منتخب فرمایا۔

ہر حدیث لکھنے سے پہلے استخارہ اور مراقبہ

آج سے باون برس پہلے، جب میں ابتدائی درجات میں راندیر میں تھا، تو دار العلوم دیوبند سے جو ماہنامہ نکلتا ہے دار العلوم، اس میں سن ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کے اپریل میں مرزا احمد رامپوری نے ایک مضمون لکھا تھا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ

اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لاکھوں احادیث میں سے جب صحیح بخاری میں احادیث منتخب کر کے جمع فرمانی شروع فرمائیں، اور صحیح بخاری کی تصنیف فرمانے لگے اور احادیث منتخب فرمانے لگے، تو اس میں احادیث کے انتخاب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر حدیث کو سامنے رکھ کر کہ اس میں لکھوں یا نہ لکھوں، اس کے بارے میں استخارہ فرماتے اللہ تبارک وتعالیٰ سے، اور مراقبہ فرماتے تھے۔

انہوں نے مراقبہ کے الفاظ لکھے ہیں کہ آپ مراقبہ فرماتے تھے۔ اس مراقبہ میں کسی حدیث کے بارے میں آپ کو قلبی اطمینان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے الہام ہو جاتا ہوگا اور اس پر وہ لکھتے اور انہوں نے تصریح سے لکھا ہے کہ بارہا، بے شمار احادیث کے بارے میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کے بعد آپ نے اس کتاب میں اس حدیث کو شامل فرمایا۔ یہ ایسی عظیم الشان کتاب جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم سے جمع ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت کا مرکز بنا دے، تو جہاتِ عالیہ اس طرف بھی ہوں۔

بارگاہ نبوی سے بشارت

میں سولہ سترہ برس پہلے ساؤتھ افریقہ کے سفر پر تھا۔ ہم آپ کی جماعت میں شریک ہماری نواسی عائشہ کو، ہماری ماں کو دکھانے کے لئے یہاں سے لے کر گئے کہ نانا کی ماں کی دعائیں اس کو ملیں گی۔ ماں کے پاس لے کر پہنچے، تو یہ وہاں بیمار ہو گئی، اتنی بیمار کہ ہم نے جو پروگرام تھا، ٹکٹ تھا ہمارا، وہ وہاں سے عمرہ کا تھا اور وہاں سے دو تین ماہ مدینہ شریفہ میں قیام کے بعد ہماری واپسی تھی، ہم نے پھر فیصلہ کر لیا کہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

ظہر کے بعد ماں کے بستر پر جا کر سویا۔ خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ اسی کمرہ میں، ماں کے کمرہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مولانا ارشد مدنی

صاحب کی شکل میں اکڑوں تشریف فرما ہیں، اور تین باتیں ارشاد فرمائیں، جن میں سے ایک یہ تھی کہ آپ عائشہ کو مدینہ شریف لے کر آجائیں، ان شاء اللہ یہ مدینہ منورہ میں بیمار نہیں ہوگی۔

چنانچہ الحمدللہ اس بشارت پر ہم نے اپنا سارا پروگرام پھر دوبارہ کینسل کیا اور لے کر گئے اور آپ کے ساتھ آج یہ فارغ ہو رہی ہے۔

جب یہ پیدا ہونے والی تھی، اس وقت بھی بارگاہِ نبوی سے بشارت ملی تھی۔ حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا نورالحق صاحب نے مجھے ایک پرچہ دیا، اس میں لکھا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے گھر میں تشریف لائی ہیں۔ اس لئے ہم نے پھر نام رکھا عائشہ۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

میرے یہاں محمد اور سلیمان کے بعد جو تیسرے کی باری تھی، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آم کے جس طرح بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں، ایسا بڑا ایک درخت ہے اور اس کی ایک ٹہنی زمین سے جتنی چیئر اور کرسی ہوتی ہے اتنی اوپر ہے، اور اس ٹہنی پر تمام ازواجِ مطہرات ایک ساتھ لائن میں بیٹھی ہوئی ہیں، تشریف فرما ہیں اور ان کے پیر ہل رہے ہیں۔

اب تک وہ منظر میرے سامنے ہے۔ ان میں سے ایک تنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمین پر کھڑی ہوگئیں اور اپنا دوپٹہ وہ ٹھیک فرما رہی تھیں، بس اتنا خواب تھا۔

خواب سے اٹھ کر میں نے گھر والوں سے کہا کہ اب یہ دو بیٹوں کے بعد یہ خواب میں نے دیکھا، اس کے معنی یہ ہیں کہ ازواجِ مطہرات کے ناموں میں سے اب انتخاب شروع کرو اور ایک کے بعد ایک ان میں سے آپ نام منتخب کر سکتے ہو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، فاطمہ آئی، زینب آئی، رقیہ آئی، ام کلثوم، آمنہ آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کا زمین پر نیچے اتر جانا، یہ بھی اس طرف اشارہ کہ خود ماں کا نام عائشہ، تو وہ نام تو نہیں رکھا

جائے گا، باقی ناموں میں سے منتخب کرو، ہر چیز وہاں سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کی قدر ومنزلت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آخری ایک قصہ عرض کر کے میں اپنی بات کو ختم کروں گا دوستو اور بہنو! واقعی ہم بہت بڑی غلطی میں ہیں، بہت بڑا اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ کاش کہ جس طرح ہمارے بزرگوں کا حال تھا، حضرت مولانا الیاس صاحب نے حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی کو فرمایا، چھپا ہوا ہے۔

مولانا ایوب سورتی نے جو تقریریں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی چھاپیں، اس میں ہے کہ پیر دبا رہے ہیں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، پوچھا کوئی اور تو ہے نہیں؟ کہا نہیں، کوئی نہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جب قلب تڑپتا ہے اور زیارتِ نبوی کی تمنا اور آرزو بڑھتی ہے، تو گردن جھکا کر آنکھیں بند کرتا ہوں اور زیارت ہو جاتی ہے۔

ہمارے اکابرین کہاں اور ہم کہاں؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کا قیام، سفر، اٹھنا، بیٹھنا، کہیں تشریف لے جانا، ہر چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی اجازت سے ہوتی تھی۔

حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ یہی حال اپنا بیان فرماتے ہیں کہ اتنے برس مجھ پر گزرے کہ میں نے کوئی کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔ یہ ہمارے سب اکابرین کہاں تھے اور ہم کہاں ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی قدر عطا فرمائے، اور میں تو کہتا ہوں آگے بڑھ کر۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے قصہ سنایا تھا حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، کہ ایک دفعہ زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، پریشان سے ہوئے، لمبا

خواب دیکھا، مختصر کرر ہا ہوں، فرمایا کہ کوئی بات نہیں پھر زیارت ہو جائے گی۔ وہ اگلے روز یا ایک دو دن کے بعد پھر حاضر ہوئے روتے ہوئے، اور عرض کیا کہ بالکل جیسا آپ نے فرمایا تھا، آج بہت اچھی طرح زیارت ہوئی۔ ہمارے اکابرین کا اپنا حال کتنا اونچا اور ہم کتنے محروم۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ آخری قصہ جو میں سنانے جارہا تھا، وہ یہ کہ میں فیصل آباد میں تھا تو ہمارے مرحوم دوست حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خسر صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا اوکاڑہ میں دارالعلوم ہے، وہ تشریف لائے۔

حضرت مولانا کی نسبت سے مجھے وہ غائبانہ جانتے تھے، مجھے یاد فرمایا، میں پہنچا، وہ وہاں کی جمعیت علماء کے ساری عمر رکن رکین اور مجلسِ عاملہ میں رہے، وہاں کے بڑے اونچے علماء میں سے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، مصافحہ تو سب کرتے ہیں، ہو جائے گا مگر میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا وقت مجھے حضرت عنایت فرمائیں، میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ضرور ایسا ہو جائے گا ان شاء اللہ، تو پھر وہ ٹھہر گئے۔

حضرت سے جب ملاقات ہوئی، تو حضرت کا جو معتکف تھا، وہاں میں ان کو لے گیا۔ پہلے سے میں نے بتادیا تھا، تو ملاقات کے بعد، مزاج پرسی کے بعد حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رونے لگے۔ روتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بس میں تو ایک درخواست کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے مدینہ شریف کی موت دے۔

حضرت نے دعائیہ کلمات فرمادئے۔ اب وہ پاکستان ساری عمر رہے، کبھی عمرہ اور حج کے ایک دو ہفتہ کے سوا وہاں طویل قیام نہیں کر سکے، مگر اللہ کی شان کہ حضرت کی دعا، حضرت سے دعا کی درخواست کی، تو حضرت نے دعا فرمائی، توجہ فرمائی ہوگی۔ اس کے چند ماہ کے بعد انہوں نے

وہاں کا سفر فرمایا، اور وہاں مدینہ طیبہ میں، احد میں جا کر مقیم ہو گئے اور دو تین ماہ میں وہیں پر ان کا وصال ہو گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ کا مرکز بنائے۔ اب حضرت مولانا کچھ بیان فرمائیں گے اور اس کے بعد حدیث پڑھ کر دعا فرمادیں گے۔

۱۰

سلام از ما برساں خیر الوریٰ را



صبا اے پیکِ مشتاقاں خدارا سلام از مارساں خیرالوریٰ را

پس از صلاۃ و تسلیم و تحیات بزاری بوسہ دہ آں خاک پارا

پس آنگہ داستانِ شوق سر کن کہ اے کوثر لبا مصحف عزارا

دمِ عیسیٰ زگیسوئت نسیمے جمال یوسف از روئت نظارا

ز موئت عنبریں گیسوئے والیل ز رویت چشم روشن والضحیٰ را

قدرت را پایۂ گردوں خرامی لبت رامایۂ یُحیی العظامی

زعشقت جان و دل را خانہ روشن زشوقت دیدہ را گوہر بدامن

زانجم آسماں شد محفل افروز چونورت برزمیں شد پر تو افگن

شمیمِ موئےتو در کوہ و صحرا بہارِ روےتو در دشت و گلشن

بہ کشتِ امتاں ز نیساں گزشتی کہ برخاکِ بیاباں ابر بہمن

سوارِ فاقہ از صحرا رسیدی بشکر مقدمَت درکوےؐ برزن

جہانے دیدہ کردہ فرشِ راہ اند

چو فرش اقبالِ پابوس تو خواہند

ہوئی عالم میں تیری ذات والا دلیلِ رحمتِ باری تعالےٰ
کیا انساں کا ہمسر تو نے انساں برابر کر دیا سب پست وبالا
بھنور میں امتوں کا جب تھا بیڑا اسے گرداب سے تونے نکالا
نکل کر چاند نے غارِ حرا سے کیا اطرافِ عالم میں اُجالا
تری امّت کے اے دریائے رحمت پڑا موجِ حوادث سے ہے پالا
(محمد ناظر)

صلى الله عليه وسلم

اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ ہونے والے طالبِ علم کو قبول فرمائے، قرانی علوم سے اُس کو بہرہ ور فرمائے، خاندانوں میں برکات تا قیامت جاری اور ساری رکھے۔ اس مدرسہ کو، مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ، اس کے محسنین، معاونین سب کو قبول فرمائے۔ ہم سب کے لئے آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ یہ سب کچھ، حق تعالیٰ شانہ، اُس کی کتاب، اُس کے دین کے خاطر سب کاوشیں ہورہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلطیوں کو معاف فرمائے، اور ٹوٹی پھوٹی، اِن خدمات کو، کاوشوں کو قبول فرمائے۔

نورانی، رحمانی، ملکوتی نظام

ابھی گذشتہ کل (Coventry) میں اسی طرح کی ایک مجلس تھی، کسی مدرسہ کی نئی عمارت کا افتتاح تھا، وہاں میں نے عرض کیا کہ آپ کے سامنے قرآنِ پاک کی تلاوت سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھا جاتا ہے، **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** ۔ یہیں سے ہمیں متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ دارِ دنیا ایک کشتی کے مانند ہے، جس میں ہم چل رہے ہیں۔ جس میں ہر وقت اِدھر سے اُدھر سے موجیں، تھپیڑیں مارتی رہتی ہیں، شیطانی وسوسوں کے دھکے بھی لگتے ہیں، اور اُن سے تحفظ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مستقل نورانی، رحمانی، ملکوتی

نظام قائم فرمایا ہے۔

میں نے ایک دو حدیثیں وہاں ذکر کی تھیں کہ جیسے ہی آپ گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ یہ دونوں قوتیں موجود ہیں۔ قدم باہر نکالتے ہی ابلیس کا بچہ، شیطان بھی سامنے آجاتا ہے، اور جو فرشتہ ہماری حفاظت کا متعین ہے وہ بھی آجاتا ہے۔ وہ فرشتہ جو حفاظت پر متعین ہے وہ ہماری حرکت اور قول کا، ارادہ کا منتظر ہے۔

اگر آپ نے قدم باہر نکالا، اور اس نے سن لیا، آپ کے زبان سے نکلا **بِسْمِ اللّٰہ**، تو باقاعدہ ہمیں جواب ملتا ہے **ھُدِیْتَ**، آگے دعا پڑھتے ہوئے، **تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰہِ**، کہ میرا بھروسہ اللہ پر ہے تو وہ جواب دیتا ہے، **كُفِيْتَ**۔ کہ جس ذات پر تو نے بھروسہ کیا ہے، اُس کی ذات کے بعد تجھے کسی اور آسرا کی ضرورت اور حاجت نہیں، وہ ایک کافی ہے۔ پھر آگے دعا پوری کرتے ہوئے آپ پڑھتے ہیں، **لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ**، تو فرشتہ آپ کو الوداع، رخصت کرتا ہے کہ آپ سفر شروع کریں، میں ساتھ ساتھ ہوں اور اللہ کی حفاظت تیرے ساتھ ہے۔ میں نے بتایا تھا، کہ یہی حال، کہ فرشتہ ساتھ رہتا ہے۔ اگر چہ ویسے ہی آپ نکل گئے، گناہ کے ارادہ سے نکلے، تو ہر جگہ، ہر گھڑی وہ شیطان کا بچہ ساتھ رہتا ہے۔ ہر چیز میں اس کا دخل ہے۔

آگے حدیث میں آتا ہے کہ جب سونے کے لئے آپ بستر پر لیٹتے ہیں تو پھر یہ دونوں آمنے سامنے، فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی یہ خاتمہ کا وقت ہے، دن ختم ہو رہا ہے، آپ سونے کی تیاری کر چکے ہو، تو خاتمہ بالخیر کر کے سو۔

اب اس کے بالمقابل، وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، ابلیس کا بچہ کہ **اِفْتَحْ بِالشَّر** کہ خاتمہ بالشر کر کے سو۔ اب اگر اس وقت دعا پڑھی اور دعا پڑھتا رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ذکر کرتا رہا آنکھ لگنے تک، تو اب پوری رات وہ فرشتہ آپ کی حفاظت پر متعین اور آپ کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ لیکن اگر وہی گناہوں کے تصورات میں ڈوبے رہے، اور ذکر کی توفیق نہیں ہوئی، تو رات بھر وہ شیطان ساتھ ہوگا۔

پیدا ہونے سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اُس کے ساتھ اس کا قرین بھی پیدا ہوتا ہے۔ شیطان، جو عمر بھر ساتھ رہے گا، اس سے حفاظت کے لئے اللہ نے فرشتہ متعین کر دیا وہ بھی ہر وقت ساتھ ہے۔ تاکہ اُس شیطان کے شر سے وہ بچائے۔

یہ دنیا کا سفر چلتا رہتا ہے۔ جب یہ دنیا کا سفر ختم ہوگا، وہ ایک دن کے مانند ہے، ایک دن تو بہت بڑا، وہ ایک پلک جھپکنے کے مانند ہے۔ سو سال کی عمر اُس کو ملے یا کئی سو سال کی ملے، جب آخری وقت اس دنیا سے وہ جا رہا ہوگا، تو یہ سو سال کی عمر کو کتنا سمجھے گا، ایک پلک جھپکنے کے مانند۔ تو اُس وقت پھر یہ دونوں آمنے سامنے۔

بزرگوں کے وصال کے احوال

ایک کتاب لکھنے کی اللہ نے توفیق دی تھی، کہ پچیس برس پہلے لکھی ہوگی، بزرگوں کے وصال کے احوال، پھر اس میں دنیا سے جانے والے اکابر، یہ کس طرح گئے۔

یہ بھی بڑا کٹھن سفر ہے، اس جہان سے وہ جہان کو منتقل ہونا ہے۔ آپ یہاں سے پاکستان جاتے ہیں، ہندوستان جاتے ہیں، کسی اور ملک میں جاتے ہیں، تو تمام انتظامات پہلے سے سوچ لیتے ہیں، تو آپ یہاں سے کیسے اُس ملک میں منتقل ہوں گے؟ وہاں کیا ہوگا؟ وہ حضرات اس جہاں سے کیسے منتقل ہوئے، اُن کے کئی سو واقعات اُس کتاب میں مذکور ہیں۔

اس کتاب میں بہت سوں کے واقعات میں آپ کو ملے گا، یہی مقابلہ، جو روز صبح شام گھر سے نکلنے کے وقت، صبح کے وقت بھی، شام کے وقت بھی آنکھ کھلنے کے بعد بھی، ابلیس کا اور جو فرشتہ کا مکالمہ ہوتا ہے، تو یہی آخری گھڑی، جب اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت ہے، عالم آخرت میں قدم رنجہ ہونے کا وقت ہے، اُس وقت بھی دونوں موجود۔ تو فرشتہ خیر کی تلقین کرتا ہے کہ اب یہ عمر ختم ہو رہی ہے، خاتمہ تیرا بالخیر ہو، کلمہ پڑھ لے، اللہ کو یاد کر لے۔ اللہ کی یاد میں مشغول ہو جا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

وہاں میں نے حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ذکر کیا تھا۔ کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص شاگرد دیوبند کے قریب کسی شہر میں رہتے تھے۔ اُن کے صاحبزادہ کا حضرت مدنی رحمۃ اللہ کو خط پہنچتا ہے کہ حضرت، ابا جان کے آخری ایام ہیں، آخری گھڑی ہے، اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت ہے، اور ہر وقت دنیا کا تذکرہ، کہ اُس زمین کا کیا ہوا؟ اُس جائیداد کا کیا ہوا؟ اُس مکان کا کیا ہوا؟ ہمیں بڑا فکر ہے۔

حضرت کو خاص تعلق تھا، تو حضرت تشریف لے گئے۔ جب اُن کے یہاں پہنچے، تشریف فرما ہوئے، حضرت نے کوئی نصیحت نہیں فرمائی، کوئی تقریر نہیں فرمائی، کوئی ڈانٹ نہیں پلائی، کوئی تنبیہ نہیں فرمائی۔ گردن جھکائی۔ حضرت نے ادھر گردن جھکائی، تو جتنا مجمع موجود، سب کے دل کے کان کھل گئے، اور وہ سب چھت سے ذکر کی آواز سُن رہے ہیں، دیوار سے ذکر کی آواز سن رہے ہیں، کھڑکی کی آواز سن رہے ہیں، اطراف کی تمام موجود اشیاء کی ذکر کی آواز وہ سن رہے ہیں۔ اور حضرت کھانے کے بعد، کھانا نوش فرمایا، تشریف لے آئے۔

بعد میں اُن کے صاحبزادہ نے خط لکھا کہ حضرت، آپ کی تشریف آوری کا بہت شکریہ، آپ کی تشریف آوری کے بعد سے والد صاحب کا حال بالکل پہلے کے برعکس ہو گیا۔ اب ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ پوچھنا پڑتا ہے کہ آپ کو استنجاء کی حاجت؟ آپ کو کھانے کی حاجت؟ آپ کو پانی چاہیے؟ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف انتقال سے پہلے پہلے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

بارہا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ سنایا۔ مدینہ شریف میں حضرت اپنی چارپائی پر ہیں، ہم چارپائی کے نیچے بیٹھے ہیں، حضرت کچھ لکھوا رہے ہیں، یہ کام ہو رہا ہے، اتنے میں ایک دم، مڑ کر فرمایا کہ مارو اس کو! ہم حیران کہ یہ چھوٹا سا ایک کمرہ ہے، حضرت ابھی تو فرما رہے تھے یوں

لکھو، اور ابھی ایک دم، مارو اُس کو۔ ہم سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا مارو اس کو۔ تیسری دفعہ مارو اُس کو فرمانے کے بعد حضرت سے ہم نے پوچھا کہ کس کو ماریں؟ تو حضرت مسکرائے۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ ابلیس آیا تھا، یہ انتقال کے تین دن پہلے۔

جیسے میں نے عرض کیا کہ گھر سے باہر قدم نکالتے وقت پہنچ جاتا ہے، صبح آنکھ کھلتی ہے پہنچ جاتا ہے، آنکھ لگنے والی ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور اس جہاں سے رخصت کے وقت بھی وہ پہنچ جاتا ہے۔ کیا انبیاء، کیا اولیاء، ہر ایک کے پاس، اس کو رسائی اللہ نے دی ہے، پہنچ تو جاتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی حفاظتِ الٰہی کا پہرہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان شیطانی قوتوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ان شیطانی قوتوں کے کچھ واقعات میں نے اُن کو سنائے تھے۔ محمد ابن ابان کا قصہ سنایا تھا، ایک بڑے محدث وُہیب کا قصہ سنایا تھا۔ ایک اور محدث ابو النجم، وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک مکان خریدا، جب ہم اُس میں منتقل ہوئے، تو ہم لوگ سب گھر والے کچھ سن رہے ہیں، اور دیکھ رہے ہیں، کبھی کوئی شکل نظر آتی ہے، ڈراؤنی، کوئی آوازیں آتی ہیں۔ اور جب اس سے کام نہیں چلا، تو پھر ساتھ ساتھ، صاف صاف انہوں نے ہمیں کہنا شروع کیا تَحَوَّلُوا عَنْ جِوَارِی کہ یہاں کیوں آگئے؟ اس مکان کو ہمارے لئے خالی چھوڑ کر بھاگو یہاں سے۔

کہتے ہیں کہ پڑھتے بھی رہے، دعائیں بھی کرتے رہے، جب تنگ ہوگئے، تو فرماتے ہیں ابو النجم کہ میں نے ایک خط لکھا۔ کوفہ میں تین بزرگ اس وقت رہا کرتے تھے، ایک بڑے محدث المحاربی، اور ایک ابو اسامہ، اور تیسرے ابن ادریس۔ تو کَتَبْتُ اِلَیْھِم، میں نے اُن کو سارا قصہ لکھا کہ اس طرح ہمارے ساتھ یہاں پیش آیا ہے، تو ان میں سے شیخ محاربی نے ہمیں جواب لکھا۔ جوابی خط لکھا اور اُس میں تحریر فرمایا کہ ایسا ہوسکتا ہے جیسا آپ اپنے گھر میں دیکھ رہے ہیں۔

پھر انہوں نے مدینہ منورہ کا ایک قصہ لکھا، کہ مدینہ منورہ میں ایک کنواں تھا، اس کنویں سے

پانی کے لئے جب کوئی پہنچتا، اور ڈول رسی اندر لٹکا تا، تو جیسے ہی رسی اندر لٹکائی کہ ڈول اور رسی غائب، کاٹ لی جاتی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ایک دفعہ ایک مریض کو لایا گیا کہ اسے جنات کی کوئی تکلیف ہے اور جتنی دفعہ کوئی علاج کیا جاتا ہے، تعویذ گلے میں ڈالا جاتا ہے، تو اُس وقت جیسے ہی گلے میں ڈالا، تو ایک چنگاری محسوس ہوتی ہے، وہ چنگاری ہمیں نظر آتی ہے اور اس سے تعویذ پھٹتا ہے۔ اس طرح وہاں بہت انواع اور اقسام کے مریض، اُن کے عجیب عجیب واقعات۔

اُن کے یہاں محاربی نے لکھا کہ وہاں مدینہ طیبہ میں وہ ڈول جیسے لٹکایا، کہ کوئی اندر سے رسی کاٹ لیتا تھا، ڈول بھی غائب، رسی بھی آدھی آپ کے ہاتھ میں، آدھی نیچے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اُنہیں یہ دعا لکھ کر دی تھی۔ دعا آگے لکھی اور اس کے بعد لکھا کہ اس کے ساتھ سورۃ وَ الصّٰفّٰت کی دس آیتیں پڑھیئے۔ وَ الصّٰفّٰت صَفًّا سے لاَزِب تک۔ اور انہوں نے اس کنویں کے قصہ میں محاربی نے لکھا ہے، کہ جب ہم نے وہاں یہ عمل کیا کہ ایک ڈول میں پانی لیا، اور اُس پر ہم نے دم دیا، اور اس کنویں میں ڈالا تو وہاں سے ایک آگ نکلی، اوپر تک اور اُس میں سے آواز آرہی تھی احرقتمونا کہ تم نے ہمیں جلا دیا۔

شیخ محمد ابن عبدالوہاب

ابن قیم جوزی، ابن تیمیہ کے خاص شاگرد، اور ہر وقت کے اُن کے حاضر باش خادم، انہوں نے غالبًا اپنی کتاب الروح میں یہ قصہ لکھا ہے۔ سعودی عرب میں، مدینہ طیبہ میں، ہمارے اکابر کے خلاف ایک کتاب لکھی گئی، ہم سلفیوں سے بڑھکر موَحد ہیں، توحید کو ماننے والے ہیں، اللہ شیخ حذیفی کو معاف کرے، اُن کی نگرانی میں یہ کتاب ہمارے خلاف لکھوائی گئی، جھود علماءِ الاحناف، بڑی ضخیم کتاب، اُس میں طرح طرح کی تہمتیں ہم پر گھڑی گئیں۔ ہم نے اُن کے جواب دئے، اور ساتھ اُن سے کہا کہ ہم سے تو آگے، جن مشائخ کو آپ مانتے ہو، وہ ہم سے بھی آگے ہیں۔

اُن کا ایک قصہ سنایا، کہ یہ سعودی حکومت کے دینی سربراہ، شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے۔ کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس نوجوان کو دفن کیا گیا، کچھ دن کے بعد ان کے چچا اُسے خواب میں دیکھتے ہیں، وہ مرحوم شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے مجھے جو کفن پہنایا، بڑا گھٹیا قسم کا پہنایا، اس کفن میں، اس کفن کو پہن کر میں قبرستان والوں میں بیٹھ نہیں سکتا مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ ایسا کفن کیوں پہنایا مجھے؟

یہ خواب انہوں نے کسی سے، شیخ محمد ابن عبدالوہاب لکھتے ہیں، کہ خواب کسی بزرگ کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، دیکھ لو اپنے اطراف میں جو شخص بیمار ہو، قریب الموت ہو، جس کے متعلق یہ خیال کیا جا رہا ہو کہ یہ اُن کے آخری ایام ہیں، اُن کے ساتھ کفن بھیج دینا۔

چنانچہ تعبیر کے متعلق انہوں نے معلوم کیا، کہ اس طرح آخری ایام کس کے چل رہے ہیں۔ کوئی بیمار تھا اُس کے پاس پہنچے، اچھا کفن لے کر کے، اور اُن سے سارا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے یہ خواب دیکھا، اور اُس کی یہ تعبیر دی گئی اور ہم یہ کفن، اللہ اس کو زندگی دے، جب بیماری میں آپ کا انتقال ہو گیا، تو یہ کفن ہم آپ کی قبر میں رکھ دیں گے۔ تو پلیز (please) آپ یہ ہمارا کفن، فلاں ہمارے رشتہ دار جو فوت ہو چکے ہیں، انہیں پہنچا دینا۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔

چنانچہ اُن کا انتقال ہو گیا، اور کفن اُن کے قبر میں رکھ دیا گیا، شیخ محمد ابن عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ پھر وہ مرحوم اسی اپنے چچا کے خواب میں آ کر شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ آپ حضرات کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اچھا کفن میرے لئے بھیج دیا، میں اس پر آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

میں نے اُن سے کہا کہ ہماری جماعت میں، ہم نے کہیں اس طرح کا قصہ نہیں پڑھا کہ دنیا سے، اُس جہان میں کوئی مادّی چیز قبر میں رکھی جاتی ہو، اور بھیجی جاتی ہو۔ آپ تو ہم سے دس قدم آگے بڑھ چکے ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب نے اپنی کتاب میں یہ قصہ لکھا ہے۔ صرف یہ نہیں کہ یہ،

ہم بھی امام ابن تیمیہ کو بزرگ مانتے ہیں، ابن قیم کو بزرگ مانتے ہیں، انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے عملیات کی تاثیر کا کہ شیطانی قوتوں کو کس طرح زیر کیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی وہ پانی بھر کر ڈول میں، وہ ڈول کنویں میں ڈالا گیا، تو اس میں سے ایک آگ نکلی، اور وہ چلاّتے ہوئے، کہ احرقتمونا کہ تو نے ہمیں جلا دیا۔

ابوالنجم فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اپنے گھر میں جو تکلیف تھی، اس کے لئے ایک جگ (jug) میں پانی لیا، اور اس پر دم کیا اور گھر کی تمام دیواروں اور کونوں پر اس کو چھڑک دیا اور جس طرح اُس کنویں میں سے آواز آئی تھی تو اس طرح یہاں بھی آواز آرہی ہے، کہ ہمیں مت جلاؤ، ہم جا رہے ہیں، اس مکان کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ ہمیشہ کے لئے پھر اُن سے نجات مل گئی۔

ایک نظام ہے شیطانی قوتوں کا، کہ جو اس طرح پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اُس سے آگے ہدایت کے راستہ میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں، گناہوں کے راستہ کی طرف لے جاتے ہیں، اور اخیر میں جب اس جہان سے اُس جہان میں جانے کا وقت آتا ہے۔ آخری وقت جوان کا حملہ ہوتا ہے، وہ ایمان پر ہوتا ہے۔ اللہ ہمارے ایمان کو بچائے، اور ایمان کے ساتھ ہمیں اس جہان سے اُس جہان تک لے جائے۔

اسی لئے ہمارے امام اعظم، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَکْثَرُ مَا ینزع الایْمَان، ویسے تو دنیا میں سب اپنے ایمان کو بچا لیتے ہیں، کبھی کبھار کوئی تکلیف، یا کوئی مصیبت پیش آئی، یا کوئی ظلم ظالموں کا برداشت نہیں ہوسکا، اور وہاں پھر اپنی زندگی بچائے یا ایمان بچائے، تو دو میں سے ایک، اس لئے یہ گھڑی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ وہاں کوئی کھو دیتے ہوں گے، اللہ بچائے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اتنے زور کا ابلیس کا حملہ ہوتا ہے، کہ بہت سے لوگ ساری عمر اپنا ایمان بچاتے رہے اور اُس وقت کھو دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرانِ کریم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، تلاوت کی توفیق عطا فرمائے،

قران پر ہمارے عقیدہ کو مضبوط رکھے۔ نہ دولت عقل دے سکتی ہے، نہ حکومت عقل دے سکتی ہے، نہ دنیوی علوم انسان کو عقل دے سکتے ہیں۔ کتنے ملینوں (millions) انسانوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک پاؤنڈ (pound) کی، دس پاؤنڈ کی، سو پاؤنڈ کی مورتی خریدتے ہیں، لاکر رکھتے ہیں اور اسی کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں اور اسی کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں۔

درختوں کی پوجا ہوتی تھی، ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بڑی جری خاتون تھیں۔ انہوں نے ڈانٹا۔ اس نے کہا کہ اپنے ہاتھوں سے تو نے اس درخت کو بویا ہے، اور پھر اسی کی پوجا تو نے شروع کردی۔ کہ جو درخت تو نے خود اُگایا، پودا تھا، پانی ڈال کر پھر جب بڑا ہو گیا، وہ درختوں کی پوجا بھی کرتے تھے، پتھروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔

یہ جو میں عرض کر رہا ہوں اس کی دعا ہمیشہ کرتے رہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے عقیدہ کو مضبوط رکھے، ہمارا عقیدہ متزلزل نہ ہو۔ قرآن پر ہمارا عقیدہ صحیح رہے۔ اور اسی کے ذیل میں، میں نے کہا کہ حکومت مل جائے، دولت مل جائے، سب کچھ مل جائے، اس سے عقل نہیں ملتی۔

یہ تیونس، لیبیا، مغرب ہر جگہ ابھی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں رحمتیں نازل فرمائے۔ قتل و غارت گری کو ختم فرمائے، امن اور سکون عطا فرمائے۔ جو بے گھر ہو چکے انہیں گھر عطا فرمائے۔ جو ننگے ہیں بھوکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی بہترین کفالت فرمائے۔

وہاں کے حبیب بورقیبہ کو ایک دفعہ جنون سوار ہوا، اُسی جنون میں، اُس نے ایسی بکواس کہی ہے، کہ آپ رشدی (Rushdie) کو بھول جائیں گے، ایسے کلمات کہ وہ کلمات میں نقل نہیں کرسکتا آپ کے سامنے۔ اُس وقت چونکہ اُس کے خلاف جو کچھ کر سکتے تھے، احتجاجی صدائیں بھی نہیں پہنچ سکتی تھیں، کیا کر سکتے تھے، دعائیں کر سکتے تھے۔

اُس نے ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور قران پر جو حملہ کیا تھا، جیسا میں نے عرض کیا کہ، وہ کلمات میں نقل نہیں کرسکتا کہ کیا اُس نے بکواس کی، اُس میں سے ایک

جزء جو یہاں منبر پر بیٹھ کر میں نقل کرسکتا ہوں، وہ یہ کہ اس نے کہا کہ یہ بے ربط قرآن شریف ہے، کوئی ربط نہیں ہے، غیر مربوط ہے۔ حالانکہ محدثین نے، مفسرین نے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، آیات تک کو مکمل مربوط بیان کیا ہے یہ ہماری عقل کا قصور ہے، کہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں، ہمیں اپنی عقل کو قصوروار سمجھنا چاہیئے، نہ کہ قرآن شریف کو۔

تعدد ازواج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے اسی طرح سوال کیا، کہ اماں جان! یہ جو سورۃ نساء کے ابتدائی رکوع میں ذکر ہے، اس میں مسلسل تذکرہ تو چل رہا ہے یتیم کا۔ یتیم کے تذکرہ میں **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ**، کہ تم نکاح کر سکتے ہو ایک نکاح، دو، تین، چار سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔ یہ آیت بیچ میں، پورا رکوع، اس سے پہلے یتیم کا ذکر، اس کے بعد یتیم کا ذکر، اس میں یہ نکاح، چار نکاح کی جو اجازت، اس کا ذکر کیسے آ گیا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے برجستہ ان سے فرمایا کہ ہوتا یہ تھا کہ عربوں کے یہاں کوئی تعداد متعین نہیں تھی نکاح کے سلسلہ میں، یہ جمع ہے کہ صرف ۴؍ کی اجازت ہے۔

وہاں افریقہ میں ایک مدرسہ کی حفاظت کے لئے gatekeeper کی ضرورت تھی تو کسی افریقن کو بلایا گیا، تنخواہ طے کی جا رہی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ تنخواہ تو میرے لئے تھوڑی ہے۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہنے لگا میری نو بیویاں ہیں اور اتنے بچے۔

یہی تصور عربوں کے یہاں اس سے بھی آگے کا، تو قرآن نے اس کو محدود کر دیا۔ یہ جو الزام لگاتے ہیں، قرآن پر حملے کرتے ہیں، اسلام پر حملے کرتے ہیں چار بیویاں، تو ان کو پتہ ہے کہ دنیا میں اِس وقت بھی یہ عام طور پر، افریقہ چلے جائیں تو وہاں درجنوں اور پچاسوں بیویوں کا تصور اب تک موجود ہے اور عملی طور پر ان کے یہاں یہ سلسلہ چل رہا تھا، تو اس سلسلہ کو ختم کیا قرآن نے

،اسلام نے ،اور محدود کر دیا، کہ صرف یہاں تک اجازت ہے اور اس کے لئے بھی شرائط متعین فرما دیں، پابند کر دیا شوہر کو۔ یہ جو سلسلہ چلا آ رہا تھا اس پر بریک لگا دی۔

اماں جان نے فرمایا کہ ہوتا یہ تھا کہ کسی کی تربیت میں، ولایت میں، کسی کی ماتحتی میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں، وہ کافر مشرک اس یتیم لڑکی کے مال کو بھی ہضم کر لیتے تھے اور اس کے بھی مالک بن جاتے تھے یہ کہہ کر کہ تو تو میری بیوی ہے۔ایک یتیم لڑکی، دوسری، تیسری، ان کو مظالم سے بچانے کے لئے بیچ میں یہ آیت لائی گئی کہ **وان خفتم الا تقسطوا..** اور اس یتیمہ کو چھوڑ کر کے جو اور عورتیں ہیں اس میں بھی تم پر پابندی کہ صرف چار کی اجازت ہے۔

اس پر کنٹرول کیا اور بریک لگائی، اسلام نے تو بریک لگائی کہ وہ یتیم لڑکی جوان کی تحویل میں ہوتی تھی، اس کے مالک بن جاتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھنے والے کو جواب دیا کہ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اس کا تعلق یتیم لڑکی کے نکاح سے ہے، بے ربط نہیں ہے۔

قرآن پر اشکال

اسی طرح میں نے گزشتہ مہینہ بیان میں کہا تھا کہ قذافی نے قرآن پر اشکال کیا تھا۔ایک دفعہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب، جمعہ کے دن وہ تشریف لائے ،فرمانے لگے ہماری مسجد میں آپ نماز پڑھا دیں اور بیان بھی آپ فرما دیں۔ میں نے وہاں پچیس برس پہلے یہ قصہ قذافی کا ذکر کیا تھا کہ قذافی کو اشکال ہو گیا کہ **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ،** پر **قُلْ** کیوں؟ یہاں سے شروع کرو، **هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ،** اور یہ تو دعا ہے **اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ،**

قرآن پر اشکال، نبوت پر اشکال۔ کہ ایک خاتون کو فرانس سے بلایا گیا، ساڑھے تین برس تک اس کو رکھا گیا اپنے پاس اور ایک کتاب لکھوائی اور اس کو چھپوایا گیا مختلف زبانوں میں اور اس

کتاب کا نام تھا رسول الصحراء: desert کا پیغمبر۔

اور اسی میں وہ خاتون ان سے سوال کرتی ہے قذافی سے هَلْ اَنْتَ نَبِیٌّ؟ کیا تم نبی ہو؟ تو جواب میں، عقل ہوتی تو صاف کہتے لا حول و لا قوة الا باللّٰه، مگر جواب کیا ہے، جواب کیا دیا؟ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا رَعَی الْغَنَمُ وَ اَنَا اَیْضًا رَعَیْتُ الْغَنَم کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں، لا حول و لا قوة الا باللّٰه، اس لئے میں نے کہا کہ نہ دولت، نہ حکومت، نہ دنیوی علم، کوئی چیز ہدایت نہیں دے سکتی، عقل نہیں دے سکتی، اللہ تبارک و تعالی ہمارے عقیدہ کو قرآن پر، اسلام پر مضبوط فرمائے۔

قرآن کی پیشینگوئی

قرآن سچا، کتنا سچا، میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن پاک میں ہزاروں پیشینگوئیاں، ایک پیشینگوئی یہودیوں کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس گزر چکے اس طرح سے، قرآن نے کہا فَقَلِیْلًا مَا یُؤْمِنُوْن کبھی کبھار تھوڑے اور بہت اَقَلْ وَقَلِیْل تھوڑے یہودی ایمان لائیں گے۔ آپ نے سنا کہیں کہ پوری بستی یہودیوں کی تھی، پورا ملک یہودیوں کا تھا اور وہ مسلمان ہو گیا، سنا ہے؟

عیسائی مذہب کو ماننے والے، دوسرے مذاہب کو ماننے والے، ان کے شہر کے شہر، ملک کے ملک مسلمان ہوئے، لیکن یہودی اپنے مذہب پر اتنے پختہ۔ اس سے بھی ہمیں سبق لینا چاہئے کہ دیکھو کتنے اسلامی ملکوں میں یلغار ہو رہی ہے مشنریوں (missionary) کی، دوسرے مذاہب کے لئے کام کرنے والوں کی، اور ارتداد پھیلانے والوں کی، ان کو نہیں بچا سکتے، مگر انہوں نے کس طرح اپنے مذہب کو، اپنی قوم کو بچایا۔ قرآن کی پیشینگوئی کتنی سچی، فَقَلِیْلًا مَا یُؤْمِنُوْن پہلے پارہ میں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی زبانِ مبارک سے قرآن، اللہ کا کلام تو سچا ہی ہے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ نکلا وہ بھی سچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض خواتین جن سے رشتہ داری کا تعلق تھا، جن کی قربانی تھی جو انہوں نے دین کے لئے پیش کی تھی اس کے خاطر کبھی ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں کبھی آرام کے لئے تشریف لے جاتے، صحابۂ کرام کے ساتھ، شیخین کے ساتھ آرام فرماتے، آرام فرما رہے ہیں۔

اور انہیں بھی کتنا تعلق، ان صحابیات میں بھی کس قدر قدر تھی، انہوں نے سوچا کہ یہ میں چادر بچھاتی ہوں، اس میں تو مشک و عنبر جنت سے لایا گیا ہو، اس سے بھی زیادہ خوشبو میری اس چادر میں بس گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحات کے لئے آرام فرمائیں۔ ایسا کیوں نہ کروں كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرَ الْعَرَق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ زیادہ آتا تھا، تو وہ جو چادر بچھاتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے لئے، اس کی خوشبو سے جی نہیں بھرتا تھا، انہوں نے چمڑا بچھا دیا، کھال، جانور کی کھال دباغت دی ہوئی، بال صاف کئے ہوئے اب وہ پلاسٹک (plastic) کی طرح، جو قطرہ گرے گا اس کے اوپر محفوظ رہے گا، سو جو قطرے اس پر گرتے وہ لے رہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ آرام فرمایئے، آپ کا پسینہ مبارک میری خوشبو میں ڈال دوں، تا کہ میرا عود، میرا مشک اور خوشبو دار ہو جائے، کہ مشک اور عنبر کی خوشبو اس آپ کے پسینہ کی خوشبو کے سامنے ہیچ ہے۔

حضرت ام حرام رضی اللہ تعالی عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں، ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں آرام فرما ہیں۔ آنکھ کھلی، فرمایا کہ ابھی میں خواب دیکھ رہا تھا کہ میری امت جس طرح ابھی سفر کر کے اسلام کی دعوت کو لئے دور دور جا رہی ہے، اسی طرح میری امت کی ایک جماعت سمندر پر سفر کر کے جائے

گی۔

انہوں نے فوراً عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں اللہ مجھے ان میں سے، اس قافلہ میں شامل فرمادے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دے دی اَنْتِ مِنْهُمْ تو ان میں شامل ہوگی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے، پھر آنکھ کھلی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے پھر دیکھا، وہ ایک جماعت جارہی تھی، ان کو دیکھا، اس کے بعد دوسری جماعت بھی دیکھی، بار بار کہ سفر ہوگا میری امت کا سمندری سفر۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں اس میں شامل ہوجاؤں۔ فرمایا کہ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ، جو پہلی جماعت جائے گی ان میں تو جائے گی۔

چنانچہ سب سے پہلا جو بحری بیڑا مشرق کے ساحل سے چلا آیا cyprus کی طرف، اس میں حضرت ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کتنی سچی زبانِ نبوت اور اسی سفر میں جب واپسی ہورہی تھیں اس سفر سے، تو سمندر پر دوبارہ جب سواری کے لئے جانور پر سوار ہوکر کنارے پر چل رہے تھے، اس سے یہ گر گئیں، وہیں انتقال ہوگیا ام حرام رضی اللہ عنہا کا، وہیں cyprus میں آپ کا مزار ہے، وہاں مدفون ہیں۔ تو پہلے ہی سفر میں، پہلی ہی جماعت میں انتقال ہونے والا تھا، اس لئے فرمایا کہ تو پہلے والوں میں ہے، دوسری جماعت میں نہیں، اس وقت تو اس عالم میں نہیں ہوگی، جب دوسرا سفر ہورہا ہوگا۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا، بڑی پڑھی لکھی خاتون، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی امی تھے، اور فِي الْاُمِّيِّيْنَ. قرآن نے کہا سب کے سب امی، پڑھا لکھا ہوا کوئی کوئی۔ یہ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا پڑھی لکھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عورتیں ان کے

یہاں اکٹھی ہوا کرتی تھیں، انہیں قرآن پڑھایا کرتی تھیں۔

ام ورقہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، جیسے ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں بھی تشریف لے جاتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، وہ تو ایک قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک نکل پڑے۔ نہ کوئی جہاد کا سفر، نہ کوئی فوج، نہ کوئی انتظام، نہ کوئی تیاری، نہ اسلحہ اسی لئے صحابۂ کرام خالی ہاتھ، کسی کے پاس ڈنڈا۔

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں

کل آٹھ تلوار، تین سو تیرہ میں کتنی؟ آٹھ، کل، باقی سب خالی ہاتھ۔ کسی کسی کے پاس کہیں ڈنڈا تھا۔ یہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا دوڑی یا رسول اللہ! ہمیں بھی آنا ہے، عرض کر رہی ہے یا رسول اللہ! مجھے لے جایئے، میں شہادت چاہتی ہوں۔

میں عرض کر رہا تھا زبانِ نبوت کتنی سچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ درخواست کر رہی ہے یا رسول اللہ! آپ جا رہے ہیں، ابوسفیان کے قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے، میں بھی چلوں، مجھے شہادت ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض فرماتے ہیں کہ تجھے شہادت تو ملے گی، تیرے گھر میں ملے گی، گھر ہی میں کہ جو تیرا مدرسہ چلا ہے اور دینی کام خواتین میں کر رہی ہیں، اسی کو کرتی رہو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں تشریف لے گئے، واپس آ گئے تو معمول یہی جاری رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ کے یہاں جانا آپ چاہتے تھے، جب سے بدر والا قصہ پیش آیا انہوں نے درخواست کی اور آپ نے ان کو شہادت کی بشارت دی، اس کے بعد جب ام ورقہ کے یہاں جانا ہوتا تو عنوان بدل دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، چلو! شہیدہ کے گھر چلتے ہیں، اب شہیدہ۔ جب بھی جانا ہوتا شہیدہ کے گھر چلو۔

زبانِ نبوت کی صداقت

زبانِ نبوت کی صداقت کہ حضرت ام ورقہ شہیدہ اپنے گھر میں کام کر رہی ہیں خواتین میں، کام بڑے زور وشور سے جاری ہے، ان کی خدمت کے لئے ایک باندی گھر میں کام کاج کے لئے رکھی ہوئی ہے، ایک غلام باہر کے کام کے لئے رکھا ہوا ہے ان کی خدمت کے لئے ساتھ ہے، غلام باندی۔

ایک دفعہ ان کو خوش کرنے کے لئے غلام اور باندی کو، ایک انعام کے طور پر انہوں نے ان سے فرما دیا، غلام کو بھی اور باندی کو بھی کہ حُرّ بَعْدَ مَوْتِی کہ میرا انتقال ہو جائے گا اس کے بعد تم آزاد، ان کو مدبَّر بنا دیا، جس کو، کسی غلام کو یہ کہہ دیا جائے، اس کو کہا جاتا ہے، اَنْتَ حُرّ بَعْدَ مَوْتِی میرے مرنے کے بعد تم آزاد۔

اب ان ظالموں نے، دونوں نے مل کر سوچا کہ یہ تو مرتی ہی نہیں، چلو ہم ہی اس کو قتل کر دیتے ہیں تو انہوں نے پلان کر کے کام تمام کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ان کے گھر جاتے، ام ورقہ کے گھر، وہاں روتے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد مناتے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، پھر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے، ان کا خیال رکھتے، کتنا خیال رکھتے؟

صَدَق رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

کہ ایک دفعہ صبح اٹھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمانے لگے کہ ہماری خالہ کی قراءت کی آج آواز کان میں نہیں آرہی ہے؟ کیا بات ہے؟ کہ وہ بیمار تو نہیں، چلو ان کو چل کر دیکھتے ہیں، حال پوچھتے ہیں کہ آج رات کو ان کے یہاں سے قراءت کی آواز نہیں آئی۔

اللہ تعالی ہمارے گھروں کو بھی ایسا بنائے کہ اس میں سے قرآن پاک کی تلاوت اور قراءت

کی آواز نکلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھیوں کو لے کر ان کے گھر پہنچتے ہیں۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لاش پڑی ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، رو کر فرمایا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر یہ ساتھیوں کو قصہ سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ بدر میں جانا چاہتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے شہادت چاہیے، مجھے لے جایئے آپ کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نہیں، تم اپنے گھر میں ہی رہو، وہیں تمہیں شہادت ملے گی۔ زبانِ نبوت کتنی سچی! ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہیں پر گھر میں ان کو شہادت ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدمی دوڑائے، پکڑو! کہاں بھاگ سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب طرف حکومت تھی۔ دونوں کو پکڑ کر لایا گیا، غلام کو بھی، باندی کو بھی، دونوں نے اقرار کیا، اس لئے ان کو قتل کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، عام طور پر اسلام میں جو قصاص ہے، بس ایک تلوار سے کام تمام کر دیا جائے، گردن اڑا دی جائے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام واقعات ساری زندگی کے سامنے آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی فدائیت، ان کا تعلق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے یہاں بار بار تشریف لے جانا۔ فرمایا کہ نہیں، ایسے کام نہیں چلے گا، صرف ایک تلوار مارو، گردن اڑا دو۔ فرمایا پھانسی دو دونوں کو۔ فوراً سولی پر لٹکایا گیا۔

سب سے پہلے مدینہ منورہ میں جن کو پھانسی ملی ہے، یہ غلام اور باندی، ام ورقہ کے دونوں قاتل۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایسی عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات پر ہمیں یقین عطا فرمائے، قرآنِ پاک کی ہمیں تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا

یہ جس طرح ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے،

شہیدہ ام ورقہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، رُبِّیع بنت معوذ بن عفراء کے گھر تشریف لے جاتے تھے، ان کی بھی ایک بڑی تاریخ ہے۔

حضرت ربیع، یہ حدیبیہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا کفار کے ساتھ، اسی وقت ہجرت کر کے آئی تھیں، وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آرہی تھیں تو شوہر نے پکڑ لیا کہ تم نہیں جاسکتی، حضرت رُبیع نے آخری بڑی قربانی دے دی، فرمایا کہ میری جو کچھ جائداد ہے منقول اور غیر منقول، تمام جائداد میری تمام مملوکہ اشیاء تمہارے حوالے، سب لے لو، مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے، حضرت ربیع نے یہ سودا کیا۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

حضرت ذوالبجادین کا بھی قصہ میں نے ان کو سنایا تھا کہ وہ جب وہاں سے ہجرت کے لئے نکلے ہیں، تو ظالم چچا، کافر، مشرک اس نے پکڑ لیا بھتیجے کو، ساری جائداد تھی ہی چچا کے پاس بھتیجے کی۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ جب ذوالبجادین جا رہے تھے تو پکڑ لیا اور جو کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ بھی اتار دئے، ننگا کر کے۔ ماں کو ترس آیا، اس نے اپنی چادر دے دی۔ اس کے دو ٹکڑے کر کے، ایک لنگی اور ایک اوپر کے لئے استعمال کر کے جب مدینہ منورہ پہنچے، اس وقت مدینہ منورہ میں غربت کا، افلاس کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو فرمایا کرتے تھے اَوَلِکُلِّکُمْ ثَوْبَان؟ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ کوئی کوئی ہوتا تھا کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے۔

شروع میں ہاورڈ اسٹریٹ (Howard Street) مسجد میں آپ حضرات نماز پڑھتے تھے تو اس وقت سب گاڑی میں نماز کے لئے آتے تھے؟ کار میں آتے تھے؟ کوئی کوئی ہوتا تھا کہ وہ کاروالا، اس کا نام بھی تھا وہ کاروالا، جس کے پاس کار ہو۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی دی کہ وہ جو دو کپڑے ہیں جس کے پاس، باقی سب کے پاس ایک کپڑا، ذوالبجادین یہ

پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا او ہو! یہ تو دو چادر والے آ گئے، نام ہی ذوالبجادین دو چادر والے۔

یہ حال ربیع کا، کہ شوہر نے سب کچھ لے لیا مگر اس نے ان کو اس وقت تو جانے دیا۔ بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے فریاد کی کہ دیکھئے، میرا اور ربیع کا فیصلہ ایک آپ کو کرنا ہے۔

اسلام میں عدل اور انصاف دیکھئے، کہ ایک خاتون ہے، اس کی تمام جائداد، زیورات تمام منقول، غیر منقول اشیاء شوہر نے صرف اس لئے لے لیں۔ کہتا ہے کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں، ان کے پاس جا رہی ہے، سزا کے طور پر، یہ سودا کرتے ہوئے ان کی زبان سے یہ نکلا کہ میری تمام چیزیں تم لے لو، مجھے جانے دو۔ شوہر نے یہ جملہ اس وقت اس کا پکڑ لیا کہ تو نے کہا تھا کہ تمام چیزیں لے لو، تو اس وقت یہ جو وہاں سے لباس پہن کر آئی تھی وہ انہوں نے واپس نہیں کیا تھا، وہ شوہر لینے کے لئے پہنچ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا کہ ہمارا فیصلہ کرو، اب اسلام میں کس قدر عدل وانصاف، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ظالم! تو نے اس خاتون کا سب کچھ لے لیا، تیری بیوی، ساری عمر تیرے ساتھ رہی، ایک کپڑا اس کے پاس تو نہیں چھوڑ سکتا؟ دونوں کا بیان سن کر حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ تو نے ایسا جملہ کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں، فرمایا کہ یہ جو لباس وہاں سے پہن کر آئی تھی اس کو واپس کر دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپس فرمایا۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے۔ کیوں کہ وہ کن کی بیٹی؟ بڑے جوانمرد، جانباز، بہادر شجاع کی بیٹی تھیں جنہوں نے اپنے بچپن میں ابوجہل کو قتل کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے ان سے سب سے زیادہ محبت فرماتے، ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔

اسی پر ایک دفعہ ان کے یہاں، حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں ایک عطر بیچنے والی کوئی عورت آئی۔ وہ کافر تھی، مشرک تھی، عطر بیچ رہی تھی، ان کے یہاں پہنچ گئی، کسی بات میں ذرا

تو تو میں میں شروع ہوگئی، تو اس عطر بیچنے والی عورت کا نام تھا اسماء۔ وہ کہتی ہے کہ تیرا باپ تو قبیلہ کے سردار کا قاتل۔ حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ابوجہل کو اس نے اپنے قبیلہ کا سردار کہا، میں نے اس کو جلانے کے لئے کہا کہ سردار تو درکنار، وہ تو غلام بنانے کے قابل بھی نہیں تھا، ابوجہل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں یہ اسطرح لڑتی تھیں۔

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے۔ ان سے، حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے ایک دفعہ پوچھا کہ صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے بعد والے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی، جن کو یہ شرف عطا ہوا ان صحابہ کرام سے پوچھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تھے؟ بتاؤ ذرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا، چہرۂ انور کیسا تھا؟

حضرت ربیع رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بہت پیار تھا، آپ نے بہت قریب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، بار بار دیکھا، مختلف مواقع میں آپ کو دیکھنے کی نوبت آئی، آپ بتاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف کیسا تھا۔

کتنی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کتنا پیارا جواب، وہ فرماتی ہیں کہ کیا بیان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کس طرح کوئی بیان کرسکتا ہے، میں آپ کے سامنے حلیہ کیا بیان کروں؟ بس اتنا سمجھو کہ سورج طلوع ہورہا ہے۔

ایسی محبت اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی عطا فرمائے، طالب علم کو بلالیں، وہ پڑھ لیں، پھر ہم دعا کرلیتے ہیں۔

١١

راھب نے صحابی سے حسینِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا

سراپا کے ضمن میں جب ووجھہ کدارۃ القمر سنا تو کہہ اٹھا

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ



خون روتا ہوں ملبد آپ کو دیکھا نہیں

جس گھڑی پیوستہ حضرتؐ کے حنا تھی، میں نہ تھا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُلَبَّدًا (صحیح بخاری) ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ کے سر کے بالوں پر لیپ کیا ہوا تھا۔(یعنی خضاب)

جسم خوشبودار سے حضرت کے ہر ہر فیضیاب

حلس تھا مرط مرحل تھی رداتھی، میں نہ تھا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ذَاتَ غَدَاۃٍ وَ عَلَیْہِ مِرطٌ مُرَحَّلٌ (صحیح البخاری) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک روز صبح کو برآمد ہوئے آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

کہا یا لیتنی کنت ترابا عرش اعظم نے
قدم جب سیدِ عالمؐ کا ،بر روئے زمین آیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (سورۃ النازعات)
ترجمہ: اور کافر کہیں گے کاش میں مٹی ہوتا۔

لاریب ذات ان کی سراج منیر
پر نور جس کے عکس سے ہر دوسرا ہوا

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًاوَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۃ احزاب) ترجمہ: اے نبیؐ ہم نے آپ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے اللہ کی طرف اس کے علم سے اور آپ چمکتا ہوا چراغ ہیں۔

پیروی سے جو سواد اعظم کی بہکا، وہ کبھی
راہ پائے گا نہیں یوں ہی بھٹکتا جائے گا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اِتَّبِعُوْا سَوَادَ اَعْظَمِ فَاِنَّه من شذ شذ فی النار (صحیحین) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو جو علیحدہ ہو گا وہ یقیناً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

گر کیا موسیٰؑ نے پانی سنگ سے جاری
میرے پیغمبرؐ نے ہر اونگلی کو پنگھٹ کر دیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَ ا سْتَسْقَىٰ مُوْسىٰ لِقَوْمِه فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشَرَةَ عَيْناً (سورۃ البقرہ) ترجمہ: اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکل اس سے بارہ چشمے۔

حدیث شریف میں آتا ہے عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِاِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَه فِی الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِه فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَة قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلٰثِمِائَةٍ اَوْ زَهَآءُ ثَلٰثِمِائَةٍ (صحیحین) ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس ایک برتن اس وقت لایا گیا جب آپ مقام زوراء میں تھے۔ آپ ؐ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا (دریا کی طرح) پس قوم نے وضو کیا۔ قتادہؓ نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا۔ آپ کتنے حضرات تھے انہوں نے جواب دیا ہم تین سو تھے یا زیادہ تین سو سے۔

آپ ؐ کو مال و دولت سے جو رکھے گا افزوں
بے شک ایمان میں امجدؔ وہی کامل ہو گا

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نِعْمَتِہ وَ مَالِہ وَوَلَدِہ وَوَالِدِہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (مشارق الانوار) ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے مال و دولت اور باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اگر کبیرہ کا مرتکب ہو شفاعت اس کی ہے ان پہ واجب
حبیبِ حق ؐ پر جس امتی نے درود بھیجا سلام بھیجا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (ترمذی ، ابو داؤد) ترجمہ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا

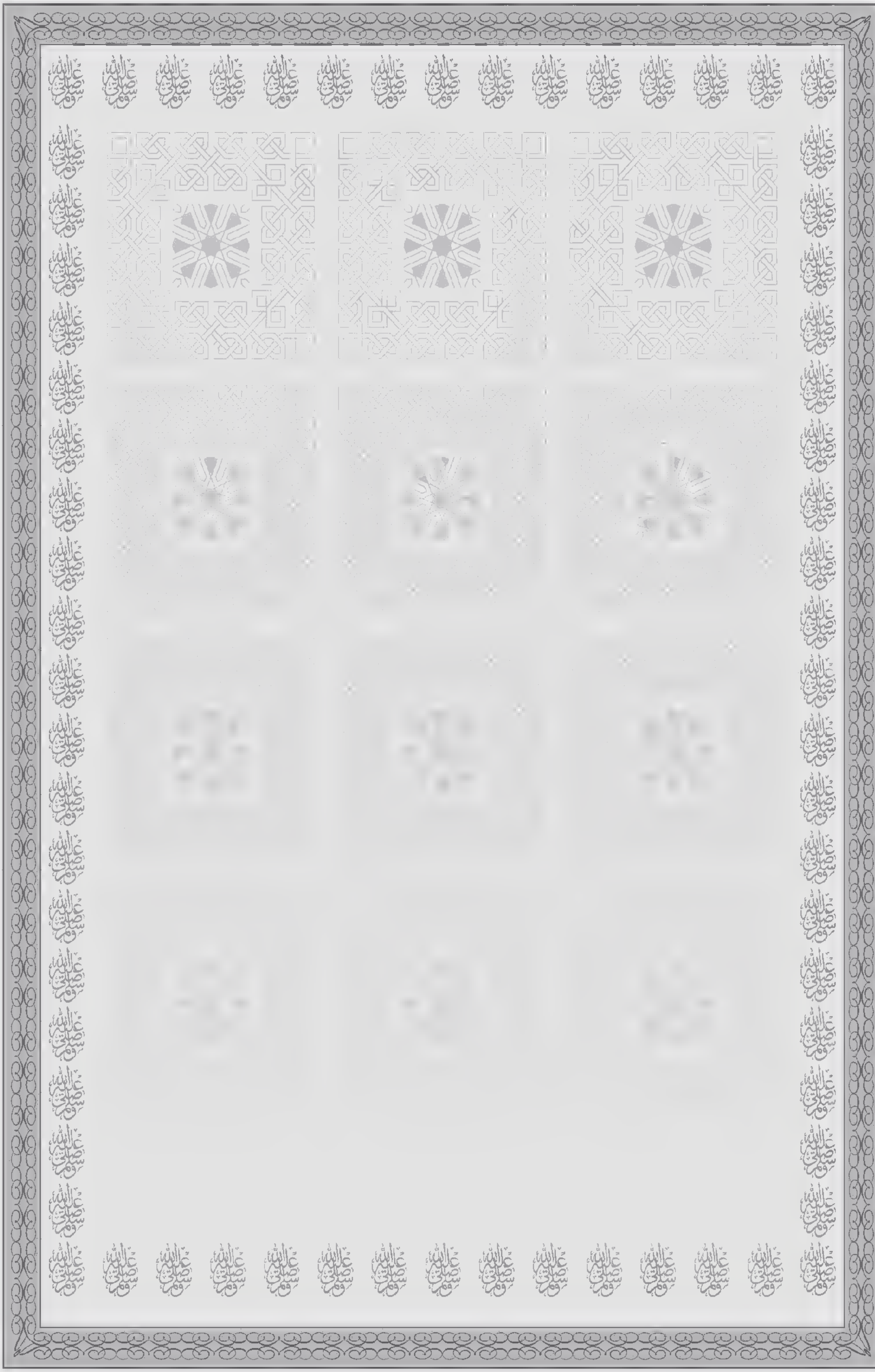
میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ رُوَیْفَع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجَبَتْ لَہ شَفَاعَتِیْ (مشکوٰۃ) ترجمہ: حضرت رویفعؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجا اور کہا اے اللہ قیامت کے روز محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے پاس قریب تر جگہ عنایت فرما تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

ہے شرف آپؐ کا افزوں خلیل اللہ پر
وہ خدا کے ہیں خلیل اور محمدؐ ہیں حبیب

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ عَمْرٍو بْنِ قَیْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَ نَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلاً غَیْرَ

فَخْرٍ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَ مُوْسیٰ کَلِيْمُ اللّٰهِ وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ (الدارمی) ترجمہ : حضرت عمرو بن قیسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم پیچھے آنے والوں میں سے ہیں اور ہم قیامت کے دن سب سے آگے ہونگے اور میں ایک بات کہتا ہوں بغیر فخر کے، ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں، موسیٰؑ اللہ کے کلیم ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں۔

(امجد حیدرآبادی)



اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ

اللہ تبارک وتعالی اس مدرسہ کو قبول فرمائے، طلبہ، طالبات، اساتذہ، معلمات، منتظمین سب کو قبول فرمائے۔ اس مدرسہ کے ذریعہ شہر میں، پورے ملک میں، دنیا میں نور اور برکت اور اپنے فضل ورحم کو عام فرمائے۔ آپ حضرات ظہر کے بعد سے مشغول ہیں، اسی لئے میں نے پوچھا کہ کتنی دیر بیان کریں؟ بتایا کہ آدھ گھنٹہ، اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہمیں وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شمس وقمر کو میں اِن پر فداء دیکھتا ہوں

قاری صاحب ابھی نعت پڑھ رہے تھے

شمس وقمر کو میں اِن پر فداء دیکھتا ہوں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے ہیں، نماز عصر کی سب پڑھ لیتے ہیں، حضرت علی جب پہنچتے ہیں تو سورج غروب ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے سورج ڈوبا ہوا پھر واپس آجاتا ہے۔ ردّ شمس کی روایات پر کافی کلام بھی ہوا مگر محدثین کی ایک جماعت اسے تسلیم کرتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق القمر کا معجزہ، ایک اشارہ سے چاند شق ہو کر، ایک شاعر کہتا ہے کہ مدینہ منورہ کی سرزمین کے اُس ٹکڑے کو، اس خطہ کو، اُس حصہ کو جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ کہ الٰہی! جس طرح شق ہو کر اس زمین کے ٹکڑے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر لیا ہے، الٰہی! میرے دل کو بھی تو اس طرح شق کر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بس جائیں۔

یہ ابھی ہمارے قاری قربان صاحب نے آیت پڑھی، وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ ، کہ چاند، سورج، ستارے سب امرِ الٰہی کے تابع۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے لئے دعا ہو گئی، آپ کی دعا کے ذریعہ ادھر ایک اشارہ ہو گیا چاند کو، سب حق تعالیٰ شانہ کی مخلوق، جو اُس کے تابع ہیں، وہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب اور دعا کو بھی سمجھتی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو بھی سمجھتی ہیں۔ اللہ ہمارے دل اور دماغ کو اس قابل بنائے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں اور ارشادات کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

حضرت ربیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

گذشتہ حاضری کے موقع پر آپ کے یہاں حضرت رُبیِّع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصہ پر میں نے ختم کیا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ان کے یہاں آرام فرمانے تشریف لے جاتے تھے۔ شیخین ساتھ ہوتے، اور صحابۂ کرام ساتھ ہوتے، آپ وہاں تھوڑی دیر آرام فرما لیتے۔

ان کی خصوصیت ان کے ابا کی وجہ سے تھی کہ ننھے منے دو بچے اور دونوں نے، دونوں بھائیوں نے سب سے بڑے دشمن، مکہ کے ابوجہل کو قتل کیا تھا، ان کی بیٹی حضرت ربیِّع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑا پیار تھا۔

ایک دفعہ حضرت رُبیّع رضی اللہ عنہا ایک طبق میں کچھ پھل اور کھجوریں بھیجتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا طبق ہیروں جواہرات، سونے اور چاندی کے زیوروں سے بھر کر بھیجا، ان کا جواب عرض کیا تھا کہ ان سے جب پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے یہاں بکثرت تشریف لاتے تھے، آپ نے قریب سے دیکھا، ہم آپ کی زبان سے سننا چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لگتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ بس نہ پوچھو کہ کیسے لگتے تھے، ایسے سمجھ لو کہ جیسے سورج طلوع ہو رہا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تک رہی ہیں، تک رہی ہیں، سیری نہیں ہوتی، دیکھ رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر جب تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرۂ انور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراہٹ دیکھی تو پوچھا کہ عائشہ! تو مجھے گھور رہی تھی، دیکھ رہی تھی، اور اب ہنس بھی رہی ہو؟ کیا بات ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ رہی تھی، اور آپ کے متعلق ابو بکر ہُذلی شاعر کا جو کلام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی خطوط، لکیریں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کتنے پیارے! مجھے اس پر تبسم کی حالت میں آپ نے دیکھ لیا، میں اُس وقت ابو بکر ہُذلی کے کلام کو سوچ رہی تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

بکثرت صحابۂ کرام، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، وہ بھی، جنہوں نے نہیں دیکھا، وہ بھی، تابعین بھی، بکثرت پوچھا کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کیجئے۔ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث شمائل میں بہت مشہور ہے کہ حضرتِ ہند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام اور تابعین تو پوچھتے ہی تھے، ایک راہب ایک صحابی سے پوچھتا ہے کہ میں نے تورات بھی پڑھی، انجیل بھی پڑھی، اور اس میں نبیِ آخرالزمان کا تذکرہ بھی پڑھا، اب میں نے تو نبیِ آخرالزمان کو نہیں دیکھا، آپ میرے سامنے اُن کا حلیہ شریف بیان کرو گے؟

صحابی نے بیان کرنا شروع کیا تو اس میں تقریباً وہی الفاظ آرہے تھے، وہ بیان کرتے جاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک ایسی، گال مبارک ایسے۔ ناک مبارک ایسی، آنکھیں مبارک ایسی۔ بیان کرتے کرتے جب وہ اس جملہ پر پہنچے صحابی، وَ وَجُهُهُ كَدَارَةِ الْقَمَر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کیسا تھا؟ اس کے متعلق انہوں نے فرمایا، وَ وَجُهُهُ كَدَارَةِ الْقَمَر ۔

کسی صحابی نے اسی کو بیان فرماتے ہوئے اس کو تھوڑا سا بدل دیا، کہ القمر کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے متعلق انہوں نے فرمایا كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَر کہ پورا چاند نہیں، اس کا ایک قطعہ اور ٹکڑا۔ شراح جب اس جملہ پر پہنچتے ہیں، تو انہوں نے اس صحابی کی عقل، سمجھ، دانائی، اور ذکاوت کو بیان فرمایا کہ وہ صحابی اور حضرات کی طرح سے چاند کے ساتھ تشبیہ کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ انہوں نے چاند کے بجائے، چاند کا ٹکڑا کیوں استعمال فرمایا، كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَر .

پھر شراح نے اس کی وجہ بیان کی کہ چاند کو آپ جب غور سے دیکھو گے تو اس میں کچھ حصہ اس کا مکمل روشن اور کچھ حصہ تھوڑا سا دھندلا معلوم ہوتا ہے۔

جس کے متعلق دو تین سال پہلے اخبارات میں روز، اخبارات والوں کی تجارت خوب چلی، ان کے مزے ہو گئے تھے، اس میں اشتہار آتے تھے کہ ہمارے پیر صاحب چاند میں نظر آتے ہیں۔ بے نظیر کہا کرتی تھی کہ پاپا چاند میں نظر آتے ہیں، پاپا چاند میں ہیں۔ کسی کو چاند کا جو دھندلا حصہ ہے اس میں اپنے پاپا نظر آئے، کسی کو اپنے پیر نظر آئے۔

شراح اور محدثین فرماتے ہیں کہ صحابی نے كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَر چاند کا ٹکڑا اس لئے استعمال فرمایا کہ انہیں اتنا بھی گوارا نہیں ہے کہ میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تشبیہ دوں پورے

چاند سے، تو اس میں وہ دھندلا حصہ بھی شامل ہو جائے، اس دھندلا حصہ کو نکالنا چاہا انہوں نے اور فرمایا کہ نہیں پورا چاند نہیں، وہ جو روشن حصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اس جیسا تھا، کتنا ادب!

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حسن و جمال! اس کے متعلق ایک دفعہ رمضان میں، میں نے اسی شباہت پر کہ حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ اور ہم شکل تھے، اس پر چند روز تک مسلسل بیان کیا تھا شباہت پر۔ جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت اور ہم شکل ہونے کی دولت ملی وہ نام ایک شاعر نے عربی میں نظم کئے ہیں، ان کی تعداد تقریباً ستر سے زائد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں، سید ہیں، اشراف میں سے ہیں، اُنہیں تو دولت ملی، لیکن جو حضرات، جن کا رشتہ داری کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحراء میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت محسوس ہوئی، اطراف میں دیکھا کہ پینے کے لئے پانی، دودھ کچھ مل جائے۔

دیکھا کہ دور ایک چرواہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، پانی تو میرے پاس پانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ میں بکری کا دودھ پی سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بکریاں تو میرے پاس امانت ہیں، میری نہیں، میں چرواہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اِس سمجھ اور دانائی اور عقل اور حکمت کی داد دی اور اس کے بعد اِس کو سراہا، اور اس کے بعد فرمایا کہ اچھا، بالکل تو نے صحیح سوچا، صحیح جواب دیا۔ اب ان میں سے آپ کے پاس، ایسی بکریاں، ایسی فیمیل بھی ہوں گی کہ جن سے دودھ کی کوئی توقع نہیں۔ اُس نے اشارہ کیا کہ یہ سب ایسی ہی ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں ان کو دوہ سکتا ہوں؟ اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا اس کا

دودھ کیسے نکلے گا؟

ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا کی طرح سے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماتے ہوئے، مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں، ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا پر گذر ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی اسی کا سوال فرمایا کہ هَلْ عِنْدَكُمْ قرا ؟ میزبانی اور ضیافت کے لئے کچھ ہے تمہارے پاس ہے؟ کسی مسافر کو کھلانے پلانے کے لئے؟ ام معبد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر ہوتا تو میں بغیر مانگے، بغیر طلب کے ضرور پیش کردیتی۔ لیکن ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے، اور ہمارا جوریوڑ ہے، وہ جانوروں کا وہ چڑنے کے لئے گیا ہوا ہے، اور گھر میں اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ کو اسی گفتگو میں وہ کہتی ہیں، کہ یہ ایک بکری جو معذور اپاہج ہے وہ نہیں جا سکتی، اور دودھ بھی نہیں دے سکتی، اس کا دودھ بھی نہیں آتا، وہ صرف چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اور باقی سارا ریوڑ لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں اس کو دوہ سکتا ہوں؟ اس کا دودھ نکال سکتا ہوں؟ کوئی برتن دوگی؟ تعجب سے کہتی ہیں کہ اس کا دودھ کیسے نکلے گا؟ میں نے تو پہلے ہی بتادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن لے کر دودھ اس سے دوہتے ہیں اور خود بھی نوش فرماتے ہیں، ساتھی بھی نوش فرماتے ہیں، ام معبد کو بھی دیتے ہیں، اور گھر میں جو برتن ہوتے ہیں وہ دوسرے بھر لئے جاتے ہیں۔ تو اُس نے ایک لقب دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ۔ کئی سال ہوئے، غالبًا بیس سال سے زیادہ ہوئے ہوں گے مدینہ منورہ اعتکاف میں ایک دفعہ خیال آیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ شریفہ اور حق تعالیٰ شانہ کے اسماءِ الٰہیہ دونوں کو جمع کر کے ایک درود شریف اسی اعتکاف میں لکھا

تھا،یَا رحمٰن! صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى النَّبِیِّ الْبُرْھَان سے وہ شروع ہوتا ہے۔اس وقت اور اس کے بعد جو کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے القابِ مبارکہ، اسماء جو نظر سے گذرے وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہزار سے متجاوز ہیں۔

ایک لطیفہ

اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فضائلِ حج میں تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ کے اسماء سو کے قریب بیان کیئے گئے ہیں، سلفی حضرات میں سے کسی نے اشکال کیا کہ یہ اس قدر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر اتنا مبالغہ کہ مدینہ منورہ کے اسماء، آپ نے جھوٹ لکھ دیئے کہ سو کے قریب مدینہ منورہ کے نام بتائے گئے ہیں۔

صَدَقَ شَیْخُنَا

ہمارے اکابرین اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی قبروں کو نور سے بھر دے، اُن کے درجات بلند فرمائے، اُن کی ہر چیز جو زبان سے نکلی، جو ہم نے سنی، وہ ہماری جہالت کی وجہ سے اُس وقت نہ مل سکی، تھوڑی سی توجہ سے وہ سب چیزیں مل گئیں۔

خود حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اپنے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا ایک قصہ بار بار بیان فرماتے تھے۔ کہ والد صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ امی جان یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، مولویوں کا ناس کر گئیں اور امت کا بھلا کر گئیں۔

کتنا پیارا جملہ، کتنی محبت بھرا ہوا جملہ، کہ مولویوں کا ناس کر گئیں اور اُمت کا بھلا کر گئیں، کہ الٰہی! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیئے، کہ مولوی روزی کے خاطر پریشان رہیں اس کی بددعا دی۔ اس لئے فرمایا کہ مولویوں کا ناس اور امت کا بھلا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے بہت تلاش بھی کیا، مگر مجھے کہیں یہ حدیث اب تک نہیں ملی، لیکن والد صاحب اسکو بیان فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ چند روز قبل مجھے یہ حدیث ملی،

اَللّٰھُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِیْنَ کَیْ لَا یَذْھَبَ الْقُرْاٰنُ یہ الفاظ ہیں اس روایت کے کہ الٰہی! تو مولویوں کو فقیر رکھ تا کہ قران دنیا میں عام رہے، پھیلتا رہے۔ کہ اپنی روزی، تنخواہ کے خاطر وہ پڑھاتے رہیں، پڑھاتے رہیں اور قرآن کی خدمت وہ کرتے رہیں کَیْ لَا یَذْھَبَ الْقُرْاٰنَ اُس کی علت بھی بیان فرمائی۔ میں نے کہا کہ صَدَقَ شَیْخُنَا، کہ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ جو والد صاحب سے نقل فرماتے تھے جو سنا وہ بھی صحیح، اور حضرت کے والد صاحب نے جو فرمایا وہ بھی صحیح۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو مزاحاً فرماتے تھے وہ چیز بھی ملتی تھی۔

''اس میں تو کچھ کوڈّے''

ایک بزرگ کا حضرت قصہ بیان فرماتے تھے کہ اُن کے پاس کوئی شاگرد پہنچے کہ حضرت! مجھے اسمِ اعظم سکھائیں گے؟ بزرگ نے اپنے پاس اُن کو رکھ لیا، خدمت کر رہے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ اچھا یہ ڈبہ لے جا کر کے فلاں بزرگ کو پہنچا کر آؤ، یہ خادم راستہ میں پہنچا، دیکھا کہ کوئی چیز اس میں حرکت کر رہی ہے، ہل رہی ہے، سہارنپوری زبان میں حضرت، جو سہارنپوری الفاظ بولتے تھے اتنے پیارے الفاظ ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ خادم جب لے کر چلا، راستہ میں پہنچا، اس نے دیکھا کہ اس میں تو کچھ کوڈّے، اس میں تو کچھ کوڈّے، اس میں تو کچھ کودر ہا ہے، اچھل رہا ہے۔ خادم نے جب دیکھا کہ اس میں تو کچھ کوڈّے تو اس نے جیسے ہی ڈھکن کھولا تو چوہا چھلانگ لگا کر، کود کر بھاگ گیا جو کچھ کوڈّے۔

اب وہ پریشان، اس نے پھر ڈھکن بند کیا، اور بزرگ کے پاس جا کر وہ ڈبہ پہنچایا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ انہوں نے بھیجا؟ اب سچ نہیں بتا رہے ہیں کہ مجھ سے غلطی ہوئی، میں نے کیا حرکت کی۔ اب وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ نہیں، یہ خالی تو نہیں بھیجا ہوگا، سچ بتاؤ، بالآخر انہوں نے بتانا پڑا، پھر انہیں ندامت ہوئی کہ او ہو! کیا مصلحت ہوگی؟ کیوں بھیجا ہوگا؟ جب واپس پہنچے، اپنے پیر اور مرشد کے پاس، تو انہوں نے پھر پوچھا، کہ پہنچا دیا؟ کہا پہنچا دیا۔ کہا کیا فرمایا؟

اب پورا قصہ دہرانا پڑا۔ کہ جاتے ہوئے یہ مجھ سے حرکت ہوگئی، اور ڈھکن میں نے کھول دیا تو چوہا اچھل کر، کود کر بھاگ گیا۔

اب پیر صاحب جو فرماتے ہیں، اسے سن کر ان کے خادم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئ۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ دیکھو، میں نے جن بزرگ کے پاس تمہیں بھیجا تھا، انہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا ہے۔ اور میں نے اس لئے تمہیں بھیجا تھا، کہ تمہیں اس کی طلب ہے تم اسمِ اعظم سیکھنا چاہتے ہو، لیکن ایک ڈبہ میں بند چوہے کی حفاظت کر کے تم پہنچا نہیں سکے، اسمِ اعظم کی آپ حفاظت کیا کر پاؤ گے؟

حضرت تو سناتے تھے، ہم سمجھے تھے کہ ایک لطیفہ کے طور پر کسی نے کوئی قصہ گھڑ لیا ہوگا، ایسے ہی قصے حضرت مفتی نظام الدین صاحب، مفتی احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے اپنے اکابر کے واقعات، گزشتہ تاریخ مدارس کی، ہمارے یہاں کی، کبھی کبھی مزاحاً سن کر، دوستانہ مجلس ہوتی تھی، تو حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حضرات کہتے کہ مفتی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ بعض قصے آپ گھڑ کر بیان کرتے ہوں گے۔ یہاں تک سنا کر مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کے بعد سے پھر میں نے معمول بنا لیا تھا کہ میں جو قصہ ان کے سامنے، کوئی حدیث، کوئی روایت، کوئی فتویٰ ان کے سامنے بیان کرتا، تو روایت کی سند اور حوالہ کے ساتھ بیان کرتا تھا کہ اس قصہ کی سند یہ ہے۔ تو میں نے گستاخی کی، میں نے کہا کہ حضرت! وہ سند بھی تو بنائی جا سکتی ہے، مفتی صاحب ہنس پڑے، فرمایا کہ ان کا ذہن اس طرف نہیں گیا۔

ہمارے اکابرین کا علم

یہ جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے قصہ سنایا تھا، کچھ کوڈّے والا، تو میں نے بخاری شریف میں جہاں کہیں حضرت سبق اور تدریس اور شرحِ حدیث سے ہٹ کر کوئی چیز بیان فرماتے تھے، میں

حاشیہ پر لکھ لیا کرتا تھا۔ وہاں (sixty seven) کا لکھا ہوا تھا، ابھی دو تین سال قبل حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں پڑھ رہا تھا، تو ان کے یہاں کا یہ قصہ ہے۔ کہ حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ جو صدیوں پہلے مصر میں ہوئے۔ ہمارے اکابر کے یہاں ہر چیز، جو وہ بیان فرماتے تھے، ان کی آپ کو ضرور اصل اور اس کا حوالہ ضرور ملے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن جیسا علم ہمیں، ہماری نسلوں کو بھی عطا فرمائے۔

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسکراتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ عائشہ! کس پر ہنس رہی تھی؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابو بکر ہزلی کے اشعار جو آپ کے چہرۂ انور کے متعلق اس نے کہے، اس کو میں سوچ رہی تھی، اور اس پر مجھے ہنسی آئی۔

اس سے پہلے میں نے راہب کا قصہ شروع کیا تھا کہ اُس نے ایک صحابی سے سوال کیا، کہ اپنے نبی کا حلیہ آپ بیان کیجئے کہ میں نے نبی آخر الزمان کا حلیہ تورات میں بھی پڑھا ہے، انجیل میں بھی پڑھا ہے، صحابی بیان کرتے کرتے جب اس جملہ پر پہنچے وَ وَجْهُهٗ كَدَارَةِ الْقَمَر کہ ہمارے نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ کیا پوچھتے ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور تو چاند اور چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔ ابھی تو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے متعلق جو انہیں معلوم تھا وہ بیان فرمارہے ہیں، جب یہاں پہنچے، یہ جملہ اُس نے سنا، تو اس نے ہاتھ اٹھادئے، اس نے کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهُ اور وہ اسلام لے آئے۔

مدینہ طیبہ کے القاب

اب اخیر میں وہ ام معبد الخزاعیہ والے قصہ کو جو میں نے شروع کیا تھا، اس میں، میں نے ایک بات عرض کی تھی، کہ میں نے درود شریف لکھا تھا جس میں القاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذکر کئے تھے۔ میں نے تمام القاب پڑھے جو جو مل سکے، جیسا میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق عرض کیا کہ سلفیوں نے اعتراض کیا، کہ یہ اتنا غلو، کہ مدینہ منورہ کے متعلق جھوٹ تم نے لکھ دیا کہ سو کے قریب اس کے اسماء بیان کئے گئے ہیں، کہاں لکھا ہے؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جواب دیا ہوگا، مگر مجھے خود نوّے، پچانوے اسماء تک تو میں پہنچ گیا ہوں، جو مدینہ منورہ کے اسماء ملے ہیں۔

حَالِبُ هَائِل

یہ ام معبد الخزاعیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شب قیام فرمایا وہاں اور اس کے بعد جب تشریف لے جاتے ہیں، تو یہ قریش آپ کی تلاش میں تھے، ابو جہل پارٹی جب وہاں پہنچتی ہے تو اس سے پوچھتی ہے کہ یہاں سے کوئی گذرا ہے؟

اس نے کہا کہ ہمارے یہاں تو، ہم تو جنگل میں ہیں، یہاں کون گذرے گا، ہاں البتہ ایک عجیب انسان کو میں نے دیکھا، اس نے لقب استعمال کیا، کہ حَالِبُ هَائِل کہ جس بکری کو کبھی دودھ اتر ہی نہیں سکتا، اس سے جس نے دودھ دوہا، وہ ہمارے یہاں سے گذر کر گئے ہیں۔ فوراً ابو جہل کہتا ہے کہ یہی ہیں، انہی کو ہم تلاش کرر ہے تھے، جنکو تم بتا رہی ہو لیکن دو تین دن پہلے، اب تو وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی مدینہ منورہ کا وہ قطعہ بنادے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

۱۲

حرمِ نبوی کے مدرس محمد بن منکدر درس میں اٹک جاتے تو مواجھہ شریفہ پر جا کر گردن جھکا لیتے پھر واپس آ کر علوم کے جواہرات بکھیرتے



خدا نے حکم دیا قبل ان تموتوا کا

جہاں میں میرے مشتاق رہتے ہیں ابرار

حدیث شریف میں آتا ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ ترجمہ: مرو مرنے سے پہلے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ ترجمہ: اپنا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔

صفائے آئینہ لا الہ الا اللہ

جلائے سرمہ مازاغ واقف اسراء

حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ترجمہ: جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مازاغ البصر وما طغیٰ (سورۃ الحشر) ترجمہ: بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔

اسیر طوطی خوش لہجہ دام آفت میں

مقام فاعتبروا ہے اے اولی الابصار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْأَبْصَارِ (سورۃ الحشر) ترجمہ: اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔

ہوا اشارہ حضرت سے چاند دو ٹکڑے

ہوا نے کوچہ شق القمر میں کی رفتار

ارشادِ خداوندی ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۃ القمر) ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہوگیا۔

(منیر شکوہ آبادی)

صلى الله عليه وسلم

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَ الضُّحٰی وَ اللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابھی طالبِ علم نے آپ کے سامنے یہ سورت پڑھی اور مولانا نے آپ کی زبان میں اس سورت کے مضمون کی تشریح فرمائی۔ یہی سورت ہے کہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ صبح اُٹھتے ہیں، گھر والوں کو بتاتے ہیں کہ آج میں نے عجیب خواب دیکھا۔

خواب میں انہوں نے دیکھا کہ یہ سورۃ والضحیٰ اُن کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ خواب جب انہوں نے دیکھا، اس کے بعد انہوں نے معبر سے اس کی تعبیر مانگی، کہ اس خواب کی تعبیر کیا؟

بعض لوگوں کو یہ خواب وغیرہ کا تذکرہ اچھا نہیں لگتا، اور ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ تو خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ خوابوں کا تذکرہ یہ حقیقت کی دنیا سے دور ہے۔ مطلب اُن کا یہ ہوتا ہے کہ خواب کی فکر کرنے اور تذکرہ کی کیا ضرورت؟ اس سے کیا حاصل اگر خواب دیکھا؟ حقیقت کی دنیا کی باتیں کرو کہ یہ حقیقت ہے، **حقائق الاشیاء ثابتة**

موجودات کی بات کرو کہ جو نظر آتی ہیں یہ چیزیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ مکان، یہ کام، یہ فیکٹری، یہ دکان۔ آج کل جو مزاج ہے اس اعتبار سے جو اس گفتگو کو سنے گا تو وہ بھی کہے گا کہ ہاں، یہ کیا؟ خواب کی باتیں کرتے ہیں؟

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِنْکُمْ رُؤْیَا؟

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے خواب دیکھتے ہیں، وہ اُن کی طرح یہ نہیں کہتے کہ اس کو خوابوں کی دنیا میں چھوڑو، بلکہ وہ معبّر کی تلاش کرتے ہیں جو اس خواب کی تعبیر دے۔

اسی لئے کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جو پہلا عمل ہوتا تھا، جو پہلا کام ہوتا تھا، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، مصلے پر ہیں، وہی تشریف فرما ہیں، اور بیان کرنا شروع فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خواب دیکھا ہوتا، تو اپنا خواب سناتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پوچھتے، کہ **هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِنْکُمْ رُؤْیَا؟** تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ روز یہ سلسلہ ہوتا۔

اگر خوابوں کی کوئی حقیقت نہیں، تو دو جہاں کے سردار صحابہ کرام کو، اِس حقیقت کی دنیا کو دکھاتے؟ سلام پھیر کر پوچھتے کہ آج کون سے باغ میں آپ کو جانا ہے؟ آج کونسے جانوروں کو چرانے کے لئے کہاں لے جانا ہے؟ کونسی تجارت آج کرو گے؟ وہاں تو اُلٹا ہوتا، یہاں کی، اس دنیا کی حقیقت کی، اُن کی اُس بارگاہ میں کوئی حقیقت نہیں یہ دنیا کی۔ وہ تو جو ہو چکا، گذشتہ رات خواب دیکھا، وہ بھی گذشتہ رات کا ماضی کا قصہ، اُس کو دہرا رہے ہیں، کہ گذشتہ رات میں نے یہ خواب دیکھا، صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں کہ گذشتہ رات تم نے کیا خواب دیکھا؟

نبوت کا چھیالیسواں حصہ

اگر یہ خواب اتنی بے نفع اور غیر مفید چیز ہے، اگرچہ اس کی تو حیثیت بہت بڑی ہے۔ جو صحیح،

سچا خواب ہے، وہ تو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

نبوت پر مجھے یاد آیا کہ ایک محدث نے، بہت بڑے محدث، وہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے بیان میں ان کی زبان سے نکل گیا، کہ **اَلنُّبُوَّۃُ، اَلْعَمَلُ وَ الْعِلْم**۔ کہ نبوت عمل ہے علم ہے۔ بس پکڑلیا پکڑنے والوں نے، اور اس مسئلہ کو جو مسئلہ نہ ہو، کچھ لوگ اس درجہ کے ماہر ہوتے ہیں ہندسی کام میں، کہ وہ کوئی چیز جس کی نہ بن سکتی ہو، کوئی چیز نہ ہوتب بھی اس کو ثابت کر کے دکھاتے ہیں۔ اب اِن کا یہ جملہ پکڑلیا، اور کہا کہ یہ تو کفر ہے، زندقیت ہے، اور مسئلہ چلایا گیا، اچھالا گیا، یہاں تک کہ حکومتِ وقت کی طرف سے اُن کے خلاف قتل کا فیصلہ ہوا، اور قتل کی وجہ بھی زندقیت، اس کی بناء پر اُن کو قتل کر دیا گیا۔ خیر، یہ بڑی لمبی کہانی ہے ان کی، یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس سچے خواب کو قرار دیا گیا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرماتے تھے، اپنا خواب صحابہ کرام سے پوچھتے تھے، اُن خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ اور یہ بھی روز کا موضوع اور روز اس پر گفتگو ہوتی۔

اور اتنی دلچسپی تھی، اتنی دلچسپی تھی صحابہ کرام کو اس موضوع سے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ میں فجر کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کبھی سنتا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھے وہ بیان فرمار ہے ہیں، میں وہ سن رہا ہوں۔ کبھی کوئی اپنا خواب بیان کررہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرمار ہے ہیں، کبھی میں اس کو سنتا۔ کہتے ہیں کہ مجھے دل میں تمنا ہوتی، تڑپ رہتی تھی کہ کاش کہ میں کسی دن کوئی اچھا خواب دیکھوں، تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی تعبیر پوچھوں۔

خوابوں کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹائم ٹیبل میں

چنانچہ ایک مرتبہ اُن کی یہ تمنا پوری ہوئی، حالانکہ یہ تو بچوں میں سے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی طرح سے چھوٹے چھوٹے

بچوں کو صحابیات بھیجا کرتی تھیں، کہ جاؤ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھو، اور یہ پانی لے جاؤ، وہاں سے پڑھوا کر لے آنا۔ روز جس طرح میں نے عرض کیا کہ فجر کی نماز کے بعد ایک خوابوں کا بیان اور خوابوں کی تعبیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹائم ٹیبل میں، اور ٹائم ٹیبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری عمر کے لئے۔ او ہو! یہ ایک جیسا ٹائم ٹیبل ساری عمر کا، جب گھر پر ہیں تو اور ٹائم ٹیبل، جب سفر پر ہیں تو اور ٹائم ٹیبل، اور اس کی پابندی کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو اسی وقت میں ملے گی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا نظم اور ضبط

اسی لئے پاکستان میں ایک بہت بڑے محدث تھے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی قدس سرہ کو عریضہ لکھا، اس میں وہ لکھتے ہیں، کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو نظم اور ضبط پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ حضرت شیخ کو وہ لکھ رہے ہیں، کہ آپ کے یہاں ٹائم ٹیبل، بہت سختی سے اس پر عمل ہوتا ہے۔ میں اس نعمت سے محروم ہوں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ٹائم ٹیبل پر کتنی زیادہ سختی تھی، کہ فجر کی نماز کے بعد جب مجلس ہوتی تھی ذکر کی، اس کے قصے اگر سنانا شروع کروں، اسی طرح چائے کی مجلس میں، مہمانوں کا کس قدر خیال ہوتا تھا، اور ان کی پکڑ دھکڑ ہوتی تھی۔ اُس کو میں اگر بیان کرنا شروع کروں۔ ظہر کی نماز سے پہلے ساری زندگی سہارنپور میں، ساڑھے گیارہ بجے کھانا حضرت کے یہاں، ہزاروں مہمان، اُن کو ایک ہی ٹائم ٹیبل، ہمیشہ کے لئے، ساری عمر کے لئے۔ اس وقت کے قصے، بڑے بڑے لوگوں کو ڈانٹ پڑی ہے، ذرا سا ایک منٹ بھی ادھر اُدھر ہوئے تو ڈانٹ پڑی کہ وقت پر کیوں نہیں پہنچے۔ یہی حال مغرب کی نماز کے بعد، حضرت کے یہاں جو کسی کو کچھ پوچھنا ہوتا تھا، وہ پوچھنے والوں کے قصے بڑے عجیب اور غریب۔ ایک داستان بن جائے گی لمبی

چوڑی۔تو یہ ٹائم ٹیبل حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری زندگی کے لئے تھا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے محدث، فرماتے ہیں کہ میں اسطرح نظام الاوقات پر قادر نہیں ہوں۔ یہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ مکرمہ پہنچے ہیں، اور مدرسہ صولتیہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ ہوا، بغلگیر ہوئے، تو میں دیکھ رہا تھا، کہ وہ دونوں شیخ الحدیث کتنے حسین، کتنے خوبصورت، کیا اُن کا رنگ، کیا اُن کا حسن و جمال؟ اور دونوں رو رہے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور کہتے جا رہے ہیں، کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَمَعَنَا بِاَقْدَسِ الْاَمَاکِن، اللہ تیرا شکر ہے، اللہ کا شکر ہے، کہ جس نے ہمیں، آپ کو اور مجھے مقدس زمین میں، مکہ مکرمہ میں اکٹھا کیا، اور یہاں ہماری ملاقات ہوئی۔ یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی جو ٹائم ٹیبل چل رہا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے، سختی سے ٹائم ٹیبل پر عمل۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں فجر کی نماز ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا، صحابہ کرام سے پوچھا۔

لَوْ یُصَلِّیْ بِالَّیْل

ایک دن حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری تمنا پوری ہوئی، میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، ابن عمر کا خواب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا خواب۔ اور ہر وقت سے حاضر باش بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کا خواب، اور وہ بھی خواب کس کا؟ جنت کا۔ کہ وہ اپنے آپ کو جنت میں دیکھ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اُن کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب بیان کیا، کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی نے، عبد اللہ نے آج یہ خواب دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عبد اللہ بڑے اچھے آدمی ہیں لَوْ یُصَلِّیْ بِالَّیْل ۔انہوں نے جنت

دیکھی ہے، وہ جنت میں جائیں گے، مگر جنت میں جانے کے لئے، خواب پورا ہونے کے لئے، شرائط ہیں، اُن کے لئے بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جنت دیکھ چکے ہیں خواب میں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کے لئے شرط یہ ہے کہ لَو کَانَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْل۔ وہ اچھے آدمی ہیں، کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی صلوٰۃ التہجد کا شرف نصیب فرمائے، اس کی حلاوت اور لذت ہمیں نصیب فرمائے، اس کا پڑھنا ہمارے لئے آسان فرمائے۔

فنِ تعبیر

یہ تو سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام اپنے خواب بیان فرما رہے ہیں، اب سنئے، جنہوں نے خود دو جہاں کے سردار کو خواب میں دیکھا۔ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں شیخ ابو الوفاء رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کو دو جہان کے سردار، آقائے نامدار، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اُس کو وہ بیان فرماتے ہیں۔

جس طرح میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا، اور اس کی تعبیر کی انہیں تلاش، کسی کو بھیجا معبر کے پاس، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری پیشانی پر سورۂ والضحیٰ لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے تعبیر دی کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ کس پر پڑھا انہوں نے؟ انہوں نے تعبیر دی کہ اُن کا آخری وقت آ گیا ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا۔

یہ تعبیر کا فن بڑا عجیب اور غریب ہے۔ پوری سورت کے مضمون میں سے انہوں نے یہ تعبیر دی کہ اِن کا آخری وقت آ چکا ہے۔ اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ اُن کے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس دنیا سے جانے کی اس میں خبر دی گئی ہے، اس سورت میں۔ انہوں نے پوری سورت میں سے ایک کلمہ سے یہ لیا، وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ۔

یہ دنیا، اس میں کیا رکھا ہے؟ جس طرح کہ میں نے ابھی بتایا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ خوابوں کی دنیا کو چھوڑو، حقیقت کی بات کرو۔ اس حقیقت میں کیا رکھا ہے۔ نہیں دیکھتے ہیں، کہ بڑے بڑے میلوں میں پھیلے ہوئے شہر، آناً فاناً آگ کی نذر ہو جاتے ہیں، طوفانوں کی نذر ہو جاتے ہیں، سیلاب کی نذر ہو جاتے ہیں، پلک جھپکنے میں، سیکنڈ، منٹ، چند سیکنڈ میں سب صاف۔ شہر کے شہر اس کی کیا بات کریں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ جو دیکھا اس کی بات فرماتے ہیں۔ چنانچہ یہ جو تعبیر دی گئی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق، کہتے ہیں کہ ابھی دو چار دن نہیں گذرے کہ تعبیر پوری ہوگئی، وہ اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔

حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بالکل ہو بہو چھوٹے بھائی بھی یہی خواب دیکھتے ہیں۔ حضرتِ حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شہادت سے پہلے، انہوں نے ایک خواب دیکھا، معبر سے جب بیان کیا، تو انہوں نے بھی اسی طرح اِناَّ لِلّٰہ پڑھی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ خواب میں دیکھتے ہیں، کہ اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے، قُلُ هُوَ اللّٰهُ اَحَد، اَللّٰهُ الصَّمَد، لَمْ يَلِدُ وَ لَمْ يُوْلَدُ ، وَ لَمْ يَكُنُ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ سورۂ اخلاص لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے خادم کو بھیجا، کہ بھائی جاؤ، ذرا جا کر پوچھ کر آ۔ انہوں نے، اِنــــــاَّ لِلّٰـــہ پڑھ کر کہا کہ یہ کس کا خواب ہے؟ بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب ہے۔ فرمایا کہ وہ اس دنیا سے جانے والے ہیں، اُن کا جانے کا وقت آچکا ہے۔

اب وہاں سورۂ والضحیٰ میں تعبیر معبر نے لی، وَلَـلاٰخِـرَۃُ خَیْـرٌ لَکَ مِـنَ الْاُوْلٰی سے، اور یہاں سورۂ اخلاص اپنی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھ رہے ہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور معبر تعبیر دیتا ہے کہ اب اس جہان سے وہ رخصت ہونے والے ہیں، اور آخرت کے سفر کا وقت اُن

کا قریب آ چکا ہے، اس کی اس سورت میں خبر دی گئی۔ انہوں نے یہ تعبیر کہاں سے لی؟ نام سے، کیوں کہ اس کا نام ہے، سورۃ الاخلاص۔ اس میں لفظ ہے، خلاص۔ خلاص جس طرح کہ ہم گجراتی میں بولتے ہیں، اردو میں بولتے ہیں، یہی معنیٰ عربی میں بھی ہے، ختم ہونا کسی چیز کا۔ خَـلَـصْتُ هَـذَا الْـعَـمَـل، میں نے یہ کام پورا کر دیا۔ اس سے، نام سے انہوں نے تعبیر لی، کہ اب اس دنیا میں اُن کی مدت ختم، اور آخرت کا سفر کریں گے۔

شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ اور پروانہ کے سلطان

اس کے بعد ابھی میں عرض کرنے لگا تھا، دونوں جہان کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصہ شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ پروانہ میں تھا۔ پروانہ ایک شہر ہے، وہاں پر میں ہوں، ۳۶۰ ہجری چل رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو ۳۶۰ برس گذرے ہیں۔ اور وہاں کے سلطان کے یہاں میرا آنا جانا رہتا ہے۔

وہ مجھے فرمائش کرتے ہیں، کہ قاری صاحب آپ، مولانا آپ قرآن سنائیں، تو میں اُن کے سامنے پڑھتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اُن کے سامنے قرآنِ پاک پڑھ رہا ہوں، قراءت چل رہی ہے، مگر وہ سب وزراء، درباری حضرات اپنی اپنی گپ شپ میں لگے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا بوجھ ہوا، بڑے بوجھ کے ساتھ میں نے قراءت کی کہ کیسے لوگوں میں، میں پھنسا ہوا ہوں۔ کہ میں اللہ کا کلام اُنہیں سنا رہا ہوں، اور وہ اپنی لغویات میں، باتوں میں مشغول ہیں۔

لَا تَقْرَءُ بَعْدَ هَذَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه

اسی پریشانی میں آکر میں وہاں سے گھر آیا اور رات کو سویا، دماغ پر اس کا اثر تھا، کہ قرآنِ پاک کی بے حرمتی کیوں کی جاتی ہے؟ اسی کو لے کر میں سویا، کہ وہ فرماتے ہیں، کہ مجھے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ارے آپ ایسے لوگوں میں بیٹھ کر اللہ کا کلام سناتے ہو، کہ جو اپنی باتیں نہیں چھوڑ سکتے؟ اور اپنی باتیں چھوڑ کر اللہ کا کلام نہیں سن سکتے؟ آپ کیوں اُن کو سنا رہے ہو؟ **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هٰذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه۔**

ایک تو ڈانٹا اور اس کے بعد فرمایا کہ، **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هَذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه**، اس کے بعد تمہارا پڑھنا بند مگر جب اللہ چاہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا پڑھنا بند، **لا تَقْرَءُ**، صبح آنکھ کھلی، بولنا چاہتے ہیں، تو گونگے آدمی کی طرح بول ہی نہیں سکتے۔ **لا تَقْرَءُ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا، حقیقت بن گئی، زبان بند۔

فرمایا کہ **اِنْتَبَهْتُ وَ اَنَا مُمْسِكُ اللِّسَان**. کہ میری آنکھ کھلی، آنکھ تو کھل گئی، مگر زبان نہیں کھلی۔ صبح میں اُٹھا ہوں اس حال میں کہ میری زبان بند۔ میں بولنا چاہتا ہوں، رو رہا ہوں، لیکن نہیں بول پاتا، اب میں پریشان۔ اور یہ ایک دن، دو دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ، دو مہینے، کئی مہینے گذر گئے، میں ہر وقت روتا رہتا تھا، اور جب کبھی کوئی ضرورت ہوتی تھی، تو بول نہیں سکتے تھے۔ گونگے آدمی کی طرح، سن سکتے ہیں، سمجھ سکتے ہیں، کوئی کچھ کہے تو سن پاتے ہیں، مگر جو اپنا مافی الضمیر ہے، جو ضرورت ہے وہ بیان نہیں کر سکتے۔

فرماتے ہیں کہ میں کاغذ قلم ہر وقت رکھتا تھا، جو کچھ ضرورت ہوتی، تو اس پر لکھ کر دیتا تھا۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر علماء مجھے تسلی دیتے، اور وہ فرماتے تھے کہ کوئی نہیں ان شاء اللہ آپ ایک دن پھر بولنے لگ جاؤ گے۔ کیوں؟ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، **لا تَقْرَءُ بَعْدَ هَذا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه**۔ الّا استثناء فرمایا ہے، کہ تم نہیں پڑھ سکتے، مگر ہاں جب اللہ چاہے گا۔

یہ تو اُن کی تسلی سے میرا ذہن بھی سوچتا تھا، کہ یہ ماشاء اللہ، یہ تو اللہ کی مدت ہے۔ یہ کب پوری ہوگی؟ یہ دیکھو، الا ماشاء اللہ۔ وہ **خَالِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه** یہاں آیا ہے، اس سے بحث پیدا ہوگئی، کہ اس سے مراد کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے مدت مدید، ایک لمبی مدت مراد لی ہے۔ کہ ایک وقت آئے گا کہ جب یہ جنت اور جہنم سب کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ مگر جمہور اُن کے

خلاف ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے دوام ہی مراد ہے۔ ہمیشہ کے لئے جنت بھی اور جہنم بھی رہے گی، نعمت بھی رہے گی، عذاب بھی رہے گا۔

چالیس مہینے اور دس دن کی پریشانی

وہ فرماتے ہیں کہ میں انتظار میں، کہتے ہیں کہ مجھے پورے چالیس مہینے اور دس دن گذرے کہ میں اسی پریشانی میں۔ میں سویا، اور روز دعا کر کے میں سوتا تھا کہ الٰہی میری زبان کب کھلے گی؟ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سویا دعا کرتے ہوئے، تو خواب میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر زیارت کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھتے ہیں، کہ ابوالوفاء! کیا تو نے توبہ کرلی، تُبْتَ؟ میں نے عرض کیا کہ، نَعَمْ تُبْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، یارسول اللہ میں نے جو حرکت کی تھی، کہ وہ لوگ اپنی دنیوی باتوں میں مشغول تھے، اور میں اُن کو قرآن سناتا رہا۔ اب میں نے ہمیشہ کے لئے اس سے توبہ کرلی، کبھی میں ایسا نہیں کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اچھا اپنی زبان دکھادو۔ جس طرح ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں، منہ کھولا، اور زبان انہوں نے باہر نکالی۔ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری زبان پر اپنی شہادت کی انگلی کو پھیرنا شروع فرمایا۔ کتنی لذت پائی ہوگی انہوں نے، دو جہان کے سردار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی مبارک اُن کی زبان مبارک پر پھر رہی ہے۔ آنکھ کھلی، فرماتے ہیں کہ آنکھ کھلنے کے ساتھ آنکھ کیا کھلی، زبان کھل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی اُنگلی مبارک کے پھرنے سے، آنکھ کھلی اور زبان بھی ساتھ کھلی۔

حضرت علامہ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ

یہاں آپ نے سنا کہ شیخ ابوالوفاء رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا تَـقْـرَءْ، اب نہیں پڑھ سکتے تم، اس سے گرہیں لگ گئیں، زبان بند۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دوسری مرتبہ خواب میں اِن سے فرمایا کہ زبان کھولو اور اُنگلی مبارک پھیر رہے ہیں تو گرہ کھل گئی۔

بالکل ہو بہو اسی جیسا، حضرت علامہ ابوطیب کا ایک خواب ہے، اُن کی ایک زیارت ہے۔ شیخ ابوالحسن البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے شیخ ابوطیب کہنے لگے کہ میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، تمام اعضاء، ہاتھ، کان پاؤں، پیر، زبان سب ٹھیک ٹھاک کام کر رہے تھے۔ مگر جیسے جیسے عمر ہوتی ہے، تو ایک ایک عضو پھر ساتھ چھوڑتا ہے۔ پہلے بالڈنگ balding آتی ہے، بال۔

مجھے یاد آیا کہ حضرت حاجی نور محمد صاحب، جب میں سب سے پہلی مرتبہ آپ کے یہاں آیا ہوں eighties میں۔ تو حاجی صاحب کے گھر پر قیام تھا، صبح کی نماز کے لئے تیار ہو کر ہم جارہے تھے، انہوں نے عطر کی شیشی نکالی، ہاتھ میں لی اور یہاں میری ڈاڑھی پر عطر لگانے کے لئے انہوں نے یہاں ہاتھ رکھا، تو میں نے، ہاتھ پکڑ لیا کہ نہیں، حاجی صاحب! فرمایا کہ ارے سنت چھے! میں نے کہا سنت تو ہے، مگر عطر سنت ہے، عطر بھی تو ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس پر یہ لکھا ہوا ہے، عطر کا نام۔ میں نے کہا کہ نام لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ اور یہ عطر وطر نہیں ہوگا، سپرٹ spirit ہوگی، کیمیکل chemical ہوگا اس میں، اس میں غلط قسم کے آیل oil، اور پٹرول petrol اور یہ سب اس طرح کی لغویات ہوں گی، میں نے کہا کہ اس سے نقصان ہوسکتا ہے۔

تیسرے دن میں نے بتایا کہ دیکھو حاجی صاحب، میرا کوئی بال سفید نہیں تھا جب میں آپ کے یہاں آیا تھا، آپ مجھے ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں، میں نے کہا کہ جہاں آپ نے انگلی رکھی تھی، اس جگہ دو تین بال سفید already ہو گئے ہیں۔ تو یہ اس پٹرول کی وجہ سے، تیزابیت کی وجہ سے۔

شیخ ابوطیب فرماتے ہیں، میرے تمام اعضاء صحیح سالم، عام انسانوں کی طرح، لیکن جیسے جیسے

عمر ہوتی ہے تو سب سے پہلے warning بالوں سے ملتی ہے، اس کا رنگ جاتا ہے، سر کے بالوں کا، داڑھی کے بالوں کا، تاکہ انسان متنبہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی ذاتِ عالی سے ہر وقت ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے، آخرت کے لئے تیاری کی توفیق دے۔ یہ دنیا جہان اور یہاں کی ناپائیدار چیزوں سے ہمیں نفرت دے۔ آخرت سے محبت دے، آخرت کے اعمال سے محبت دے، جو اعمال آخرت میں کام آئیں اُن اعمال سے اللہ محبت دے۔ نماز سے اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محبت عطا فرمائے۔ تلاوت کی توفیق دے، ذکر کی توفیق دے، نیک اعمال کی توفیق دے۔ یہ سارے کے سارے اعمال، وہ فرماتے ہیں، کہ میں بالکل اچھا بھلا انسان تھا، مگر جیسے عمر ہوتی ہے، اور اس کے بعد ایک ایک عضو جواب دینا شروع کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میں اچھا بھلا تھا، اچانک میری سماعت چلی گئی۔ کبھی وقتی طور پر بھی ہوتا ہے، نزلہ زکام، جہاز میں آپ ہوتے ہیں، تو جہاز میں، اوکسیجن oxygen وغیرہ کے مسئلہ کی وجہ سے جب نیچے اُترتے ہیں، تو کان تھوڑی دیر کے لئے کام نہیں کرتے۔ بیلنس کان کا خراب ہوتا ہے چکر بھی آتے ہیں۔

لیکن بڑھاپے کی وجہ سے جو چیز آتی ہے، پھر وہ ساتھ نہیں چھوڑتی، ہمیشہ کے لئے۔ ایک کے بعد ایک بڑھتی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری سماعت چلی گئی۔ بہت کوشش کی، بہت دوائیں کیں، علاج کیا، مگر کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو بڑھاپے کی بیماری تھی، اور وہ ایک دفعہ چلی گئی نعمت، تو چلی گئی اور علاج کے باوجود فائدہ نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں، کہ ایک سال گذرا، دو سال گذرے، پانچ سال گذرے، کہتے ہیں کہ دس سال گذر گئے، اسی بڑھاپے کی حالت میں۔

لیکن فرماتے ہیں کہ میں دعا کرتا رہتا تھا، اللہ سے مانگتا رہتا تھا۔ اسی دوران میرا ایک مرتبہ سفر ہوا حجازِ پاک کا، اور میں مدینہ شریف حاضر ہوا۔ مدینہ شریف جب میں پہنچا، وہ کہتے ہیں کہ ابھی مصروف دنوں میں، آپ چاہیں کہ ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز پڑھ لیں، تو مشکل، ایک فرض کی آپ کو جگہ مل جائے دو تین منٹ کے لئے، وہ مشکل نہیں مل سکتی ہے جگہ۔ عمرہ اور حج کے

ایام جب نہیں ہوتے، عام دنوں میں آپ جائیں تو ریاض الجنۃ میں آپ کو جگہ مل سکتی ہے۔ ان کا بیان، صدیوں پہلے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نیند آرہی تھی، تو میں ریاض الجنۃ میں سو گیا۔ کتنی اچھی جگہ انہوں نے تلاش کی۔

ہمارے دوست تھے حضرت حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور وہ اور اُن کے خاص دوست بمبئی میں ہیں، ہمارے حکیم خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہ۔ وہ دونوں ہر سال مسجدِ نبوی میں اعتکاف فرماتے تھے۔ دس برس، بیس برس نہیں بلکہ تیس برس سے زیادہ انہوں نے اعتکاف کیا، بہت پابندی سے اخیر عشرہ کا اعتکاف، ہندوستان سہارنپور میں بھی اور مسجد نبوی میں بھی، اور جگہ بھی اُن کی مخصوص۔ اب اتنے بڑے حرم میں، آج کل تو بہت بھیڑ ہوتی ہے، جگہ نہیں ملتی، مگر اُن کی جگہ، اعتکاف میں بستر کی جگہ اپنے لئے انہوں نے کہاں بنائی تھی؟

وہ یہ کہ مسجدِ نبوی میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی مسجدِ نبوی تھی وہ اگر آپ دیکھنا چاہیں، تو جو ستون ہے، وہ ستون چھت سے لگ رہا ہے، وہاں جو گول ستون ہیں مسجدِ نبوی کے، جو ترکی (ٹرکش) حرم کے اندر جو ستون ہیں، اُن کو آپ دیکھیں گے تو وہاں اوپر لکھا ہوا ہوگا کہ **حَدُّ مَسْجِدِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم** ۔ کہ مسجدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حد یہاں تک ہوئی، اس لائن کے جو ستون ہیں سب پر گرین کلر میں لکھا ہوا ہے، اب تک بھی۔ اور اس میں بہت سی چیزیں مٹادی گئیں مگر وہ ترکوں کا لکھا ہوا اب تک بھی محفوظ ہے۔ **حَدُّ الْمَسْجِدِ النَّبَوِی صلی اللہ علیہ وسلم**۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسجدِ نبوی کی جتنی حد تھی، وہ نشانی بتاتی ہے۔

وہاں ریاض الجنۃ کے ختم پر، ریاض الجنۃ کی طرف پشت کر کے باب السلام کی طرف چلئے، اور جہاں پر وہ ستون ہے کہ جس پر لکھا ہوا ہے کہ مسجد نبوی کی حد یہاں تک ہے، وہاں جا کر کھڑے ہو جائیں۔ پھر وہاں سے دیکھئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف وہاں سامنے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سامنا کہاں ہوگا، وہاں یہ دونوں اپنا بستر لگاتے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کے بالکل سامنے مسجدِ نبوی میں۔ ہمیشہ کے لئے وہ ہی اُن کی اعتکاف کی جگہ، شیخ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔

اسی لئے جب اقبال بھائی سکرانی نے اپنی ہمشیرہ کے متعلق مجھے فون کیا کہ وہ بہت بیمار ہیں۔ اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، حکیم عبدالقدوس صاحب مل سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ابھی وہ اپنا مطب نہیں چلاتے ہیں، وہ تو اعتکاف میں ہیں لیکن میں آپ کو پوچھ کر فون کروں گا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں سحری کے لئے جب تہجد کی نماز، صلوٰۃ اللیل سے فارغ ہوتا ہوں اس وقت۔ پھر ہم نے اقبال بھائی کی ملاقات کروائی تھی، رات کو ڈھائی بجے مسجد نبوی میں۔

یہ شیخ ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ریاض الجنۃ میں سو گیا۔ اب وہاں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ، ایک حدیث کے متعلق مجھے سوال کرنا ہے۔ کہ وہ حدیث ہے یا نہیں؟

محدث محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ محدثین میں کثرت سے کتاب میں نام آئے گا، حدثنا محمد بن المنکدر ر، بہت بڑے محدث ہیں، بخاری شریف میں جگہ جگہ اُن کا نام آتا ہے۔ وہ اپنے تلامذہ کو پڑھاتے تھے مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر، مسجدِ نبوی میں اُن کا درس ہوتا تھا۔ کبھی کبھی فرماتے ہیں اُن کے تلامذہ کہ ہمارے استاذ شیخ محمد ابن المنکدر ر، کسی جگہ پر اٹک جاتے، کسی جگہ کوئی چیز سمجھ میں نہیں آئی، حدیث کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آیا، یا کسی لفظ کی کوئی تشریح سمجھ میں نہیں آئی، اُس کا ترجمہ سمجھ میں نہیں آتا، تو ہمیں فرماتے تھے، کہ بیٹھو! اور خود اُٹھ کر جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر شریف کے سامنے مواجہہ شریف پر جا کر حاضری دیتے، گردن جھکاتے۔ کیا پوچھتے ہوں گے؟ کیا جواب ملتا ہوگا؟ اُن کے تلامذہ، شاگرد فرماتے ہیں کہ ہم نے تو

نہیں سنا۔لیکن وہاں سے واپس آ کر پھر جب بولنا شروع کرتے،تو جس جگہ پر وہ اٹکے ہوئے تھے،جس کا مطلب انہیں معلوم نہیں تھا، بڑی مدلل طریقہ سے بڑی واضح تقریر فرما دیتے۔وہاں سے تازہ پوچھ کرآتے۔

ابوطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کا ارشاد ہے؟ آپ نے یہ فرمایا ہے؟ کہ **مَنُ سَألَ لِی الُوَسِیُلَةَ وَجَبَتُ لَهُ شَفَاعَتِیُ** ۔کہ جو میرے لئے وسیلہ مانگے ،اذان ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اذان کا جواب دینے کی ہمیں توفیق دے۔اس کے بعد دعا کی ہمیں توفیق دے۔اُس کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے، **اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعُوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الُقَائِمَة**،اب اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسیلہ مانگا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمایا کہ تم میرے لئے دعا کیا کرو کہ، اللہ تعالیٰ مجھے وہ مقامِ محمود اور وسیلہ مجھے عطا فرمائے۔ یہ تم میرے لئے دعا کرو گے،تو **وَجَبَتُ لَهُ شَفَاعَتِی**،کہ کل قیامت میں، جب اُس مرتبہ پر میں فائز ہوں گا،تو میں حق تعالیٰ شانہ سے تمہارے متعلق کہوں گا، کہ الٰہی! یہ بندہ میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرتا تھا،اس کو جنت میں جگہ دے۔اُس کی شفاعت میرے لئے واجب،**هَلُ جَزَاءُ الُاِحُسَانِ اِلَّا الُاِحُسَان**۔

یہ ابوطیب فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کا ارشاد ہے، کہ **مَنُ سَألَ لِی الُوَسِیُلَةَ وَجَبَتُ لَهُ شَفَاعَتِیُ.** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ **عَافَاکَ اللّٰه**! اللہ آپ کو عافیت دے۔میری یہ حدیث نہیں ہے۔میری حدیث کے اصل الفاظ ہیں کہ **مَنُ سَألَ لِی الُوَسِیُلَةَ مِنُ عِنُدِ اللّٰهِ وَجَبَتُ لَهُ شَفَاعَتِیُ**۔اتنا پڑھا، جو فرق تھا دونوں میں جو حدیث انہوں نے پوچھی تھی اس میں وہ الفاظ نہیں تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، **مِنُ عِنُدِ اللّٰهِ**،اللہ سے جو وسیلہ میرے لئے مانگے ،اس کے لئے میری شفاعت واجب۔فرماتے ہیں کہ یہ میں نے خواب دیکھا، جب میری آنکھ کھلی ،اوہو! میری تو عید ہوگئی، کہ میں تو دس برس سے بہرا تھا

، بالکل بہرا۔

ایک ہمارے گاؤں میں، جہاں ہم نے پرورش پائی ہمارے نانا جان کا۔ اُس وقت بھی کئی ہزار کی آبادی تھی، آج بھی دس پندرہ ہزار کی آبادی ہوگی۔ وہاں ہر ایک کو جانتے تھے، کہ یہ حاجی صاحب یہ کم سنتے ہیں، یہ حاجی صاحب بالکل نہیں سنتے، اُن کو کان کے پاس جا کر کہتے تھے۔ ایک حاجی صاحب وہ صاحبِ مال، کسی کو ضرورت ہوتی، ضرورت پڑی، کسی محتاج کو اپنا احتیاج ظاہر کرتا کہ مجھے ضرورت ہے۔ کسی کو قرض کی ضرورت ہوتی تو وہ جا کر مانگتا، کہ حاجی صاحب مجھے اتنا قرض چاہئے۔ ایک صاحب آئے اُن کے پاس اور اس طرح مانگا کہ کان میں زور سے آ کر کہتے ہیں کہ دس روپے قرض چاہئے، دس روپے۔ انہوں نے بائیں کان کی طرف اشارہ کیا، کہ ادھر آ ؤ، ادھر سے کہو، ادھر دائیں سے برابر سنتا نہیں ہوں۔ یہاں بائیں طرف پہنچے، پھر وہاں سے یہاں تک ایک قدم چلنے میں اُن کا خیال بدلا، انہوں نے حساب لگایا اپنے دماغ میں کہ، یہ دس روپیہ میں نے کہہ دئے غلطی سے، بیس سے کام چلے گا، بائیں کان میں کہا حاجی صاحب ۲۰ روپئے قرض دیدو، اب حاجی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ اُدھر دس والے میں کہو۔

۔۔۔ناقص۔۔۔

۱۳

اول عالمِ ایجاد ہے یوں خلقت پاک

سورہ محمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

عروس مملکتِ ربانیہ کا خطبہ نکاح



نفخت فیہ من روحی کے معنٰی سے ہوا ثابت

خزانہ ہے محیط اس چشمہ روح مجرد کا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔فَاِذَا سَوَّیْتُه وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَه سٰجِدِیْنَ (سورۃ ص) ترجمہ: پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

رہائی پائی قید بطن ماہی سے جو یونس نے

اشارہ یہ بھی تھا اک نون ابروئے محمدؐ کا

ارشاد خداوندی ہے۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مَلِیْمٌ فَلَوْلَا اَنَّه كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِه اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ (سورۃ الصٰفٰت) ترجمہ: پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے، تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے۔

قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے

انہیں دو نقطہ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلَ اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَّرَاهُمْ اٰيَةً فَارَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَر (صحیح البخاری) ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں جب بارگاہِ نبوت میں اہل مکہ نے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے۔

شبِ معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا

خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

حدیثِ معراج میں آتا ہے۔عَنْ اَنَس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ اُسْرِیَ بِهِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِيْم وَ رُبَمَا قَالَ فِیْ الْحَجَرِ مُضْطَجِعاً اِذْ اُتَانِیْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهِ اِلٰی هٰذِهِ يَعْنِیْ مِنْ ثَغْرَة نَحْرِهِ اِلٰی شَعْرَتِه فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ ثُمَّ اُتِيَتْ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَب مَمْلُوْءِ اِيْمَاناً فَغَسَلَ قَلْبِیْ ثُمَّ حَشٰی ثُمَّ اُعِيْدَ وَ فِیْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطَنَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مَلٰی اِيْمَاناً وَحِكْمَةً ثُمَّ اُتِيَتْ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ فَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَض يُقَالُ له الْبُرَاقُ

يَضَعُ خَطْوُه عِنْدَ اَقْصٰى طَرَفِه فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتٰى اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِه فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ الخ

(مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس رات کا حال بیان فرمایا جس میں آپ کو آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں حطیم یا حجر میں تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ یہاں سے یہاں تک میرے سینہ کو شق کیا یعنی گردن سے لے کر ناف تک پھر میرے دل کو نکالا۔ پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا گیا زمزم کے پانی سے۔ اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا۔ اس کے بعد سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا اس کا ایک قدم حدِ نظر تک اٹھتا تھا پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ جبرائیل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمانِ دنیا کے نیچے پہنچا۔ جبرائیل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو

بلوایا گیا ہے جبرائیل نے جواب دیا ہاں تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا خوش آمدید، خوش آمدید آپ گا آنا مبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

اول عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک

سورہ محمد سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی (حدیث) ترجمہ: سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوا بِمَاَ نُزِّلَ عَلیٰ مُحَمّد وَ ھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَ اَصْلَحَ بَالھم۔ (سورۃ محمد) ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا

(امیر مینائی)

صلى الله عليه وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰه اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون

یہ مبارک ایام، رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں اور اعتکاف کے ایام چل رہے ہیں۔ کہیں اس اخیری عشرہ کا اہتمام ہوتا ہے، مگر آپ حرمین جا کر دیکھیں گے تو وہاں سینکڑوں کی تعداد میں سارے ماہِ مبارک کا اعتکاف کرنے والے آپ کو ملیں گے۔ یہ مبارک ساعتیں، اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو ان ساعتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

مہینہ بھر کا اعتکاف

ماضی قریب میں ہم نے دیکھا کہ ہمارے ہندو پاک کے علاقہ میں، ہمارے اکابر میں سب سے پہلے پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف حضرت شیخ، شیخ الحدیث قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ نے، سہارنپور میں، 60s میں شروع فرمایا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک وہاں، حضرت کے یہاں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ دراصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو سامنے رکھ کر، اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر اپنے آپ کو چلنے کا عادی بنانے کا نتیجہ تھا

کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف فرمایا، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔ اگرچہ سنتِ مؤکدہ تو ماہِ مبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔

رمضان کے مہینہ میں غارِ حرا میں اعتکاف

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں عبادت کے لئے خلوت گزیں ہوا کرتے تھے۔ اور دیگر ایام میں اور سال بھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم، مختلف ساعتوں میں، مختلف اوقات میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بطورِ خاص عادتِ شریفہ ماہِ مبارک کے سلسلہ میں ایک انوکھی تھی، جس کے متعلق ابن شہاب زہری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ مِن رَمَضَان.

یہ عام طور پر آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق ہمیشہ سنتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا ماہِ ربیع الأول میں پیر کے دن۔ اس سے اختلاف کرتے ہوئے ابن شہاب زہری اور قتادہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کا جو سلسلہ شروع ہوا، یہ ماہِ مبارک میں پیر کے دن شروع ہوا۔ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ جو اعتکاف کی تھی، اسی اعتکاف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَوْمَ الِاثْنَيْن مِن رَمَضَان وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَعَبَّدُ فِيْ غَارِ حِرَاء فِي رَمَضَان، کہ كَانَ استعمال فرمایا، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَعَبَّد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت پہلے سے گویا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں غارِ حرا میں عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ماہ مبارک میں نزول قرآن

اسی دوران، ایک مرتبہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے یہ انتظام رہا کہ مختلف فرشتے جبرئیل کے علاوہ، اور تین فرشتوں میں سے بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیا کرتے۔ کبھی سلام کے خاطر حاضر ہوئے، تا کہ جب یہ مسلسل سلسلہ شروع ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحشت نہ ہو اور کوئی نیا سلسلہ محسوس نہ ہو۔

اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا، اور اِقْرَاْ بِاسْمِ کی وحی نازل ہوتی ہے، جبرئیل امین لے کر آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دفعہ معانقہ فرماتے ہیں، اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور اسی وحی کی کیفیت کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر اس قدر اس وقت بوجھ محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح منوں بوجھ رکھ دیا گیا ہو، اور اس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ شریف ایک دم loose ہو جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایک طرف جھک جایا کرتی تھی اور پسینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرابور ہو جاتے۔

جب یہ کیفیت وحی کی، پہلی وحی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع ہوئی، تو بشری تقاضے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھبراہٹ بھی طاری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے، لیکن حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے غیبی انتظام تھا، جس طرح کہ بہت پہلے سے بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ نبوت سے پہلے میں جب گزرا کرتا تھا تو پتھر مجھے سلام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی، اس مرتبہ بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غارِ حرا سے نکل کر تشریف لے جا رہے ہیں تو تَقُوْلُ الْاَحْجَارُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ!

پتھروں سے سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں اور حق تعالی شانہ چاروں طرف کے ماحول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لئے استعمال فرماتے ہیں اور آپ پر سے یہ وحشت ختم ہو، اس کا انتظام فرما رہے ہیں۔

چنانچہ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس روایت میں ارشاد ہے کہ **وَلَمَّا كُنْتُ فِيْ وَسْطِ الْجَبَلِ سَمِعْتُ مِنَ السَّمَاءِ** کہ جب میں حرا سے اتر رہا تھا اور چاروں طرف سے، پتھروں سے سلام کی آواز آرہی تھی، اسی دوران جب میں پہاڑ کے بیچ میں ابھی اترتے ہوئے پہنچتا ہوں، تو میں آسمان سے ایک آواز سنتا ہوں۔

حق تعالی شانہ ہمیں بھی وہاں کی حاضری نصیب فرمائے، بار بار حاضری نصیب فرمائے۔ اور یہ ہمارے گنہگار اقدام اور پیر اور اعضاء اس قابل نہیں کہ ان مبارک بقعات کو اور مبارک جگہوں کو چھوسکیں، سر کے بل حاضری وہاں ہو۔ حق تعالی شانہ ہم سب کے لئے اس کو آسان فرمائے، مقدر فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جو علاقے اور جو جو جگہیں مانوس تھیں، اب تک ان تمام جگہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بسی ہوئی ہے، ان کو دیکھ کر ہماری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور پہنچنے کا انتظام فرمائے، اور یہ جو عمرہ کے سلسلہ میں صرف حرمین حاضری کے سوا آگے جانے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی اس میں بھی وسعت فرمائے۔

یا محمد انت رسول اللّٰہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں حرا سے نیچے اتر رہا تھا، تو میں سن رہا ہوں کہ آسمان سے آواز آرہی ہے **يَا مُحَمَّدُ! اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ!** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی کہ اب آپ اللہ کے پیغمبر ہو، اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ اسی لئے جتنی سیرت کی کتابیں آپ کھولیں گے، جتنی شمائل کی کتابیں پڑھنا شروع کریں گے، سب سے پہلے آپ کو یہی روایات ملیں گی کہ **مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا؟** یا رسول اللہ آپ کب سے نبی ہیں؟

کہیں ارشاد فرمایا کہ ابھی آدم تو گارے اور مٹی کے مرحلہ میں تھے، اس وقت سے اللہ نے مجھے نبی بنایا۔ نبوت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت سے مل چکی تھی مگر یہ جو غارِ حرا میں جبرئیل امین آئے، یہ رسالت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت سے سرفراز فرمایا گیا۔

فرشتہ اور پردہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے، غارِ حرا سے گھر پہنچتے ہیں۔ راستہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے قاصد پہنچتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں، کہ معمول کے خلاف آج آپ واپس جلدی تشریف نہیں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچتے ہیں اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ بیان فرماتے ہیں، جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انتظام تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل بہلانے کا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون و سرور اور اطمینان پہنچانے کا، اسی طرح حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سالہا سال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے نتیجہ میں، اس کا بالکل اطمینان تھا کہ یہ تو یقیناً ایسا ہونے والا ہے۔

اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا یہ قصہ جو اسی دن پیش آیا تھا وہ بیان فرماتے ہیں، تب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھتی ہیں کہ اچھا، اب جب جبرئیل آپ کے پاس دوبارہ آئیں تو آپ مجھے بتا سکتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ضرور۔ چنانچہ ایک روز، جیسا میں نے پہلے عرض کیا کہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت ہوتی تھی، اگر وحی لے کر نہیں آئے، تو کبھی صرف سلام کے لئے حاضر ہوں گے، کبھی صرف دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری دیں گے۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدیجہ! تم پوچھ رہی تھیں کہ جب جبرئیل آئیں تو مجھے بتانا، دیکھو یہ آ گئے۔

اب جیسے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا کہ جبرئیلِ امین پہنچ گئے، تو انہوں نے اپنے چہرہ پر نقاب تان لیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بانہوں میں لے کر اپنی ایک طرف کی ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دلوایا، جس طرح کسی کا دل بہلانے کے لئے یا کسی کو راحت پہنچانے کے لئے اپنے محبوب کے ساتھ پیار کا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس ایک طرف کی ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے کر پوچھا کہ ابھی آپ کو نظر آرہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں نظر آرہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری جانب پھیر لیا، پھر پوچھا کہ ابھی بھی نظر آرہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، ابھی بھی نظر آرہے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا، پھر پوچھا کہ ابھی بھی نظر آرہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں!

اس کے بعد پھر چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی، اطمینان اور اعداءِ مکہ، مکہ کے دشمنوں اور قریش کی ایذاء رسانیوں سے حفاظت کے لئے بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مہیا اور مختص فرمایا تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہر طرح سے مزاج شناس تھیں، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے چہرہ پر سے اب نقاب ہٹا دیا اور پھر پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو ابھی بھی نظر آرہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ابھی تو نظر نہیں آئے۔

اتنا سنتے ہی فوراً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کتنا بہترین نتیجہ نکالا اِنَّہُ مَلَکٌ، کہ جس طرح یہ مکہ کے دشمن کہا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف، کبھی کہتے کہ جنون ہے، کبھی کہتے تھے کہ شیطان ہے، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اَبْشِرْ اِنَّہُ مَلَکٌ، کہ مجھے بالکل اطمینان ہے، آپ خوش ہو جائیں کہ یہ تو یقیناً فرشتہ ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے طور پر جو نقاب کے ساتھ اور نقاب کے بغیر، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

اپنے چہرہ مبارک سے نقاب ہٹا کر کے پھر پوچھا اور دیکھا کہ ابھی تو نظر نہیں آئے، وہ چلے گئے، تو فرمایا کہ یہ فرشتہ ہے، فرشتہ ہی ایسا کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا فوراً اسی وقت چلتی ہیں ورقہ ابن نوفل کے پاس اور ان سے جا کر سارا قصہ دہراتی ہیں۔

چونکہ پہلے سے ورقہ ابن نوفل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے تھے، تو سنتے ہی وہ فرمانے لگے قُــدُّوُس، قُــدُّوُس، کہ یہ تو حق تعالی شانہ کی طرف سے بھیجے ہوئے مقدس فرشتہ جبرئیل آ چکے اور فرمایا النَّامُوُسُ الْاَکْبَر ناموس اکبر آ گئے، جو حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام اور دیگر انبیاءِ کرام کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور آ گے انہوں نے بھی نتیجہ نکالا اور کہا کہ اِنَّهُ نَبِــیُّ هٰذِهِ الْاُمَّة، یہ جو نبیِ آخر الزمان کو آنا تھا تو وہ اب آ چکے اور یہ اس امت کے نبی ہیں اور نبی آخر الزمان ہیں۔ یہ مبارک مہینہ میں، ان مبارک ساعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسالت کی نعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنے کے لئے، امت مسلمہ کو صلاۃ وسلام اور درود شریف کی ترغیب اور تشویق کے لئے آپ کا یہ ریڈیو کام کر رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، کہ یہ مختلف طرق سے امت کو ان چیزوں کی طرف لانے کی ضرورت ہے۔ اس مادی دنیا میں، فتنوں کے زمانہ میں، کہاں سے کہاں امت بھٹک چکی ہے اور بھٹک رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو ہر آن، ہر گھڑی، ہر نفس، ٹکٹکی آپ ہی کی طرف باندھ کر ہمیں چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں جن میں سے آپ اپنے ریڈیو کے ذریعہ، مختلف طریقوں سے ان کو اس طرف لانے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

ہر شوط پر حجر اسود کا بوسہ

ہمارے ساتھی اور دوست بہت سارے حرمین پہنچے ہوئے ہیں، کوئی ملتزم پر گرگڑا رہا ہوگا،

روتے ہوئے دعائیں کر رہا ہوگا۔ کیا لمحات تھے کہ جب ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو طواف کراتے تھے، اس وقت تو اتنی بھیڑ نہیں ہوتی تھی، حضرت کی wheelchair حجرِ اسود پر ہم لے جا کر روکتے، حضرت کو دو طرف سے آدمی پکڑ کر wheelchair سے اتارتے، پھر حضرت حجرِ اسود پر لپٹ جاتے اور آرام سے بوسہ دیتے۔ پھر جب طواف ختم ہوتا تو اس کے بعد پھر حضرت کو، دوگانہ ادا فرمانے کے بعد ہم ملتزم پر لے جاتے، وہاں دیر تک حضرت ملتزم پر روتے رہتے۔ حضرت کا گورا گورا جسم، پورے جسم پر شیر خوار بچہ کی طرح سے نہ کوئی بال، نہ کوئی شکن، اسّی سال کی عمر میں بھی ہم نے نہیں دیکھی۔ ہم حضرت کو وہاں ملتزم پر کھڑا کر دیتے، حضرت زار و قطار رو رہے ہیں، پسینہ ٹپک رہا ہے، چہرۂ انور حضرت کا بالکل سرخ ہے، اور روئے جارہے ہیں۔

وہاں پر ایک رمضان میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا کہ عین افطار کے وقت ملتزم پر چمٹ کر رو رہے ہیں، اس امت کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی ان رونے والوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔

پیارے! تو ہی رو لے!

مجھے ایک مرتبہ یاد ہے کہ سہارنپور میں حضرت کی عصر کے بعد مجلس ہو رہی تھی۔ ایک طرف تمام مشائخ واساتذۂ کرام کے لئے جگہ ہوتی اور سامنے شہر کا اور طلبہ کا عام مجمع ہوتا اور سب کے لئے چائے کا انتظام ہوتا تھا۔ میں حضرت کی چائے لے کر، چار پائی پر بیٹھ کر، حضرت کو چائے پلایا کرتا تھا۔ میں حضرت کو چائے پلا رہا ہوں، اتنے میں شہر سے کسی شیر خوار بچہ کو لے کر اس کے والد پہنچے دم کے لئے۔ چائے موقوف کر کے حضرت اس پر دم فرما رہے ہیں۔ اب اجنبی شکلیں دیکھ کر وہ بچہ رونے لگا، حضرت فرمانے لگے، اور ابھی کچھ کہنے کے لئے جس طرح حضرت تیاری فرما رہے ہوں اور بولنا چاہتے ہوں اور بولا نہیں جا رہا ہے۔ حضرت کا جی بھر آیا اور روتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ پیارے! اب رونے والے نہیں رہے، تو ہی رو لے!

آنسوؤں کا تالاب

کیوں؟ کہ یہ رونا بھی حق تعالی شانہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ رونے والے اٹھ گئے، تو اسی کا یہ نتیجہ ہے دنیا میں شرور اور فتن، مصائب، آلام برس رہے ہیں۔ یہ آنکھوں سے نکلنے والا ایک ایک قطرہ، ایک سمندر ہے جو ان تمام مصائب اور فتن کو بہا کر لے جاتا ہے، کیسے لے جاتا ہے؟

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت کو کسی نے اپنا خواب لکھا۔ اس نے لکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ بیٹھے ہوئے ہیں، چارزانو، جس طرح بیٹھنے کی عادت تھی اور حضرت کے سامنے، جس طرح تالاب یا چشمہ کا پانی ہوتا ہے، کافی پانی جمع ہے۔ اور اس پانی میں سے ایک عجیب وغریب قسم کی روشنی، چمک اور نورانیت، چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ کسی نے خواب دیکھنے والے سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے، کیا ہے یہ؟ مجھے نہیں معلوم۔ جس نے سوال کیا اسی نے پھر بتایا کہ یہ حضرت شیخ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو روئے ہیں وہ پانی ہے، وہ آنسو یہاں جمع ہیں اور اس کی یہ نورانیت ہے۔

اور حضرت اتنا روئے ہیں، بالخصوص تقسیم کے وقت کہ حضرت کے یہاں، سہارنپور میں شیخ انعام اللہ ہوا کرتے تھے۔ وہ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ تقسیم کے دوران، جب چاروں طرف قتل و غارت کا سلسلہ جاری تھا، اس وقت ہم نے حضرت کو دیکھا، کہ ساری ساری رات حضرت قیام میں، نماز میں کھڑے گذارتے اور ہاتھ سے اشارہ کر کے انہوں نے بتایا کہ اس طرح، ہاتھی کی طرح حضرت کے پیر پھول جاتے اور ورم کر جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کتنی راتیں حضرت سوئے نہیں۔ وہ جوان حضرات کا رونا تھا، اسی کے نتیجہ میں آج الحمدللہ قَالَ اللّٰہُ، قَالَ الرَّسُوْل اور اذانوں کی آوازیں اب تک بلند ہو رہی ہیں۔ اسی لئے حضرت نے اس بچہ سے فرمایا کہ پیارے! تو ہی رولے، اب رونے والے نہیں رہے۔ حضرت نے جس طرح رونے کے بارے میں ارشاد

فرمایا، اس طرح ایک ایک کر کے تمام نعمتیں اٹھ گئیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اقدامِ عالیہ میں

وہاں ملتزم پر بھی حضرت کو ہم نے جس طرح روتے ہوئے دیکھا، اس طرح وہاں جالی مبارک کے بالکل متصل، بابِ جبرئیل جہاں سے ہم داخل ہوتے ہیں، جسے بابِ جبرئیل کہا جاتا ہے، وہ دراصل بابِ جبرئیل نہیں، اس سے left side میں تھوڑا سا اوپر کو چھت کے قریب ایک کھڑکی ہے، اور وہ کھڑکی بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کی سیدھ میں ہے، اس کھڑکی کے بالکل سیدھ میں، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامِ عالیہ پڑتے ہیں وہاں ہم حضرت کے لئے مصلیٰ رکھ دیتے تھے اور حضرت کی خاص، جالی مبارک کے متصل جگہ مخصوص تھی اور اس وقت جو وہاں نگران ہوتے تھے پولیس والے وغیرہ، ان سب کو معلوم تھا کہ یہ بہت بڑے شیخ ہیں اور ان کے لئے ان کے خدام آکر چادر یا مصلیٰ رکھتے ہیں تو وہ بھی کبھی منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت کو وہاں بٹھاتے تو حضرت وہاں گھنٹوں بیٹھ کر رویا کرتے تھے۔ اللہ کرے کہ ہمیں ان حضرات کی طرح سے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے رونے کا سلیقہ مل جائے۔ یہ جو ہمارے دل مثلِ پتھر چٹانوں کی طرح سخت ہو چکے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس سختی کو ختم فرمائے۔

تلووں کے بجائے پلکوں سے چھوئیں

یہ جو مبارک ساعتیں ہیں رمضان المبارک کی، ان کو آپ سوچیں، جیسے میں نے عرض کیا کہ اب جو ملتزم پر پہنچے ہیں، وہ حضرات وہاں مراقبہ کریں کہ جس جگہ میں کھڑا ہوں، دو جہان کے سردار، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی چند صدیوں پہلے اسی طرح یہاں کھڑے ہوتے تھے، جس جگہ مقامِ ابراہیم پر میں نماز ادا کر رہا ہوں، وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے ہیں۔ جہاں مطاف میں میرے گندے ناپاک پیر کے ساتھ میں چل رہا ہوں، وہاں آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامِ عالیہ بھی مس ہوئے ہیں۔ جس طرح ان مقاماتِ مقدسہ اور ان جگہوں کو دیکھ کر انسان یہ سوچتا ہے، یہ مراقبہ کرتا ہے کہ یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہونے والی مبارک جگہ ہے، اسی طرح ہم یہاں گنہگار، جو محروم القسمت جو وہاں نہیں پہنچ سکے اور یہاں رہ گئے، وہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ یہ یہی رمضان المبارک ہے اور یہی تاریخ ہے اور یہی دن ہے **یَوْمَ الْفُرْقَان، یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَان** کا۔ جس طرح ان مقدس جگہوں کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے، اور شعراء اپنا اپنا کلام پیش کرتے ہیں ان جگہوں کو خطاب کر کے، اسی طرح یہ جو مبارک ساعتیں ہیں ان کو آپ خطاب کریں۔

یَوْمَ الْفُرْقَان، یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَان

کیا ساعتیں تھیں کہ دو جہان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آج اپنے پرانے دشمنوں سے ٹکرائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن مانوس سے نکالنے پر ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں ستاتے رہے، ستاتے رہے یہاں تک کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آنا پڑا۔

جب یہاں مدینہ منورہ پہنچے، تو وہاں مکہ مکرمہ سے ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر دھاوا بولنے کے لئے چل پڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں مڈبھیڑ ہوئی اور اس طرف تو نہتی ایک جماعت چلی تھی جن کے پاس نہ کوئی لشکر، نہ کوئی اسلحہ، نہ کوئی سواری، نہ کوئی آلات، کوئی چیز نہیں۔ کسی کے پاس ڈنڈا ہے، کسی کے پاس تیر ہے، اکثریت بالکل خالی ہاتھ ہے:

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
بدلنے کو آئے تھے یہ دنیا بھر کی تقدیریں

تو یہ نہتی جماعت اور سامنے خونخوار، کتنا عظیم الشان، زبردست، اس وقت کے تمام اسلحے سے لیس لشکر کھڑا ہوا ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی کتنے سکون اور اطمینان کے ساتھ تھے، اس واقعہ سے آپ کو اس کا ایک اندازہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اپنی صفیں درست فرما رہے ہیں۔ دشمنوں نے صفیں بنالیں اور ابھی حملہ کی سوچ رہے ہیں مسلمانوں پر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی صفیں بنوائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صفوں میں، کون کہاں کھڑا ہوا ہے اس کو دیکھ رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک تیر ہے اور اس تیر کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سیدھی صف بنا رہے ہیں، جس طرح کہ لکیر بنانے کے لئے آپ کسی سیدھی چیز کے ذریعہ لکیر سیدھی ہو، ٹیڑھی نہ ہو، اس کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیر کے ذریعہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یہ سب صف میں سیدھے کھڑے ہوئے ہیں۔

اسی دوران آپ گزر رہے ہیں، کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے آہ! کی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے، پوچھا کیا ہوا؟ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! مجھے خراش آ گئی۔ یہ واقعہ، آپ اس پر غور کیجئے کہ کتنا قلبی اطمینان اور سکون، کہ اتنے بڑے لشکر کے سامنے، کٹنے اور مرنے کے لئے تیار ہیں، اور پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن قلبی سکون اور اطمینان کتنا ہے کہ وہ صحابی بھی اس وقت ایک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ مجھے خراش آ گئی۔ یہ تیر، آپ سیدھا کھڑا کرنے کے لئے جو تیر لے کر چل رہے تھے، یہ مجھے لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاف کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! میں ایسے ہی معاف نہیں کروں گا۔

یہ جو قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات سے پہلے مسجدِ نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہو، تو ایک صحابی نے کھڑے ہو کر، جن میں نام حضرت عکاشہ کا لیا جاتا ہے، وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ سے مجھے ایک دفعہ خراش پہنچی تھی، لکھا ہے ابن جوزی نے کہ یہ ان کا قصہ نہیں ہے اور ان کا وہاں مدینہ کا قصہ نہیں ہے، بلکہ یہ قصہ ہے عین غزوۂ بدر کے دوران کا، اس کے شروع

ہونے سے چند لمحے پہلے کا قصہ ہے۔ یہ ابن جوزی کی رائے ہے۔

غرض وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرماتے ہوئے جب سواد ابن غزیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچتے ہیں اور اچانک وہ فریاد کرتے ہیں کہ مجھے خراش پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سواد ابن غزیۃ کو کہ مجھے معاف کر دو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں یا رسول اللہ! ایسے معاف نہیں کروں گا، میں تو اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر دیا کہ بدلہ لے لو۔ فرمایا اس طرح نہیں، میری چادر نہیں تھی اور خالی برہنہ بدن پر میرے جسم کے پچھلے حصہ میں خراش آئی ہے۔ پیچھے کی طرف سے، پیٹھ کی طرف سے آپ صفوں کو سیدھا فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک کو ہٹا کر ارشاد فرمایا کہ اب بدلہ لے لو۔ چنانچہ وہ لپٹ گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبوۃ کو بوسہ دیا۔ یہ کتنا اطمینان اور سکون، اس یوم الفرقان اور جنگ بدر میں اُن صحابی کو حاصل تھا، اور کتنا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام کاموں کو چھوڑ کر اُن کی دل جوئی میں لگے ہوئے ہیں۔

غرض پھر جنگ شروع ہوتی ہے اور شروع ہونے کے ساتھ ہی، چند لمحوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ یہ جو اس جنگ کو دیکھا جاتا ہے تو کسی طرح بھی عددی اور افراد کے اعتبار سے بھی کوئی تناسب نہیں تھا۔ تیاری، اور اسلحہ اور مادیت کے اعتبار سے بھی دونوں لشکروں میں کوئی تناسب نہیں تھا۔ کسی کے پاس لباس تک پورا نہیں ہے، پیر ننگے ہیں اور ہاتھ خالی ہیں۔ اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی عام عادت شریفہ تھی، ان کے جینے کا انداز یہی تھا، یہی بزرگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سیکھا اور اس کو اپنایا۔

سترہ برس تک ایک کرتہ

اور یہاں تک اپنایا کہ ہم نے خود حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں دیکھا کہ سترہ برس تک

ایک کرتہ، حضرت چھ مہینے، پوری سردیوں میں، ساری سردیوں میں ایک ہی کرتہ حضرت پہنے رہتے۔ اور اسی طرح حضرت نے ایک پائجامہ دس برس استعمال فرمایا۔ ہمارے صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کے ایک سویٹر کا قصہ لکھا ہے کہ حضرت سے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ سویٹر مجھے عنایت فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تو پھر میں کیا کروں گا؟ اس وقت تو چپ ہو گئے صوفی جی۔ بازار سے اگلے دن، دوسرا لے کر آئے، پیش کیا تو حضرت نے اس وقت فرمایا کہ اوہو! میرا یہ سویٹر تم نے رکھ لیا، یہ ستائیس برس سے میرے استعمال میں تھا۔

مادیت سے اتنے نفور تھے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ کو سامنے رکھ کر، ہر چیز میں، لباس میں، کھانے میں، پینے میں، اوڑھنے میں، بچھونے میں۔ میں آپ کو اُس کچے گھر کے واقعات ابھی چند منٹوں میں کیا سناؤں؟ کیا حضرت کے فقر و فاقے؟ اور حضرت کے ایک اختیاری فقر کے میں کیا قصے سناؤں؟

ان رمضان المبارک کے ایام میں حضرت کا معمول تھا کہ، میں کہا کرتا ہوں کہ ہماری ایک دن کی خوراک حضرت کے پورے ماہِ مبارک کی خوراک نہیں بنتی تھی۔ ہمارے ایک دن کا کھانا اس کو ایک ترازو کے ایک پلڑے میں آپ رکھیں، اور حضرت کے پورے ماہِ مبارک کے وہ چمچے روزانہ کے کتنے بنے وہ اس میں ڈالیں، تو ہمارا ایک دن کا کھانا حضرت کے ایک مہینے کے کھانے سے بڑھ جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے میں، پینے میں، اٹھنے میں، بیٹھنے میں، ہر چیز میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زہد

لکھا ہے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھ رہے ہیں۔ استاذ خبر گیری رکھتے تھے، ایک دن دیکھا کہ آج امام احمد پہنچے نہیں حدیث کے لئے، تو اپنے دوسرے شاگرد کو بھیجا کہ بلا کر

لاؤ۔ حضرت امام فرماتے ہیں کہ میں نہیں آسکتا۔ پوچھا کیا بات؟ کوئی تکلیف، کوئی بیماری؟ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ میرا ایک ہی جوڑا ہے اور وہ میں نے دھونے کے لئے دیا ہے، جب وہ دھل کر آجائے گا اس وقت میں حاضری دے سکتا ہوں۔ انہوں نے اپنی طرف سے، جانے والے نے دینار نکال کر پیش کئے کہ میں یہ دینار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اس سے خرید لیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا۔ جانے والے نے عرض کیا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اچھا، پھر میں آپ کے لئے ایک دو جوڑی کپڑے لے آتا ہوں۔ فرمایا کہ نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اچھا ہدیہ قبول نہیں کرتے تو عاریۃً مجھ سے لے لو۔ اس کے لئے بھی امام نے منع فرمایا۔ کس درجہ ان کو اس دنیا سے نفرت تھی۔

ہر چیز ہمارے پاس مہیا ہے، ہمیں ہر چیز میسر ہے، مگر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ یہ دنیا کی بھوک اور ہوس اتنی بڑھتی ہے، اتنی بڑھتی ہے، دنیا جتنی آتی جائے گی، اتنی ہوس بڑھتی جائے گی۔ فرمایا کہ کسی ایک شخص کے پاس پورے جنگل سونے سے بھرے ہوئے ہوں، تو وہ تمنا کرے گا کہ ایک اور مل جائے۔ وہ مل جائے تو تمنا کرے گا ایک اور مل جائے۔

اسی لئے مجھے ایسے موقع پر میری والدہ صاحبہ یاد آتی ہیں، کہ وہ فرمایا کرتی تھیں جب دنیا اور مال و دولت کا تذکرہ ہوتا، تو فرماتیں کہ کیا کریں، گندی دنیا، ناپاک دنیا۔ ناپاک اور گندی فرمایا کرتی تھیں۔ ان حضرات کو اس طرح نفرت تھی۔

میرے سامنے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں کسی نے ہدیہ پیش کیا۔ حضرت نے ایک دفعہ منع فرمایا۔ دوسری دفعہ اصرار کیا، پھر منع فرمایا۔ تیسری دفعہ منع فرمایا، وہ شخص اصرار کرتا رہا۔ اب حضرت نے وہ نوٹ اپنے ہاتھ میں لے کر غصہ میں، جتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو سکتے تھے، کر کے پھینک دئے۔ حضرت کا اس وقت کی نفرت اور حقارت، تحقیر دنیا کا منظر اور دولت سے اور پیسوں سے جو نفرت تھی، وہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت نے غصہ میں جتنے

ٹکڑے ہو سکتے تھے، وہ کر کے پھینک دیئے۔ وہ چائے کا قصہ تو حضرت نے کہیں خود بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں سے اس ناپاک دنیا کی محبت کو نکالے اور اس کی جگہ پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دلوں کو آباد فرمائے۔

یَا مَنْ لَمْ یَلْبَس الْحَرِیْر صلی اللّٰہ علیہ وسلم

یَا مَنْ لَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاش رفیع صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک دفعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچے تھے، مگر سمجھدار تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو ازواجِ مطہرات کے حجرات شریفہ میں خدمت کے لئے بعد میں بھی جایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ پر پہنچا، باہر سے میں سن رہا ہوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روئی جا رہی ہیں۔ روتی ہیں، روتی ہیں، روتے ہوئے کہتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ

یَا مَنْ لَمْ یَلْبَس الْحَرِیْر

یَا مَنْ لَمْ یَنَمْ عَلٰی فِرَاش رفیع

یَا مَنْ لَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْر

یَا مَنْ لَمْ یَنَمِ اللَّیْلَ مِنْ خَوْفِ السَّعِیْر

کہ اے میرے محبوب، آپ نے نہ کبھی ریشم کا اچھا لباس پہنا، نہ کبھی نرم اچھے بستر پر آپ نے آرام فرمایا، کبھی زندگی بھر آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی۔ فرمایا کہ اے میرے محبوب! رات بھر آپ رونے میں گزارتے تھے اور سوتے نہیں تھے مِنْ خَوْفِ السَّعِیْر۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا، لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہیں۔

مگر پھر بھی اماں جان فرماتی ہیں کہ اے میرے محبوب! آپ تو رات رات بھر جہنم کے خوف سے رویا کرتے تھے، سوتے نہیں تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ یہ جو ہمیں اس وقت اطمینان حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت نصیب فرمائے۔ مگر یہ جو ہمیں اگلی زندگی، آنے والی آخرت کی طرف سے اطمینان حاصل ہے، اللہ ہمارے اس اطمینان کو ختم فرمائے۔ کاش! کہ ہمارا اطمینان ختم ہو جائے اور ہر وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں کی طرح سے ہم اس اگلے گھر کی تیاری کے لئے رونے والے بن جائیں۔ وہاں ہمارے لئے کدھر کا فیصلہ ہوگا اِلَی الْجَنَّةِ اَوْ اِلَی النَّار اس کے لئے ہر وقت ہمیں حق تعالیٰ شانہ رونے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ہر وقت رویا کرتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یا معاذ! اتنام ورسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اطباق التراب

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے خصوصی انتظام بعض بندوں کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نوجوان ہیں مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقتیں آپ پر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو یمن بھیج رہے ہیں، تو ان کو الوداع فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ سوار ہیں تو اترنا چاہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں اسی طرح چلتے رہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابھی یہ آخری ملاقات ہے، اور اب آئندہ آؤ گے تو ملاقات اس طرح نہیں ہوگی، بلکہ میں دوسرے گھر میں پہنچ چکا ہوں گا، زمین کے نیچے ہوں گا۔ وہ سن کر اور بھی زیادہ رونے لگے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وہاں یمن میں سویا ہوا تھا۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا مجھے کہتا ہے کہ یَا مُعَاذ! اَتَنَام؟ کہ تم تو

سورہے ہو وَ رَسُوْلُ اللّٰہ بَیْنَ اطباقِ التُّرَاب، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تحت الثریٰ تشریف لے گئے، قبر میں تشریف لے گئے اور تم آرام سے یہاں سوئے ہو؟ وہ فرماتے ہیں کہ میری جیسے ہی آنکھ کھلی، تو میں گھبرا کر اٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر میں سویا، تو پھر میں اسی طرح دیکھتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کے بعد پھر میں بستر پر نہیں جا سکا، میں روتا رہا، روتا رہا اور پھر میں نے فوراً سفر کی تیاری کی اور میں چلا۔

راستہ پر، اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ پورا راستہ، ایک ہی تسبیح، وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُحَمَّدَاہ! اپنے اس خواب کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ اے معاذ، ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم وہاں ہوگے اور ادھر میں اللہ کو پیارا ہو چکا ہوں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب وہاں سے چلے ہیں تو اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں راستہ بھر وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُحَمَّدَاہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتا جاتا ہوں اور سواری کو تیز کرتا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ ابھی تھوڑے فاصلہ پر تھا، تو اتنے میں، میں نے دور سے کسی کی آواز سنی۔ مجھے کوئی پکار کر وہاں سے کہہ رہا ہے کہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت، میں چاروں طرف دیکھتا ہوں۔ دیکھا اتنے میں کہ سامنے سے کوئی مسافر آ رہا ہے، اور وہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت مجھے سنانے کے لئے تلاوت کر رہا ہے۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں اور وہ فرمانے لگے فَارَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الدُّنْیَا اے معاذ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس جہان سے تشریف لے گئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو فَخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْہ، بے ہوش ہو کر گر پڑے، نہیں برداشت کر سکے، کیسے برداشت کر سکتے؟

یوسف کب آئے گا؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جب انتقال ہوا، انتقال سے پہلے یکم شعبان، پیر کے دن، ظہر عصر کے درمیان حضرت کا انتقال ہوا۔اس سے چند ماہ پہلے میں نے فون کیا حضرت کی خیر خیریت کے لئے ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو، میں نے کہا حضرت کیسے ہیں؟ کہنے لگے کہ آج ہی حضرت آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟ میں نے پوچھا آگے ''حضرت نے کیا فرمایا، کیوں پوچھ رہے تھے؟'' میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ تو میں جب بھی سفر کی تیاری کرتا ہوں اور حضرت کو اطلاع دیتا ہوں تو حضرت ناراض ہوتے ہیں، خفا ہوتے ہیں اور مجھے سفر سے روکتے ہیں۔اور یہ حضرت نے یاد فرمایا، بس اتنا عرض کر دیجئے کہ ویزا اور بکنگ کی دیر ہے میں فوراً حاضر ہوتا ہوں۔

چنانچہ میں پہنچا، یہ جمادی الاولی کا قصہ ہے اور جمادی الثانیہ، رجب، شعبان اور یکم شعبان کو پیر کے دن تین بج کر چالیس منٹ پر مدرسہ علومِ شرعیہ میں وصال ہوا۔حضرت کی چار پائی کے پاس میرے الٹے ہاتھ پر، حضرت پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب تھے، اور حضرت نے چند لمحہ پہلے گردن مبارک تھوڑی سی اوپر کر کے، ہم میں سے ہر ایک کو غور سے دیکھا اور حضرت مسکرائے۔یہ بھی اخیر وقت تک سنت کی ادائیگی۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ مبارک ہٹایا تھا اور مسجد میں صفیں لگی ہوئی دیکھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوا۔حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے چند منٹ پہلے، سر مبارک اوپر اٹھا کر کے ہمیں دیکھا، مسکرائے، اور پھر نیچے سر رکھ دیا، یَا کَرِیْمُ! یَا کَرِیْمُ، پھر جوش میں 'اوکریم، اوکریم'۔وہ عجیب لمحات تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہمارے سامنے اس جہان سے کوچ فرما رہے ہیں۔

حضرت کے ایک خادم نے جب وہ کچھ دن بعد پہنچے، تو اپنے متعلق بتایا کہ جیسے ہی کسی اخبار کی سرخی میں نے پڑھی کہ حضرت وصال فرما گئے، کہتے ہیں مجھے تو اطراف کا، ماحول کا ہوش و

حواس ختم ہوگیا، وہ ہی بے ہوشی والی کیفیت ہوگئی۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی، جیسے ہی بتایا قاصد نے کہ **فَارَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الدُّنْیَا** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے، تو **فَخَرَّ مَغْشِیًّا عَلَیْہِ**، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہوگئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا، تو قاصد نے ایک خط دیا کہ میں آپ ہی کی خدمت میں یمن آرہا تھا۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ آپ کے نام خط ہے۔ اس خط کو ہاتھوں میں لے لیا، چوما اور روتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لگا رکھی تھی، اس کو بوسہ دیتے اور روتے جاتے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضری دی، وہاں عجیب حال تھا۔ پھر اس کے بعد حجرات شریفہ میں، گھروں میں تشریف لے گئے۔

اِقْرَئِیْ مُعَاذًا مِنِّی السَّلَام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیغام پہنچایا کہ معاذ! تمہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے متعلق فرمایا تھا کہ معاذ کو میری طرف سے **اِقْرَئِیْ مُعَاذًا مِنِّی السَّلَام** کہ میری طرف سے معاذ کو سلام کہہ دینا اور ان کو ایک بشارت سنا دینا کہ آپ وہاں میدانِ محشر میں جب چل رہے ہوں گے، تو تمام علماء کی جماعت آپ کے پیچھے ہوگی، اور ان سب کے امام اور امام العلماء بن کر ان کے آگے آگے چلنے والے آپ ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب انہیں سلام پہنچا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا؟

مِنِّی السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَسْتُ اَنْسَاہُ
وَ لَا یَمَلُّ لِسَانِیْ قَطُّ ذِکْرَاہُ

فَـاِنْ غَـابَ عَـنِّیْ فَاِنَّ الْقَلْبَ مَسْکَنُهُ
وَمَـنْ یَـکُـن بِـفُـؤَادِیْ کَیْفَ اَنْسَـاهُ؟

ہماری طرف سے بھی انہیں سلام، جواب تو انہوں نے دیا ہوگا۔حق تعالی شانہ ہر وقت ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں بسا کر سلام پہنچاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ مرتبۂ حضوری ہمیں عطا فرمائے جو حق تعالی شانہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

مرتبہ حضوری ووصالِ محمدی

جیسا کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ منازل السائرین کی شرح میں فرماتے ہیں، مدارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ سالک کا سلوک، جب وہ سلوک میں قدم رکھتا ہے، وہ مقامات طے کرتا ہے، ان مقامات کو بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ پہنچ کر فرماتے ہیں کہ جب وہ مقامِ وصال محمدی میں پہنچتا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ کَـاَنَّـهُ مَعَهُ گویا کہ ہر وقت وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ یہ ہم دیوبندی بریلوی کہیں گے تو وہ ہمیں مبتدع اور بدعتی کا طعنہ دیں گے، مگر یہ تو ابن قیم فرمارہے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ پوچھتے ہیں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ اِدھر اُدھر کوئی ہے تو نہیں؟ عرض کیا کہ حضرت کوئی نہیں ہے۔حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جب جمالِ محمدی کے لئے دل تڑپتا ہے، تو آنکھیں بند کرتے ہیں، مراقبہ کرتے ہیں، تو حاضری کی اجازت مل جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں
اے جنت! تجھ میں حور اور غلمان رہتے ہیں

ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر
اس کے تیئں حضور رہتے ہیں

کاش! کہ ہم بھی اپنے دلوں میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ بنالیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل میں جلوہ گزیں ہوں، اور ہر وقت ہمیں ان بزرگانِ دین کی طرح سے حق تعالیٰ شانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت زیارت میسر فرمادے۔

اب جہاں سے میں نے شروع کیا، وہاں پھر واپس چلتا ہوں کہ میں نے آپ کے سامنے آج جو خطبہ پڑھا:

عروسِ مملکتِ ربانیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ، الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّار، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْله، اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْن.

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فدائی، جاں نثار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ زار، شاہِ حبش کے الفاظ ہیں۔ ان کا خطبہ ہے جو میں نے اس وقت بیان سے پہلے آپ کے سامنے پڑھا، اور یہ کس وقت انہوں نے پڑھا؟

جب کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ان کا شوہر مرتد ہوگیا اور مرتد ہو کر وہ مرگیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لینے کے لئے پیغام بھیجا۔ اس وقت جب نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح کے لئے خطبہ پڑھا، انہوں نے یہ خطبہ، ان الفاظ سے انہوں نے پڑھا تھا، اور اس کے بعد انہوں نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح

میں دیا ان الفاظ سے کہ زَوَّجْتُہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّ حَبِیْبَۃَ.

ہجرت حبشہ کی داستانیں

یہ جو دو دفعہ حبشہ کی ہجرت ہوئی ہے، وہاں کی داستانیں بھی بڑی عجیب ہیں۔ عجیب عجیب قصے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ، ان کے ساتھی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شاہِ حبش کی کسی کے ساتھ جنگ ہوگئی اور اس جنگ میں بنفسِ نفیس خود بادشاہ کو جانا پڑا۔ نجاشی خود تشریف لے گئے اور جہاں تشریف لے گئے تھے، درمیان میں ایک بڑا وسیع اور چوڑا دریا حائل تھا، اور حکومت اور فوج تو اپنے انتظام سے پہنچ گئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ چونکہ مہمان تھے، تو ان کے متعلق تو جاتے ہوئے نجاشی نے اچھی طرح خبر گیری کی خدام کو تلقین فرمادی تھی، مگر ان مہمانوں سے رہا نہیں گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے ساتھی بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے سوچا کہ مجھے بھی جانا چاہئے۔ انہوں نے ایک چمڑے کی مشک میں پھونک مار کر ہوا بھری۔ جب وہ پھول گئی، تو اس کو پانی میں ڈالا اور اس کے سہارے، اس پھولی ہوئی مشک کے سہارے، سامنے والے کنارے تک پہنچے جہاں جنگ ہورہی تھی، وہاں تک پہنچے۔ اور وہاں ان سے مل کر جلدی پھر واپس آئے یا انہوں نے پھر بھیجا کہ تم واپس جاؤ۔ جب وہ وہاں واپس آئے، تو یہاں والوں کو خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو حق تعالی شانہ نے فتح عطا فرمائی۔

غرض، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح نجاشی نے پڑھا۔ لطیفہ کے طور پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے کسی نے اسی کی درخواست کی، کسی کا نکاح ہونے والا تھا مدینہ طیبہ میں، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پڑھ دیں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ قاضی صاحب ہیں۔ قاضی عبدالقادر صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے بھائی محمد علی، جو ساؤتھ افریقہ میں فوت ہوگئے، ان کا وہاں مسجدِ نبوی میں بابِ عمر پر نکاح ہوا تھا، حضرت کے سامنے، حضرت کی مجلس میں، وہ بھی حضرت قاضی عبدالقادر صاحب نے پڑھایا تھا۔ تو حضرت

نے فرمادیا کہ وہ پڑھ دیں گے۔ وہ مزاج شناس تو تھے نہیں، انہوں نے پھر اصرار کیا کہ حضرت آپ اگر پڑھادیں۔ حضرت نے فرمایا اب، کہا کہ میں نے عمر بھر کسی کا نکاح نہیں پڑھا، ایک پڑھا تھا، اس میں بھی طلاق ہوگئی تھی۔ حق تعالیٰ شانہ ان بندوں کو ایسی ظرافت عطا فرماتے ہیں۔

یا ابا عمیر میں پیشنگوئی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح: **یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟** کہ بچہ ہے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطورِ ظرافت فرمارہے ہیں **یَا اَبَا عُمَیْر! مَافَعَلَ النُّغَیْر؟** کہ اے ابا عمیر! تمہاری وہ بلبل، سرخ چڑیا، کیا ہوئی؟ انہوں نے ایک چھوٹا سا پرندہ پال رکھا تھا، اس سے ہمیشہ کھیلا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا **یَا اَبَا عُمَیْر!** مگر اس میں صرف ظرافت نہیں ہے، ایک ایک کلمہ میں درس انسانیت ہے، **وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی**، ان صحابی کی ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ میں بیان فرمادی، **یَا اَبَا عُمَیْر!** پھر یہی پیشنگوئی پوری ہوکر رہی یعنی ابا عمیر ایک چھوٹی سی عمر والے۔ ابو کا لفظ باپ کے لئے ہمیشہ استعمال نہیں ہوتا، 'والا' کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **اَبُوْ لَبَنْ**، عرب میں کہتے ہیں **جَاءَ اَبُوْ لَبَن**، دودھ والا آگیا، آئس کریم والا آگیا۔ وہاں بھی ابو کا لفظ استعمال ہوتا ہے، تو **یَا اَبَا عُمَیْر**، کہ ایک چھوٹی سی عمر والے۔ چنانچہ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اس بچہ کی عمر زیادہ نہیں ہوئی، بچپن ہی میں وہ انتقال کرگیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بھی ظرافت میں فرمایا کہ ایک ہی پڑھا تھا، اس میں بھی طلاق ہوگئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباعِ کامل ہمیں عطا فرمائے۔

اتبعت دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح نجاشی نے پڑھا۔ اس نکاح کے بعد پھر حضرت نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر اپنی طرف سے عطا فرمایا اور بہت سارا

سونا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کو تحفہ کی شکل میں پیش کیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب وہ سونا میرے پاس آیا، تو میں نے وہ باندی جو سب سے پہلے میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خوشخبری لے کر آئی تھی، میں نے پچاس مثقال سونا اس باندی کی خدمت میں بھیج دیا، بطورِ خوشی اور ہدیہ کے، کہ اس نے سب سے پہلے مجھے خوشخبری سنائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ پچاس مثقال بھیجا، مگر اس باندی نے قبول نہیں کیا، واپس کر دیا۔ اور واپس کرتے ہوئے وہ باندی کہتی ہے **اِتَّبَعْتُ دِیْنَ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،** وہ بھی نجاشی کو دیکھا کرتی تھی کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ۔ اتنا عظیم الشان، پورے افریقہ کا بادشاہ اور ان کے یہاں ہر وقت وہ ہی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر، تذکرے سن کر وہ باندی بھی مسلمان ہوگئی۔ کاش، کہ ہمارے گھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے سے ہر وقت نورانی رہیں، ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا تذکرہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ انور کا تذکرہ ہو۔ وہ باندی کہتی ہے کہ **اِتَّبَعْتُ دِیْنَ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم** اور پھر اپنی طرف سے درخواست پیش کرتی ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو، کہ آپ جب یہاں سے واپس جاؤ، تو میری طرف سے **فَاقْرَئِیْہِ مِنِّی السَّلَام،** ایک سلام دینا ہے اور ایک پیغام دینا ہے۔ میری طرف سے پیغام یہ دینا کہ **وَاِنِّیْ عَلٰی دِیْنِک،** کہ میں نے آپ کا دین قبول کیا اور میں آپ کے دین پر ہوں، میری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام پہنچا دینا۔

حق تعالی شانہ ہمیں بھی ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرِ اطہر میں، ہمارے اعمال جب پہنچیں، تو ہم سے خوش ہوں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبرِ اطہر میں رنج کا باعث نہ بنیں۔ یہ جو مبارک ساعتیں رہ گئی ہیں، حق تعالی شانہ ان مبارک ساعتوں کی بھی ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص پورے ماہِ مبارک کا ہم اعتکاف

نہیں کر سکے، ابھی یہ اخیری عشرہ شروع ہونے والا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس سنت کی ادائیگی کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی، مقتدیٰ بنا کر اور ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرح ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر میں رخ الٹا پھیر دیا جاتا ہے

یہ بہت ضروری ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ہم نے کرلیا اور کافی ہوگیا، دوستو! ایسا نہیں ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف ہماری نظر رہے، اگر ایسا نہ رہا، ذرا سا ہم جادۂ رسول سے ادھر ادھر ہٹے اور ہماری نگاہ اس طرف سے ہٹی اور ہم ادھر ادھر ہوئے، تو اس کے متعلق میں پڑھا کرتا تھا کہ حضرت قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا جی چاہے، وہ قبریں کھول کر کے دیکھ لے کہ قبروں میں جو جادۂ سنت سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں، ان کی شکلیں دیکھ لے، کہ ان کی شکلیں کیسی ہوتی ہیں، کیا ہوتی ہیں؟

مگر قبر میں یہ رخ پھیر دیا جاتا ہے، اس کے معنی میں پورے طور پر نہیں سمجھ رہا تھا۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس طرح وہ رحیم ہے، کریم ہے، منعم ہے، ہر وقت اس کے ماننے والوں، نہ ماننے والوں، اس کے چاہنے والوں اور ایمان لانے والوں اور اس کے دشمنوں، سب کے لئے اس کی رحمتیں ہر وقت برستی رہتی ہیں۔ وہ جہاں رحیم ہے اور کریم ہے، وہاں وہ جبار بھی ہے، قہار بھی ہے۔ اس نے ایسی ایسی سزائیں بھی تجویز کی ہیں۔ طبقاتِ جہنم کی تفصیل ہم پڑھ نہیں سکتے۔ کاش کہ حق تعالیٰ شانہ ہمارا ایمان مضبوط فرمائے کہ جس طرح میں نے بتایا کہ ہمیں اس جہان کی طرف سے اطمینان ہے، ہمارے اس اطمینان کو اللہ تعالیٰ ختم فرمائے۔

قرآنِ پاک میں ایک سزا بیان فرمائی کہ ہم ہمارے دشمنوں کے چہروں کو پیچھے کی طرف کر دیں گے، کہ ایک زندہ انسان، اگر کوئی دشمن، دو آدمی پکڑ کر کے زور سے اس کی گردن پیچھے کی

طرف کر دیں تو گردن ٹوٹ جائے گی، وہ مر جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ان کی گردنیں پیچھے کی طرف کر دی جائیں گی۔ ہاتھ پیر آگے کی طرف ہیں اور گردن پیچھے کی طرف ہے۔ جو سنت کی طرف ٹکٹکی نہیں باندھتے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہی کو مدِّ نظر رکھ کر نہیں چلتے، ان کی قبر میں اس طرح شکل مسخ کر دی جاتی ہے، جسم سارا دائیں طرف، جو قبلہ کی طرف موڑ کر آپ نے رکھا ہے، اس طرف ہاتھ اور پیر ہیں، مگر اس کی گردن فرشتہ توڑ کر پیچھے کی طرف کر دیتا ہے۔ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے جس طرح فرمایا، یہ بزرگ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انہوں نے بھی ہو بہو یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

جب کہ آپ کے سامنے ایک نباش اور کفن چور کا قصہ بیان فرمایا گیا، کہ ایک شخص تھا نباش، اور اس کی عادت تھی کہ پتہ چلا کہ آج کسی کو دفن کیا گیا ہے، تو وہ قبرستان میں رات کے وقت پہنچ جاتا، مٹی ہٹا کر کے وہ کفن چرا لیتا۔ اس نے جب توبہ کی، تو توبہ کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک عجیب قصہ دیکھا۔ یہ دیکھا کہ میں نے بہت سے مُردوں کو دیکھا کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہے، جس طرح ان کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات میں نے یہ دیکھی کہ بہت سے مردوں کا منہ پیچھے کی طرف تھا۔ اور ان کی ساری بوڈی (body) قبلہ کی طرف ہے اور صرف ان کا چہرہ، آنکھیں اور ناک اور منہ پیچھے کی طرف کر دئے گئے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ قبر میں اس حال سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اچھے حال میں، اچھی جگہ پر اور اچھے عمل میں ہمارے لئے موت مقدر فرمائے۔ جب اللہ اور اس کے رسول ہم سے راضی ہوں، ایسے وقت میں ہمیں موت دے۔ مرنے سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہمارے لئے مقدر فرمائے۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کا منظورِ نظر فرمائے۔ جن کے متعلق روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ میں تشریف لائے ہیں، ان کے دفن کے منتظر ہیں۔ کاش کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایسے اعمال

کرنے کی توفیق دے کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اس قدر خوش ہوں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۱۴

پانی بولا : اما تستحيي اما تبت من هذا الذنب

تجھے حیاء نہیں تو نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی تھی



تزئینِ شبِ اسریٰ دیکھی تو ملک بولے
کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے۔عَنْ اَنَسٍ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حَدَّثَھُمْ عَنْ لَیْلَۃٍ اُسْرِیَ بِہٖ قَالَ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرَئِیْلُ حَتّٰی اَتَی اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِہٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ (مشکوٰۃ) ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ حضرت جبرائیل مجھے دنے کے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھولنے کو کہا، تو دربان نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیل نے کہامیں جبرائیل ہوں، دربان نے کہا آپ کے ہمراہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے جبرائیل نے جواب دیاہاں، تو فرشتوں نے کہامرحبا مرحبا آپؐ کا آنامبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے
چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلین ہو کر

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیحین) ترجمہ : حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

(بیدم وارثی)

صلى الله عليه وسلم

السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ بَارَکَ و سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّـابَعْد! فاعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم.بسم اللّٰه الرحمن الرحيم﴿اِنَّ اللّٰهَ ومَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا و نبینا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا ونبینا ومولانا محمد وعلی اصحاب سیدنا و نبینا ومولانا محمد وعلی ازواج سیدنا و نبینا ومولانا محمد کلما ذکره الذاکرون و کلما غفل عن ذکره الغافلون

اللہ تبارک وتعالیٰ ان ریڈیو احسان والوں کو جزائے خیر دے کہ جنہوں نے نیکی کی طرف آپ

کو راہ دکھائی، درود شریف پڑھنے کی تلقین کی،اور بتایا گیا کہ اس کے نتیجہ میں اب تک کی اطلاعات کے مطابق چھ ملین درود شریف کا نذرانہ پڑھنے والوں نے پیش کیا ہے۔حق تعالیٰ شانہ اس درود پاک کے ختمات کے نتیجہ میں ہم سب کو معاصی سے توبہ کی توفیق دے،امت مسلمہ جن مصائب میں مبتلا ہے،اس سے نجات دے۔

کرسمس

یہ آج اور کل کا دن، اس علاقہ کے لئے اور ہمارے ہم وطنوں کے لئے بڑا اہم ہے کہ کل کرسمس ہے۔ ہمارا،شروع سے،اس ملک میں آنے کے بعد سے لے کر اب تک معمول ہے کہ وہاں بولٹن کے قیام میں پڑوسیوں کو ہم کرسمس کارڈ بھیجا کرتے تھے۔ جب دارالعلوم بنا،تو دار العلوم کی طرف سے پڑوسیوں کو برابر یاد کر کے ہر کرسمس پر کارڈ جاتے رہے۔ابھی، گذشتہ کل بھی میں نے معلوم کیا تو بتایا کہ پڑوسیوں کو جا چکے ہیں۔

اس بحث میں ہم نہیں جاتے کہ کرسمس کا جو اختلاف بعض بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ یہ جو اِس وقت منائی جاتی ہے، اِس موسم میں،سردیوں میں، دسمبر میں، یہ صحیح ہے یا سمر میں کرسمس کے جو قائل ہیں وہ صحیح ہیں؟

جو علامات بیان کی جاتی ہیں اُس لمحہ کی، کہ رات کا وقت تھا،آسمان کے نیچے سب سوئے ہوئے تھے،جانور آسمان کے نیچے،کھلی زمینوں پر باڑے میں تھے،اور جو نئے نئے بچے ماداؤں نے دئے تھے،وہ نومولود جانوروں کے بچے وہاں کھیل رہے تھے۔ان نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موسم بہار کا وقت تھا۔ہم سے زیادہ ان کے پریسٹ اوران کے علماء اس کو سمجھ سکتے ہیں۔نہ ہمارا اس تاریخ کا گہرا مطالعہ ہے کہ جس سے ہم کوئی رائے زنی کرسکیں،اور جس مسئلہ میں بھی آپ کو درک حاصل نہ ہو،اس میں رائے زنی اور اپنی طرف سے دخل مناسب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس اختلاف میں جانے کے بجائے ہم ایک سچی تحقیق کی طرف آپ کو لے جاتے ہیں۔

سرو کا درخت

یہ جو کرسمس کے موقع پر آپ دیکھتے ہیں کہ لائیٹیں گھروں پر، دیواروں پر، کھڑکیوں پر لگائی جاتی ہیں، درختوں پر لگائی جاتی ہیں، بالخصوص جو سرو کا درخت ہوتا ہے، اس پر لگاتے ہیں۔ میں نے کل ہی پوچھا، مجھے نہیں معلوم کہ اس کو انگلش میں کیا کہتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام cypress ہے، سرو کے درخت کا نام cypress بتایا گیا۔ جو درخت کے لئے بولا جاتا ہے اس کی spelling، اور جو کنٹری ہے Cyprus، ان دونوں کی spelling میں تھوڑا سا معمولی فرق ہے۔ ممکن ہے کہ وہ درخت وہاں زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے Cyprus کہتے ہوں۔ تھوڑی سی اس کی spelling کا تغیر ہوگیا ہو۔ ہم جب سے یہاں آئے تو دیکھتے ہیں، یہاں بھی دیکھا، اور دوسرے ملکوں میں بھی دیکھا کہ وہاں اس سرو کے درخت کا اہتمام ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کو بابرکت سمجھا جاتا ہوگا۔

یہ سرو کا درخت اس قدر بابرکت کیسے بنا؟ اس کے متعلق ابو منصور دامغانی کی روایت ہے، ان سے شروع ہوتی ہے اور کعبِ احبار پر ختم ہوتی ہے۔ کعبِ احبار ہمارے یہاں بہت بڑے بزرگ ہیں، جنہیں اسلامیات کا بھی علم ہے، اسرائیلیات کا بھی علم ہے، اہل کتاب کے علوم سے بھی وہ واقف، اسلامی علوم سے بھی واقف۔

کعبِ احبار نے سرو کے متعلق ایک قصہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص سے زنا صادر ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عظیم گناہ سے ہماری حفاظت فرمائے، امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، ہمارے نوجوان بیٹوں، بیٹیوں، بھائی بہنوں کی حفاظت فرمائے، اس کی طرف لے جانے والے تمام اسباب سے ہماری حفاظت فرمائے۔ یہ نہ صرف اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں اس کو برا سمجھا جاتا ہے۔ شرعی طور پر جس سے جماع اور استمتاع، فائدہ اٹھانا جائز ہو، اس کو چھوڑ کر کسی اور سے استمتاع ممنوع ہے۔

اسی لئے جب بنی اسرائیل کے ایک شخص سے یہ حرکت ہوجاتی ہے، تو وہ غسل کے لئے نہر میں جاتا ہے۔ جس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ جو سماوی مذاہب ہیں سب ایک جیسے۔ سب میں توحید ہے، رسالت ہے۔ کتب منزلة من السماء، آسمان سے جو کتابیں اتاری گئیں۔ ان سب کے بیانات ایک جیسے، اصولی اور فروعی احکام سب ملتے جلتے۔ ان کے یہاں بھی غسل تھا جیسے ہمارے یہاں جنابت کا غسل ہے، اسی لئے جب جنابت لاحق ہوئی تو وہ شخص نہر میں غسل کے لئے پہنچا۔ یہ غسل جیسے ہمارے یہاں ہے وہاں بھی تھا۔ جیسے وضو ہمارے یہاں ہے وہاں بھی تھا۔

ہر چیز بولتی ہے

غسل کے لئے جب وہ شخص نہر کے کنارہ پہنچتا ہے، ابھی پیر اندر رکھا نہیں کہ اسے پانی آواز دیتا ہے۔

ہر چیز بولتی ہے۔ ایک جگہ میں نے بیان کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پالتو، وحشی جانوروں نے شہادت دی، بھیڑئے نے کلام کیا، گوہ نے کلام کیا۔ اسی طرح اونٹوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی، فریاد کی، انہوں نے شہادت دی، نباتات نے بھی، درختوں نے بھی، کھجور کے خوشہ نے بھی، در و دیوار نے بھی۔ ہر چیز کان بھی رکھتی ہے، سماعت بھی رکھتی ہے، اور وہ بولتی بھی ہے۔

اسی لئے، یہ تمام چیزیں جس جگہ انسان نیکیاں کرتا ہے، وہ جگہ بھی اس کے حق میں، کل قیامت میں گواہ ہونگی، اور جہاں گناہ کرتا ہے وہاں کا اطراف، ماحول، وہ زمین، وہ در و دیوار، وہ آسمان و زمین، ہر چیز اس کے خلاف گواہی دینگی۔

اب پانی بولتا ہے۔ پانی نے آواز دی اس شخص کا نام لے کر اے فلاں! اما تستحی؟ الم تُبت من هذا الذنب؟ اس پانی کو یہ بھی پتہ ہے کہ اُس نے پہلے بھی یہ حرکت کی ہے۔ اور پہلے

حرکت کرنے کے بعد اسے توبہ کی توفیق ہوئی اور اس نے توبہ بھی کی تھی اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بھی کیا تھا۔ وہ عزم جو اس نے دہرایا تھا کہ اب میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا تو وہ پانی اسے یاد دلاتا ہے **وقلت انک لا تعود فیه** کہ تو یہ حرکت دوبارہ نہیں کرے گا۔

فخرج من الماء فزِعا جلدی سے، یہ پیر پانی کے شروع حصہ میں، کنارہ پر ابھی پیر اس نے بھگوئے ہوں گے، تو بھیگے پیر، وہاں سے وہ شخص بھاگتا ہے۔ بس ایک ہی کلمہ زبان پر **لا اعصی، لا اعصی اللّٰہ، لا اعصی اللّٰہ** اب میں اے خدا! تیری نافرمانی ہرگز نہیں کروں گا۔ بھاگا جارہا ہے۔ وہاں سے بھاگتے بھاگتے وہ پہاڑ پر پہنچتا ہے، اس زمانہ میں دستور تھا رہبانیت کا، قرآن میں جس کا ذکر آیا، کہ وہ آبادی چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے تھے، پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی یہ معمول رہا۔ مگر دونوں کام کہ آبادی میں بھی رہتے، وہاں بھی عبادت فرماتے تھے اور وہاں غارِ حرا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت فرماتے تھے۔

توبۂ نصوح

یہ شخص پہاڑ پر پہنچتا ہے، اب اس کی یہ توبہ، اِس مرتبہ کی توبہ توبۂ نصوح ہوگی، جب وہاں پہنچتا ہے تو خدا کے نیک بندوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ بارہ عابد اس پہاڑ پر مقیم تھے، ڈیرہ انہوں نے وہیں ڈال رکھا تھا، وہیں وہ عبادت میں مصروف رہتے تھے، اب یہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ وہ عبادت کرتا رہا، ایک مدت گذر گئی، وہاں رہا۔ اب جو اس پہاڑ کے آس پاس میں فصلیں اگتی ہوں گی، درختوں پر پھل آتے ہوں گے، ان سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک مدت کے بعد بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ علاقہ قحط زدہ ہونے لگا۔ دیکھا کہ کھانے پینے کے لئے اب نیچے تک اترنا پڑتا ہے، دور تک جانا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ حضرات وہاں سے سفر کرتے

ہیں۔

سفر کر کے جب یہ حضرات وہاں سے چلے ،تو اب چلتے، چلتے، چلتے دوسری جگہ پہنچے۔ یہ جو تیرھواں شخص ان میں جا کر شامل ہو گیا تھا، نیا آدمی، وہ دیکھتا ہے کہ اوہو، یہ تو سامنے وہ ہی نہر آ گئی، جہاں سے آواز آئی تھی اور جہاں سے میں بھاگا تھا، وہ رک گیا۔ اب وہ روتا ہے۔

ساتھیوں کو تعجب ہوا، پوچھا، اِنہوں نے بتایا کہ یہ جو نہر ہے، وہاں کوئی مجھے پہچانتا ہے، اور میرے گناہ اسے معلوم ہیں، میں وہاں نہیں جا سکتا۔ اور مجھے حیا آتی ہے اس سے کہ وہ میری شکل دیکھے۔ اللہ اکبر! اپنے آپ کو گنہگار اس طرح سمجھنا چاہیئے۔ کہ میں نکلوں، انسانوں کے سامنے کیسے نکلوں، باہر کیسے نکلوں؟

روایت میں آتا ہے کہ **فانا استحی منه ان یرانی**۔ کہ جس نے مجھے ڈانٹا تھا اس سے مجھے حیا آتی ہے، میں اس کا سامنا کیسے کروں، اس کے سامنے کیسے جاؤں؟ اب یہ جو بارہ شخص تھے، انہوں نے اس کو معذور سمجھا اور چھوڑ کر آگے چل دئے کہ اچھا بھائی، ہم پھر واپس آتے ہیں۔ ہم وہاں اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، نہر پر چلے جاتے ہیں۔ وہ حضرات چلے گئے۔

جب یہ نہر پر پہنچے، اب پھر نہر میں سے آواز آتی ہے۔ نہر پھر بولتی ہے، پانی پھر بولتا ہے۔ اور کہتا ہے **یا ایها العُبّاد ما فعل صاحبکم**؟ پانی نے پوچھا اے اللہ کے نیک بندو! تمہارا وہ ساتھی کدھر چلا گیا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے ہمیں بتایا کہ یہاں پر اس کے معاصی، گناہ، خطائیں کسی کو معلوم ہیں تو یہاں آنے سے اسے حیا آتی ہے اور وہ یہاں آنے سے گھبراتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ آ رہا تھا، لیکن اس نے ہمت نہیں کی اور وہ بیٹھ گیا، راستہ میں ہم اس کو چھوڑ کر آئے ہیں۔

پانی جواب دیتا ہے **یا سبحان اللہ**! اور کتنی بہترین طریقہ سے پانی ان کو سمجھاتا ہے کہ اُس سے کہو کہ کوئی ماں یا باپ، یا قریبی رشتہ دار اپنے چھوٹوں کو ڈانٹتے ہیں، پھر وہ اپنے قصور کی تلافی کر لے، گناہ سے توبہ کر لے، تو محبت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ تمہارے ساتھی نے

اب توبہ کرلی ہے اور سچی توبۂ نصوح کی ہے، اس لئے مجھے بھی پہلے سے زیادہ اس سے محبت ہوگئی ،تم اس کو لے آؤ۔

چنانچہ انہوں نے جا کر اس کو اطلاع دی کہ پانی نے ہم سے آپ کے متعلق یہ پیغام دیا اور ہمیں بلانے کے لئے بھیجا اور پانی نے یہاں تک کہا کہ اس کو جا کر بتلاؤ **فاخبروه واعبدوا الله علی شاطئی** کہ تم مستقل ڈیرہ یہیں ڈال دو اور میرے کنارہ پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہو۔انہوں نے جا کر اسے بتایا، وہ ان کے ساتھ یہاں آیا اور یہاں مقیم ہوگئے یہ تیرہ حضرات،اور اللہ کی عبادت کرتے رہے۔

اتنے میں کچھ عرصہ کے بعد، کچھ زمانہ کے بعد، ایک دن یہ اللہ کا نیک بندہ جو نہر سے بھاگ کر گیا تھا، ان میں سب سے پہلے اس کی وفات ہوئی۔ جیسے ہی اس کی وفات ہوتی ہے تو اب پانی پھر بولتا ہے۔اور ان کو آواز دیتا ہے **غسلوه من مائی وا دفنوه علی شاطئی** کہ تم میرے پانی سے اسے غسل بھی دو اور میرے کنارہ ہی پر اسے دفن بھی کرو تا کہ قیامت قائم ہونے تک میرا اور اس کا ساتھ رہے۔اب توبۂ نصوح کرنے والے سے پانی کو،اور نہر کو کتنی محبت ہوگئی۔

جس طرح نہر نے حکم دیا، انہوں نے اسی طرح کیا اور پھر آپس میں سوچا کہ ساتھی تو ہمارا مر گیا، اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ آج کی رات ہم یہاں گذارتے ہیں اور بیٹھ کر پڑھتے رہتے ہیں، جب صبح ہوگی تو پھر ہم یہاں سے سفر کر جائیں گے، یہاں سے کوچ کر لیں گے۔

اَوَّلُ سَرْوٍ

نیند تو کیا آتی۔لکھا ہے کہ **فباتوا علی قبره یبکون**۔رات بھر اس کی قبر پر بیٹھ کر روتے رہے، اخیر رات میں ذرا سا نیند کا جھونکا ان کو آیا، آنکھ لگ گئی ،تو وہ دیکھتے ہیں کہ جتنے آدمی ہیں ان کی تعداد کے برابر وہاں سرو اُگے ہوئے ہیں، سرو کے درخت۔

ابھی رات کو دفن کیا تھا اس وقت وہاں سرو کے درخت نہیں تھے اور رات کو بھی نہیں تھے، جب

ذرا سی دیر کے لئے آنکھ لگی ، پلک جھپکی ،اور آنکھ کھلی ، دیکھا تو سرو کے درخت کھڑے ہوئے ہیں۔ان کی شان میں فرمایا کہ **وکان اول سروٍ انبتہ اللّٰہ عز وجل علی وجہ الارض** ۔کہ یہ سب سے پہلا سرو کا درخت ہے جو روئے زمین پر اگایا گیا۔

انہوں نے پھر فیصلہ کیا کہ یہ تو بڑی عجیب وغریب جگہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے گویا ہمیں یہاں اقامت کی دعوت دی جارہی ہے،تو انہوں نے جو پہلے سے پروگرام بنایا تھا کہ ہم سفر کر جائیں گے،وہ منسوخ کر دیا اور **فاقاموا یعبدون اللہ عز وجل علی قبرہ** یہیں پر بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے رہے۔اور جب ان میں سے کوئی مرتا تو وہاں اس کو دفن کیا جاتا۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ جو ان کی قبریں تھیں اور جو سرو کے درخت تھے،وہ ایسی مقدس تھیں بنی اسرائیل کے یہاں کہ **فکان بنو اسرائیل یحجون الی قبورھم** کہ بنو اسرئیل اس کو بہت مقدس جگہ مانتے تھے اور پھر ہر سال بنی اسرائیل کا معمول بن گیا،کہ ان بزرگوں کی قبروں پر وہ ہر سال حاضری دیا کرتے تھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی گناہوں سے سچی توبہ عطا فرمائے،ہمارے گناہ معاف فرمائے اور بالخصوص زنا اور اس کے مبادیات اور اس کے متعلقات سے خاص طور پر ہماری حفاظت فرمائے۔

ادیان سماویہ

جس طرح میں نے عرض کیا کہ تمام ادیان سماویہ ایک جیسے ہیں۔ ہمارے یہاں غسل جنابت ہے،ان کے یہاں بھی تھا۔ میں نے عرض کیا شروع میں کہ یہ جہاں کتب حدیث میں وضوءغسل کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بحث کی جاتی ہے کہ یہ ہماری خصوصیت ہے یا پچھلی امتوں میں بھی تھا؟اسی طرح وضوء کے متعلق بھی بحث کی جاتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی وضوءتھا۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا

وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ایک چشمہ سے وضوفرمایا۔اور وہاں سے وضوفرما کر ابھی آپ تیاری فرمارہے تھے کہ نماز پڑھیں، اتنے میں نماز کی نیت باندھنے سے پہلے آپ نے دیکھا کہ ایک گھوڑ اسوار آیا، اپنے گھوڑے سے اترا تا کہ چشمہ سے پانی پیئے، جو سامان ہاتھ میں تھا، جو تھیلی تھی دراہم کی وہ اس نے رکھی، لیکن پانی پی کر فارغ ہوا تو اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ چلا گیا۔ دراہم کی تھیلی بھول گیا۔حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنی نماز میں مشغول ہو گئے۔

اتنے میں وہاں ایک چرواہا اپنے جانوروں کو لے کر پہنچا۔اس نے دیکھا کہ یہ دراہم کی تھیلی پڑی ہوئی ہے، اس نے اٹھالی۔ پھر اپنے جانور کو چرا کر وہاں سے آگے وہ چرواہا بھی نکل گیا۔

اب ایک بڑے میاں وہاں پہنچتے ہیں جن کی کمر پر لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھا رکھا ہے۔انہوں نے لکڑیوں کا گٹھڑ وہاں پھینکا اور وہاں لیٹ گئے تا کہ کچھ آرام کر لیں۔

اتنے میں وہ جو گھوڑ اسوار تھا اور اپنی تھیلی دراہم کی بھول گیا تھا، وہ واپس آتا ہے اور بڑے میاں سے پوچھتا ہے کہ یہاں تھیلی تھی، کدھر گئی؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم۔غصہ میں اس نے بڑے میاں کو پیٹنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے خدا سے فریاد کی الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ یہ بے گناہ بڈھا، غریب انسان سوکھی لکڑیاں اٹھا کر جارہا تھا، اس کو بلا وجہ قتل کر دیا گیا۔

یہ جتنے دنیا میں کام ہوتے ہیں، سارے کے سارے، جو ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں، حوادث ہوتے ہیں، جو واقعات رونما ہوتے ہیں، وہ سب مرتب ہیں۔ایک عجیب وغریب قسم کی ترتیب ہے۔جیسے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ سورۂ کہف میں آپ پڑھیں گے غور سے، حضرتِ موسیٰ اور خِضر کا، تو آپ کو یہ قصہ بھی سمجھ میں آئے گا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جب فریاد کی کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بتایا گیا کہ اے موسیٰ! یہ جو بڈھا ہے اس نے کسی زمانہ میں اس گھوڑے سوار کے باپ کو قتل کیا تھا، تو یہ ہماری طرف سے قصاص ہو گیا، جو اس کے بیٹے نے اس بڈھے کو

تھیلی کی وجہ سے مار دیا۔اور جو چرواہا دراہم کی تھیلی لے کر چلا گیا ہے،اس کا گھوڑے سوار کے باپ کے ذمہ قرضہ تھا جواس باپ نے ادانہیں کیا،تو یہ جتنے پیسے اس چرواہے کے باقی تھے،اس گھوڑے سوار کے ذمہ یا اس کے باپ کے ذمہ،وہ ہم نے وارث کی طرف لوٹا دئے اور ہم نے قصاص برابر کر دیا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا جو قصہ میں نے بیان کیا،اس میں سب سے پہلے آپ نے سنا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے پہلے وضوء فرمایا۔اس کے بعد نماز پڑھی۔

حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

سرو کے سلسلہ میں قصہ بیان کیا،اس میں جو توبہ ہے، یہ بہت ضروری ہے، ہر آن، ہر گھڑی، ہر وقت اپنے گناہوں سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس کے متعلق ایک دفعہ ذکر ہو رہا تھا کہ ہمارے مولانا ہاشم صاحب نے حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اپنے شیخ کی مجلس میں کیا کرنا چاہئے؟تسبیح پڑھنی چاہئے،درود شریف پڑھنا چاہئے،استغفار پڑھنا چاہئے،مراقبہ کرنا چاہئے، شیخ کے دل سے فیض آرہا ہے،اس کا تصور کرنا چاہئے؟حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت!آپ کا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں کیا معمول ہے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب جواب دیا۔

فرمایا کہ میں تو جب حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں،تو میرے سامنے میرے گناہوں کا پہاڑ آجاتا ہے۔میں ڈرتا رہتا ہوں کہ میرے اوپر اب گرے،تب گرے۔اس طرح اپنے گناہوں کے پہاڑ سے ڈرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی

اسی طرح کا ایک بدعمل شخص حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی تھا۔اور حضرت

امام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کی طرف سے تکلیف پہنچتی رہتی تھی لیکن برداشت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ برے، ظالم پڑوسیوں سے بھی حفاظت فرمائے۔ حدیث پاک میں **من جار السوء**، برے پڑوسی سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اس کو برداشت فرماتے رہے۔

ایک دن وہ شخص حضرت امام کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس نے سلام کیا۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وہ دیکھتا ہے کہ حضرت امام کو کوئی انشراح نہیں ہوا، بلکہ انقباض اس نے محسوس کیا۔ پھر بالآخر وہ پوچھنے لگا کہ **یا ابا عبد اللّٰہ! لم تنقبض منی؟** کہ آپ مجھ سے منقبض کیوں ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کو پتہ تھا کہ میری حالت، میری بدحالی امام کو معلوم ہے، اسی وجہ سے انقباض ہوگا، اس لئے وہ اپنے سوال کے ساتھ اپنی صفائی بھی پیش کرتا ہے۔ سوال تو کرلیا اس نے **لم تنقبض منی؟** اور جواب لینے سے پہلے ہی اس نے بتادیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرلی ہے اور اس کی وجہ بھی بتادی کہ **برؤیا رأیتھا** کہ میں نے خواب دیکھا کہ جس کی وجہ سے میں نے توبہ کی۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ وہ عرض کرتا ہے کہ مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور میں دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کررہا ہوں کہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کررہے ہیں، لیکن میری اپنے گناہوں کی وجہ سے ہمت نہیں ہورہی ہے کہ میں حاضر خدمت ہوں، دعا کی درخواست کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ اے فلاں! تم کیوں نہیں آتے۔ تو عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے حیا آتی ہے۔ اللہ اکبر!

گناہ ایک مستقل چیز ہے اور اس کے بعد بے حیائی اگر سوار ہوجائے تو **الامان والحفیظ**۔ اس کے بعد پھر خیر کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ حیا بہت بڑی چیز ہے۔

جس طرح وہ شخص حیا کرتا تھا، پانی کے پاس جانے سے وہ حیا کرتا ہے، تو اسی طرح یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دور سے زیارت کررہے ہیں، مگر اٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی، حیا آتی ہے

اپنے گناہوں کی وجہ سے، عرض کیا **یا رسول اللّٰہ! یقطعنی الحیاء** کہ میری بدحالی اور میرے گناہ کی وجہ سے مجھے حاضر خدمت ہونے سے حیا آ رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بات نہیں، اٹھو، آ جاؤ! کیوں کہ تم نے گناہ تو سب کئے ہیں مگر ایک گناہ جو ایمان اور خیر کا ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کر دیتا ہے وہ تم نے کبھی نہیں کیا۔ **فانک لا تسب احدا من اصحابی** کہ تیری ایک بڑی خصوصیت ہم نے دیکھی کہ تم نے عمر بھر میرے صحابہ میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ہمت دلائی تو میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی اور جب یہ خواب دیکھا اور میری آنکھ کھلی، تو میں نے دل سے، سابقہ زندگی سے توبہ کر لی، آئندہ نہ کرنے کا عزم کر لیا ہے اور میں نے توبۂ نصوح کر لی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں سے اس قصہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ **حدثوا بھذا و احفظوه فانه ينفع** کہ اس قصہ کو خوب پھیلاؤ تا کہ دوسرے جو گنہگار ہیں وہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ بھی کرتے رہیں اور حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص سے اس کو توبہ کی توفیق ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت حق تعالیٰ شانہ ہم گنہگاروں کو بھی عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں بھی منظور نظر فرمائے۔

آپ نے سنا پہلے قصہ میں کہ پانی سے آواز آئی، وہاں میں نے عرض کیا کہ ہر چیز سنتی بھی ہے، بولتی بھی ہے، کیا نباتات، کیا جمادات، اس کے آپ کو قصے اگر سنائیں، تو ایک لمبا دفتر اس کے لئے چاہئے۔

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ میں تین عجیب واقعات پیش آئے۔ اگر کسی قوم میں پیش آتے تو نہ معلوم وہ کیا کرتے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا تھا کہ یہ جو الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول کا دن ہے، اگر ہمارے اندر ہوتا تو لاتخذناہ عیدا. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا کہ او ہو، ہمارے یہاں تو وہ ڈبل ٹرپل عید تھی اس دن۔ یہ دن ہمارے لئے اتنا مقدس ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین عجیب واقعات پیش آئے۔ ایک تو یہ پیش آیا کہ ایک خاتون سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ نوجوان بیٹا ہے، وہ ہجرت کرتی ہیں، آپ کے یہاں قیام کرتی ہیں، یہ نوجوان بیٹا اصحاب صفہ کے ساتھ رہتا ہے اور یہ جو خاتون ہیں وہ ازواج مطہرات کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ اللہ کی شان کہ کچھ دنوں کسی مرض کی وجہ سے اس نوجوان کی وفات ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفن دفن کا انتظام کرلیا جائے۔ غسل کی تیاری ہورہی تھی تو فرمایا کہ والدہ کو بھی اطلاع کردو۔ اس کی والدہ جب پہنچتی ہیں تو اس نوجوان، لخت جگر کے پیر پکڑ لیتی ہیں اور حق تعالیٰ شانہ سے اور خدا کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرتی ہیں کہ میں نے اپنے مذہب کو چھوڑا، اپنے بتوں کو چھوڑا، شوق سے ہجرت کی اور اب یہاں پہنچ کر اتنی جلدی میرے لخت جگر کو اٹھا لیا گیا، پیچھے جو میرے رشتہ دار ہیں بت پرست، وہ خوشی منائیں گے اور ہمارے مذہب کو برا کہیں گے، اس سے بدفالی لیں گے، اور یہ کہتی جاتی تھیں اور فریاد کرتی جاتی تھیں کہ مجھے تو میرا بیٹا چاہئے، مجھے تو میرا بیٹا چاہئے۔

من عاش بعد الموت

اب جو وفات پا چکا تھا، اور اس کے کفن دفن کی تیاریاں ہو چکی تھیں، اس کی ماں کی فریاد عرش تک پہنچی ہوگی اور صحابہ کرام دیکھتے ہیں کہ اس کے پاؤں میں حرکت ہوئی اور اس نوجوان نے خود اپنے چہرہ سے کپڑا اہٹایا اور وہ پھر زندہ ہو گیا۔

ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے کہ **من عاش بعد الموت**، اس میں دو قسم کے واقعات ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جو مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے، اور کافی عرصہ تک پھر زندہ رہے، پھر ان کا پھر کسی وقت میں انتقال ہوا۔

دوسرے وہ جو وفات پا چکے تھے، اور پھر انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے کوئی کلام کیا، کچھ بولے، اور پھر آنکھیں بند کر لیں، **من تکلم بعد الموت۔ من عاش بعد الموت اور من تکلم بعد الموت**۔ دو قسم کے حضرات اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

یہ ان میں سے ہیں کہ جو عرصہ تک زندہ رہے، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو لشکر گیا ہے، اس میں یہ نوجوان خود بھی شامل تھے، اس کے بعد میں پھر ان کی وفات ہوئی ہے۔

ایک قصہ اس نوجوان کا جس کا انتقال ہو چکا تھا، اللہ نے اسے پھر زندگی دی، اور طویل عرصہ وہ زندہ رہ کر پھر اپنے وقت پر اس نے وفات پائی۔

دوسرا قصہ بیان کیا گیا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا جو مشہور ہے۔ شعراء بھی جس کے متعلق کہتے ہیں کہ:

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر پر نکلتے ہیں بحرین کی طرف، دیکھتے ہیں

کہ راستہ میں دریا آ گیا، حکم دیتے ہیں کہ اپنے گھوڑے ڈال دو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ان کے سُم تک پانی سے بھیگے نہیں۔ اور وہ صحیح سالم نہ صرف پار ہو گئے، بلکہ وہاں پہنچ کر ساتھی نے بتایا کہ میرا لوٹا گر گیا۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے آواز دی پانی کو، کہ ہمارے ساتھی کا لوٹا ہمیں واپس کر دو۔ جس طرح وہاں بتایا کہ پانی بولتا بھی ہے، سمجھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم اس نے سن لیا، مان بھی لیا، ایک موج آئی اور اس نے لوٹا کنارہ پر پھینک دیا۔

تیسرا واقعہ جوان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، وہ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی سفر کا ہے کہ وہ ریگستان میں پہنچتے ہیں، پانی ختم ہو جاتا ہے، سواریاں اور تمام شرکاء، پینے کے پانی کے لئے ترس رہے ہیں۔ اب سب پریشان کہ پانی نہیں ہے۔ حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کو اکٹھا کیا، دعا فرمائی۔

ساتھیوں کا بیان ہے کہ جیسے انہوں نے ہاتھ اٹھائے کہ ادھر سے بارش شروع ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جلدی جلدی پانی کو روکنے کے لئے حوض کی طرح سے ریت کے دائرے، حوض بنانے شروع کئے۔ پھر پانی اپنے برتنوں میں، اپنے مشکیزوں میں بھر لیا۔ جانوروں نے پیا۔ فرماتے ہیں کہ یہ تین قصے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر میں پیش آئے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح ان کا یہ قصہ ہے پانی کا، بالکل ہو بہو انہی کے جیسا قصہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کا بھی ہے۔ کہ وہ دجلہ کے کنارہ پر پہنچتے ہیں اور سخت طغیانی تھی۔ اور موجیں تھیں کہ کسی طرح نہ کشتی جا سکتی تھی نہ جانوروں کے ساتھ سفر ہو سکتا تھا۔ مگر یہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔ بڑے جلالی قسم کے بزرگوں میں سے تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامات۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ بس، پانی میں کود جاؤ۔

جیسے ہی ان کے حکم کے مطابق وہ اپنی سواریاں پانی میں ڈالتے ہیں اور قدم رکھتے ہیں تو ساری طغیانی موقوف۔ جیسے ریڈ کارپیٹ بچھادیا گیا ہو۔ پار ہو گئے۔ جس طرح میں نے یہ بتایا کہ یہ جلالی قسم کے بزرگ تھے۔ کہ انہوں نے اپنے گھر میں کبھی نہ کسی قسم کا کوئی انتظام کیا، نہ باہر، نہ سفر میں، نہ حضر میں۔

اگرچہ ہم تو شریعت اسلامیہ کے احکام کے پابند ہیں کہ جس طرح نماز پنج وقتہ فرض ہے، زکوۃ فرض ہے، حج فرض ہے، روزے فرض ہیں، اسی طرح روزی کمانا، جاب کرنا اور کام کرنا، یہ بھی فرض ہے۔ یہ قصہ سن کر کے کوئی اندھیری کوٹھری میں جا کر بیٹھ جائے کہ یہاں مجھے کھانا ملتا رہے گا، بیوی بچوں کو بھی خدا دیتا رہے گا، ہماری شریعت میں یہ جائز نہیں۔ روزی کے حصول میں مشقت۔ مشقت سے اللہ بچائے۔ عافیت کے ساتھ، نہایت سہولت کے ساتھ روزی عطا فرمائے۔ اس وقت جتنے نوجوان کام کی وجہ سے پریشان ہیں، حق تعالیٰ شانہ کام کے دروازے ان کے لئے کھول دے، بہتر سے بہتر عافیت کے ساتھ جاب انہیں عطا فرمائے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ گھر میں بھی ہمیشہ جھاڑو دے رکھا تھا اور جب ضرورت ہوئی، ہاتھ اٹھائے، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انتظام ہو گیا۔ گھر والے بھی اسی طرح ان کی ولایت کی وجہ سے گزارہ کرتے تھے۔ مگر یہ جو غلط صحبتیں ہوتی ہیں، یہ انسان کو برباد کر دیتی ہیں۔

ایک دفعہ اپنے گھر پر پہنچے، اور گھر پہنچنے پر ان کا معمول تھا کہ گھر پہنچتے ہی، جانے کے ساتھ ہی سلام سے پہلے زور زور سے تکبیر کہتے۔

ہمارے حکیم عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے، کہ مدینہ شریف میں ہمارے گھر پر وہ تشریف لاتے، تو جیسے ہی ہماری گلی میں وہ پہنچتے کہ دروازہ پر آنے سے اور نوک کرنے سے پہلے ہی پتہ چل جاتا، کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں، کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ، لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اللّٰہ**، ان کا ذکر بالجہر مسجد نبوی سے لے کر گھر پہنچنے تک زور

زور سے جاری رہتا تھا۔

اسی طرح یہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب گھر پر پہنچتے تو زور سے کہتے اللہ اکبر، اللہ اکبر، لیکن کوئی جواب نہیں ملا بیوی کی طرف سے، نہ دروازہ کھولا۔ پھر انہوں نے اللہ اکبر کے بعد جوان کا معمول تھا سلام کا، جب السلام علیکم کہا تو اس کا بھی جواب نہیں ملا۔ پھر پوچھنا پڑا تیسرے درجہ میں کہ ارے بھلی تو تو اندر بیٹھی ہوئی ہے اور ہاتھ میں تنکا لے کر زمین کرید رہی ہے، جس طرح ناراض ہو کر کوئی بیٹھ گیا ہو۔ اور گھر میں نہ کوئی روشنی اور نہ کوئی دیا بتی، کیا بات ہے، خیر تو ہے؟

تب وہ گویا ہوئی اور اپنا غصہ اس نے نکالنا شروع کیا اور اس نے کہا کہ سب لوگ تو آرام اور راحت سے زندگی بسر کرتے ہیں، اور ہمارا گھر بالکل خالی، نہ کوئی کھانے کا پیشگی انتظام، آپ کے اتنے تعلقات ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، حکومت سے آپ رابطہ کر سکتے ہیں مگر پھر بھی آپ نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جلالی قسم کے بزرگ تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ صحبتیں بگاڑتی ہیں، غلط صحبت ملی ہے۔ انہوں نے بیوی کو ڈانٹنے کے بجائے ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کی کہ الٰہی! جس نے بھی میری بیوی کا ذہن بدلا ہے، اور اس کا ذہن خراب کیا ہے، اور اسے غلط راستہ پر ڈالا ہے، تو اس کی بینائی سلب کر لے۔ اللہ اکبر!

اب وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون ہے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کاندھلہ کے خاندانی بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے متعلق فرماتے کہ علاقہ میں کہیں کوئی چوری ہوتی، تو جس کے یہاں چوری ہوتی وہ پہنچ جاتا کہ حضرت ہمارے یہاں ایسا ہوا۔ پھر حضرت کسی آدمی کو بھیجتے کہ بھائی، آواز دے دو کہ جس کے پاس ہو غریب کو دے دو۔ اگر چیز آ گئی تو ٹھیک ہے۔ لوگ سمجھ جاتے کہ شکایت پہنچی ہے، تو واپس کر دیتے۔ چپ چاپ کوئی رکھ جاتا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ میں پھر تنبیہ، ڈانٹ کر فرماتے کہ اچھا بھائی، وظیفہ پڑھا جائے گا، نقصان اٹھاؤ گے۔ تو اس پر کوئی

دے جاتے۔ڈرتے تھے سب کہ ان کے پاس بعض وظائف اس طرح جلالی قسم کے ہوں گے۔

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے معلوم کرنے کے لئے، کہ پتہ تو چلے کہ کون ہے، بڑی عجیب دعا کی کہ الٰہی! جس نے بھی میری بیوی کو غلط راستہ پر ڈالا ہے، تو اس کی بینائی سلب کر لے۔اب ان کی بیوی کو تو معلوم تھا کہ کس نے ذہن خراب کیا، اس نے فوراً اس خاتون کے یہاں آدمی بھیجا تو واقعی جس نے غلط پٹی پڑھائی تھی تو اس کی بینائی سلب ہوگئی تھی۔کہلوایا کہ بھائی جلدی آ، میرے شوہر سے معافی مانگ۔اس نے آکر جب معافی مانگی، تب حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ دعا کی کہ الٰہی! اس کی بینائی تو واپس کردے۔کس درجہ کے بزرگ ہوں گے؟

عجیب عجیب مزاج اور عجیب عجیب رنگ کے بزرگ ہوتے ہیں۔امت مسلمہ میں، اور صحابہ کرام میں اور نیک لوگوں کے گلدستے میں کئی رنگ کے پھول ملتے ہیں، ہر قسم کے پھول، الگ الگ قسم کے، کسی کو علم کا ذوق، کسی کو ولایت کا، کسی کو عبادت کا۔

توکل علی اللہ

ایک مرتبہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سفر میں جارہے ہیں، وہاں کافی مجمع اکٹھا ہوگیا۔سب کہنے لگے کہ ہمیں بھی آپ کے ساتھ جانا ہے، ہمیں بھی آپ کے ساتھ سفر کرنا ہے۔وہ فرمانے لگے کہ بھائی، تم ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے۔کہا کیوں نہیں جاسکتے؟ تم میرے ساتھ جانے کے لئے سواری لے کر آئے۔سواری پر سارے سفر کا، جانے آنے تک کا سب توشہ لے کر آئے۔میرے ساتھ تو وہ صرف جاسکتا ہے کہ جس کے پاس کوئی سامانِ سفر نہ ہو۔

انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ! ایسا بغیر زادِ راہ کے اور بغیر سامان کے۔سفر کیسے کریں گے؟ اور کیسے جائیں گے اور کیسے آئیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اچھا، یہ پرندوں کو تم دیکھتے نہیں ہو؟ کیا وہ صبح و شام ہر جگہ اپنا توشہ کہیں لے کر جاتے ہیں؟ کہیں دیکھا؟ جو اللہ ان کو روزی دیتا ہے، وہ

ہمیں بھی دے گا۔ایک لمبی تقریر آپ نے اس پر فرمائی،بس سب تیار ہو گئے۔

بے سروسامان دمشق سے چلے ہیں اور دمشق سے مکہ مکرمہ کا سفر ہے۔اب جو سواریاں ساتھ تھیں ان کے متعلق فرمانے لگے کہ جب کسی کو اپنے متعلق کسی چیز کی حاجت ہو،ضرورت ہو،سواریوں کے لئے ضرورت ہو،تو مجھے بتاؤ۔

اب تھوڑے دور پہنچ کر دیکھا کہ سواریاں تھک گئیں اور بھوکی ہیں،کھانا اور چارہ دینے کی ضرورت ہے،آپ نے فرمایا کہ چلو،یہاں قریب کی مسجد میں ہم چلتے ہیں۔وہاں گئے،دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد پھر آپ نے دعا شروع کی اور دعا میں بھی،میں نے عرض کیا کہ ان کا مزاج،عام بزرگ جو آپ نے دیکھے ہوں گے ان سے مختلف تھا۔

دعا میں بھی حق تعالیٰ شانہ سے عرض کر رہے ہیں کہ الٰہی!میں تو تیری اطاعت اور تابعداری کے لئے گھر سے نکلا ہوں،تیرے گھر کی زیارت کے لئے اور حج کے لئے نکلا ہوں۔میں نے دنیا میں بڑے کنجوس اور بخیل دیکھے ہیں،وہ بھی جب مہمان ان کے پاس جائیں،دل سے،یا بے دلی سے ان کی مہمان نوازی ضرور کرتے ہیں۔ہم تو تیرے زائر اور تیرے مہمان ہیں،الٰہی!تو ہمارا بھی انتظام کر،ہماری سواریوں کے چارے کا بھی انتظام کر۔

لکھا ہے کہ ان کی دعا ابھی ختم نہیں ہوئی کہ سامنے دستر خوان بچھا ہوا تیار اور ثرید اور پانی اور چارہ جانوروں کا سب تیار،آسمان سے اتار دیا گیا۔

انہوں نے ساری زندگی کتنا مجاہدہ کیا ہوگا۔حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کتنی پیشانی رگڑی ہوگی،ساری زندگی کیسی مقدس،بے گناہ صاف ستھری ہوگی،کہ جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کا ان کے ساتھ ایسا معاملہ تھا۔ہم ان کی حرص نہیں کر سکتے۔حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اپنے نیک بندوں کی طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبر میں نور ہی نور

قصہ بیان کرر ہا تھا حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا کہ جن کے تین قصے پیش آئے ہیں۔ان کے متعلق آگے لکھا ہے کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب ایک دفعہ کسی سفر میں انتقال ہوا،تو ساتھی آگے سفر پر جار ہے تھے۔جیسے انتقال ہوا، وہاں ریگستان میں ایک دریا تھا، اس کے کنارہ سے تھوڑے دور کہ جہاں تک پانی وغیرہ نہ آسکے، انہوں نے وہاں گڑھا کھودا،اور اس کے بعد حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کردیا۔اور دفن کر کے وہ حضرات آگے اپنے سفر پر چلے گئے۔

جب دوبارہ اپنا سفر ختم کر کے اسی راستہ سے لوٹے ہیں،جس طرح کہ آج کل آپ لندن سے گلاسگو جاتے ہیں تو ایک ہی روٹ،اسی راستہ سے آئیں گے، جائیں گے۔اسی طرح وہ بھی اپنے جس راستہ سے گئے تھے،اسی سے واپس آئے،قبر پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی۔اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ یہ ہم نے جو قبر کی جگہ منتخب کی ہے وہ صحیح نہیں ہے،تھوڑی ڈھلوان جگہ میں ہے۔یہاں تو کسی وقت بھی پانی آنے کا خطرہ ہے۔اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ ایک محفوظ جگہ پر، کسی بلند اونچی جگہ پر ان کو لے جا کر منتقل کر دیتے ہیں۔

اب قبر کھودنا شروع کی،قبر کھودر ہے ہیں۔جیسے ہی قبر کھولی، دیکھتے ہیں کہ قبر تو اسی طرح صحیح سالم تھی،جس طرح وہ دفن کر کے گئے تھے،اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا،ایسا کوئی نشان نہیں تھا کہ کسی نے قبر کھودی ہو،کھولی ہو،اور جب قبر کھولی تو دیکھا کہ اندر نعش نہیں ہے۔دیکھ کر حیران کہ ہم نے تو اسی جگہ دفن کیا تھا، یہ وہی جگہ ہے،اور آپ کی قبر میں آپ کی نعش کیوں نہیں ہے؟ حیران ہوئے۔

کہتے ہیں اور کھودو۔جب کھودا تھوڑا سا،تو دیکھتے ہیں کہ اوہو، بہت بڑی قبر ہے۔یہ راستہ اندر نظر آرہا ہے لیکن صرف روشنی ہی روشنی ہے،نور ہی نور۔وہ روشنی ایسی کہ جگمگا تا سورج ہو،اس

کی طرف نگاہ جمانے کی کوشش کریں گے تو آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ ہر ایک دوسرے کو دکھاتا ہے کہ دیکھو، کتنی تا حد نظر نور ہی نور، سارا نور ہی نور۔ ان کی نعش اب آگے اس نور میں کہاں اندر منتقل کی گئی ہے، اس کو دیکھنے کے لئے آگے ان کو کھودنے کی تو ہمت نہیں ہوئی۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ پھر ہم نے اسی طرح ان کی قبر کو بند کر دیا۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو احادیث میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کو، ہماری ان عبادات کو، ہمارے اس قرآن کو، نور ہی نور فرمایا تو اس سے نوران حضرات نے اتنا حاصل کیا کہ قبر میں وہاں ان کو جہاں رکھا گیا تو دیکھا کہ تا حد نظر نور ہی نور۔ اللہ تعالیٰ شانہ ہمارا ابھی قبر میں یہ حال فرمائے جس طرح حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کے لئے انتظام کیا گیا۔ قبر کی تنگی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ

یہ نور کے واقعات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کے بے شمار ہیں۔ فرماتے ہیں ایک صحابی، ایک بدری صحابی ان کا نام ابوعبس تھا۔ یہ مسجد نبوی سے دور رہا کرتے تھے۔ مسجد نبوی سے جہاں دوران کا قیام تھا، وہاں سے مسجد نبوی میں پنج وقتہ نماز کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں پانچوں وقت کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، پنج وقتہ جماعت کی پابندی کا ہمیں اہتمام عطا فرمائے۔

یہ بہت اہتمام سے، دور سے حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ عشاء کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے، تو بارش ہو رہی ہے۔ اور سخت اندھیری رات ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ہاتھ میں جو چھڑی تھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک میں چھڑی رکھا کرتے تھے، اسی سنت کی ادائیگی کے طور پر ان کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی، اب وہ ٹارچ بن گئی۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے روشنی پیدا فرمادی۔ خود ان کا ابوعبس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب تک کہ میں اپنے گھر پہنچا، وہاں تک وہ روشن رہی، جیسے ہی میں نے گھر میں قدم رکھا کہ وہ روشنی ختم ہوگئی۔

یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے کا حال تھا، اور آگے تابعین کی سنئے۔

یزید بن اسود

دمشق کا قصہ ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس کو بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یزید بن اسود، یہ دمشق کی جامع مسجد میں نماز کے لئے آیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی کرامت تھی کہ جب کبھی رات تاریک ہوتی، اندھیرا ہوتا، اور چاند نکلا ہوا نہ ہوتا، تو جو چپل پہنتے تھے، تو جوان کے پیر کا انگوٹھا تھا، وہ روشن ہو جاتا، وہ ٹارچ بن جاتا۔ اور اس کی روشنی میں وہ اپنے گھر پر پہنچتے، اور جب گھر پہنچے تو اس کے ساتھ ہی پھر یہ روشنی ختم۔

پیشانی اور عصا میں نور

ایک صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اسلام قبول کرتے ہیں۔ جب کچھ عرصہ ٹھہر کر کے واپس جانے کا ان کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک درخواست کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں واپس جا کر اپنے قبیلہ میں تبلیغ کروں۔ اور ان کو اسلام کی میں دعوت دوں۔ لیکن میں کوئی نشانی، کوئی علامت ایسی چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے انہیں یقین ہو جائے کہ میں آپ کے پاس سے آپ کا بھیجا ہوا آپ کا فرستادہ ان کے پاس پہنچا ہوں۔ کوئی نشانی مجھے دے دیجئے۔

جیسے ہی انہوں نے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی بات۔ جب یہ اپنے قبیلہ میں پہنچتے ہیں، ابھی قبیلہ میں پہنچے نہیں، دور ہیں، یہیں سے ان کی پیشانی کے بیچ سے نور، روشنی نکلنا شروع ہوگئی۔

یہاں آج کل آپ سائیکل چلانے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ رات کو حادثہ سے حفاظت کے لئے اور سامنے جو کار آرہی ہو، اس کی اطلاع کے لئے، ہیٹ کے ساتھ کوئی چیز پہنتے ہیں کہ جس میں لائیٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان کی پیشانی پر روشنی پیدا فرمادی۔ جیسے ہی وہ قبیلہ میں پہنچے، تو سب لوگ حیران ہو گئے کہ اللہ! یہ ہمارے جیسا انسان، ہمارے ہی پاس سے گیا تھا اور ہر چیز اس کی صحیح سالم اسی طرح تھی، بات چیت، سمجھ بوجھ ہے، اور یہ ایک نور کی عجیب کرامت لے کر آئے، ساری کی ساری قوم کو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت پہنچائی اور سارے قبیلہ نے اسلام قبول کیا۔

مگر انہوں نے پھر حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ الٰہی! یہ ممکن ہے کہ میری اس پیشانی پر نور کی وجہ سے ہر وقت ساتھ رہنے والوں کو الجھن ہوتی ہوگی، کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ نے دن بھی بنایا، رات بھی بنائی، اور رات کو سکون و آرام و راحت کا وقت بنایا، اس لئے انہوں نے دعا کی کہ الٰہی! یہ جو نعمت تو نے مجھے عطا فرمائی ہے بجائے پیشانی کے اس کی تو جگہ بدل دے، اور میرے اس عصا میں یہ روشنی آجائے۔ لکھا ہے کہ جیسے انہوں نے دعا کی، حق تعالیٰ شانہ نے اس نور کی جگہ تبدیل فرمادی اور وہ نور پیشانی سے ان کے عصا اور ان کی چھڑی پر منتقل ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہ ہماری دعاؤں میں بھی اثر پیدا فرمائے۔ جس طرح یہ حضرات مستجاب الدعوات تھے، جو مانگتے تھے، مل جاتا۔ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ کے لئے عہد کر لیا تھا کہ الٰہی! جب میں مانگوں گا، تو مجھے دے گا۔ اور وہ خدا دیتا تھا۔ ان کے لئے بھی دیتا تھا، ساتھیوں کے لئے بھی دیتا تھا، مجمع کے لئے بھی، جانوروں کے لئے بھی دیتا تھا۔ انہوں نے دعا کی تو وہ نور ان کی پیشانی سے عصا میں منتقل ہو گیا۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے نور

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نور کو کہاں کہاں دیکھا گیا، اور یہ نور کس کس جگہ چمکا

ہے۔ایک صحابی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم عشاء کی نماز پڑھ رہے ہیں مسجد نبوی میں،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما مسجد میں ہیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں زمین پر سر رکھتے ہیں تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت مبارک پر، گردن مبارک پر چڑھ جاتے ہیں۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوسجدہ سے سر اٹھانا ہے تو آہستہ سے ان کو نیچے سرکاتے ہیں اور پھر سجدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے جب فارغ ہوئے،تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو پیار سے اپنے زانو پر بٹھالیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مصروف ہو گئے،تو صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی اجازت ہوتو میں ان کی والدہ کے پاس ان کو چھوڑ کر آؤں؟

جیسے ہی صحابی یہ عرض کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کے پاس میں چھوڑ کر آؤں؟ ابھی نہ کوئی سوال نہ جواب،مگر اتنے میں اوپر عرش تک یہ گفتگو پہنچ گئی۔اور جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ کڑک ہوتی ہے،اس کے ساتھ بجلی چمکتی ہے،صحابی فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے عرض کیا کہ فوراً میں نے دیکھا کہ بجلی کی روشنی ہوگئی۔جیسے بجلی کوندرہی ہو۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اب ان کو لے جاؤ۔اور صحابی فرماتے ہیں کہ جب میں ان کو لے کر چلا ہوں مسجد نبوی سے،ان کے گھر تک پہنچایا،وہ اپنے گھر میں پہنچے،حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے گھر میں قدم رکھا اور وہ جو بجلی کی روشنی تھی وہ غائب ہوگئی۔حالانکہ جو بجلی کوندتی ہے،وہ تو چند سیکنڈ کے لئے ہوتی ہے۔آپ ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں کہ چند سیکنڈ سے زیادہ وقت اس کا نہیں ہوتا،مگر یہ اتنا لمبا وقت وہ بجلی چمکتی رہی ،حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے گھر میں پہنچنے تک برابر روشنی رہی۔

کہاں کہاں اور کیسے کیسے اس نور نے کرشمہ دکھایا ہے۔آپ حیران ہوں گے کہ یہ نور ایک صحابی،ایک مشرک کے لئے صحابیت کا شرف حاصل کرنے کا سبب بن گیا۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

آپ نے نام سنا ہوگا، اسم گرامی سنا ہوگا حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ اور ایک راہبر تھے۔ یہ چار حضرات مدینہ منورہ کی ہجرت کے سفر میں تھے۔

راہبر عبداللہ بن اریقط دیلی، ان کے اسلام کا حال تو کہیں نظر سے نہیں گذرا، بظاہر ان کے لئے ابو طالب کی طرح سے مقدر نہیں ہوا۔ مگر یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شروع سے جاں نثاروں میں رہے۔ کہ یہ طفیل بن عبداللہ سخبرہ کے غلام تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خریدا، اور آزاد کر دیا۔ اور مکہ مکرمہ میں، سابقین اولین میں، جو سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے ہیں۔ کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ارقم میں تشریف لے جانا شروع نہیں فرمایا تھا کہ اس سے پہلے یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اسلام کے داعی بن چکے تھے۔ وہ ہی غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہ روزہ قیام میں بھی انتظام فرماتے رہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے رفیق بھی رہے۔ سفرِ ہجرت کے بھی رفیق رہے، بدر و احد میں بھی رفیق رہے، اور اخیر میں جا کر بیر معونہ میں وہ شہید ہوئے اور عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ شہادت کے بعد وہ اوپر اٹھائے گئے، اتنے کہ میں نے دیکھا کہ آسمان بھی ان سے نیچے رہ گیا۔ اسی لئے شہداء میں ان کی نعش دفن کے لئے نہیں ملی۔

ایک عامر بن طفیل رئیس المشرکین ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے مرا ہے اور بیر معونہ میں عامر بن فہیرہ کو جس شخص نے قتل کیا، وہ بھی عامر ہے۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا ہے، ان پر وار کیا ہے۔ تو جب تلوار ماری جائے، نیزہ

مارا جائے، گولی ماری جائے، کسی کو ڈنڈا مارا جائے، تو جسم سے خون نکلتا ہے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے جسم سے بجائے خون کے نور نکلتا ہوا دیکھا۔ اللہ اکبر!

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شہید ہو گئے، مگر یہ عامر بن طفیل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلقین فرما رہے ہیں، یاد دلا رہے ہیں کہ ان کا نام بھی عامر ہے اور جو شہید ہوئے ان کے ہاتھوں عامر بن فہیرہ، ان کا اسم گرامی بھی عامر۔ وہ عامر بن فہیرہ اور یہ بھی عامر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یاد دلایا کہ عامر، تمہیں یاد ہے کہ تم نے کیا دیکھا تھا جب تم نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا ہے۔ تم نے نور نکلتا دیکھا تھا۔

اسی کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی اور یہ نور جو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے جسم سے نکلتا ہوا انہوں نے دیکھا، اس کے نتیجہ میں حق تعالی شانہ نے ان کو اسلام کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور صحابی بننے کے شرف سے ان کو نوازا ہے۔

اسی لئے عامر بن الطفیل ازدی رضی اللہ عنہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت میں فرماتے ہیں:

بکت الارض والسماء علی النور — الذی کان للعباد سراجا

من ھدینا بہ الی سبیل الحق — و کنا لا نعرف المنھاجا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کوئی ایک صدی کا مجدد ہوتا ہے۔ یہ ہزار سال کے مجدد ہیں، دس صدیوں میں، اس علاقہ میں جتنی بدعات اسلام میں داخل ہو چکی تھیں، سب کے مصلح کے طور پر ان کو اللہ نے پیدا فرمایا تھا۔ اور بہت مختصر زندگی، نبوی زندگی، صرف تریسٹھ برس کی، اس میں اپنا کام انجام دے کر چلے گئے۔ اور اکبری مذہب جو ایجاد کیا گیا تھا، ہمیشہ کے لئے نام و نشان اس کا مٹا کر گئے۔

یہ کیسے نور دیکھتے ہیں اور کہاں نور کو دیکھتے ہیں اور کیسے اس کی تطبیق ہوتی ہے، یہ سنئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نصف شعبان کی رات عبادت میں مشغول ہیں۔ جس طرح کہ گفتگو ہوتی ہے گھر والوں کے ساتھ، آپ اس رات کی فضیلت وغیرہ کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں۔

اہلیہ نے عرض کیا کہ نہ معلوم آج کس کس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت امام نے فرمایا تم تو شک کے طور پر کہہ رہی ہو، اندازہ کے طور پر کہ نہ معلوم کس کس کا نام مرنے والوں میں لکھا گیا ہوگا۔ مگر اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو کہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے۔

جب اہلیہ کے ساتھ یہ گفتگو ہوئی، تو اس کے بعد پھر آپ نے اس کو سوچا کہ اب تو یہ بات پھیل جائے گی کہ حضرت نے بظاہر یہ اپنے متعلق فرمایا ہوگا، تو یہ جو وہاں اوپر ام الکتاب، وہ دیکھ کر فرما رہے ہیں کہ جس نے خود دیکھا کہ وہاں نام کن میں ہے، زندوں میں ہے یا اس سال کے مرنے والوں میں؟

آپ نے پھر صاحبزادوں کو بلایا، پھر تمام کاموں کی ذمہ داری ان کے سپرد فرما دی۔ پھر اس کے بعد پہلے سے زیادہ اشغال، اذکار، مراقبہ، تلاوت وغیرہ میں مصروف ہوتے، اور صرف نماز کے لئے باہر تشریف لاتے، اور نماز کے علاوہ باہر تشریف آوری بند ہوگئی۔ پھر آہستہ آہستہ مرض شروع ہوا۔

ایک دن فرمانے لگے، خواب دیکھا ہوگا، فرمانے لگے کہ آج تو حضرت پیرانِ پیر سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بڑی مہربانی مجھ پر فرمائی۔

کچھ لوگ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قادری، یہ نقشبندی، یہ چشتی، یہ کلمات ہمیں زیب نہیں دیتے۔ ہمارے بزرگوں کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود فرما رہے ہیں کہ آج حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی۔

اس وقت تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا تھا کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس نے اپنا نام مردوں کی فہرست میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔مگر اب تحدید کے ساتھ فرمار ہے ہیں، خدام کو، صاحبزادگان کو فرمار ہے ہیں کہ اب چالیس پچاس دن میں مجھے جانا ہے۔ایک موقعہ پر یہ فرمایا کہ چالیس پچاس دن، کہ اب چالیس دن کے بعد مجھے جانا ہے۔چنانچہ بالکل اس دن سے لے کر ساتھیوں نے گنا، تو چالیس دن پورے ہوئے کہ آپ اس جہاں سے تشریف لے گئے۔

یہ میں نے قصہ سنانا شروع کیا تھا کہ کہاں کہاں، کیسے کیسے نور دیکھا گیا۔کہیں پیشانی میں، کہیں عصا میں، کہیں پیر کے انگوٹھے میں۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہو جاتا ہے، آپ کو جہاں دفن کیا گیا، بتایا گیا کہ جب کبھی آپ اس علاقہ میں تشریف لے جاتے تھے، اس جگہ کے آس پاس کوئی دور سے اشارہ فرما کر فرماتے تھے اس جگہ کی طرف کہ اس جگہ پر میرے قلب کے انوار چمکتے ہیں۔

یہ جس جگہ آپ نے فرمایا تھا اسی جگہ مقدر سے آپ کو دفن کیا گیا، وہاں اس سے پہلے آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی قبر وہاں سرہند شریف میں بنائی گئی تھی۔اب حضرت اپنے قلب کے انوارات اس جگہ دیکھ رہے تھے کہ یہ جسم وہاں دفن ہوگا اور یہ نور جو اس وقت یہاں قلب میں چمک رہا ہے، کسی وقت، کسی زمانہ میں وہاں قبر میں بھی چمکے گا۔ اس کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگی پہلے سے بار بار اشارہ فرمایا کہ اس جگہ یہ نور چمکے گا۔حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی ایسی بصیرت اور فراست اور بینائی عطا فرمائے کہ ہماری دل کی آنکھیں جو بند ہیں، یہ آنکھیں کھل جائیں اور ہم اپنے گناہوں کی نحوست کو، تاریکی کو، اور اس کی بدبو کو دیکھ پائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

گذشتہ ہفتہ تعلیم ہو رہی تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتاب خصائل نبوی شرح شمائل

ترمذی پڑھی جارہی تھی۔ ہمارے طلبہ کا چالیس دن کا اعتکاف ہے، دو تین دن چلہ کے ختم میں رہ گئے ہیں۔حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔اس میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی پڑھی جاتی ہے، اس میں ایک جملہ آیا۔

اس میں پڑھنے والے نے پڑھا تو میں نے اشارہ کیا۔جس طرح کوئی شاعر اپنا کلام سناتا ہے، تو سب حاضرین کہتے ہیں مکرر، مکرر۔کوئی ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے کہ اور پڑھو، اور پڑھو۔اس طرح میں نے پڑھنے والے سے جب اس نے یہ جملہ پڑھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو ہر وقت پھیلتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں گھر سے نکلتے تھے اور پتہ چلا کہ مسجد میں بھی نہیں، گھر میں بھی نہیں، کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تلاش کریں اور کس سے پوچھیں، کوئی بتانے والا وہاں نہیں ہے۔لکھا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پہچانتے تھے۔وہ خوشبو سونگھتے ہوئے راستوں پر جاتے تھے کہ او، یہ خوشبو ادھر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے ہیں، اس باغ کی طرف خوشبو ہے۔ادھر گئے ہیں۔کھلی فضا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ہر وقت سمائی رہتی تھی جہاں جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔اللہ اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے یہ لکھا ہے کہ خوشبو کے بِالمقابل جو گناہ ہیں، گناہوں سے جو بدبو پیدا ہوتی ہے، اس پر حضرت نے فرمایا کہ اس سے بدن کی سڑاہن مجرب ہے۔تو میں نے پڑھنے والے سے کہا کہ اس کو مکرر پڑھو۔

مولانا ہاشم صاحب بھی وہاں تھے۔میں نے حضرت مولانا ہاشم صاحب سے عرض کیا کہ یہ دو تین جملوں میں کتنی نفرت دلا رہے ہیں۔اور صرف تین جملے کہ گناہوں کی نحوست سے بدن کی سڑاہن مجرب ہے۔فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا تجربہ ہے کہ گناہوں سے اس کے جسم سے جو بدبو آرہی ہے، تو یہ بدبو کسی بیماری کی وجہ سے، پسینہ کی نہیں ہے، یہ گناہ کی ہے۔اور میں نے کہا کہ حضرت کو کتنی نفرت ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ بدبو۔یہ فرمایا کہ سڑاہن، انتہائی درجہ کی جو مدتوں سے

پڑی رہی جو چیز۔ گناہ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ سالہا سال، جتنے پرانے ہوتے ہیں اتنا وہ چسکہ اور بڑھ جاتا ہے، لت چھوٹتی ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبۂ نصوح نصیب فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو صحابہ کرام پہچانتے تھے۔ اور کیا کیا چیزیں پہچانتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو تو پہچانتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سفر حج میں ہیں۔ سب سے پہلا حج جو فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ کہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے، اور امیر حج بنا کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ راستہ میں مقیم ہیں۔

ساتھیوں کا بیان ہے کہ ہم نے وہاں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے بیچ راستہ میں ایک دفعہ دیکھا کہ اب تک تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ ایک دم پریشان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے، حیران ہیں، انہیں دیکھ کر ہم بھی حیران ہوگئے کہ کیا ہوگیا۔ کیا بات پیش آئی۔ جس طرح کوئی آدمی خود کوئی چیز دیکھ رہا ہو، سن رہا ہو، دوسرے نہیں سن رہے ہیں، اس طرح سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوگئے۔ ساتھی پوچھنے لگے کیا بات ہے؟ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قصواء، آپ کی جو خاص سواری اونٹنی ہے عضباء، قصواء، اس کے پیر کی آہٹ سن رہا ہوں۔ اللہ اکبر!

دنیا میں ہزاروں جانوروں کے چلنے کی آواز، ان کی ٹاپ، یہ پیر زمین پر پڑنے کی آواز جو ہوتی ہے، سب کی انہوں نے سنی ہوگی، مگر کتنی محبت، کتنا عشق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ کو بھی وہ پہچانتے ہیں۔ خوشبو کو کیوں نہ پہچانیں گے پھر وہ حضرات؟

ساتھی حیران ہوئے، اتنے میں تھوڑی دیر کے لئے تو کوئی نظر بھی نہیں آرہا ہے مگر وہ ٹاپ کو پہچان رہے ہیں۔ پھر کافی دیر کے بعد دیکھا کہ کچھ سوار نمودار ہوئے، اور جب وہاں قریب پہنچے تو دیکھا کہ اوہ، وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری قصواء، اور اس پر سوار ہیں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا جو خاص پیغام لے کر آئے تھے قبیلوں کے نام، سورہ براءت کی آیتیں تھیں، سارے عرب کو وہ سنانی تھیں، اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا تھا۔

اس درجہ کی محبت ہو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو پہچانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی ٹاپ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح سے پہچانیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا بنادے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ صریح احکام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمائے، ہم تو اسے بھی پہچان نہیں سکے، اس کی بھی قدر نہ کر سکے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے نصیحتیں فرمائی تھیں، یہاں دار العلوم میں۔ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! مرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سامنا ہوگا، تو ہماری یہ شکلیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سوچنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائے، ہمارے لئے سوچنا آسان فرمائے۔ کہ ہم ہماری بدعملیوں کے ذریعہ، اعمال بد کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر شریف میں کتنی تکلیف کا ہم سبب بنتے ہوں گے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

آپ نے نور کے واقعات سنے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کرامتیں، اللہ والوں کی کرامتیں، کہ روشنی، نور ہی نور، نور ہی نور، یہ دراصل تصدیق ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے اس معجزہ کی، جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ید بیضاء عطا کیا گیا تھا۔ کہ جب آپ کو فرعون کے پاس بھیجا گیا تو خدا سے عرض کیا کہ خدا! اس کے لئے کوئی نشانی

جس سے وہ مان لے۔تو بطور نشانی کے آپ کے دست مبارک کو، ہاتھ کو نور عطا کیا گیا تھا کہ اس کا نور دیکھ کر اسے یقین ہو کہ ہماری طرح سے موسیٰ علیہ السلام انسان ہیں، ہماری طرح سے ہاتھ ہیں، مگر یہ نور کیسے حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرما دیا۔

ایسے ہی حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو اللہ کا رسول بھی بنایا ہے، ان کی رسالت پر ہمیں ایمان لانا چاہیئے۔ان کے اس معجزہ کو دیکھ کر ہمیں یقین کرنا چاہیئے۔سارے واقعات جو آپ نے سنے نور کے، اور روشنی اور چمک کے، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی چمکا دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کرامت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ ید بیضاء کے نور کا تسلسل امت محمدیہ کے افراد کی کرامتوں کا ذریعہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو معجزات عطا کئے گئے تھے، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات قرآن پاک نے بہت سارے ذکر کئے۔

سب سے زبردست معجزہ، بارہا آپ نے سنا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام مردوں کو زندہ فرماتے **و یحیی الموتی** قرآن نے بیان کیا۔

ہمارے یہاں جس طرح میں نے عرض کیا کہ دار العلوم میں معمول ہے کہ ہم کرسمس کارڈ پڑوسیوں کو بھیجتے ہیں۔کبھی کبھی open day بھی رکھا جاتا ہے۔جو open day ایک دفعہ رکھا گیا تھا، اس open day میں وہاں کے پڑوسیوں کو دعوت دی گئی تھی۔میں نے طالب علم سے کہا اور اس نے سورۂ مریم کا پہلا رکوع پڑھا، جس میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر شریف ہے۔**کٰھیٰعٓصٓ ذکر رحمة ربک عبده زکریا** ۔یہ رکوع اس نے پڑھا۔

وہ قاری پڑھتا جاتا تھا اور ایک دوسرا طالب علم انگلش میں ترجمہ ہر جملہ کا کرتا جاتا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ جو مہمان پڑوسی سب بیٹھے ہوئے تھے، اس میں سے کئی ایک خواتین، بالخصوص جو عمر رسیدہ تھیں، سب رو رہی تھیں، بے تحاشا رو رہی تھیں۔ ایک کی تو بیچاری کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ترجمہ بھی سمجھ میں آئے اس طرح، اچھا ترجمہ کیا جارہا تھا۔ اور واقعی، قرآن پاک کو اگر صحیح طور پر پیش کیا جائے تو ساری دنیا اسلام قبول کرسکتی ہے۔

قرآن کریم کا اثر

لکھا ہے کہ ایک دفعہ جمال عبدالناصر نے روس کا سفر کیا، تو اپنے ساتھ قاری کو لے کر گئے، جس وقت کمیونزم اپنی ایک قوت کے دور میں تھا، زبردست، دھاک بیٹھی ہوئی تھی دنیا میں جگہ جگہ اور سب ملک جارہے تھے کمیونزم کی گرفت میں، ان کو مجبور کیا جارہا تھا۔

جب قاری عبدالباسط صاحب نے وہاں قرآن پڑھا، شرکاء کے متعلق آتا تھا ناموں کے ساتھ، کہ فلاں وزیر، فلاں صدر، فلاں وزیر اعظم، کہتے ہیں کہ سب رو رہے تھے۔ ان کے پڑھنے کا انداز ایسا ہی تھا اور اس کا ترجمہ بھی صحیح طور پر پیش کیا گیا ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ قرآن پاک کو صحیح طور پر پیش کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہمارے خلاف، اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف، امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈہ، حق تعالیٰ شانہ ان سب کو محبت سے بدل دے۔ مخالفین کے دلوں میں نرمی پیدا فرمائے، محبت پیدا فرمائے۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات میں سے اہم معجزہ ویحیی الموتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ان چیزوں کو بھی جاری فرمایا۔ تاکہ قیامت تک کے لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات پر یقین انسانوں کا باقی رہے، حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات پر یقین باقی رہے۔

اسی طرح کا ایک قصہ پیش آیا۔حدیث کے راویوں میں ایک نعمان بن بشیر ہیں،ان کو ایک خاتون نے سوال کیا اور پوچھا عبداللہ بن ہاشم کی بیٹی نے، کہ ہم نے سنا ہے کہ کسی کا انتقال ہوا، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا، اور انتقال کے بعد پھر دوبارہ انہوں نے کچھ کلام کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

انہوں نے مستقل ایک خط لکھا اور اس میں لکھا **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔اس کے بعد پھر اپنا نام لکھا اور ان کا نام لکھا جن کو لکھا گیا اور سلام اور حمد وثنا کے بعد پھر انہوں نے لکھا کہ آپ نے مطالبہ کیا ہے کہ میں مرنے کے بعد کلام کا وہ قصہ لکھ کر بھیجوں۔ وہ اس طرح پر ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بالکل تندرست تھے۔اچانک ان کے حلق میں شدید درد محسوس ہوا اور پھر ظہر عصر کے درمیان ان کا انتقال ہوگیا۔انتقال کے بعد ان کو، ساری (body) بوڈی کو سیدھا کر دیا گیا، ہاتھ پیر سب ٹھیک کر کے کپڑے سے ان کو ڈھانک دیا گیا۔

مغرب کی نماز کے بعد یہ نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے آکر کہا کہ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے کہ یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بول رہے ہیں۔ارے ان کا تو انتقال ہوگیا تھا اور وہ بول رہے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ واقعی بول رہے تھے اور انہوں نے اس وقت جو بیچ میں سے ان کی تقریر سنی۔اس میں وہ کہہ رہے تھے کہ تین خلفاء میں سے درمیانی خلیفہ زیادہ قوی ہے اور وہ دینی کاموں میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔اور کسی طاقتور کو کمزور کا مال ہضم نہیں کرنے دیتے، اور یہ اللہ کا بندہ امیر المؤمنین سچا تھا۔لوح محفوظ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

پھر اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر شروع کیا۔ کہ وہ لوگوں کی اکثر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں۔دو برس ان کے گذر گئے، چار برس ابھی باقی ہیں۔اور اس کے بعد پھر خانہ جنگی ہوگی، اور طاقتور کمزور کو تختۂ مشق بنالے گا، اور سارا ملکی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔پرانی جاہلیت کے زمانہ کی جو دشمنیاں آپس کی تھیں، وہ سب رنگ لائیں گی۔اور یہ اللہ کا

فیصلہ ہے۔اور یہ دوٹوک اللہ کا فیصلہ ہے۔

پھر اس کے بعد ایک دم اچانک وہ کہتے ہیں اللہ اکبر! چند گھنٹے پہلے جن کا انتقال ہو چکا تھا، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ، وہ ہی کہہ رہے ہیں اللہ اکبر! یہ جنت ہے، یہ دوزخ ہے، نبی اور صدیق سلامتی کا سوال کریں گے۔ایک لمبی انہوں نے تقریر کی، پھر اس کے بعد آواز بند ہوگئی۔

نعمان کہتے ہیں کہ حاضرین جو وہاں موجود تھے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے تو بیچ میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر سنا، پہلے انہوں نے کیا کہا تھا؟

انہوں نے کہا کہ پہلے تو ہم نے سنا کہ ان کے سینہ میں سے جس طرح کہ فون کی گھنٹی، رنگ بجتی ہے، اس طرح ان کے سینہ میں سیٹی سی بجنی شروع ہوئی۔جس طرح کوئی آدمی روتے ہوئے آواز بند کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور وہ سیٹی سی آواز نکلتی ہے، یا کبھی کسی پر حال طاری ہوتا ہے، تو اس کو وہ روکنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کے حلق اور سینہ سے آواز آتی ہے۔یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے دل پر فیض آتا ہے۔

نفخ کا ترجمہ

وہاں میں نے ایک جگہ بتایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اذا نام نفخ آتا ہے، کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے تو نفخ۔کئی چیزیں تھیں کہ جس کے متعلق ان طلبہ سے میں نے کہا تھا کہ فلاں کلمہ کا یہ ترجمہ کبھی نہ کرنا۔ایک لسٹ بھی شاید بنانے والوں نے، پرانے طلبہ نے بنائی ہوں گی ۔ میں نے کہا تھا کہ نعل کا ترجمہ ہر جگہ جوتہ نہ کرنا۔ہر جگہ چپل ترجمہ کیجیے، جوتا کا شاذ و نادر کہیں کہیں ہوگا۔وہاں عرب میں چپل ہی ہوتے تھے۔اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چپل کی پٹیوں کا ذکر آیا۔اور اسی طرح میں کہتا تھا کہ جہاں کہیں ولدٌ آئے، تو ولد کا ترجمہ ہر جگہ بیٹا نہ کیجیے، اولاد کیجیے۔بیٹا بھی ہوسکتا ہے، بیٹی بھی ہوسکتی ہے۔اسی طرح یہ جو نفخ کا

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خراٹے کا نہ کیجئے۔ میں نے کہا کہ یہ ایک وجدانی چیز ہے۔

پھر میں نے ان کو سمجھایا کہ اصل میں جب کسی کی توجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی کو زیارت ہوئی، کسی پیر و مرشد کی زیارت ہوئی، اور ان سے فیض دل میں آ رہا ہے، محسوس کر رہے ہیں، مزہ آ رہا ہے، مزہ آ رہا ہے۔ پھر وہ ہوتے ہوتے دل اندر چلنا شروع ہوتا ہے، ہلنا شروع ہوتا ہے، اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ آواز بھی نکلتی ہے منہ کے راستہ سے، مگر خراٹے کی آواز وہ ہرگز نہیں ہوتی۔ خراٹے کی آواز، وہ ناک سے نکلتی ہے، اور یہ براہِ راست قلب کی حرکت کی آواز ہے، اور اس کیفیت کی آواز، وہ حلق سے نکلتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے وقت میں جو آواز آتی تھی، وہ بھی یہی آواز تھی، خراٹے کا ترجمہ وہاں وحی میں بھی نہیں ہو گا اور نیند والے میں بھی خراٹے کا ترجمہ نہیں ہو گا۔

غرض زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد انہوں نے ان کو کپڑا ڈال کر لٹا دیا۔ کئی گھنٹے بعد ان کے سینہ سے آواز سیٹی جیسی شروع ہوئی، پھر انہوں نے بولنا شروع کیا، فرمایا انصتوا انصتوا! چپ ہو جاؤ! ساتھیوں سے نعمان بن بشیر پوچھ رہے ہیں کہ میرے آنے سے پہلے کیا بیان ہوا تھا۔

کہا کہ انہوں نے پہلے کہا انصتوا انصتوا! خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ سب! ہم ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھنے لگے کہ یہ تو انتقال کر چکے تھے اور یہ آواز آ رہی ہے۔ پھر انہوں نے خود ہی اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور دیکھا تو وہیں سے، ان کے منہ سے آواز آ رہی ہے۔ اور وہ پھر بولنے لگے، سب سے پہلا کلمہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، اللہ اکبر!

کتنے بزرگوں کے قصوں میں، میں ہمیشہ بیان کرتا رہا، آپ لوگوں نے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلدوں میں بھی واقعات پڑھے ہوں گے کہ انتقال ہو رہا ہے، اور وہ اشارہ سے فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دادا کے انتقال کے بعد، جب جنازہ اٹھایا گیا، بہت بڑا مجمع تھا، اور قبرستان لے جانے میں دیر ہو رہی تھی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے، سب کندھا دے رہے ہیں، تو دادا جان حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نے کسی کو فرمایا کہ مجھے حیا آ رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار میں ہیں، مجھے جلدی لے جاؤ۔ یہ زید بھی سب سے پہلے جو کلمہ فرما رہے ہیں، آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آخری وقت ہے۔ جب ایک دفعہ ہم سہارنپور سے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کر کے عید کے دن روانہ ہو رہے تھے گجرات کے لئے، حضرت کے معتکف سے باہر نکلے روتے ہوئے، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب نے ایک پرچہ دیا۔ اب تک بھی میرے پاس وہ اشعار کہیں لکھے ہوئے ہیں۔

جیسے حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے کپڑا ہٹا کر بولنا شروع کیا، تو سب سے پہلے فرمایا کہ آپ ہیں احمد۔ اسی طرح مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا، تو وہاں تو پورا ہال بھرا ہوا ہے۔ بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابھی ناشتہ کیا ہے۔ آٹھ بجے صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر، سب بیٹھے ہوئے ہیں، مشورہ ہو رہا ہے۔ سامنے سارا مجمع بیٹھا ہے۔ انہی کے ساتھ اب تک محو گفتگو تھے، اچانک دونوں ہاتھ پھیلا دئے اور سر اوپر کر کے زور سے فرمانے لگے آیئے، آیئے، تشریف لایئے، آیئے، آیئے، تشریف لایئے، اھلاً اھلاً اور ایک طرف لڑھک کر گر گئے۔

کون کون ان کو لینے کے لئے پہنچا ہوگا مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اسی طرح یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انصتوا انصتوا، آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، ابوبکر صدیق وامین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں۔ جسم ناتواں، مگر احکام الٰہی میں طاقتور ہیں، یہ بالکل درست ہے، درست ہے۔ یہ لوح محفوظ میں ہے۔

پھر اس کے بعد جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق انہوں نے بیان فرمایا، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان فرمایا، یہ سارا مجمع استقبال کے لئے وہاں پہنچا ہوگا۔ ہمیں تو اس کی دعا کرتے ہوئے بھی، اس کے مانگنے سے بھی شرم آتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اللہ ہمیں ایسے لوگوں میں سے بنائے۔ انا للہ، کیسے یہ الفاظ ہم اپنی زبان سے نکال سکتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی کوئی آکر عرض کرتا کہ حضرت! اتنے عرصہ سے میں پڑھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو جائے، تمنا ہے، دعا بھی کی، بہت کچھ پڑھا ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ بھائی ہم تو تمنا بھی نہیں کر سکتے، ہم سوچتے ہیں کہ کیسے تمنا کریں، کس منہ سے کریں؟

اب کہاں دو جہاں کے سردار اور کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد خواب میں یا مرتے وقت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ستاری فرمائے، ہمارے ایمان کو سلامت رکھے، کہ ہم اس کو بچا پائیں۔

دوستو! سب سے بڑی آج کل جو مشکل ہے وہ ہے ایمان۔ ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ کہاں کی یہ ولایتیں اور کہاں کے یہ مراقبے، اور کہاں کی یہ تمام بلندیاں؟

خیر، یہ جو میں نے ابھی حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کے معجزہ کا تسلسل اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ کا تسلسل، زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے یہاں، دوسروں کے یہاں بھی جس طرح میں نے بتایا کہ اس پر مستقل کتاب ہے **من تکلم بعد الموت**، اور بزرگوں کے وصال کے احوال میں بھی ہے، جو بیس بائیس سال پہلے میں نے لکھی تھی، ان شاء اللہ ابھی انگلش میں بھی طبع ہو رہی ہے۔ اس میں بھی اس طرح کے واقعات ہیں۔

علامہ جمال الدین ابوزکریا صرصری رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہیں، ان کو ذکر کرتے ہوئے علامہ جمال

الدین ابو زکریا صرصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بڑے حافظ حدیث اور بڑے عاشق رسول، اور عربیت کے زبردست ماہر ہیں یہاں تک کہ ان کو حسان ثانی کہا گیا۔ کہ یہ عربی کے شاعر بھی تھے۔ لیکن اللہ کی شان کہ وہ نابینا تھے، بصارت سے تو محروم تھے، مگر بصیرت سے مالا مال تھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بصیرت کو کھول دے، حق تعالیٰ ہمارے قلب پر جو تاریکیوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں، ان پردوں کو ختم فرمائے۔ یہ اپنے ایک قصیدہ میں ان حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو بھی ذکر فرماتے ہیں اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

محمد ن المبعوث للناس رحمة سے شروع کرتے ہیں۔ بڑے شاندار ان کے اشعار ہیں۔ آگے کہیں انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

لئن سبحت صم الجبال مهيبة

کہ اگر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے لئے جو پہاڑ اور پتھر ہمیں گونگے معلوم ہوتے ہیں، یہ تسبیح پڑھتے ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں میں، آپ کے دست مبارک میں جو کنکریاں ہوتی تھیں،

وان الحصى فى كفه تسبح

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریاں تسبیح پڑھتی تھیں۔

وان كان موسىٰ انبع الماء من العصا

کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے لاٹھی ماری اور بارہ چشمے پھوٹ پڑے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں مبارک کبھی طشت میں رکھی گئیں، کبھی پیالہ میں رکھی گئیں، کبھی کسی چھوٹے طشت میں رکھی گئیں، اور اس سے چشمے جاری ہو گئے اور ساری انسانیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیراب فرمایا۔

ان تمام واقعات کو ذکر کر کے پھر ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو ذکر کرتے ہیں

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو ذکر کرتے ہیں۔ بڑا شاندار ان کا وہ قصیدہ ہے۔ مگر تا تاریوں کے ہاتھوں انہوں نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جیسا عشق رسول ان کو عطا ہوا تھا، حق تعالیٰ شانہ اس کا کوئی شمہ، محبت کا کوئی حصہ ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔

نور قلب

یہ جتنے میں نے نور اور روشنی کے واقعات آپ کو سنائے۔ یہ کبھی چمکتا ہوا نظر آیا، پیشانی میں، عصا میں نظر آیا، انگوٹھے میں نظر آیا، اور آنکھوں نے دیکھا، مگر ایک نور جوان حضرات کے دلوں میں ہوتا ہے، اس نور سے وہ بہت کچھ دیکھتے ہیں، وہ نور سکانی قوت رکھتا ہے۔ سکان (scan) ڈاکٹر کرتے ہیں، جسم کے اندر کہاں کونسا عضو بڑھا ہوا ہے، کونسا چھوٹا ہے، کونسی بیماری کس جگہ ہے، وہ سکان (scan) کرتے ہیں، ان بزرگوں کو حق تعالیٰ شانہ ایسی نظر عطا فرماتے ہیں، ان کے قلب کی نظر، اس میں سکان (scan) پیدا ہو جاتا ہے۔

جیسا ہم نے کسی زمانہ میں پڑھا تھا، سعودیہ میں کہ وہاں ایک بچہ تھا، کوئی دس پندرہ سال کا بچہ، وہاں جہاں کہیں کسی کو ضرورت ہوتی تھی پانی کا کنواں کھودنے کی، تو اس بچہ کو لے جاتے تھے۔ بچہ وہاں گشت کر کے، چل پھر کر کے بتاتا تھا کہ یہاں کھودو، ڈرل کرو۔ وہاں وہ کھودتے، اور وہیں پر ان کو پانی مل جاتا تھا۔

ابن کثیر نے ایک قصہ لکھا ہے۔ کئی دفعہ میں نے بیان بھی کیا کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں کسی جنگل میں تھا، وہاں دیکھا کہ کچھ اجنبی آدمی ہیں اور وہ ایک جگہ پہنچے، پھر انہوں نے اپنا بستہ کھولا اور تھیلا کھول کر کے وہاں وادی میں پہنچ کر انہوں نے لوبان وغیرہ جلایا، پھر بنسری بجانی شروع کی۔ اتنے میں دیکھا کہ بہت سارے سانپ اکٹھے ہو گئے۔ وہ دو آدمی تھے۔ وہ پکڑ پکڑ کر دیکھتے کہ یہ نہیں چاہیئے، یہ نہیں چاہیئے، پھر وہ بہت سارے سانپوں میں سے ایک سانپ

انہوں نے لیا، اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر وہ چلتے بنے۔اور اس تھیلے میں ڈالنے سے پہلے انہوں نے ،جس طرح ہم سلائی سے سرمہ لگاتے ہیں، اس طرح سلائی اس سانپ کی آنکھ پر پھیری، پھر اپنی آنکھوں پر انہوں نے پھیری۔ جب اس کے بعد انہوں نے اپنا سب بند کیا، وہ سب سانپ بھی وہاں سے چلے گئے۔

یہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا تم نے کیا؟ اگر تم مجھے بتاؤ گے نہیں، تو میں حکومت سے شکایت کردوں گا، پولیس کو بتا دوں گا۔ انہوں نے پھر وہ تھیلا رکھا ، پھر وہ سلائی جو انہوں نے اپنی آنکھ پر لگائی تھی، وہ میری آنکھ پر پھیر دی۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی آنکھ پر لگائی، تو میں دیکھتا ہوں کہ زمین کے نیچے کہاں تک مٹی ہے، پھر پتھر کہاں سے شروع ہوتے ہیں، پھر کہاں ٹار ہے، کہاں سونا ہے، کہاں چاندی ہے، کیا کیا خزانے ہیں، ہر چیز اس سکان والی آنکھ سے مجھے نظر آنے لگی۔ کہتے ہیں کہ پھر مجھے اچانک راستہ چلتے ہوئے تھوڑی دور جا کر کے دونوں نے مل کر گرادیا اور میری دونوں آنکھیں پھوڑ دیں۔اس نے گھر آکر اپنا قصہ سنایا۔

جس طرح اس شخص کی سکان والی آنکھ تھی، جس طرح سعودیہ کے اس بچہ کی آنکھ میں سکان کی قوت تھی، کہ وہ پانی بتاتا تھا کہ کہاں کہاں پانی ہے، اسی طرح ان حضرات اولیاء اللہ کی آنکھوں میں اور دل کی آنکھوں میں یہ قوت کیسے آجاتی ہے؟ اور کیسے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قوت منتقل ہوئی۔

منتقل کیسے ہوئی کہ قرآن پاک کیا کہتا ہے **ولو نشاء لارینکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول** آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ ان کو نشانی سے پہچان لوگے، ایسا بھی ہم انتظام کر سکتے ہیں۔مگر حق تعالیٰ شانہ نے یہ دنیا دار الجزاء نہیں بنائی، دار العمل بنائی ہے، اس لئے ان مشرکین کی، منافقین کی، تمام دشمنوں کی بھی ستاری فرمائی ہے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سب کے نام بتا دئے تھے کہ یہ منافق ہے، یہ منافق ہے۔اور وہ مسجد کہ جس میں پانسو آدمی مشکل سے نماز پڑھ سکتے ہوں گے، اتنے نمازیوں میں سے ستر 70 سے لے کر اسی 80 یا اس سے بھی زیادہ منافق ہوتے تھے۔ ہر وقت، پانچوں نمازوں میں اتنا بڑا مجمع، ستر اسی منافقین کا ہر وقت ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم کس درجہ کا، کہ ہم تو مسجد میں ذرا سی کسی کے ساتھ تو تو میں میں ہو جائے، تو اس کی شکل دیکھنے سے تکلیف ہوگی، اس مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے، مسجد بدل دیں گے کہ فلاں کی وجہ سے میں نماز نہیں پڑھتا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ستر اسی منافقین کو مسجد میں گوارا فرما رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے خدا کی طرف سے کہ یہ منافق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپکے سے پوچھتے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کہ میرا نام تو نہیں ہے اس میں؟ نفاق سے ڈرتے تھے یہ لوگ۔اللہ تعالی نفاق سے بچائے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح پہچانتے تھے ان منافقین کو، تو یہ چیز منتقل ہوئی، **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** ۔اور یہ کوئی علم غیب نہیں ہے، بلکہ حق تعالیٰ شانہ کا ایک نور ہے جو دل پر ڈالتا ہے۔اس نور کی شعاؤں سے پتہ چلتا ہے۔

جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح میں آگے دیکھ سکتا ہوں، تم نماز میں میرے پیچھے ہوتے ہو، میں تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بھی دیکھ سکتے تھے، پیچھے بھی دیکھ سکتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج کا قصہ بیان فرمایا، انہوں نے انکار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بتاؤ، وہاں عمارت میں کس طرف کتنی کھڑکیاں ہیں، اور کتنے دروازے ہیں؟ آپ کے گھر کے متعلق پوچھا جائے تو آپ کو ایک گھنٹہ لگے گا سوچ سوچ کر بتانے میں، جہاں سالہا سال سے آپ رہتے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کو ہر چیز بتا دی کہ اتنے دروازے، اتنی کھڑکیاں، مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہیں اور بیت المقدس دیکھ رہے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے، یہاں اطلاع دی کہ فلاں شہید ہوئے، ان کی جگہ یہ آئے، ان کی جگہ یہ آئے، اور پھر اخیر میں یہ چوتھے خالد بن ولید ان کی جگہ کمانڈر بنے۔ یہ سارے واقعات یہاں مدینہ منورہ میں بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے دیکھ رہے ہیں۔

فراست ایمانی

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر ہیں اور فوج ہے نہاوند میں، تو وہاں دیکھ لیا کہ جنگ کا کیا نقشہ ہے۔ کیسی ان کی فراست، کیسی نگاہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا آؤ، جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں کہ حبشہ میں اصحمہ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا انتقال، ان کی نعش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے دیکھ رہے ہیں، بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آتا ہے اشتر نخعی، تو صرف اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہیں، حالانکہ اس وقت تک اس نے کچھ نہیں کیا تھا، اوپر سے نیچے تک نگاہ فرمائی اور اوپر سے نیچے تک دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص سے اس امت کو زبردست مصیبت پہنچنے والی ہے۔ چنانچہ وہ یزیدیوں کے فتنہ میں استعمال ہوا اور اس سے امت کو نقصان پہنچا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، یہ بیٹھے ہوئے ہیں مسجد حرام میں، اور وہاں کوئی شخص آتا ہے اور اس کو دیکھ کر ایک امام نے فرمایا کہ یہ بڑھئی معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے امام نے فرمایا کہ نہیں، یہ لوہار معلوم ہوتا ہے۔ تو اس شخص کو اشارہ کر کے بلایا کہ دونوں میں سچا کون ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تمہاری دونوں کی بات درست ہے۔ پہلے میں نجار تھا۔ اب میرا لوہے کا کام ہے۔ کیسی زبردست فراست؟

اسی طرح حضرت ابوزکریا نقشدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ، میرے پیر و مرشد کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا، میں تو کھڑا ہوا

ہوں، اور وہ مراقبہ میں ہیں۔ اچانک انہوں نے سر اٹھایا، پیر و مرشد نے اور فرمایا **الا تستحی** شرم نہیں آتی تمہیں؟ یہ حضرت ابو زکریا رحمۃ اللہ علیہ دل میں کہنے لگے کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ کیوں؟ کسی کا غلط تصور اس وقت دماغ میں آیا، غلط تصور سے مزے لینا، یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

شہوۃ خفیہ

یہ جو ایک کلمہ آتا ہے جہاں شرک اور ریاء کا ذکر ہوتا ہے، وہاں **شَهْــوَة خَفِيَّه** ، خفیہ شہوت کا ذکر آتا ہے۔ اس کی الگ الگ تفاسیر بیان کی گئی ہیں، اس میں سے ایک تفسیر یہ بھی، خفیہ شہوت، کہ بہت خطرناک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا۔ کہ تصور سے مزے لئے جائیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طور پر اس کی تفسیر فرمائی۔ جب یہ حدیث پڑھاتے ہوئے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یہاں پہنچے، تو فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ یہ خفیہ شہوت؟ خفیہ شہوت فرمایا کہ یہ ہے کہ تم لوگ میرے پاس حدیث پڑھنے کے لئے آتے ہو، کہتے ہیں کہ میں تم سے کہوں کہ نہیں، نہیں، نہیں، میں تو نہیں پڑھاتا ابھی۔ فرمایا کہ میرا دل اندر سے چاہتا ہو کہ ہاں یہ لوگ آئیں، پڑھیں، میں محدث رہوں، محدث بنوں، حدیث پڑھاؤں، لیکن میں زبان سے انکار کروں۔

کسی نے تو یہاں تک خفیہ شہوت کی ترجمانی اور تفسیر بیان فرمائی کہ آپ کسی کے یہاں مہمان جائیں اور کوئی پوچھے کہ بھائی، کچھ ٹھنڈا گرم، مہمان کہے کہ کچھ نہیں چاہئے، حالانکہ دل اندر سے چاہ رہا ہے کہ چائے کا وقت ہے، چائے پینے کی طلب بھی ہے، لیکن یہ جھوٹ زبان سے جو کہہ رہے ہیں، اس کو بھی گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھایا اور مرید کو ڈانٹا **الا تستحی**؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟ بزرگوں نے سب اپنے تجربات سے اس کا علاج بیان کیا۔ اب یہ ہماری آنکھیں بند ہیں، دل کی

آنکھیں۔ یہ حضرات تو آنکھیں بند کر کے نیچے دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے پھر دیکھ لیا کہ مرید کے دل میں کیا وسوسہ گناہ کا ابھی آرہا ہے اور گناہ کے وسوسہ سے کیا یہ لذت پا رہا ہے۔ اس پر اس کو ڈانٹا۔ یہ ہمیں کیسے حاصل ہو؟

نورِ قلب

اس کے متعلق یہ ایک بزرگ ہیں شاہ کرمانی۔ وہ فرماتے ہیں کہ **من غض بصرہ عن المحارم** کہ جو اپنی نگاہ کو حرام جگہوں سے بند رکھے **وامسک نفسہ عن الشھوات** اور حرام شہوتوں سے اپنے نفس کو روکے رکھے، دوسرا یہ کام۔ تیسرا انہوں نے یہ بتایا کہ **عمّر باطنہ بدوام المراقبۃ وظاھرہ باتباع السنۃ** کہ ہر وقت سوچ اور فکر اپنے باطن کی طرف توجہ ہو، اس کو معمور رکھے، کسی نہ کسی، آپ اس وقت، کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو دوستو! یہ کہ آپ حج میں گئے تھے تو اس کے سفر کو سوچتے رہئے، مدینہ شریف کو سوچتے رہئے، وہاں جو آپ نے طواف کئے تھے، ان چکروں کو سوچتے رہئے، تاکہ اگر ہم ان حضرات کی طرح سے رونا دھونا، آخرت اور دوزخ کا خوف، اس سے تعمیر باطن نہیں کر سکتے، یہ ظاہری جو ہم نے اچھی جگہ میں وقت گذارا ہے، اس کو سوچ کر اتنی دیر تو گناہوں سے اپنے نفس کو تو بچا سکتے ہیں۔

اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اپنے باطن کو معمور رکھے ہمیشہ مراقبہ کے ذریعہ اور اپنے ظاہری اعضاء سے اتباع سنت کی طرف، ہاتھ پیر ہر چیز سنت کے موافق چلتی رہے۔ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے اس طرح چلے، جیسی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، ویسی نماز پڑھے۔ جیسا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نوش فرمایا، اس طرح کھانے میں مشغول ہو۔ اور آخری حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ والی انہوں نے بیان فرمائی۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے میں نے بہت قصے سنائے تھے۔ کہ حضرت فرماتے تھے کہ جو میرے پاس چالیس دن رہے، جو میں کھاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے، تو میرا دعویٰ ہے کہ چالیس دن اس طرح

میرے ساتھ وہ گذارے گا، تو پھر کسی قبر پر جا کر کھڑا ہوگا، تو صاحب قبر کا کیا حال ہے، وہ اس سے پوچھ سکے گا اور اس کو کشف قبر حاصل ہو جائے گا۔

صرف ایک چیز۔ اب اگر یہ ساری چیزیں جتنی چیزیں میں نے اس میں گنوائیں، وہ سب اگر کوئی شخص کرے گا، حق تعالیٰ شانہ اسے کس قدر نوازیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باطن کو تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے باطن کی جو تخریب ہم نے کی ہے، اس کو ہم ویران کر چکے ہیں، اس کا احساس حق تعالیٰ شانہ ہمیں عطا فرمائے۔

یہ چیز انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ والی حلال کھانے کی ذکر فرمائی ہے کہ **وتعود اکل الحلال** کہ ہمیشہ حلال کھائے۔

حرام لقمہ سے دل سے توفیق نیک اعمال کی سلب ہو جاتی ہے اور نیک عمل صادر ہی نہیں ہوتے ہیں۔ ہم کوشش کر کے سوچتے بھی ہیں کہ نیک عمل کریں گے، فلاں نماز پڑھیں گے، تہجد پڑھیں گے، جماعت میں جائیں گے، قرآن اتنا پڑھنے کا معمول بنائیں گے، مگر کہتے ہیں ہمت نہیں ہوتی۔ ہر چیز کر سکتے ہیں۔ پوری پوری کار اٹھانی ہو، تو اس کو دھکا دے کر برف میں کہاں سے کہاں پہنچا دیں گے، اتنی ہمت آجائے گی، مگر ایک ذرا سا کام وہ نہیں کر سکتے۔ آرام سے بستر پر بیٹھ کر ہیٹر کے سامنے قرآن پڑھنا ہے، نہیں پڑھ سکیں گے، اٹھ کر نماز پڑھنی ہے تہجد کی، وہ نہیں پڑھ سکیں گے، پہاڑ کی طرح بوجھ محسوس ہوگا۔ یہ اسی توفیق کے سلب کئے جانے کی علامت ہوتی ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جو انہوں نے بتائے کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں، اپنے نفس کی حفاظت کریں، باطن کی، ہمیشہ معمور رکھیں حق تعالیٰ شانہ کی یاد کے ساتھ، اتباع سنت کے ساتھ، اکل حلال کو اپنا شیوہ بنائیں تو کہتے ہیں **لم تخطئ فراسته** اس کی فراست کبھی غلط نہیں ہوگی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف ایک مثال کے طور پر کشف قبر کو بیان

فرمایا، حالانکہ کوئی مقصود بالذات نہیں ہوتی۔ بزرگ ایسی چیزوں کے متعلق تو دعا کرتے ہیں کہ الٰہی، ایسی چیزیں مجھے نہیں چاہئیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کی فراست رکھنے والا بڑا مشہور حضرت جنید کے زمانہ میں ایک نوجوان تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک دفعہ پہنچا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پوچھتے ہیں کہ بیٹے! تمہارے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ سامنے والے کے دل میں کیا خیال آیا، تمہیں پتہ چل جاتا ہے؟ یہ صحیح ہے؟ نوجوان کہنے لگا ہاں! بات تو صحیح ہے کہ مجھے پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھا! ہمیں بھی کوئی کرشمہ دکھاؤ تمہارا۔ وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا ہے، اچھا آپ سوچیں اپنے دل میں، میں بتادوں گا کہ آپ نے کیا سوچا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا میں نے سوچا، بتاؤ کیا سوچا؟ اس نے بتایا کہ آپ نے یہ سوچا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں سر ہلایا کہ نہیں۔ اس نوجوان نے کہا کہ اچھا، پھر دوسری مرتبہ آزماتے ہیں، پھر سوچئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں ہم نے سوچ لیا۔ بتاؤ کیا سوچا۔ اس نے پھر بتایا کہ یہ آپ نے سوچا دل میں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں پھر سر ہلایا۔ اس نے کہا کہ پھر تیسری مرتبہ ہم دیکھتے ہیں۔ آپ پھر سوچئے۔ تیسری مرتبہ میں پھر اس نے بتایا کہ یہ سوچا، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نوجوان کہتا ہے اللہ! کیا کروں؟ میری فراست سچی ہے، اور یہ اتنے بڑے بزرگ، اتنے بڑے بزرگ، ان کی زبان بھی سچی، کیوں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان سے نہیں بولے۔

یہ اکابر انتہائی درجہ کے عقلمند ہوتے ہیں، انتہائی درجہ کے۔ اللہ اکبر! وہ تو سر ہلاتے رہے اور یہ انہوں نے کیوں اپنے متعلق سوچ لیا کہ یہ میری نفی فرمارہے ہیں۔ کبھی کسی کی تصدیق کے طور پر

بھی سر دھونا جاتا ہے کہ اوہ، یہ سنتے ہیں اور سر دھوتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹے! تینوں دفعہ تم نے بالکل صحیح بتایا کہ جو تو نے کہا تھا بالکل صحیح تھا، مگر میں مزید تیرا امتحان لینے کے لئے سر دھن رہا تھا اور یہ چاہ رہا تھا کہ میں تیرے متعلق معلوم کروں کہ کہاں تک تیری رسائی ہے۔ یہ بزرگ نسبتوں کو بھی اسی طرح پہچانتے ہیں کہ اس کی نسبت کہاں تک ہے، کتنی اونچے درجہ کی نسبت اسے حاصل ہے، اور کونسے درجہ پر یہ پہنچا ہوا ہے۔

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں، مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں ہے، وضع قطع بالکل فقیرانہ، مانگنے والوں کی طرح، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ مانگنے والے جو بھکاری ہوتے ہیں، یہ **کَلٌّ علی الناس**، یہ لوگوں پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، اور یہ مانگتے پھرتے ہیں۔

کہتے ہیں میری طرف ترچھی نگاہ سے، آنکھیں کھول کر کے اس نے دیکھا۔

ہماری والدہ محترمہ ہوتی تھیں، کبھی کوئی بیٹھا ہوا ہو، اور وہاں کوئی بات ہو جائے تو ڈانٹنے کے لئے پوری آنکھ کھول لیتی، ہم ڈر جاتے تھے کہ اوہو، ماں ڈانٹ رہی ہے۔

فرماتے ہیں ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کہ فقیر کے متعلق میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ لوگ دنیا کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں اور حرم میں بھی مانگنے سے باز نہیں آتے، یہ دل میں میرا سوچنا تھا کہ میری طرف آنکھیں نکالیں اور آنکھیں پھاڑ کر وہ کہنے لگے کہ **واعلموا ان اللّٰہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ**. انہوں نے قرآن کی آیت پڑھی کہ دیکھو، وہ جو تمہارے دلوں میں ہے، اللہ اسے جانتے ہیں۔ ذرا بچ کر سوچا کرو۔ سوچنے سے بھی بچتے رہو۔ میں نے آیت سنی اور میرا دل اندر سے رونے لگا، دل رو رہا ہے، میں نے کہا انا اللہ! اللہ

کے کتنے بلند مقام والے بندہ کو میں نے چھیڑ دیا اور اس کو تکلیف پہنچائی۔

اب میرا دل توبہ کر رہا ہے، زبان سے تو میں بول نہیں سکا۔ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فوراً یہ میرا حال دل کا روتا ہوا دیکھ کر اب دوسری آیت انہوں نے پڑھی۔ **وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ** ۔کہ کوئی بات نہیں، پہلے تم سے قصور ہو گیا اور اللہ اپنے بندوں کی طرف سے توبہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توبہ کی توفیق عطا فرمائے، اور حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں توبہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس توبہ نصوح پر ہمیشہ کے لئے زندگی گذارنے کی توفیق دے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

اس طرح کے بزرگوں کے قصے اور بھی ہیں، اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بارہا سنایا۔ حضرت ایک شعر پڑھتے تھے۔ جب کہیں ہمارا تصور بگڑا، کہ حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں تو ہماری، نظریں تو ملی ہوئی ہیں مگر دل کہاں؟ ایک شعر پڑھتے تھے اور ہم دل میں توبہ کرتے کہ یا اللہ! حضرت کو اس پر اطلاع ہو گئی۔

یہ جو سارا دین ہے، حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں اب تک اس سلسلہ کو، سلسلہ وار اِن تمام روحانیت کی چیزوں کو باقی، جاری اور ساری رکھا۔ یعنی پہلے کے مقابلہ میں کم ضرور ہو گئیں، سلف سے تو کوئی تقابل ہی نہیں ہو سکتا، ان کے زمانے اور ان اولیاء اللہ اور ان کے دَور سے، مگر اب بھی الحمد للہ، ہم نے جس طرح ہمارے بزرگوں کو دیکھا، ان کے یہاں یہ تمام چیزیں پائیں۔ میں جب اس ملک میں آیا ہوں تو حضرت کو میں نے لکھا۔ یہ خطوط انٹرنیٹ پر رکھے ہوئے بھی ہیں، انگلش میں بھی، اردو میں بھی، اس میں ہے اور محبت نامے میں چھپ بھی چکے ہیں۔ اس میں شکوہ فرمایا کہ دور افتادہ لوگوں کو کیا یاد کرو گے کہ وہاں کا تو ہر دن عید اور ہر رات

شب قدر ہو گی کہ اس وقت شادی ہوئی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ اب تم ہمیں کیسے یاد کرو گے۔ یہ جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم رہتے تھے تو ہمارا ہر دن عید اور ہر رات شب قدر ہوتی تھی۔

کیا مقام تھا ان حضرات کا! میں کبھی پریشان ہوتا ہوں۔ پریشانی ہوتی ہے، تو میں کبھی تصور کرتا ہوں ان لمحات کا جو گذارے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی مبارک کے بالکل متصل حضرت کے ساتھ ہم بیٹھے ہوتے تھے تو صرف یہ تصور، تمام خوف اور ڈر کو مٹا دیتا ہے۔ کہ ہم وہاں پہنچے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں کیا غم دشمنوں کا؟

میں کبھی سوچتا ہوں کہ وہاں صولتیہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی چارپائی کے نیچے ہمیشہ میں سوتا تھا۔ کولر، اس کا رخ ایک ہی طرف کولر کا ہوتا تھا، ٹھنڈی ہوا کا۔ حضرت کی طرف جب ہوا جاتی تھی اوپر، تو تھوڑی سی نیچے بھی آجاتی ہوگی میرے اوپر، تو چارپائی کے لئے اس کا تصور کرتا ہوں۔

ان بزرگوں کے ہم معتقد ہوئے، وہ تمام چیزیں دیکھ کر، ان کا اتباع سنت دیکھا اور اس کے نتیجہ میں ان کا اعلیٰ مقام۔ حق تعالیٰ شانہ ان حضرات کے طفیل ہماری مغفرت فرمائے۔ اور ہمارے بزرگوں کے طریق پر ہمیں باقی رکھے، اسی پر ہمیں موت دے، انہیں کے ساتھ ہمیں محشور فرمائے۔

یہ حق تعالی شانہ کی حکمت وقدرت الٰہیہ کہ یہ روحانی نورانی سلسلے، یہ فراست کے واقعات قیامت تک باقی رکھنا ہے، تاکہ یہ دین پوری قوت کے ساتھ نہ صحیح، اپنی اصلی شکل تو کہیں نہ کہیں ضرور باقی رہے گی اس کی، یہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے شروع ہوا تھا۔

حجۃ الوداع کے واقعات

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا میں نے نام لیا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر حج میں ہیں۔اور سفر حج میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے بہت بڑے کارنامے انجام دئے، بہت بڑے کارنامے۔اور بڑے بڑے صحابہ، خلفاء اربعہ نے تو اپنی شان کے مطابق کارنامے انجام دئے، مگر جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، تو بچے تھے۔لڑکے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ اس سفر حج میں ہیں۔انہوں نے ایسے ایسے واقعات اس سفر حج کے، حجۃ الوداع کے ہم تک پہنچائے ہیں، جس طرح میں نے بتایا کہ یہ ہمارے لئے ایسے قیامت خیز دور میں ڈھارس بنتے ہیں اور جس میں امید کی کرن ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ دیا (lamp) اسلام کا اسی طرح قیامت تک جلتا ہی رہے گا۔ان شاء اللہ۔دل سے دل میں روشنی منتقل ہوتی رہے گی، دیے سے دیا جلتا رہے گا۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سلسلہ میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسم گرامی کے ساتھ مجھے یاد آیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ہیں، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم فلاں جگہ پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں، فلاں وادی میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ یہ کونسی وادی ہے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان؟ کسی نے بتایا کہ یہ وادی ازرق ہے۔جو خُلیص اور عسفان کے بیچ ہے۔یہ دونوں وادیاں وہاں راستہ میں آتی ہیں۔وہاں وادی ازرق پر پہنچے تو پوچھا کہ کونسی وادی؟ بتایا گیا کہ یہ وادی ازرق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوہو، میں موسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے گذرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج فرما رہے ہیں، اس میں یہ تمام ارواح بھی شریک ہیں، اور زندوں میں اس وقت تک اسلام لا چکے تھے، ان میں جو جا سکتا تھا، سب ساتھ ہیں، ایک

لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ صحابہ کرام ساتھ ہیں، اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر انبیاء کرام بھی سب ساتھ ہیں۔ ان کو بھی حکم ہوا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جشن میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو میں اس وادی سے گذرتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور کیسے، وہ بھی فرمایا۔ کہ بہت بلند آواز سے آپ لبّیک پڑھ رہے ہیں اور دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر جس طرح اذان دیتے ہیں، اس طرح انگلیاں موسیٰ علیہ السلام نے کان میں ڈال رکھی ہیں، اور پھر یہ لبّیک پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں۔

اسی طرح ایک وادی میں پہنچے، وادیٔ روحاء، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نام سجاسج ہے، اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اور فرمایا کہ یہاں جو مسجد ہے جہاں ہم نے نماز پڑھی، تو مجھ سے پہلے ستر نبیوں نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہاں سے گذرے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے حاجی 70,000 حاجی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کس طرح تلبیہ پڑھ رہے ہیں، وہ دیکھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اور کس طرح انگلیاں کہاں کان میں رکھی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور اونٹنی کا رنگ بیان فرمایا۔ کہ جس اونٹنی پر سوار ہیں تو وہ خاکستری رنگ کی اونٹنی ہے۔ اور جو آپ کا لباس ہے موسیٰ علیہ السلام کا، وہ بیان فرمارہے ہیں کہ سفید رنگ کا کمبل جس میں روئیں کم ہوتے ہیں تو وہ اوڑھے ہوئے ہیں احرام کے طور پر اور یہاں سے وہ گذر رہے ہیں۔

یہ تو جو ہو چکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیان فرمایا، کیسا سکان (scan)، کیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی، کیسا نور عطا فرمایا، کہ جو ہو چکا موسیٰ علیہ السلام کا صدیوں پہلے، وہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

نزول ہوگا اور جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے سلسلہ میں اس وادی سے گذریں گے نہیں، اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ اللہ اکبر! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، تو وہ بھی یہیں سے گذریں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بارہا ہم نے سفر میں اس جگہ نماز پڑھی تھی اور حضرت مولانا سعید خان صاحب، جو ساتھی نئے ہوتے تھے ان کے سامنے بیان فرماتے تھے کہ اتنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اس جگہ نماز پڑھی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں۔

اور اسی طرح حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نام یاد آیا، اس پر میں نے شروع کیا تھا، وہ تو رہ ہی گیا، کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا تو انہوں نے بھی کعبہ کے سات چکر کئے اور جہاں مقام ابراہیم ہے، اس کے بالمقابل آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور یہ دعا جو ہم لوگ پڑھتے ہیں، جو عمرہ پر گئے ہیں، طواف کے بعد دعا پڑھتے ہیں **اللھم انک تعلم سریرتی وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی. اللھم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انه لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضا بما قسمت لی**۔ یہ دعا کہتے ہیں کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے وہاں پڑھی تھی۔

اور یہ دعا پڑھنے کے نتیجہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہاری یہ دعا سن لی، تمہارے گناہ معاف، اور تمہاری اولاد میں سے یہاں آکر جو بھی یہ دعا پڑھے گا، تو اس کے بھی اسی طرح تمام گناہ معاف ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے بار بار وہاں حاضری کا انتظام فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ بار بار ہمیں وہاں لے جائیں، جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ، حضرات انبیاء علیہم

الصلوۃ والسلام کے اقدام عالیہ، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تک، تمام انبیاء علیہم السلام کی وہاں آمد رہی ہے، وہاں آپ کے قدم پڑے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق بھی اس طرح کے واقعات سنائے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق بھی فرمایا کہ وادیٔ عُسفان میں جب پہنچے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ وادیٔ عسفان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام دو سرخ اونٹوں پر سوار، اور انہوں نے بھی کمبل کا تہبند اور لنگی باندھ رکھی تھی۔ اور کندھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دھاری دار چادریں انہوں نے احرام کے طور پر ڈال رکھی تھیں، اور حج کے سفر میں یہاں سے، اس وادی سے لبّیک پڑھتے ہوئے وہ یہاں سے گذرے ہیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کا لباس، ان کا حال بیان فرمایا، اس طرح ان کا حال سارا بیان فرما کر ان کے بھی اونٹوں کے متعلق بیان فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹوں کی جو نکیل تھی، جو ہم ان کی ناک میں سوراخ کر کے رسی ڈالتے ہیں، تو رسی کے بجائے کھجور کی چھال کی بنی ہوئی نکیلیں ان کی اونٹوں کے ساتھ ہیں۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق بیان فرمایا، سب سے چھوٹوں میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، مگر کتنا یاد رکھا۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم ایک پہاڑی راستہ میں پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی چڑھائی ہے؟ سب نے عرض کیا کہ یہ ھرشٰی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی وہ ہی الفاظ استعمال فرمائے۔ کہ میں گویا ابھی دیکھ رہا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام جبہ پہنے ہوئے ہیں، اور اونٹ کی ناک میں کھجور کی چھال کی نکیل ہے، اور یہاں سے وہ لبّیک پڑھتے ہوئے گذر رہے ہیں۔

اور جوتلبیہ تھا، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کا بیان فرمایا کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ **لبّیک اللھم لبیک، لبّیک لا شریک لک، الا شریکا ھو لک تملکه وما ملک**۔ یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے وہ گذر رہے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھائی کو، برائی کو، منافقین کو، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی صدیوں پہلے، جو عبادتیں وہاں ہوئیں، وہاں سے گذرے، اسی وقت دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں۔ اسی طرح آئندہ، صدیوں بعد حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا نزول ہوگا، اس کو دیکھ کر بیان فرمارہے ہیں کہ وہ بھی یہاں سے اسی طرح گذریں گے۔

کشف بزرگی کی دلیل نہیں

امت میں اسی طرح یہ سلسلہ، کبھی اسی طرح کشف کے ذریعہ، کبھی خواب، سچے خواب کے ذریعہ باقی ہے۔ اس لئے میری تو عادت تھی کہ میں جب روز صبح کلاس میں پہنچتا تھا تو تازہ بہ تازہ اس دن کا خواب میں بیان کرتا تھا۔ جو سمجھدار طلبہ ہوتے تھے، کہیں نوٹ بھی انہوں نے کئے ہوں گے۔ بہت سے واقعات جو آئندہ کے متعلق ہوتے تھے، اسی طرح وہ پیش آئے۔ یہ سب نہ کسی کی بزرگی کی دلیل، نہ کسی کی ولایت کی دلیل، یہ تو کافر کو بھی آئندہ کے واقعات اس طرح حق تعالیٰ شانہ دکھادیتے ہیں۔

جیسے کہ جب Princess Diana کا انتقال ہوا، ان کا ایکسیڈنٹ ہوا، تو اخبارات میں سب خبریں آرہی تھیں۔ کسی عورت نے کہا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ میں پھول کی دکان پر جارہی ہوں، جگہ جگہ پھول کی دکان پر گئی، وہاں گئی، یہاں گئی، تو کہیں پھول نہیں مل رہے ہیں۔ صبح اٹھی اور جب یہ خبر سنی، تو واقعی مجھے جانا پڑا پھول لینے کے لئے، تو جہاں کہیں جاتی تھی، تو وہ ہی خواب والا منظر، خواب کی طرح سے کہیں پھول نہیں ملے، سب دکانیں پھولوں سے

خالی، سب لوگ لے گئے۔اس نے بھی سچا خواب دیکھا جو آئندہ چند گھنٹے کے بعد واقع ہونے والا تھا، وہ دیکھا۔

میں نے اس رات یہ واقعہ معلوم ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ آسمان سے چاول کی کھچڑی جو ہم لوگ پکاتے ہیں، تو وہ پکی ہوئی کھچڑی آسمان سے گر رہی ہے۔ جو ایسے واقعات ہوتے ہیں وہ منظّم طریقہ سے ہوتے ہیں، پکی ہوئی کھچڑی سے فرشتہ نے اس کو تعبیر کیا ہوگا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اچھے خواب، اور جو سچے ہوتے ہیں، تو خواب کے ذریعہ کسی کی راہنمائی بھی کی جاتی ہے، کسی کو اچھائی کی طرف لایا جاتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا وہاں حبشہ میں ہیں۔اور حبشہ میں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا اپنے شوہر عبید اللہ کو، کہ خوب بدترین شکل میں ہے، اور کہتے ہیں کہ میں ڈر گئی۔اور میں نے سوچا کہ میں نے اتنا برا خواب اس کے متعلق کیوں دیکھا؟ میں نے دل میں سوچا کہ ضرور کوئی بات ہے۔

پھر کہتی ہیں کہ جب میں نے شوہر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تو نے سچا خواب دیکھا۔ میں نے کہا کیا سچا خواب دیکھا؟ کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ ہاں مجھے یہ نصاریٰ کا دین اچھا لگتا ہے۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا سمجھا رہی ہیں، کوشش کر رہی ہیں، عبید اللہ کو معلوم کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی دیکھ لیا، پھر بھی باز نہیں آیا، تو بالآخر وہ نصرانی بن کر مرا۔ یہ برائی جو آنے والی تھی، اتنی بڑی مصیبت، کہ مرتد ہونے والا تھا شوہر، اس کو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا۔

اب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا پریشان، ایک تو مکہ والوں نے ستایا، ستایا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اور حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور دور دراز علاقہ

میں، اور وہاں شوہر کا یہ حال، انّا للّٰہ! کیا گذری ہوگی؟

اب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اچھا خواب دکھایا گیا۔ خواب میں دیکھتی ہیں کہ کوئی میرے پاس آکر مجھے سلام کرتا ہے اور کہتا ہے یا ام المؤمنین! میں سوچتی ہوں کہ ام المؤمنین؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین، اور مجھے ام المؤمنین؟ تو یہ بشارت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے پہلے ان کو مل گئی۔ اور پھر اس کی تعبیر پوری ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، حضرت اصحمہ شاہِ حبشہ، ان کے پاس حکم آیا کہ میری طرف سے منگنی کردو، اور میری طرف سے تم وکیل ہو۔

چنانچہ وہ وکیل بنے، انہوں نے خطبہ پڑھا، لیسٹر میں کہیں بلکہ آپ ہی کے یہاں رمضان میں جو میں نے بیان کیا تھا، اس میں جو خطبہ پڑھا تھا شروع میں، تو میں نے بتایا تھا کہ یہ جو خطبہ کے الفاظ تھے، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے موقع پر حضرت نجاشی نے پڑھے تھے جو میں نے آپ کے سامنے دہرائے۔

نور نبوت

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللّٰہ ۔ بیداری میں دیکھ لے، بیداری میں پتہ چل جائے خیر اور شر، خواب میں پتہ چل جائے یہ خیر ہے، وہ شر ہے، اس کو دیکھتے رہے، یہ سب اس نور کا تسلسل ہے اور یہ نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے بہت پہلے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی پشت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت چمکتا تھا، وہاں سے میں نے وہ بیان کرنا شروع کیا تھا۔

وہ نور ہوتے ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں حضرت خزیمہ کے یہاں منتقل ہوا۔ سلسلۂ نسب میں حضرت خزیمہ آتے ہیں، وہاں ان کے نام کی وجہ تسمیہ یہی بیان کی جاتی ہے **لانـــه خـــزم نـــور آبـــاءہ** کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد کے نور کو اپنی طبیعت میں جذب کیا

تھا۔نور ہی نور تھے،سراپا نور،اتنے حسین وجمیل،اتنے حسین وجمیل،کہ جب ان کی شادی کا موقع ہوا،شادی کی عمر ہوئی،تو شادی نہیں کر سکتے تھے۔کہ گھر والے،تمام یہ سوچتے تھے کہ کتنی ہی حسینہ کوئی ملے گی مگران کا جوڑا کیسے ملے گا۔جتنے حسین خزیمہ تھے،اور کیوں نہ ہوتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی پشتوں کے بعد،ان کی نسل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے تھے۔

بالآخر،جس طرح ابھی خواب کا ذکر ہوا،تو انہیں بھی خواب میں راہنمائی کی گئی،کسی نے خواب میں حضرت خزیمہ سے فرمایا کہ تـزوج بـرّہ۔پھران سے آپ کا نکاح ہوااور وہ بھی مکہ مکرمہ کی نہایت حسین وجمیل خاتون تھیں۔حضرت خزیمہ کے متعلق تو صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ایک اجداد ہیں کہ جن کے نام کے ساتھ ان کا حال بیان کر کے تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر تھے،آپ کا طورطریق،شریعت تھی،اسی پر وہ قائم تھے۔ان کے متعلق بھی صراحت آتی ہے جیسا کہ حضرت عبد المطلب کے متعلق بھی صراحت آتی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کوحق تعالی شانہ نے ہمیشہ بتوں سے،اور تمام کفروشرک کی برائیوں سے،ہر چیز سے محفوظ رکھا۔تمام اجداد جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں،آپ کے اجداداور جدات جتنی پڑتی ہیں،کفراورشرک کی برائیوں سے حق تعالی شانہ نے ان کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔

اسی لئے حضرت عبدالمطلب کے متعلق،جب سب سے بڑاان پر امتحان آیا ہے حضرت عبد المطلب پر،اس سے بڑاامتحان کیا ہوسکتا ہے کہ ابرہہ نے حملہ کردیا اور ابرہہ طائف کے قریب پہنچا،وہ طائف جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے والا قصہ جو باغ کا ہے،اس سےاور پہلے مُخَمِّس نامی ایک جگہ آتی ہے۔وہاں آکر ابرہہ رکا ہےاور وہاں آکر اس نے عبدالمطلب کو بلایا،وہ تشریف لے گئے۔

حضرت عبدالمطلب کا ڈیل ڈول،حسن وجمال،ایک کتاب میں میں نے اس کو پڑھا،ابھی

اس کا حوالہ مجھے یاد نہیں۔اس میں لکھا ہے،ایک راوی کا بیان ہے۔وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالمطلب کواوران کے دس بیٹوں کو دیکھا،اور سب کے سب اتنے حسین وجمیل کہ کہتے ہیں کہ میں صرف ہالہ کے ساتھ،وہ چاند کے اردگرد جو ہوتا ہے ہالہ،اس کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں۔کہا کہ میں کبھی عبدالمطلب کو دیکھتا،کبھی ان کے یہ بیٹے کو دیکھتا،کبھی اس بیٹے کو دیکھتا،تمام حسن وجمال کی انتہاء پر تھے۔ان سے زیادہ حسین مجمع،وہ جو گیارہ کا مجمع وہاں بیٹھا تھا،کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسا مجمع کہیں حسینوں کا کسی نے دیکھا نہیں ہوگا۔

ایک عجیب جملہ وہاں آتا ہے کہ یہ جو حضرت عبدالمطلب کے یہ دس بیٹے تھے، **کل واحد منهم يأكل جزوراً**۔کہ ان میں سے ہر ایک اتنا توانا،تندرست،کہ ایک ایک اونٹ کھا سکتے تھے۔کیسی اللہ نے ان کو طاقت اور جسمانی قوت عطا فرمائی۔شاہانہ زندگی بھی تھی ان کی۔

ان کی تجارتیں ہوتی تھیں۔حضرت عبداللہ کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ان کو کھجور لینے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا،وہاں بیمار ہوئے،انتقال فرمایا۔دوسری روایت ہے کہ فلسطین میں جو غزہ ہے،وہاں آپ تجارت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے۔وہاں سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے اور پھر مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

یہ حضرت عبدالمطلب پر جو امتحان آیا،ابرہہ پہنچ گیا اور اس نے بھیجا،تو آپ تشریف لے گئے،کوئی نہ خوف،نہ ڈر،نہ چھپنا،نہ بھاگنا،کہ اتنا بڑا لاؤ لشکر ہاتھیوں کا لے کر آرہا ہے،ابرہہ نے صاف کہہ دیا۔اس نے کہا کہ دیکھو،میری مزاحمت نہیں کروگے،تو میری فوج تمہیں تکلیف نہیں دے گی،میں صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، **الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل**۔یہ جو حبشہ ہے،اس میں نصرانی بادشاہ تھا۔ان کی طرف سے ان کے ماتحت یمن کا بادشاہ تھا،اس نے فوج لے کر چڑھائی کی تھی۔

حضرت عبدالمطلب نے ابرہہ سے چھپنے کے بجائے جا کر اس کی بات سنی اور جواب ان

للبیت ربا ۔اس وقت بھی وہ کسی بت کے پاس نہیں گئے بلکہ حق تعالی شانہ سے دعا کی کہ الٰہی ! یہ جوفوج ہم پر لے کر آئے ہیں تو تجھ سے میں مدد کا طالب ہوں۔

اب دعا کر لیتے ہیں، دو منٹ رہ گئے ۔اللہ تبارک وتعالی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں سے ہمیں بنائیں،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے لئے مقدر فرمائے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادات میں، کھانے، پینے،لباس، ہر چیز میں ہمیں اتباع نصیب فرمائے۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولٰنا محمد وعلی اله واصحابه وبارک وسلم ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے متعلق دعا مانگی تھی،اس طرح ہم نور مانگتے ہیں، ظلمت سے ہمارے دل بھرے ہوئے ہیں، گناہوں کی وجہ، گناہوں کی ظلمت سے، یہ دعا کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے نور مانگا۔

اللھم اجعل لی نورا فی قلبی ونورا فی قبری ونورا من بین یدی ونورا من خلفی ونورا عن یمینی ونورا عن شمالی ونورا من فوقی ونورا من تحتی ونورا فی سمعی ونورا فی بصری ونورا فی شعری ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورا فی دمی ونورا فی عظامی اللھم اعظم لی نورا واعطنی نورا واجعلنی نورا و زدنی نورا

الٰہی ! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں اس حال میں ہمیں موت دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کی، زندگی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق چاہتے ہیں، ایسی زندگی گذارنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

وصلّی اللّٰه تعالی علی سیدنا محمد وعلی اله واصحابه وبارَکَ وسَلَّمَ.

۱۵

مر جاؤں مدینہ میں مدینہ میں لحد ہو

گھر بیٹھے نظر میں میرے آجائے مدینہ



کب تک رہے سینے میں تمنّائے مدینہ
کب تک دلِ بے تاب کہے ہائے مدینہ

مر جاؤں مدینے میں مدینے میں لحد ہو
لے جاؤں لحد میں، میں تمنّائے مدینہ

آ بیٹھو مرے دل میں کہ دل عرشِ بریں ہے
تم چاہو تو سینہ میرا بن جائے مدینہ

یا رب! مرے دل میں رہے یثرب کی تمنّا
یا رب! مرے سر میں رہے سودائے مدینہ

اے چشمِ تصوّر تجھے اتنا ہی بہت ہے
گھر بیٹھے نظر میں میرے آجائے مدینہ

سائل کی تمنّا ہے شب و روز الٰہی
ہر دم میرے دل میں رہے سودائے مدینہ

(سائل دہلوی)

الحمدُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ!

یہ مدینہ منورہ کے فضائل کا باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منعقد کیا ہے۔ مدینہ منورہ پر ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا شعر ہے:

مہ نے شق ہو کر لیا دین کو اپنی گود میں

کہ ماہ اور مہ چاند کو کہا جاتا ہے۔

یوسف بن ماہک

ایک محدث کا نام آتا ہے، اس میں بڑی غلطی کی جاتی ہے، یوسف ابن ماہک۔ اور صحیح نام ہے یوسف بن ماہک، اس پر آپ دیکھیں گی کہ وہاں زیر، زبر دو زیر دو زبر پتہ نہیں کیا کیا سب لگا ہوا

ہے۔اور اسے کوئی یوسف ابن ماہکِ اور کیا کیا پڑھتے ہیں، میں طلبہ سے اُس وقت کہا کرتا ہوں کہ ہمارا نام کوئی بگاڑ کر ابھی کہے تو ؟ بچے لڑتے ہیں تو نام بگاڑتے ہیں، حالانکہ قرآن میں تو اس کی ممانعت ہے، وَ لا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقاب۔

ہمارے سلسلہ کے ایک بزرگ تھے، مناظرہ کا شغف تھا، کتابیں ردِّ باطل پر لکھا کرتے تھے۔کتاب اور ان کے دلائل کا جب مخالفین سے جواب نہیں ہوسکا، مخالف پارٹی سے، تو آخر کیا کرتے بیچارے؟ بچوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ کس طرح چلاّ چلاّ کر نام بگاڑتے ہیں اور بولتے ہیں۔اس طرح انہوں نے، اُن کا نام تھا مولانا خُرّم علی، تو خرم علی کو بگاڑ کر کے بنایا خرِ معلّٰی۔

خُرّم جب لکھا جاتا ہے، تو خُرّم الگ سے لکھتے ہیں میم سالم لکھی جاتی ہے، علیحدہ خُرّم، پھر اس کے بعد علی۔انہوں نے اس نام کو بگاڑنے کے لئے جو ان کے خلاف جواب لکھا، مخالف پارٹی نے، اس میں ان کے نام کو بگاڑا، لکھا خر اور میم کو علی کے ساتھ ملا دیا، لکھا خرِ معلّٰی۔عرشِ معلیٰ کی طرح چاہے نور کے ساتھ نسبت کی جائے، چاہے اس کے ساتھ نسبت فیض کے ساتھ کی جائے، چاہے کوئی اس طرح خَر وغیرہ الفاظ، جو حیوانات کے نام ایسے غلط موقع پر استعمال کیئے جاتے ہیں، وہ بنا کر پیش کرے نسبت، تو عرشِ معلیٰ کی طرف ہی رہی، اور یہ تو اُن کے لئے، بہت زیادہ قابلِ فخر چیز تھی کہ چلو کسی نام سے تیری ذات کی طرف، تیرے عرش کے طرف نسبت تو ہوگئی کہ انہوں نے نام بگاڑا۔

اسی طرح یہ نام ہے یوسف ابن ماھک تو اس کو، ماھک، حالانکہ وہ تو غیر منصرف ہے، منصرف نہیں پڑھ سکتے، اسے ماہکِ نہیں پڑھ سکتے۔اور اس میں دو سبب جمع ہیں، اگر نحو امتحان دینے کے لئے نہ پڑھا ہو، پڑھ کر بھلا نہ دیا ہو، کہ اس میں عجمہ اور علم، تو اس کے غیر منصرف ہونے میں دو سبب جمع ہیں۔کیونکہ ماہگ یہ فارسی نام ہے اور اس کا ترجمہ ہے قمیر، چھوٹا سا چاند۔

جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار میں کبھی یا عائش! اور کبھی

حمراءُ کے بجائے حمیراء مصغّر، اس طرح قمر کے بجائے، کسی کا نام ہو قمر چاند تو اسے پیار میں کہتے ہیں قُمیر۔ اسی طرح ماہک چھوٹے سے چاند کو کہا جاتا ہے۔ ماہ کے معنی چاند، پورا چاند اور کاف تصغیر کے لئے، فارسی میں تو ماہک قمیر، اس لئے اس کو یوں ہی یوسف بن ماہک پڑھنا چاہئے۔

خیر یہ تو یہ شعر پر یاد آیا کہ جو شعر ہے:

مہ نے شق ہو کر لیا دین کو اپنی گود میں

کہ مدینہ میں آپ دیکھیں گے کہ شروع میں میم ہے، اور اخیر میں ہا، یہ ہو گیا مہ چاند، اس نے شق ہو کر دین کو اپنی گود میں لیا۔ اور دین جب بیچ میں لیا اس نے گود میں، تو بن گیا مدینہ۔

ہر چیز کا الگ الگ اپنا مقام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ایک خاص مقام ہے، جیسے مکہ مکرمہ، بیت المقدس کا ایک خاص مقام ہے اس کے خاص فضائل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کائنات بنائی تو اس میں ہر ایک کو ایک مقام عطا کیا۔ تمام کائنات کی چیزیں بنائیں اس میں بھی، یہ اِس کے نفع کے لئے، یہ اُس کے نفع کے لئے، ہر ایک کا مقام اور کام الگ الگ اللہ کی طرف سے بنائے گئے۔ جتنے انسان پیدا فرمائے، حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے آخری انسان تک، اس میں ہر ایک کا اپنا ایک الگ مقام اللہ کے یہاں متعین ہے، تکوینِ ازلی میں۔ اسی طرح یہ آسمان اور زمین کے ہر چپے کا الگ الگ ایک مقام ہے۔

اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے جو کعبہ بنایا، اسے بھی ایک خاص امتیازی مقام عطا فرمایا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام، جب وہاں اوپر تھے، تو جس جگہ وہ طواف کیا کرتے تھے، دنیا میں آنے کے بعد اس کی یاد انہیں ستانے لگی کہ او ہو! ایک لغزش اور خطا کی وجہ سے جنت بھی گئی، اس کی نعمتیں بھی گئیں، الٰہی! یہ سب نعمتیں تو تو نے لے لیں اس سے تو صبر ہو سکتا ہے، لیکن یہ جس کے ذریعہ تیرا قرب حاصل ہوتا تھا، وہ آسمانی قبلہ، بیت المعمور جس کا

طواف کیا جاتا تھا، تیرے عرش کے اردگرد ہم گھوما کرتے تھے۔اُس سے جنت کی طرح میں صبر نہیں کرسکتا۔

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوش میں آتے،تو وہ کہتے:

نہ دنیا دوست می دارم　　　نہ عقبیٰ را خریدارم

مرا چیزے نمی باید　　　بجز دیدار یا اللہ!

ہم لوگ کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَل ،اور مانگنے کا حکم بھی ہے۔ اِذَا سَئَلْتُمُ الْجَنَّۃَ فَاسْئَلُوْا الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی ۔مگر وہ جوش میں اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں، کہ الٰہی نہ مجھے یہ دنیا چاہئے۔ہم ہر روز مانگتے رہتے ہیں، الٰہی برکت دے، مال میں برکت۔تو برکت ، برکت کے نام سے کیا مانگتے ہیں؟ دوسرے الفاظ سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ اے اللہ! مجھے پیسے دے دے۔

چھپن کروڑ کی چوتھائی

ہمارے ایک استاذ تھے، درجہ حفظ کے راندیر میں، ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔انہوں نے عصر کی نماز مدرسہ میں پڑھی۔طلبہ میں سے کوئی نماز کے لئے آگے نہیں بڑھ رہا تھا،تو وہ خود نماز کے لئے آگے بڑھ گئے۔مصلیٰ پر جا کر دیکھا کہ صرف پیچھے طلبہ ہیں اور اُن کے درجۂ حفظ میں پڑھانے والے دوسرے اساتذہ ان کے ساتھی جن سے بے تکلفی بھی تھی حافظ ایوب صاحب وغیرہ، وہ پیچھے مصلیوں میں ہیں، اچھی طرح انہوں نے تسلی کرلی تکبیر کے وقت کہ ہاں پیچھے کوئی نہیں بڑے اساتذہ میں سے، مہتمم صاحب، شیخ الحدیث صاحب کوئی ہیں تو نہیں؟

عصر کی نماز کے بعد دعا کی جاتی ہے،نماز سے فارغ ہوکر، عام طور پر تو دعا دو چار رَبَّنَا کی آیتیں پڑھ دیتے ہیں، یا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامَ پڑھ دیتے ہیں، وہ ایک دو دعائیں عربی میں پڑھیں، اس کے بعد کہنے لگے کہ اے خدا! چھپن کروڑ کی چوتھائی نصیب فرما، اے اللہ چھپن کروڑ

کی چوتھائی کا سوال ہے، جب وَ صَـلَّـی اللّٰہ کہہ کر منہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے ہیں، تو پیچھے حضرت مولانا سعید صاحب مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اُن کی رکعت گئی ہوگی، بیچ میں آ کر شریک ہو گئے تھے، اب مصلّٰی پر سے اُٹھا نہیں جاتا، اور سوچتے ہیں کہ یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں، جوش میں ہیں، وہ کہتے ہیں، کہ اے خدا! نہ مجھے پیسے چاہئے، نہ دولت چاہئے، نہ مال چاہئے، نہ مکان چاہئے۔ اور یہ واقعی ان حضرات کا حال تھا، دنیا کے بارے میں، کہ دنیا اُن کے پاس پھٹک نہیں سکتی تھی، اتنی نفرت تھی، اس مال سے، ان پیسوں سے، جائداد سے اتنی نفرت تھی۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا، ابھی وہاں مسجد کی افتتاح کے سلسلہ میں بیان ہوا، اس میں تذکرہ کر رہا تھا کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ بڑے صاحبِ کشف تھے۔ کہیں قبر پر تشریف لے جاتے، تو قبر والا کون ہے، کس حال میں ہے، تمام چیزیں مکشوف ہو جاتی تھیں۔

ان کے کچھ واقعات میں نے ان کو سنائے، کہ اُن کا ایک خاص ہمیشہ کا حاضر باش خادم دودھ لے کر آیا، گھی لے کر آیا۔ حضرت نے فرمایا بھائی مجھے ضرورت نہیں، گھی واپس لے جاؤ۔ اُس نے کہا کہ حضرت میں لے جاتا ہوں لیکن یہ تو میری اپنی گھر کی بھینس کے دودھ کا گھی ہے اور گھر والی نے ہر طرح سے حضرت کے احتیاط کو دیکھ کر اس کو تیار کیا ہے۔ خیر کوئی بات ہوگئی ہوگی، کوئی لغزش ہوگئی ہوگی، میں واپس لے جاتا ہوں، وہ واپس لے گئے۔

ہفتہ بھر کے بعد دودھ لے کر آئے، تو حضرت نے فرمایا کہ دودھ واپس لے جاؤ! انہوں نے کہا کہ حضرت میں ہمیشہ لاتا ہوں، آپ قبول فرماتے ہیں، اسی بھینس کا دودھ، اور آج کیوں؟ فرمایا کیوں، یہ نہ پوچھئے۔ فرمایا نہیں ایسی باتیں پوچھا نہیں کرتے۔ تب وہ مُصِر ہوئے کہ نہیں،

حضرت بتا دیجئے۔ کہ ہر روز کا مسئلہ ہے، مجھے حضرت کے لئے پھر دودھ لانا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا، گھر والوں سے جا کر پوچھئے کہ گذشتہ کل جو اس بھینس کے لئے مزدور سے چارہ تم نے خریدا ہے، تو اس چارہ کے پیسے اب تک ادا نہیں کیئے۔ تو تم نے جس چارے کے پیسے ادا نہیں کیئے، اس کے تم مقروض ہو۔

اب سامنے دودھ رکھا ہوا ہے، اور اس کی ساری تاریخ، کہ بھینس نے کونسا چارہ کھایا، اُس چارے سے، وہ چارہ پیٹ میں گیا، اس سے مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبَنًا خَالِصًا، اللہ تعالیٰ نے بنایا، کس طرح بنا، ان تمام پردوں کو پھاڑتے ہوئے وہ نگاہ، حضرت کی پاک، صاف، مزکیٰ، مصفّیٰ نگاہ اُن تمام چیزوں کو دیکھ رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جو کل چارہ اس بھینس کے لئے لیا گیا تھا، گھر جا کر پوچھیں کہ اس کے پیسے اب تک ادا نہیں کیئے گئے۔

واقعی اگر اس دودھ کو استعمال کر لیا جائے، اور پھر نیت خراب ہو جائے، پیسے نہ دئے جائیں تو؟ ایسا ہی ہے جس طرح کہ زبردستی کسی چور نے دودھ کسی کے گھر میں جا کر چوری کر کے لے لیا کسی سے۔ زبردستی پستول دکھا کر کوئی چیز چھین لی۔ تو اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اُس نے پستول دکھا کر چھین لی، اس نے گھر میں گھس کر چپکے سے چھین لی، اور اس نے ذرا عقلمندی سے، قرض کے نام سے، وہ چارہ لے کر بھینس کو کھلا دیا، دودھ پی لیا اور اس کے پیسے نہیں ادا کیئے۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے، اس لئے جب تک اس کے پیسے ادا نہ ہوں تو حضرت کی نگاہ اس کو مشکوک سمجھ رہی ہے۔

وہ خادم واپس گئے، اُس مزدور کو تلاش کیا، اُس کو پیسے دئے۔ واپس وہ دودھ لے کر آ رہے ہیں، تو دور سے فرما رہے ہیں، کہ ہاں اب پاک ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا ہاں، یہ آج جو آپ دودھ لائے تھے، یہ تو پاک ہو گیا۔ اب وہ جو اُس دن آپ ایک ہفتے پہلے گھی لائے وہ بھی لے آیئے وہ بھی پاک ہو گیا ہے۔ اور ساتھ جگہ بتائی، کہ آپ کے گھر میں فلاں کمرہ میں فلاں جگہ رکھا ہوا ہے۔

سبحان اللہ! لاہور میں جہاں پر حضرت کا قیام تھا، وہاں سے کتنے دور مکان میں، درمیان میں کتنی بلڈنگیں حائل، کتنے پردے، مگر حضرت کی دوررس، دور تک دیکھنے والی نگاہ وہاں تک دیکھ سکتی ہے، کہ گھی کہاں رکھا ہوا ہے۔ فرمایا وہ بھی لے آؤ وہ پاک ہو گیا ہے۔ کیسے پاک ہو گیا؟

وہ اِن کے بتائے بغیر، خود حضرت نے دیکھ لیا کہ وہ جو اُدھار، اُس بھینس کو دانہ کھلانے کے لئے جو دانہ دکان دار سے خریدا گیا تھا، جس کے پیسے ادا نہیں کئے گئے تھے، اس لئے اُس دن حضرت نے وہ گھی واپس فرمادیا تھا۔ کہ گھی واپس لے جاؤ۔ اور اس کے دو چار دن کے بعد، جس طرح سب کا معمول ہوتا ہے، کہ اُدھار لے آتے ہیں، پھر واپس کر دیتے ہیں، پیسے دے دیتے ہیں۔ یہ بھی حضرت کو معلوم کہ اُس وقت پیسے نہیں دئے تھے، دو تین دن کے بعد اب اس کے پیسے ادا کر دئے گئے ہیں، تو خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا، وہ دودھ کے ساتھ تمہارا وہ گھی بھی لے آؤ، وہ بھی پاک ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا حضرت! اس کے پیسے اس وقت نہیں دئے تھے، بعد میں عقل آئی، اور اب اس کے پیسے ادا ہو گئے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی میرے پاس چالیس دن تک رہے، جو میں کھلاؤں وہ کھائے، میں پلاؤں وہ پیئے، چالیس دن میرے پاس اس طرح رہے گا، تو اسے کشفِ قبور حاصل ہو جائے گا۔ کہ یہ غلط چیزیں، مشکوک، مشتبہ، حرام غذاء کھانے کی وجہ سے ہمارے دلوں پر حجاب اور پردے پڑے ہوئے ہیں، توبہ کرنے سے اور پاک صاف غذا کھانے سے، اور حقوق ادا کر دینے سے وہ دور ہو جاتے ہیں۔

سنانا یہ تھا کہ یہ جو ہمارے اکابرین اور بزرگ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرب بندے، اُنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار ہزاروں دفعہ درخواست کی گئی، کہ حضرت! آپ کرائے کے مکان میں ہیں، ہم آپ کے لئے فلاں جگہ یہاں مکان بناتے ہیں، ہم مسجد کے ساتھ بناتے ہیں، اس جگہ بناتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، میں نہیں چاہتا کہ میرے نامۂ اعمال میں ایک اینٹ بھی لکھی جائے۔ اخیر تک، حضرت نے اس کو نہ قبول فرمایا،

اور نہ کسی کی طرف سے ایسا ہدیہ قبول فرمایا، جائداد کی شکل میں، یا نقدی شکل میں، کہ جس سے بنا سکے۔ فرمایا کہ نہیں مجھے مکان نہیں چاہئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے بھی درجنوں قصے ہیں اس سلسلہ میں۔ ان تمام اکابرین کا یہی حال تھا، نہ دنیا دوست می دارم۔ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا:

نہ دنیا دوست می دارم　　　نہ عقبیٰ را خریدارم

ساتھ دوسری چیز کی بھی وہ نفی کرتے ہیں، کہ جو ساری دنیا مانگتی ہے کہ اللہ! مجھے آخرت میں بہتر بدلہ عطا فرما۔ اور جنت مانگتے ہیں، جنۃ الفردوس کا سوال کرتے ہیں، وہ جوش میں فرماتے ہیں کہ نہ مجھے دنیا چاہئے، نہ آخرت چاہئے، نہ دنیا کی نعمتیں چاہئے، نہ آخرت کی نعمتیں چاہئے، مجھے جنت بھی نہیں چاہئے:

نہ دنیا دوست می دارم　　　نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید　　　بجز دیدار یا اللہ!

تیرے دیدار کے سوا الٰہی مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی کا شکویٰ کیا کہ الٰہی! جنت کی ساری نعمتیں بے شک تو نے چھین لیں اس سے میں صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن یہ جو تیرے عرش کا پھیرا ہوتا تھا، طواف ہوتا تھا، اس سے تو مجھے محروم نہ کر۔ اُن کے لئے بیت المعمور کے بالمقابل، اور آسمانوں میں بیت المعمور، اس کے بالمقابل کعبہ فرشتوں نے اتارا، اُس کا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام طواف کیا کرتے تھے۔ اُس کو ایک خاص مقام عطا کیا گیا۔

مرقدِ پاک عرش وکرسی سے افضل

اسی طرح حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس بقعۂ شریفہ میں آرام فرما رہے ہیں، زمین کے جس ٹکڑے پر آرام فرما رہے ہیں، جہاں پر آپ کی قبر شریف ہے، حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس بقعہ شریفہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے مس ہوتا ہے تو وہ عرش اور کرسی سے بھی افضل، کعبہ سے بھی افضل ہے۔

اسی طرح یہ زمین کے جو ٹکڑے جن پر مساجد قائم ہیں اِن کا ایک خاص اللہ کے یہاں مقام، جس جگہ اللہ کا ذکر ہوتا ہے اللہ کی یاد ہوتی ہے اُس کا ایک خاص مقام۔

اسی طرح برائی کے اعتبار سے بھی الگ الگ مقامات بیان کئے گئے ہیں، درجات بیان کئے گئے ہیں۔ بازار کا جہاں گناہ ہوتا ہے، اس جگہ کا، اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی ذات کے قریب کرنے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

مدینہ منورہ کی سرزمین

یہ مدینہ منورہ کے فضائل پر امام بخاری نے باب قائم کیا، کہ بَابُ حَرَمِ الْمَدِيْنَةِ ، کہ مدینہ منورہ کا بھی حرم ہے، جیسا کہ حرمِ مکی کے لئے مستقل احکام ہیں۔ تو یہ جبل عیر سے لے کر جبلِ ثور تک۔ اور حرّۂ شرقیہ سے لے کر حرّۂ غربیہ تک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے حدود کے لئے یہ چار کونے متعین فرمائے۔

جبلِ عیر یہ جہاں مسجدِ میقات ہے مدینہ منورہ کے باہر، جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے، اس کے سامنے والے پہاڑ کا نام ہے جبلِ عیر اور یہاں سے لے کر ثور تک۔

یہ جبلِ ثور، ایک تو غارِ ثور جو مکہ مکرمہ میں ہے یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ ثور نامی ایک پہاڑ جبل اُحد کے بالکل قریب واقع ہے اس کا نام جبلِ ثور۔ یہاں اس جبلِ ثور سے لے کر کے یعنی اُحد سے لے کر، جس کے قریب یہ پہاڑ، یہاں سے لے کر کے عیر تک، اور اُدھر حرۂ شرقیہ سے لے کر غربیہ تک، اس کے درمیان کا علاقہ مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ اور جو وہاں رہنے کے فضائل ہیں، وہ اتنے حصہ میں رہنے والوں کو حاصل ہیں۔ اور یہ حرۂ شرقیہ اور غربیہ جو کالے پتھروں والے پہاڑ

جس طرح کہ جلے ہوئے پتھر ہوتے ہیں، جہاں کبھی لاوا (lava) نکلا ہوا ہو زمین میں سے اور پتھر کوئلے کی طرح جل گئے ہو، ان دو کے درمیان اور اُدھر ثور اور عیر کے درمیان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں وہاں کی سکونت نصیب فرمائے، جب آخری وقت آئے تو مدینہ منورہ میں ہمیں موت دے۔ اور بقیع کی مٹی ہمارے لئے مقدر فرمائے۔

حرمِ مدینہ

یہ حرمِ مدینہ کے لئے، امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو فضائل، جو احکام حرمِ مکی کے لئے ہیں، وہی یہاں مدینہ طیبہ میں بھی ہیں۔ کہ یہاں کے درخت اُن کے نزدیک نہیں کاٹ سکتے اور یہاں کی خضرہ اور گھاس کو نہیں کاٹا جا سکتا اور وَ لَا یُنَفَّرُ صَیْدُھا، وہاں شکار نہیں کیا جا سکتا، مگر احناف کے نزدیک یہ حرمِ مکی کے لئے خاص ہے، اور حرمِ مدینہ کے لئے یہ احکام نہیں۔

خیر۔ اب یہ باقی سبق تو مولانا آپ کو پڑھاتے رہیں گے۔ مجھے تو آج جب مولانا نے بتایا کہ وہاں سبق پڑھانا ہے، میں نے کہا کہ وہاں سے باٹلی سے کہاں جاؤں گا؟ کبھی دیکھیں گے۔ کہنے لگے کہ اس سال تو سال بھر، کبھی آپ کا آنا نہیں ہوا۔ مجھے واقعی بہت افسوس ہوا، تو میں معافی مانگتا ہوں کہ پورا سال گزر گیا ایک دفعہ بھی میں سبق کے لئے نہیں آسکا۔ میرے ذہن میں یہ تھا کہ یہ فرض تو کبھی ادا کر دیا ہوگا ایک آدھ دفعہ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اس دفعہ آنا نہیں ہو سکا۔ اللہ تبارک تعالیٰ مجھے معاف فرمائے، درود شریف پڑھ لیں دعا کرلیں۔

اللہ وتعالیٰ مدینہ منورہ میں سکونت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص محبوبوں میں سے ہمیں بنائے، جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ خاص ہو اُن میں سے ہمیں بنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت ہمیں نصیب فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو ہم سے ادا نہیں ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

عَـنْ سَـمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا وَكُنَّا فِيْ صُفَّةَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ: اِنِّيْ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے۔ہم مدینہ منورہ میں صفہ میں تھے۔ ہمارے سامنے کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب منظر دیکھا:

والدین کے ساتھ فرمانبرداری

رَأَيْـتُ رَجُلاً مِـنْ أُمَّتِـيْ أَتَـاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَجَاءَ هٗ بِرُّهٗ بِوَالِدَيْهِ فَرَدَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَنْهُ:

میری امت کے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے آئے مگر والدین کے ساتھ اس کی فرمانبرداری کی نیکی آڑے آگئی اوراس نے ملک الموت کوواپس کردیا۔ (یعنی عمر میں زیادتی کی گئی)۔

وضو

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَدْ بُسِطَ عَلَيْهِ عَذَابُ الْقَبرِ فَجاءَهُ وُضُوْؤُهُ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب قبر اس کیلئے تیار کیا گیا مگر اس کا وضو اس کے پاس آ پہنچا اور اس کو اس عذاب سے بچا لیا۔

اللہ کا ذکر

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فَجَاءَهُ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَطَرَدَ الشَّيْطَانَ عَنْهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ شیاطین اسے پریشان کر رہے تھے کہ اس کا کیا ہوا ذکر اللہ آ پہنچا اور شیطان کو وہاں سے دھکا دے کر ہٹا دیا۔

نماز

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ أَيْدِيْهِمْ

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملائکۃ العذاب اسے پریشان کر رہے تھے کہ اس کی نماز سامنے آ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا لیا۔

صوم رمضان

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِی یَلْتَھِبُ ...... وفی روایۃ یَلْھَثُ ......عَطَشًا کُلَّمَا دَنَا مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ ، فَجَاءَہٗ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ، فَأَسْقَاہُ وَ أَرْوَاہُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہانپ رہا ہے۔ جب کسی حوض کے قریب جاتا ہے تو اسے روک دیا جاتا ہے اور دھتکار دیا جاتا ہے مگر رمضان کے مہینے کے اس کے روزے آپہنچے اور اس کو سیراب کیا اور خوب اچھی طرح سیراب کیا۔

غسلِ جنابت

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِی وَرَأَیْتُ النَّبِیِّیْنَ جُلُوْسًا حِلَقًا حِلَقًا ، کُلَّمَا دَنَا اِلیٰ حَلَقَۃٍ طُرِدَ ، فَجَاءَہٗ غُسْلُہٗ مِنَ الْجَنَابَۃِ فَأَخَذَ بِیَدِہٖ فَأَقْعَدَہٗ اِلیٰ جَنْبِی۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا اور انبیاء کو حلقہ در حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب وہ کسی حلقے کے قریب پہنچتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت پہنچ گیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے پہلو میں بٹھا دیا۔

حج وعمرہ

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِی بَیْنَ یَدَیْہِ ظُلْمَۃٌ وَھُوَ مُتَحَیَّرٌ فِیْھَا فَجَاءَہٗ حَجُّہٗ وَ عُمْرَتُہٗ فَاسْتَخْرَجَاہُ مِنَ الظُّلْمَۃِ وَ أَدْخَلَاہُ فِی النُّوْرِ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے بھی تاریکی اس کے پیچھے بھی تاریکی۔ اس کے دائیں بائیں اوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے اور وہ ان تاریکیوں

میں حیران پریشان لیکن اس کا حج اور عمرہ آپہنچا اور دونوں نے اسے تاریکی سے چھڑا کر نور میں داخل کر دیا۔

صدقہ

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یَتَّقِیْ بِیَدِہٖ وَھَجَ النَّارِ وَشَرَرَھَا فَجَاءَ تْہُ صَدَقَتُہٗ فَصَارَتْ سُتْرَۃً بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّارِ وَ ظَلَّلَتْ عَلٰی رَأْسِہٖ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جو اپنے ہاتھ سے آگ کے شعلوں اور لپٹوں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کا صدقہ پہنچ گیا اور وہ اس شخص کے اور آگ کے درمیان آڑ بن گیا اور اس کے سر پر سائبان تان لیا۔

صلہ رحمی

وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یُکَلِّمُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَایُکَلِّمُوْنَہٗ فَجَاءَ تْہُ صِلَتُہٗ لِرَحِمِہٖ فَقَالَتْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، اِنَّہٗ کَانَ وَصُوْلًا لِرَحِمِہٖ فَکَلَّمُوْہُ ، فَکَلَّمَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَصَافَحُوْہُ وَصَافَحَھُمْ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اہل ایمان سے بات کرنا چاہتا ہے مگر وہ اس کے ساتھ بولتے نہیں۔ وہیں پر اس کی صلہ رحمی جا پہنچی اور کہا کہ اے مسلمانوں کی جماعت یہ تو بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والا تھا تو مؤمنین اس سے بولنے لگے اور اس سے مصافحہ کرنے لگے اور اس نے ان سے مصافحہ کیا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

وَرَأيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ الزَّبَانِيَةُ فَجَاءَهٗ أمْرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهْيُهٗ عَنِ الْمُنكَرِ فَاسْتَنْقَذَهٗ مِنْ أيْدِيْهِمْ وَ أدْخَلَهٗ فِيْ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ زبانیہ فرشتوں نے اسے پریشان کر رکھا ہے۔ اتنے میں اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گیا اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا لیا اور ملائکہ رحمت کے درمیان اسے پہنچا دیا۔

اچھے اخلاق

وَرَأيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ جَاثِيًا عَلىٰ رُكْبَتَيْهِ ، وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ حِجَابَ ، فَجَاءَهٗ حُسْنُ خُلُقِهٖ ، فَأخَذَ بِيَدِهٖ فَأدْخَلَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھا پڑا ہے اور اس کے اور اللہ عزوجل کے درمیان حجاب ہے۔ اتنے میں اس کا حسنِ خُلق آ گیا اور ہاتھ پکڑ کر اور اللہ عزوجل کے پاس اسے پہنچا دیا۔

اللہ عزوجل کا خوف وخشیت

وَرَأيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ قَدْ ذهبت صحيفته من قبل شماله فَجَاءَهٗ خوفه من الله عز و جل فأخذ صحيفته فوضعها في يمينه۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ کی طرف نکل گیا تو اس کا اللہ عزوجل سے خوف وخشیت پہنچ گئے اور اس کا نامہ اعمال داہنے

ہاتھ میں تھمادیا۔

نابالغ بچے جوفوت ہوجائیں

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي خَفَّ مِيزَانَهُ فَجَاءَهُ أَفْرَاطُهُ فَثَقَّلُوْا مِيْزَانَهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا ترازو ہلکا رہا تو اس کی اولاد جو قبل البلوغ فوت ہو چکی تھی وہ پہنچ گئی اور اس کے ترازو کو بھاری بنادیا۔

اللہ تعالیٰ سے امید ورجاء

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَائِمًا عَلىٰ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَجَاءَهُ رَجَاؤُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَمَضىٰ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے کہ اتنے میں اللہ عزوجل سے اس کی رجاوامید پہنچ گئی اور اس کو اس سے چھڑالیا اور وہ آگے چلنے لگا۔

خوف خدا سے ٹپکنے والے آنسو

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَدْ أُهْوِيَ فِي النَّارِ ، فَجَاءَتْهُ دَمْعَتُهُ الَّتِي بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو آگ کے حوالے کیا جارہا تھا کہ اس کے آنسو پہنچ گئے جو اللہ عزوجل کے ڈر سے اس نے بہائے تھے اور ان آنسوؤں نے اسے اس مصیبت سے چھڑالیا۔

اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي قَائِمًا عَلَى الصِّرَاطِ يُرْعَدُ كَمَا يُرْعَدُ السُّعْفَةُ فِي رِيْحٍ عَاصِفٍ ، فَجَاءَهُ حُسْنُ ظَنِّهٖ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَسَكَّنَ رِعْدَتَهٗ وَمَضٰى۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر کھڑا کانپ رہا ہے جیسے طوفانی ہوا میں پرندے کا پر ہل رہا ہو۔ اتنے میں اس کا اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن پہنچ گیا اور اس کا کانپنا بند ہو گیا اور وہ آگے چلنے لگا۔

درود شریف

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي يَزْحَفُ عَلَى الصِّرَاطِ وَيَحْبُوْ أَحْيَانًا ، وَ يَتَعَلَّقُ أَحْيَانًا ، فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهٗ عَلَيَّ فَأَقَامَتْهُ عَلٰى قَدَمَيْهِ ، وَ أَنْقَذَتْهُ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو پل صراط پر سرین کے بل گھسٹ رہا ہے اور کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر اس کا درود شریف آپہنچا اور اپنے قدم کے بل اس کو کھڑا کر دیا اور اس مصیبت سے اسے نجات دی۔

توحید و رسالت کی گواہی

وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي اِنْتَهٰى عَلٰى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَغُلِّقَتِ الْأَبْوَابُ دُوْنَهٗ ، فَجَاءَتْهُ شَهَادَةُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَفُتِّحَتْ لَهُ الْأَبْوَابُ ، وَ أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ۔

اور میں نے میری امت کے ایک شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچا اور اس کے سامنے سب دروازے بند کر دیئے گئے کہ اس کی لا الہ الا اللہ کی گواہی جا پہنچی تو تمام

دروازے کھل گئے اور شہادت توحید ورسالت نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔

(رواه ابوموسى المدينى فى كتاب الترغيب)

درود تنجینا کی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ ایک دعا

شیخ عبد الغنی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ثقہ نے بتایا کہ میں کسی وقت بیت المقدس پہنچا جب کہ وہاں زبردست طاعون پھیلا ہوا تھا۔ وہاں میں شیخ ابوبکر الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت طیلونیہ میں مقیم تھے جو باب حطۃ کے قریب معروف جگہ ہے۔ میں ان کے پاس عرصہ ہوا حدیث پڑھ چکا تھا۔ میں ان سے قرآن کریم کا دور کرتا رہا جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ جب بھی وہ دور سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ان کلمات سے دعا کرتے اور ان کے ساتھ تلامذہ کی ایک جماعت بھی ہوتی تھی۔ میں نے ان سے اس دعا کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پھر انہوں نے اپنے بعض تلامذہ کو حکم دیا کہ وہ یہ دعا مجھے لکھ دیں۔ سو انہوں نے مجھے یہ دعا لکھ دی اور اس کی تصحیح بھی کر دی۔

اَللّٰهُمَّ سَكِّنْ هَيْبَةَ عَظَمَةِ قَهْرَمَانِ الْجَبَرُوْتِ بِاللَّطِيْفَةِ النَّازِلَةِ الْوَارِدَةِ مِنْ فَيْضَانِ الْمَلَكُوْتِ حَتّٰى نَتَشَبَّثَ بِأَذْيَالِ لُطْفِكَ وَكَرَمِكَ وَنَعْتَصِمُ بِكَ مِن اِنْزَالِ قَهْرِكَ يَا ذَالْقُوَّةِ الْكَامِلَةِ وَالْقُدْرَةِ الشَّامِلَةِ يَا اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، عَزَّ جَاهُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ وَالْفُجَاَةِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى

النَّفسِ وَالْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ ذُنُوْبِنَا حَتّٰى تُغْفَرَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْحَوْضِ وَالْكَوْثَرِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ كَمَا شَفَّعْتَ فِيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ فَأَمْهِلْنَا وَاعْمِرْنَا وَأَعْمِرْ بِنَا مَنَازِلَنَا وَلَا تُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا وَسَيِّآتِنَا وَارْحَمْنَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

پھر میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی سند معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے مشائخ میں سے فلاں نے بتایا کہ ایک جگہ پر ایک بزرگ تھے جنہیں ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ اس بستی میں بہت سخت طاعون پھیلا اور وہاں کے اکثر لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ تو کچھ علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو تو اس طاعون زدہ بستی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں۔ جب زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا لکھوائی اور فرمایا کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کریں اور لوگوں کو بھی تلقین کر دیں کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھول جاؤں گا یا ان کلمات میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدام کو حکم فرمایا کہ اس کی ہتھیلی پر لکھ دو۔ جب میں بیدار ہوا تو یہی کلمات میری ہتھیلی پر لکھے ہوئے تھے۔

نوٹ